دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی کے زیرِ نگرانی
دلائل کی تخریج و حوالہ جات اور کمپیوٹر کتابت کیساتھ

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی
محمد کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ

جلد ہفتم

کتاب الوقف، کتاب المعاش

دارالاشاعت اردو بازار کراچی
فون: 021-2213768

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی دارالاشاعت کراچی

طباعت : جولائی ۲۰۰۱ء شکیل پریس کراچی۔

ضخامت : 3780 صفحات در ۹ جلد مکمل

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور
مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
مکتبہ رحمانیہ ۱۸۔ اردو بازار لاہور

بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت العلوم 26 نابھ روڈ لاہور
کشمیر بکڈپو۔ چنیوٹ بازار فیصل آباد
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

نحمداللّٰہ العلی العظیم ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

امــابعــد. یہ کفایت المفتی کی جلد ہفتم قارئین کے پیشِ نظر ہے۔ جلد اوّل کے دیباچے میں عرض کیا گیا تھا کہ جو فتاویٰ جمع کیے گئے ہیں وہ تین قسم کے ہیں۔ اوّل وہ فتاویٰ جو مدرسہ امینیہ کے رجسٹروں سے لیے گئے ہیں۔ ایسے فتاویٰ کی پہچان یہ ہے کہ لفظ المستفتی پر نمبر بھی ہے اور مستفتی کا نام و مختصر پتہ اور تاریخ روانگی بھی درج ہے۔ بعض جگہ سوال نقل نہیں کیا گیا ہے بلکہ لفظ جواب دیگر کے اوپر مستفتی کا نمبر ڈال دیا گیا ہے۔ دوسرے وہ فتاویٰ جو سہ روزہ الجمعیۃ سے لیے گئے ہیں۔ ان میں لفظ سوال کے نیچے اخبار کا حوالہ دیا گیا ہے۔ تیسرے وہ فتاویٰ جو گھر میں موجود تھے یا باہر سے حاصل کیے گئے یا مطبوعہ کتب میں سے لیے گئے۔

لفظ جواب کے شروع میں جو نمبر لکھا گیا ہے وہ مجموعہ میں شامل شدہ فتاویٰ کی کُل تعداد ظاہر کرنے کے لئے سیریل نمبر ہے۔ یہ جلد ہفتم جو آپ کے پیشِ نظر ہے اس میں درج شدہ فتاویٰ کی اقسام کی تفصیل یہ ہے:

رجسٹروں سے ۲۲۱ الجمعیۃ سے ۴۲ متفرق ۱۰۵ کل ۳۶۸

جلد اوّل سے جلد ہفتم تک کے کل فتاویٰ کی تعداد تین ہزار تین سو چوراسی (۳۳۸۴) ہوئی۔

اس کے بعد انشاء اللہ جلد ہشتم ہے جو کتاب البیوع سے شروع ہوتی ہے۔

فالمنة للّٰه اولاً و اٰخرًا.

احقر حفیظ الرحمان واصفؔ

فہرست عنوانات

کتاب الوقف
پہلا باب : مسجد کی بناو تعمیر

عنوان	صفحہ

پانچواں باب
تولیت و انتظام

عنوان	صفحہ
چھٹا باب	
جواز و صحت وقف	

عنوان	صفحہ

| **ساتواں باب**
مصارف وقف | |

عنوان	صفحہ
نیک کاموں کے لئے وقف کی آمدنی کو واقف کے پڑپوتوں پر خرچ کرنا	۲۶۸
مسجد کی آمدنی سے سقہ کی تنخواہ مقرر کرنا	۲۶۹
صدقہ جاریہ کا مصرف	"
یتیموں کے لئے وقف آمدنی سے واقف کے محتاج بھائیوں پر خرچ کرنا	"
مسجد کی ضرورت سے زائد روپیہ کو دوسری مسجد پر لگانا	"
مسجد میں کم آمدنی پر رکھے ہوئے ملازم کی جگہ زیادہ آمدنی والا ملازم رکھنا	۲۷۰
ایضاً	۲۷۱
چھوٹی مسجد کو ختم کر کے ایک بڑی مسجد بنانے کا حکم	"
مسجد کی آمدنی یا یتیموں کے لئے جمع رقم مدرسہ پر خرچ کرنا	۲۷۲
بوسیدہ مسجد کی لکڑیاں دوسری مسجد کے لئے وقف مکانوں پر لگانا	"
مساجد کی آمدنی کو اسلامی کاموں پر خرچ کرنا	"
مسجد کی ضرورت سے زائد آمدنی مسجد پر ہی خرچ ہوگی	۲۷۳
کیا مسجد کی ضرورت سے زائد آمدنی علوم معاشیات پر خرچ ہو سکتی ہے؟	۲۷۴
مسجد کی آمدنی علوم عصری پر خرچ کرنا	۲۷۵
آل اولاد پر خرچ کی صورت میں اولاد کا مصداق	"
مساجد کی آمدنی قبرستان پر خرچ کرنے کا حکم	۲۷۶
مسجد کی کوئی چیز دوسری مسجد کو بیچنے یا ہبہ کرنے کا حکم	۲۷۷
مسجد کے مال کے استعمال کے متعلق سوال	"
امام کو مقرر کرنے میں نمازیوں کی رائے کب معتبر ہوگی؟	"
وقف کی آمدنی سے خریدی ہوئی جائیداد کو فروخت کرنے کا حکم	۲۷۸
مسجد کی آمدنی سے اظہار شوکت اسلام کے لئے چراغاں کرنا	"
آٹھواں باب	
تصرف فی الوقف	
مدرسہ کی زمین کو کسی دوسرے کار خیر کے لئے بیچنا	۲۷۹
کیا مکان موقوفہ کو بعد میں دکانوں سے تبدیل کیا جا سکتا ہے؟	"
مسجد کے لئے وقف کھیت کو دوسرے کھیت سے تبدیل کرنے کا حکم	۲۸۱

نواں باب
وقف علی الاولاد

دسواں باب
متفرقات

کتاب الوقف
پہلا باب
مسجد کی بناؤ تعمیر
فصل اول
مسجد کی بنائے اولین اور بانی

مسجد کے نیچے دکانیں تعمیر کرنے کا حکم

(سوال) ایک جدید مسجد تعمیر ہو رہی ہے۔ مسجد کے فرش یعنی جماعت خانے کے نیچے دکانیں تعمیر کرانے کا خیال ہے لہذا دکانوں کی بابت شرعاً کیا حکم ہے ؟

المستفتی نمبر ۳۰۰ حاجی نذیر احمد محلّہ کرم علی چوک۔ میرٹھ ۱۸ صفر ۱۳۵۳ھ ، ۲ جون ۱۹۳۴ء

(جواب ۱) اگر مسجد [1] کے نیچے دکانیں تعمیر کرالی جائیں اور دکانیں مسجد کے لئے ہوں کسی دوسرے شخص کی ملکیت اور حق کو اس میں دخل نہیں دیا جائے تو مسجد مسجد ہو جائے گی۔ اگرچہ یہ بات بہتر نہیں ہے۔ محمد کفایت اللہ

مسجد کے نیچے بنائی گئی دکانوں پر ذاتی ملکیت کا دعویٰ کرنا

(سوال) ایک مسجد پچھتر سال سے بطور عبادت گاہ عام استعمال ہوتی رہی ہے۔ یہ مسجد چار دکانات کے اوپر بنی ہوئی ہے۔ زید کا دعویٰ ہے کہ دکانات اس کی ملکیت ہیں۔ سوال یہ ہے کہ آیا شرعاً یہ ممکن ہے ؟ کہ ایسی دکانات زید کی پرائیویٹ ملکیت ہو سکیں۔ دیگر جائداد مذکور یعنی دکانات و مسجد خدانخواستہ زلزلہ یا کسی دیگر حادثہ سے منہدم ہو جائیں اور زید منزل زیریں تعمیر نہ کرے تو مسجد کا وجود اس صورت میں رہے گا یا نہیں۔ اگر رہے گا تو اس کی کیا شکل ہو گی ؟

المستفتی نمبر ۹۷ ۳ محمد سرور خاں (ضلع رہتک) ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۵۳ھ ۳۱ جولائی ۱۹۳۴ء

(جواب ۱) (از مولانا حبیب المرسلین نائب مفتی) جب بانی مسجد نے ان چار دکانات کو مسجد کی ضروریات کے لئے بنادیا ہے اور دیگر کل جائداد کو اپنے حین حیات میں اپنی لڑکیوں کے واسطے ان کے نام منتقل کر دیا ہے اور ان دکانات کو کسی کے نام پر منتقل نہیں کیا تو یہ بھی دلیل ہے اس بات کی کہ یہ دکانات مسجد ہی کے مصالح و ضروریات کے لئے ہیں۔ لیکن مسجد کی ان دکانات کو جو کہ بعینہٖ مسجد کے نیچے ہی بنی ہوئی ہیں کرایہ پر دینا جائز نہ ہوگا۔ ہاں صرف مسجد کی اشیائے ضروریہ مثلاً دریاں لوٹے وغیرہ ان میں رکھ سکتے ہیں۔ (۲) فقط واللہ اعلم۔ نیز مکرر یہ ہے کہ

---

(۱) (واذا جعل تحته سردا بالمصالحه) ای المسجد (جاز) كمسجد المقدس، ولوجعل لغيره لايكون مسجدا وفي ردالمحتار واذا كان السرداب او العلو لمصالح المسجد، اوكان وقفا عليه صار مسجداً (الدرالمختار مع ردالمحتار كتاب الوقت، مطلب في احكام المسجد صفحه ٤/٣٥٧ سعيد)

(۲) واذا جعل تحته سردابا لمصالحه اى المسجد جاز ، وفي الشامية : ولا يجوز اخذ الاجرة منه ولا ان يجعل شيئاً مستغلا. (الدرالمختار مع ردالمحتار : كتاب الوقف ، مطلب في احكام المسجد ٤ / ٣٥٧ ط. سعيد)

جب بانی مسجد نے اس مسجد کو مسجد ہی ٹھہرادیا تھا تو مسجد کا، مسجد ہونا موقوف و مشروط ہے اس پر کہ یہ بعینہ مسجد کے نیچے کی دکانیں بھی مسجد ہی ہوں لہذا ان کو کرایہ پر دینا جائز ہے(۱) اور اگر یہ مسجد و دکانیں خدانخواستہ گر جائیں گی تو بھی ان دکانوں کی زمین کا قطعہ قیامت کے قائم ہونے تک مسجد ہی رہے گا۔(۲) ماسوا مسجد کے اس قطعہ کو اور کسی کام میں لانا ہرگز جائز نہ ہوگا۔ تو از سر نو مسجد بنانے والوں کو چاہئے کہ ان دکانوں کو موقوف کر دیں اور ان کی جگہ پر ملبہ بھر دیں تاکہ کرایہ پر دینے کے گناہ سے بچ جاویں فتاوی شامی میں ہے وحاصله ان شرط كوته مسجد ا ان يكون سفله وعلوه مسجد الينقطع حق العبد عنه الخ جلد ثالث (۳) صفحہ ۴۴۰ فقط واللہ اعلم۔ اجابہ وکتبہ حبیب المرسلین عفی عنہ نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی۔

(جواب ۲) (از حضرت مفتی اعظمؒ) مسجد کے نیچے کی دکانیں، ظاہر یہی ہے کہ مسجد کے لئے وقف ہوں گی۔ کیوں کہ بغیر اس کے کہ نیچے کی دکانیں وقف ہوں مسجد کی مسجدیت ہی درست نہیں۔(۴) لیکن جب کہ پچھتر سال سے وہ مسجد عام مساجد کی طرح استعمال ہوتی ہے اور مسلمان اس کو مسجد ہی یقین کرتے ہیں تو اب جب تک کہ دکانوں کی ملکیت کا دعویٰ کرنے والا اپنی ملکیت کا پختہ ثبوت پیش نہ کرے اور یہ بات ثابت نہ ہو جائے کہ دکانیں وقف نہ تھیں بلکہ مملوکہ تھیں اس وقت تک دکانیں مسجد کی دکانیں قرار پائیں گی۔(۵) فقط محمد کفایت اللہ

فصل دوم

بنائے اول کے بعد غیر بانی کے تصرفات

مسجد کے نیچے خالی جگہ ہو تو مسجد میں نماز پڑھنے کا حکم

(سوال) شہر دہلی میں سر بازار ایک قدیم مسجد واقع ہے جس کی عمارت دو منزلہ ہے۔ منزل زیریں میں صحن مسجد کے نیچے بجانب بازار چار شرقرویہ دکانیں ہیں جن کی حدود نصف صحن مسجد تک پہنچتی ہیں۔ بجانب مغرب دالان مسجد کے نیچے دو غربرویہ حجرے ہیں یہ دکانیں اور حجرے بہ کرایہ آباد ہیں۔ جن کی آمدنی ضروری اخراجات مسجد میں صرف ہوتی ہے۔ بجانب جنوب صحن مسجد کے نیچے ایک پھتہ واقع ہے جو رہ گذر عام ہے۔ اس پھتہ میں کھلے ہوئے جنوب رویہ غسل خانہ جات و بیت الخلاء ہیں کہ وہ بھی صحن مسجد کے نیچے واقع ہیں۔ ہیئت متذکرہ سے ظاہر ہے کہ بحالات موجودہ دالان و صحن مسجد کا بیشتر حصہ ایسا ہے کہ ٹھوس نہیں ہے۔ چنانچہ نمازیوں کے لئے

---

(۱) وحاصله ان شرط كونه مسجدا ان يكون سفله وعلوه مسجدا لينقطع حق العبد عنه (رد المحتار : كتاب الوقف، مطلب فی احكام المسجد: ٤ / ٣٥٨ ط . سعيد)

(۲) ولو خرب ماحوله ، واستغنى عنه يبقى مسجداً عندالا مام والثانی ابداً الى قيام الساعة (الدر المختار كتاب الوقف، مطلب فی احكام المسجد ٤ / ٣٥٨ ط سعيد)

(۳) (كتاب الوقف،مطلب فی احكام المسجد ٤ /٣٥٨ ط سعيد)

(۴) واذا جعل تحته سردابا ...... لغير ها...... لايكون مسجداً (الدرالمختار: كتاب الوقف، مطلب فی احكام المسجد ٤ /٣٥٧ ط سعيد)

(۵) ادعى دارا فی يدی رجل انها ملكه باصلها و بنائها وانكر المدعى عليه ذلك وادعى انها وقف على مصالح مسجد كذا، واقام المدعى بينة على دعواه وقضى له بذلك و كتب له السجل. (هنديه ، كتاب الوقف، الباب السادس فی الدعوى والشهادة ٢ /٤٣٢ ، ٤٣٣ ط ماجديه كوئٹه)

یہ امر دریافت کرنا نہایت دشوار ہے کہ جہاں وہ نماز پڑھ رہے ہیں اس مقام کے نیچے خلا ہے یا نہیں۔ جن صاحب کے بزرگوں نے ابتداءً اپنی اراضی پر مسجد مذکور تعمیر کرائی تھی وہی تاحال وراثۃً قابض و متولی مسجد ہیں۔ فی الحال مسجد مذکور کی تعمیر جدید کا مسئلہ در پیش ہے اور نقشہ جدید زیر غور ہے جس کے متعلق اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ متولی مسجد کہہ رہے ہیں کہ عمارت جدید کی ساری منزل زیریں میں گودام و دکاکین و بیوتات ضروری مثل بیت الخلا غسل خانے وغیرہ بنوا دیئے جائیں۔ اور منزل بالا پر مسجد تعمیر کی جائے۔ اس صورت میں فرق صرف اس قدر ہوگا کہ بحالت موجودہ مسجد کے بیشتر حصہ کے نیچے بے قاعدہ طور پر خلا ہے۔ آئندہ عمارت مسجد کے تمام رقبہ کے نیچے خلا ہو جائے گا مگر مسجد کی آمدنی میں معتدبہ اضافہ ہو جائے گا جس سے مسجد کی صفائی وغیرہ کا معقول انتظام ہو سکے گا۔ بصورت ضرورت ایک معقول ذی علم شخص امامت کے واسطے مقرر ہو سکے گا، جس سے غریب اہل محلّہ کو دریافت مسائل میں ضروری مدد ملے گی۔ غریب مسلمانوں کی ابتدائی مذہبی تعلیم کے واسطے ایک مدرسہ جاری کیا جا سکے گا جس کی از حد ضرورت ہے۔ بعض اصحاب کو یہ اعتراض ہے کہ ایسی جگہ جس کے نیچے خلا ہو نماز نہیں ہوتی یا مکروہ اور ناقص ہوتی ہے۔ لہذا مسجد کی پشت کی جانب کے حجرے بالکل بند کر دیئے جائیں اور بجانب بازار اگر ضرورۃً دکانیں رکھی جائیں تو انہیں بھی طول میں کم کر دیا جائے تاکہ صحن مسجد کا بیشتر حصہ خلا سے محفوظ رہے اور غسل خانہ جات وغیرہ صحن مسجد میں ایک جانب بنائے جائیں۔ اس صورت میں صحن مسجد بھی جو کسی قدر مختصر ہے گھر جائے گا اور آمدنی مسجد مصارف معمولی کے واسطے بھی شاید بدقت کافی ہو سکے اور دوسری اغراض متذکرہ بالا بالکل فوت ہو جائیں گی۔ پس تمام حالات متقدمہ پر غور فرما کر مفصلاً ایما فرمایا جائے کہ ایسے مقام پر نماز پڑھنے کے متعلق جہاں نیچے خلا ہو شرع شریف کے کیا احکام ہیں؟ بحالات خاص متقدمہ متولی مسجد کی رائے لائق ترجیح ہے یا فریق دوم کی؟ بینوا توجروا۔

(جواب ۳) جو جگہ مسجد بنالی جائے تو تحت الثریٰ سے آسمان تک اتنی جگہ مسجد کے حکم میں ہو جاتی ہے۔ اب اس میں کوئی ایسا کام کرنا جو حرمت مسجد کے خلاف ہو مناسب نہیں۔ صورت مسئولہ میں مسجد کے حصہ زیریں میں پاخانہ دکانیں بنانا مناسب نہیں لیکن اگر دکانیں بنالی جائیں تو ان کے اوپر نماز پڑھنے میں کوئی نقصان نہیں۔ یہ خیال کہ جو جگہ ٹھوس نہ ہو اس پر نماز فاسد یا مکروہ ہوتی ہے صحیح نہیں۔ **وکرہ تحریما الوطیٔ فوقه (ای المسجد) والبول و التغوط لانه مسجد الی عنان السماء (درمختار) قوله الی عنان السماء بفتح العین و کذا الی تحت الثری کما فی البیری عن الا سبیجابی بقی لوجعل الواقف تحته بیتا للخلاء هل یجوزلم اره صریحا نعم سیاتی متنا فی کتاب الوقف انه لوجعل تحته سرداباً لمصالحه جاز تامل** (۱)**(رد المحتار مختصراً)**

---

(۱) (رد المحتار ، باب مایفسد الصلوۃ، مطلب فی احکام المسجد ، ج ۱ صفحه ٦٥٦ ط سعید) مزید تفصیل کے لئے دیکھیں صفحہ ۲، حاشیہ : نمبر ا

مسجد کی آمدنی کو کسی دوسری مسجد، مدرسہ اور فقراء وغیرہ پر خرچ کرنا

(سوال) زید نے کئی ہزار روپیہ مسجد کی موقوفہ زمین اور مسجد پر جو پہلے سے آباد تھی لگا کر از سر نو آباد کیا۔ مگر آباد کرتے وقت زید نے یہ نیت کرلی تھی کہ اس نو آبادی کا جس قدر کرایہ وصول ہوگا میں اپنے اختیار سے جہاں جہاں کسی اور مسجد یا مدرسہ یا بیواؤں وغیرہ کو ضرورت ہوگی، صرف کروں گا اور مسجد میں بھی صرف کروں گا۔ (مگر ضرورت کے موافق بھی صرف نہیں کرتا) آیا زمین موقوفہ بالا پر اس نیت سے آبادی کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ اگر جائز نہیں تو اس صورت میں اس نو آبادی کا کرایہ مسجد کا وقف سمجھا جائے گا یا نہیں۔ بر صورت ثانی و نیز اگر بناء مذکور جائز ہو تو ان دونوں صورتوں میں رواج کے موافق موقوفہ زمین نو آبادی کا جس قدر کرایہ ہوتا ہو اس کو بانی کسی دوسری جگہ مسجد یا مدرسہ یا بیواؤں وغیرہ پر صرف کر سکتا ہے یا نہیں بہ صورت اولیٰ وہ علاوہ اخراجات مسجد باقی روپیہ کسی دوسری جگہ صرف کر سکتا ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

(جواب ٤) مسجد کی زمین موقوفہ پر اگر متولی مسجد کوئی عمارت اپنے روپے سے بنوائے اور اس کی نیت وقف کے لئے بنانے کی ہو یا کچھ نیت نہ ہو تو ان دونوں صورتوں میں یہ عمارت وقف کی ہوگی اور اس کی جو کچھ آمدنی ہوگی وہ مسجد کی سمجھی جائے گی۔ اور متولی کو کسی دوسری جگہ صرف کرنے کا حق نہیں اور بناتے وقت اس کی اس قسم کی نیت بھی (جب کہ اس نے نیت وقف سے یا بلا نیت بنوائی ہو) غیر معتبر ہے۔ ہاں اگر متولی مسجد زمین موقوفہ پر اپنی ملکیت کی نیت سے کوئی عمارت بنوائے اور اس نیت و ارادہ پر گواہ کرلے تو اس صورت میں وہ عمارت اس کی ملک ہوگی اور اسے تصرف کا حق حاصل ہوگا۔ اور زمین وقف کا وہ غاصب سمجھا جائے گا۔ لیکن صورت مذکورہ فی السوال ایسی نہیں ہے۔ لہذا متولی کو کوئی حق تصرف کا نہیں۔ **متولي وقف بنى في عرصة الوقف فهو للوقف ان بناه من مال الوقف اومن مال نفسه ونواه للوقف اولم ينو سيئاً وان بنى لنفسه واشهد عليه كان له انتهى**(۱) (ہندیہ) اور جب یہ عمارت مسجد کی ملک ہوئی تو اس کا حکم یہ ہے کہ مسجد کی دکانوں کی آمدنی یا دیگر اشیاء موقوفہ علی المسجد کا دوسری جگہ صرف کرنا جائز نہیں۔ **الفاضل من وقف المسجد هل يصرف الى الفقراء قيل لا يصرف وانه صحيح ولكن يشترى به مستعملا للمسجد كذافى المحيط انتهى (هنديه)**(۲) ہاں اگر واقف نے یہ شرط کردی ہو کہ "یہ وقف مسجد کے واسطے ہے اور اگر مسجد مستغنی ہو تو متولی کو فقراء پر تقسیم کرنے کا اختیار ہے" تو اس صورت میں متولی کو فقراء پر صرف کرنا بھی جائز ہے۔ **على ان للقيم ان يتصرف فى ذلك على مايرى واذا استغنى المسجد يصرف الى فقراء المسلمين فيجوز ذلك كذا فى الظهيريه** (ہندیہ)(۳)

---

(۱)(عالمگیریہ ، الباب الخامس فی ولاية الوقف وتصرف القيم فی الا وقاف فی كيفية قسمة الغلة الخ ۲ / ٤١٦ ط ماجدية، كوئٹہ . پاکستان)
(۲)(عالمگیریہ ، کتاب الوقف ، الباب الحادی عشر فی المسجد وما يتعلق به ، الفصل الثانی فی الوقف على المسجد و تصرف القيم وغيره فی مال الوقف عليه۲ / ٤٦۳ ط ماجدیہ ، کوئٹہ)
(۳)(عالمگيرية، کتاب الوقف الباب المذكور، الفصل المذكور ۲ / ٤٦٠ ط ماجدیہ ، کوئٹہ)

مضبوط اور مستحکم مسجد گرا کر اس کی جگہ نئی مسجد تعمیر کرنا

(سوال) ایک مسجد پرانی موسوم بہ مسجد شاہی مراد آباد جس کے اطراف میں مدرسۃ الغرباء قاسم العلوم بھی واقع ہے نہایت مضبوط اور مستحکم ہے۔ اور باوجود قدیم ہونے کے چوڑے چوڑے آثار ہونے کے سبب سے اس وقت تک کچھ تغیر نہیں آیا ہے۔ اب بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس کو منہدم کر کے آثار کم کر کے از سر نو تعمیر کیا جائے تاکہ گنجائش زیادہ ہو جائے اور اونچی اور خوشنما بن جائے اور اس کام کے لئے کوئی سرمایہ بھی موجود نہیں ہے بلکہ توڑ کر چندہ کر لینے کا خیال ہے۔ آیا از روئے شرع شریف کے ایسی مسجد مستحکم کا بخیال مذکورہ بالا توڑنا اور از سر نو تعمیر کرنا جائز ہے یا نہیں۔ نیز صورت مذکورہ بالا کے لئے چندہ مانگنا بھی جائز ہے یا نہیں ؟

(جواب ٥) ایسی مسجد کو جس کی موجودہ عمارت مضبوط اور مستحکم ہے توڑنا اور از سر نو بنانا اگر مال مسجد خرچ کر کے بنائی جائے تو ناجائز ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص خالص اپنے مال سے بنانا چاہے تو اس طور سے جائز ہے کہ بنائے جدید بنائے قدیم سے زیادہ مستحکم اور مضبوط ہو۔ محض خوشنمائی اور بلندی کے خیال سے توڑنا اور بنانا ٹھیک نہیں۔ آثار کم کرنے میں استحکام میں ضرور کمی ہے۔ اگر آثار کی کمی سے توسیع مقصود ہو تو بشرط حاجت توسیع ہونے کی اتنی حد تک کمی آثار کی جائز ہو سکتی ہے کہ بناء میں ضرر نہ ہو۔ اور اگر کوئی شخص اپنے خالص مال سے نہیں بنانا چاہتا بلکہ چندہ کرنا چاہتا ہے تو بلا ضرورت چندہ کرنا اور مسلمانوں پر بار ڈالنا جائز نہیں۔ نیز چندہ کی حالت بھی متوہم ہے۔ بقدر ضرورت فراہم ہوا یا نہ ہوا اور مسجد کو پہلے سے منہدم کر دیا پھر چندہ فراہم نہ ہوا تو نہ بنائے اول رہی نہ ثانی تیار ہو سکی۔ لہذا ایسی حالت میں کہ بنائے ثانی کا مبنیٰ امید چندہ پر ہو توڑنے کی گنجائش نہیں۔(١) واللہ اعلم

مسجد کے صحن کے نیچے دکانیں بنا کر کرایہ وصول کرنا

(سوال) ایک مسجد اونچی جگہ پر واقع تھی۔ لوگوں نے اس کا صحن کھود کر دکانیں بنا دیں۔ ان کے اوپر نماز بدستور سابق ہوتی ہے اور دکانیں کرایہ پر چلتی ہیں۔ یہ دکانوں کا بنانا درست ہوا یا نہیں ؟ اور ان کا کرایہ حلال ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

(جواب ٦) (خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون) فی الدر المختار . اما لو تمت المسجدية ثم ارادالبناء منع ولو قال عنيت ذلك لم يصدق . تاتار خانية . فاذا كان هذا فى الواقف فكيف بغيره فيجب هدمه ولو على جدار المسجد ولا يجوزاخذ الا جرة منه ولا ان يجعل شيئاً منه مستغلاولا سكنى (٢) اس میں صاف تصریح ہے کہ صورت مسئولہ میں ان دکانوں کا بنانا جائز نہ تھا اور اب بند کر دینا ضروری ہے اور کرایہ ان کا جو لیا گیا ہے وہ حلال نہیں ہے اور ان دکانوں کا ضروریات مسجد کے لئے استعمال کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ مصالح

(١) اراد اهل المحلة نقض المسجد و بناء ه احكم من الاول ، ان البانى من اهل المحلة لهم ذالك ، والا لا. بزازية وفى الشامية : مسجد مبنى ارادرجل ان ينقضه، ويبنيه احكم ، ليس له ذالك، لا نه لا ولاية له الا ان يخاف ان ينهدم ان لم يهدم ، وتاويله ان لم يكن البانى من اهل تلك المحلة، وما اهلها فلهم ان يهدموه ويجددوا بناء ه ، ويفرشوا الحصير ، ويعلقوا القناديل لكن من مالهم، لا من مال المسجد ، الا بأمر القاضى، خلاصة (الدر المختار مع رد المحتار ، كتاب الوقف ، مطلب فى احكام المسجد ٤/٣٥٧ ط سعيد بزازية على هامش هندية فصل فى احكام المسجد ٦/٢٦٨ ط ، ماجديه كوئته)

(٢) كتاب الوقف ، فصل فى احكام المسجد . ج : ٤/٣٥٨ سعيد

مسجد کیلئے تہ خانہ وہ جائز ہے جو ابتدا ہی میں مسجد بنانے کے وقت بنایا گیا ہو۔ واللہ اعلم۔ کتبہ الاحقر عبدالکریم عفا عنہ از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون۔ الصواب منحصر فی ہذاالجواب کتبہ اشرف علی عفی عنہ ۲۹ شعبان ۱۳۴۸ھ۔ الجواب صحیح ظفر احمد عفاعنہ۔ محمد مظہر اللہ غفرلہ، امام مسجد فتحپوری دہلی۔ محمد مصطفےٰ بجنوری مقیم میرٹھ محلّہ کرم علی۔ محمد سراج الحسین مدرس اول مدرسہ اسلامیہ میرٹھ۔ محمد میاں غفرلہ، مدرس مدرسہ حسین بخش، دہلی نور الحسن عفاعنہ مدرس مدرسہ حسین بخش۔ محمد اسحٰق عفی عنہ مدرس مدرسہ حسینیہ۔ سلطان محمود مدرسہ فتحپوری۔ حبیب المرسلین عفی عنہ نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی۔

دکانوں سے وصول شدہ ناجائز کرایہ مسجد پر لگانا

(سوال) جوابات مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ ان دکانوں کا کرایہ حرام ہے۔ پس اس حرام کے کرایہ سے نیز ان دکانوں کے حلال کرایہ سے جو زیر مسجد نہیں ہیں اسی مسجد کا فرش پتھر کا بنایا گیا۔ آیا اس فرش مسجد پر نماز جائز ہے یا نہیں۔ اگر جائز نہیں ہے تو فرش مسجد (یعنی ان پتھروں) کو کیا کیا جائے۔ اس کا بھی جواب تحریر فرماویں۔

المستفتی محمد بشیر الدین قاضی شہر میرٹھ

(جواب ٦) (از حضرت مفتی اعظمؒ) مسجد کے نیچے دکانیں بنانا اس صورت میں کہ پہلے نہیں تھیں اور ان کو کرایہ پر دینا ناجائز تھا مگر جو کرایہ حاصل ہو چکا ہے اس کا مسجد کے لئے استعمال حرام نہیں ہے، کیونکہ اگر وہ مسجد میں استعمال کرنا ناجائز ہو تو کیا کیا جائے۔ آیا ان لوگوں کو واپس دیا جائے جنہوں نے دکانوں کو استعمال کیا اور یہ صحیح نہیں کیونکہ غاصب او قاف سے ضمان وصول کرنا اور وقف پر خرچ کرنا جائز ہے۔ پس زیادہ سے زیادہ اس اجرت کا حکم ضمان غصب کا ہوگا اور اس کو مسجد میں خرچ کرنا جائز ہے۔ پس اس روپے سے جو فرش تیار کیا گیا ہے اس پر نماز جائز ہے۔ ان دکانوں کے بنانے کا گناہ بنانے والوں پر ہوا اور کرایہ پر دینے اور کرایہ پر لینے کا گناہ دینے والوں اور لینے والوں پر ہوا۔ لیکن کرایہ کا وصول شدہ روپیہ مسجد کی ملک ہے اور مسجد پر خرچ کیا جائے گا اس کو حرام نہیں کہا جاسکتا۔ فقط(۱) محمد کفایت اللہ غفرلہ مدرسہ امینیہ دہلی

(۱) مسجد گرا کر اس کی جگہ پر دکانیں بنانا
(۲) مسجد کی دیوار کی جگہ کو مسجد سے باہر نکالنا ناجائز ہے
(۳) قبرستان کی فارغ زمین مسجد میں داخل کرنا
(۴) قبرستان جانے کے لئے مسجد سے راستہ کر لینا

(سوال) ملتان میں ایک چھوٹی سی مسجد بر سر بازار ہے جس کی آمدنی نہیں ہے جو مسجد کی ضروریات میں کام دے

---

(۱) (منافع الغصب استوفاها، او عطلها) فانها لا تضمن عندنا، ويو جد في بعض المتون، ومنافع الغصب غير مضمونة (الى قوله الا) في ثلاث، فيجب اجرالمثل على اختيار المتاخرين (ان يكون) المغصوب (وقفا) للسكنى اولا ستغلال (اومال يتيم (الدرالمختار) (قوله منافع) اى المغصوب، (استوفا ها او عطلها) صورة الاول ان يستعمل العبد شهراً مثلاً، ثم يرده على سيده، والثاني: ان يمسكه، ولا يستعمله ثم يره (الى قوله) (قوله للسكنى اولا ستغلال) اقول: او لغير هما كالمسجد، فقد افتى العلامة المقدسى فى مسجد تعدى عليه رجل، وجعله بيت قهوة بلزوم اجرة مثله مدة شغله كما فى الخيرية والحامدية (الشامية: كتاب الغصب مطلب فى ضمان الغصب ٦/٢٠٦ ط. سعيد)

اور نہ کوئی ذی حیثیت مسلمان ارد گرد میں ہے جو اس پر خرچ کرے بلکہ حوالی میں اکثر ہندو ہیں اور اگر کوئی مسلمان ہے تو قلاش۔ زید جو اس کے ارد گرد کے مسلمانوں پر ایک کم حیثیت آدمی ہے چاہتا ہے کہ اس کی آمدنی کی کوئی صورت کر دے جس سے یہ مسجد ہمیشہ کے لئے آباد رہے۔ عزم کر رہا ہے کہ ملتان و دیگر بلاد و قریٰ سے چندہ جمع کر کے اس تحتانی حصہ میں دکانیں بنادے دکانوں میں کچھ حصہ وہ بھی آئے گا جو سجدہ گاہ رہا ہے اور فوقانی حصہ کو جائے نماز بنادے تاکہ دکانوں کا کرایہ مسجد میں خرچ ہوتا رہے۔

(۱) ہمارا خیال ہے کہ مسجد کی موجودہ عمارت کو گرا کر مسجد کو بارہ فٹ بلندی پر تیار کر کے سقف پر سجدہ گاہ بنائی جائے۔ نیچے کی زمین دکانات میں شامل کی جائی۔ یہ جائز ہے یا نہیں ؟

(۲) مسجد کی بیرونی دیوار کو گرا کر اس دیوار کی زمین کو مکان میں شامل کر کے نئی دیوار کی زمین مسجد کی سجدہ گاہ سے لینا جائز ہے یا نہیں ؟

(۳) مسجد کے متصل ایک قبرستان ہے لیکن سوائے تین قبروں کے باقی مسمار ہو چکی ہیں مگر وہ تین قبریں بھی ایک طرف بچی ہوئی ہیں باقی قبرستان کی زمین فارغ ہے۔ آیا وہ فارغ زمین مسجد میں داخل کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

(۴) قبرستان کی بقیہ تین قبروں کے لواحقین مسجد میں سے برائے آمد و رفت راستہ لینا چاہتے ہیں حالانکہ اگر وہ کوشش کریں تو دوسری طرف سے لے سکتے ہیں۔ یہ راستہ دینا جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۲۷ حافظ عبدالسلام صاحب تاجر کتب۔ شہر ملتان ۱۳ رمضان ۱۳۵۲ھ ۳۱ دسمبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۷) جو حصہ کہ اس وقت مسجدیت کے ساتھ خاص ہے اس کو اب مستقل یعنی آمد ذریعہ بنانا جائز نہیں ہے۔(۱) ہاں مسجد کی وہ زمین جو نماز کے لئے مخصوص نہ ہو بلکہ مسجد کے مصالح کے لئے ہوتی ہے اس میں دکانیں بنانا جائز ہے۔(۲) لیکن اگر کوئی شخص مسجد کو چھت پر بنا کر اس کے نیچے دکانیں نکال دے گا تو وہ خود گنہگار تو ہوگا لیکن مسجد کی مسجدیت باطل نہ ہوگی۔(۳)

(۱) ناجائز ہے۔(۴) (۲) ناجائز ہے مسجد کی دیوار مکان کو نہیں دی جاسکتی۔(۵) (۳) اگر اب قبرستان کی زمین دفن کے کام میں نہیں آسکتی تو اسے مسجد کے کام میں لے سکتے ہیں۔(۶) (۴) اگر اب تک قبرستان کا راستہ

---

(۱) ولا ان یجعل شیئا منه مستغلا وفی الشامیة : المراد منه ان یوجر منه شئ لاجل عمارته (الدرالمختار کتاب الوقف ٤ / ۳۵۸ ط . سعید)

(۲) لوبنی فوقه بیتا للامام لا یضر لا نه من المصالح، امالو تمت المسجدیة ثم ارادالبناء منع، (الدرالمختار) وفی ردالمحتار : (قوله لو تمت المسجدیة ای بالقول علی المفتی به، او بالصلاة فیه علی قولهما (الدر المختار مع رد المحتار ، کتاب الوقف، فصل فی احکام المسجد ٤ / ۳۵۸ ط . سعید)

(۳) یبقی مسجد اعند الا مام والثانی ابداً الی قیام الساعة (الدرالمختار کتاب الوقف ٤ / ۳۵۸

(۵) فیجب هدمه ولو علی جدار المسجد (الدرالمختار کتاب الوقف ٤ / ۳۵۸ سعید

(۴) واذا ارادالانسان ان یتخذ تحت المسجد حوانیت غلة لمرمة المسجد او فوقه لیس له ذالک کذافی الذخیرة (العالمگیریة الباب الحادی عشرفی المسجد ، وما یتعلق به ۲ /٤٥٥ ط ماجدیة کوئٹه)

(٦) قال الحافظ رحمه الله تعالیٰ: فان قلت هل یجوزان ینی المساجد علی قبور المسلمین ؟ قلت : قال بن القاسم رحمه الله تعالی لوان مقبرة من مقابر المسلمین عفت فبنی قوم علیها مسجداً لم ار بذاك باساًوذلك لا ن المقابر وقف من اوقاف المسلمین لدفن موتاهم لایجوز لا حدان یملکها فاذا درست فاستغنی عن الدفن فیها جاز صرفها الی المساجد، لان المسجد ایضاً وقف من اوقاف المسلمین ولا یجوز تملیکه لا حد فمعنا هما علی هذا واحداً .(عمدة القاری باب هل ینبش قبور مشرکی الجاهلیة ویتخذ مکانها مساجد ج ٤/١٧٩ بیروت)

وفی الشامیة عن الزیلعی : ولو بلی المیت وصا ر ترابا جاز دفن غیره والبناء علیه . (رد المحتار ، کتاب صلاة الجنائز، مطلب فی دفن المیت ، ج : ۲/۲۳۳، سعید)

مسجد میں سے نہ تھا تو اب مسجد میں سے راستہ دینا جائز نہیں۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

(۱) مسجد مکمل ہونے کے بعد دوسری منزل بنانا۔
(۲) مسجد میں دینی علوم کا درس دینا۔

(سوال) ایک مسجد ہے جس کے اطراف میں علوم شرعیہ کی درس و تدریس کے لئے مدرسہ بنایا گیا ہے مسجد اور مدرسہ مسلمانوں کے چندے سے بنائے گئے ہیں۔ تعمیر کے وقت یہ خیال تھا کہ مسجد کو دو منزلہ بنایا جائے کیونکہ مسجد کی جگہ تنگ ہے تاکہ زیادہ آدمی ہوں تو دونوں طبقوں میں مل کر ایک جماعت سے نماز ادا کر سکیں۔ مگر سرمایہ کم ہونے کی وجہ سے اس وقت مسجد کی تعمیر کو نامکمل چھوڑ دیا۔ اب بعض حضرات کا خیال ہے کہ مسجد پر دوسری منزل بنوادیں۔ شامی کتاب الوقف ج ۳ صفحہ ۵۱۲ میں ہے کہ (فروع) **لوبنی فوقه بیتا للا مام لایضر لانه من المصالح اما لو تمت المسجدیة ثم ارادالبناء منع و لوقال عنیت ذلك لم یصدق (تتارخانیه)**(۲) اس عبارت سے شبہ ہوتا ہے کہ کیا مسجد پر مسجد بھی بنا نہیں کر سکتے جس طرح کہ امام وغیرہ کے لئے مکان یا مصالح مسجد کے لئے اور کسی قسم کا کمرہ؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ مسجد کے دونوں طبقوں میں درس علوم شرعیہ خارج اوقات نماز میں دینا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۴۰۲ مدرسہ حسینیہ محمدیہ راندیر ضلع سورت ۲۱ جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ م یکم اکتوبر ۱۹۳۴ء

(جواب ۸) مسجد کی تعمیر میں بانی اور متولی حسب صولبدید خود مسجد کی حیثیت سے تغیر و تبدل کر سکتے ہیں۔ **مسجد اراد اهله ان یجعلوا الرحبة مسجدا والمسجد رحبةً وارادوا ان یحدثواله بابا وارادوا ان یحولوا الباب عن موضعه فلهم ذلك فان اختلفوا نظر ایهم اکثرو افضل ذلك کذافی المضمرات (عالمگیری)**(۳) در مختار کی عبارت منقولہ سوال کا مطلب یہ ہے کہ مسجد کی منزل اول کی تکمیل کے بعد اس پر امام کے لئے سکونتی مکان یا مدرسے کے لئے درسگاہ نہیں بن سکتی کہ اس صورت میں جہت بدل جاتی ہے اور مسجد کی غیر مسجد کی طرف تحویل لازم آتی ہے۔ اگر مسجد کی منزل ثانی کی نیت سے منزل ثانی بنائی جائے اور اس میں تبعاً تعلیم بھی ہو جیسے کہ اکثری طور پر مساجد میں قرآن پاک اور علوم دینیہ کے مدرسین بیٹھ کر درس دیتے ہیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔(۴) واللہ اعلم محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

چھوٹی مسجد کو بڑی مسجد کے صحن میں شامل کرنا

(سوال) ایک مسجد جو عیدگاہ کے نام سے موسوم تھی اب بوجہ جمعہ ہونے کے جامع مسجد کہلانے لگی۔ جمعہ و

---

(۱) واذا ارادوان یجعلوا شیئاً من المسجد طریقاً للمسلمین فقد قیل لیس لهم ذلك وانه صحیح (عالمگیر یه ، کتاب الوقت ، ج : ۲/۴۵۷)
(۲) الدرالمختار ، کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد، ج : ۴ ، ۳۵۸ ، سعید)
(۳) (عالمگیریة ، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد وما یتعلق به، ط ماجدیة ۲ / ۴۵۶)
(۴) ومسجد استاذه لدرسه او لمساع الاخبار افضل اتفاقا . (الدر المختار ،باب مایفسد الصلوٰة مطلب فی افضل المساجد، ج: ۱/ ۶۵۹، سعید)

عیدین کی نمازیں اس مسجد میں ادا ہوتی ہیں۔ اس مسجد کے متصل نیچے کی جانب ایک قدیمی مسجد ہے اب بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس قدیمی مسجد کو شہید کر کے بڑی مسجد کے صحن کو کشادہ کیا جائے۔ یہ جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۷۴۳ ، ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۵۳ھ م ۱۳ اپریل ۱۹۳۵ء

(جواب ۹) اگر بڑی مسجد کو توسیع صحن کی حاجت نہیں ہے تو چھوٹی مسجد کو بحال خود قائم رکھنا چاہئے اور اگر بڑی مسجد میں اب پنج وقتہ جماعت ہونے لگی ہے تو وہ بھی مسجد جماعت ہو گئی اور اس میں توسیع کر کے چھوٹی مسجد کو ضرورت کے وقت شامل کر لینا بھی جائز ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ، دہلی

مسجد کی ضروریات کے لئے خالی زمین پر امام کا حجرہ

(سوال) مسجد کی چہار دیواری کے اندر حجرہ مع صحن پختہ امام صاحب کے لئے واقع ہے۔ حجرہ مذکورہ کے صحن میں کبھی کبھی بوجہ زیادتی نمازیوں کے نماز بھی ادا کی گئی ہے۔ حجرہ مذکور مع صحن بذریعہ دیوار، مسجد سے علیحدہ کر کے امام صاحب کے لئے زنانہ مکان بنانا مقصود ہے جس کا داخلہ کا دروازہ اور پاخانہ علیحدہ گلی میں ہو گا۔ کیا بصورت بالا مکان بنانا جائز ہے ؟

المستفتی نمبر ۷۳۰ اقبال احمد صاحب (ضلع میرٹھ) ۱۰ ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ م ۴ فروری ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۰) جب کہ حجرہ اور اس کا صحن مسجد سے جداگانہ اور ممتاز طریق پر اب بھی واقع ہے پردہ نہیں ہے تو پردہ کی دیوار اٹھا کر اس کو علیحدہ کر دینا جائز ہے۔ حجرہ کے جنوبی جانب گلی کھلتا ہوا پاخانہ بھی بنانا جائز ہے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔ دہلی

مسجد کی ضروریات کے لئے خالی زمین پر ناجائز رسومات کے لئے مکان بنانا

(سوال) ایک مسجد ہے جس کا نقشہ دوسرے صفحہ پر ہے۔ اس کو بنے عرصہ پچاس سال سے زائد ہو گیا اس کی بنیاد حضرت صوفی حافظ نور محمد صاحب مرحوم مغفور نے ڈالی تھی۔ آپ نے ہی مسجد اور اس کی ملحقہ جگہ خرید کی تھی اور مسجد کے ساتھ ہی دوسری جگہ بھی وقف کر دی گئی تاکہ اگر بعد میں ضرورت پڑے تو تمام جگہ پر مسجد تعمیر کر دی جائے جیسا کہ نقشہ میں ظاہر ہے کہ قطعہ زمین (الف) پر کچھ پودے ہیں اور باقی تمام جگہ پر بڑے خوبصورت اور قیمتی پودے اُگے ہوئے ہیں اب تمام اہل محلہ مقام (الف) پر ایک تکیہ یا ڈیرہ بنانا چاہتے ہیں جس میں برات بیٹھا کرے گی۔ برادری مذکور کی رسومات ورواجات کے مطابق برات تین دن تک ٹھہرتی ہے جس کے دوران میں گانا بجانا، مجرا، نقل، ناچ اور حقہ نوشی لوازمات شادی میں شامل ہیں جو قطعاً غیر شرعی ہیں اور حصہ (الف) پر مکان بن جانے کی صورت میں یہ سب کچھ وہاں پر ہو گا۔ معترضین کے جواب میں وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم مقام (ج) پر

(۱) ولیس له از عاج غيره منه ولو مدرسا، واذا ضاق فللمصلى از عاج القاعد ولو مشتغلا بقرأة او درس بل ولا هل المحلة منع من ليس منهم عن الصلوة فيه، ولهم نصب متول وجعل المسجدين واحدً اوعكسه لصلاة لا لدرس، او ذكر فى المسجد عظة و قرآن (الدرالمختار كتاب الصلوٰة ، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها ، مطلب فيمن سبقت يده الى مباح ۱ / ۶۶۲، ۶۶۳)

(۲) لوبنى فوقه بيتاً للامام لا يضر، لانه من المصالح .(ردالمحتار ، كتاب الوقف ، ج : ۴ / ۳۵۸ ، سعيد)

دروازہ نکال لیں گے۔ اس طرح نہ تو مسجد کی بے حرمتی ہوگی نہ ہی اس مکان سے کوئی تعلق مسجد کا ہوگا لہذا مندرجہ بالا رسومات کی ادائیگی کی راہ میں کوئی شے مزاحم نہ ہوگی۔

صوفی صاحب مرحوم کے ورثاء جو کہ مکان کے بنانے کے خلاف ہیں کہتے ہیں کہ ہم مسجد کے مالک نہیں ہیں مسجد خانہ خدا ہے وقف شدہ جگہ ہے اس لئے ہم مسجد کی بربادی کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا ہرگز گوارا نہیں کر سکتے۔ ہم اپنے خون کا آخری قطرہ تک اس کو بچانے کی غرض سے بہادینے کو تیار ہیں۔ برعکس مخالف پارٹی کے ممبران کی تعداد ۸۶ فیصدی ہے جن میں چند مقتدر اور سربرآوردہ اصحاب کے علاوہ حافظ محمد اسماعیل خطیب مسجد پانڈیان بھی شامل ہیں۔ اگر یہاں کوئی عمارت بن گئی تو وہ مسمار نہ ہو سکے گی اس پر کمبوہ برادری کی ایک اور پارٹی مسجد کا باقی حصہ لے لی گی جو کہ دیر سے برسر اقتدار ہے۔ اور اب غیر جانبدار ہے۔ پس از راہ الطاف و کرم ہمیں اس کے متعلق مفصل مسئلہ بروئے شرع محمدی تحریر فرمائیں۔

المستفتی نمبر ۱۱۱۶۱ ایم یوسف حسن صاحب (محلہ بھومسی۔ ریاست، مالیر کوٹلہ ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ م ۳۱ اگست ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۱) جو زمین کہ مسجد پر وقف ہے اس پر کسی دوسرے کام کے لئے عمارت بنانا حرام ہے(۱) اور خصوصا ایسی عمارت جس میں مسجد کے احترام کے خلاف کام کئے جائیں۔ عمارت کا ارادہ کرنے والے خاطی اور گنہگار ہیں ان کو وقف اور واقف کی غرض کے خلاف کوئی کام کرنا جائز نہیں۔(۲) اور مسجد کے واقف کی اولاد کو تولیت کا حق حاصل ہے۔(۳) ان کی اجازت کے بغیر غیر لوگ کوئی تصرف کرنے کے قانوناً بھی مجاز نہیں۔ مسجد کے متولی اور اہل جماعت تعمیر جدید مذکور سے منع کر سکتے ہیں(۴) اور اس مخالفت میں وہ حق بجانب ہیں اور جو تکلیف اٹھائیں گے اس کا ثواب پائیں گے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(۱) مسجد کے لئے وقف اسی پر خرچ کیا جائے
(۲) پرانی مسجد کی کچھ زمین پر مسجد کی آمدنی کے لئے دکانیں بنانا
(۳) پہلی مسجد کے غیر آباد ہونے کا اندیشہ ہوتے ہوئے دوسری مسجد بنانا

(سوال) (۱) ایک شخص نے مرتے وقت اپنی جائداد سے کچھ حصہ ایک معین مسجد جامع کے نام وقف کر دیا ہے آیا یہ رقم کسی دوسری مسجد میں خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں۔ (۲) ایک پرانی مسجد کا کوئی حصہ ایسا نہیں کہ اگر از سر نو تعمیر کرایا جاوے تو مسجد کا حصہ کنارے والا بر لب سڑک جو کہ سطح سڑک سے سوا گز بلند ہے، مسجد کے فائدے

---

(۱) قیم المسجد لا یجوز لہ ان یبنی حوانیت فی حد المسجد او فی فنائہ لان المسجد اذا جعل حانوتا او مسکنا تسقط حرمتہ وھذا لا یجوز ، والفناء تبع المسجد فیکون حکمہ حکم المسجد(الھندیہ کتاب الوقف، الباب الحادی عشر، الفصل الثانی، ۲/۴۶۲ ط. ماجدیۃ

(۲) سئل شمس الائمۃ الحلوانی: ھل یجوز للقاضی صرف وقف ما استغنی عن العمارۃ الی عمارۃ ماھو محتاج الی العمارۃ قال ، لا کذافی المحیط . عالمگیریہ کتاب الوقف ، الباب الثالث عشر فی الاوقاف ، ج : ۲ / ۴۷۸ ، ماجدیہ

(۳) والا فضل ان ینصب من اولاد الموقوف علیہ واقاربہ مادام یوجد احد منھم یصلح لذلک والظاھر ان مرادہ بالموقوف علیہ من کان من اولادالوقف، (الشامیہ مطلب لا یجعل الناظر من غیر اھل الواقف ۴ / ۴۲۴ ط . سعید

(۴) مسجد مبنی ارادرجل ان ینقضہ ویبنیہ ثانیا احکم من البناء الاول لیس لہ ذالک ، تاویلہ اذالم یکن البانی من اھل تلک المحلۃ . (الھندیۃ ، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر الفصل الاول،۲/ ۴۵۷ ط .ماجدیۃ)

کے واسطے اس کے ذرا نیچے دکانیں بنائی جائیں یعنی بجائے سوا گز کے نصف گز سطح زمین دکان کی رکھی جائے تو جائز ہے یا نہیں ؟ (۳) اتفاق عامۃ الناس سے ایک جامع مسجد تیار ہوئی ہے۔ حالانکہ اس مسجد کے اردگرد اہل ہنود رہتے ہیں۔ صرف ایک مسلمان کا گھر ہے۔ اب وہی لوگ تقریباً ڈیڑھ سو دو سو قدم کے فاصلہ پر اپنے گھروں کے درمیان دوسری مسجد تعمیر کرتے ہیں اور مسجد اول کے مقابل گوردوارہ ہے اور ہندو رہتے ہیں۔ اب اگر مسجد ثانیہ تعمیر ہوگئی تو ضرور مسجد اول کے غیر آباد ہونے کا اندیشہ ہے اور مسجد اول کی ہر طرح کی بے حرمتی کا خیال ہے تو مسجد اول کو ویران غیر آباد کر کے دوسری تعمیر کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ کیا مسجد ثانیہ مسجد ضرار ہو سکتی ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۲۸۹ مولوی عبدالعزیز صاحب خطیب جامع مسجد (ٹوبہ ٹیک سنگھ) ۲۳ شوال ۱۳۵۵ھ ۷ جنوری ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۲) (۱) اگر یہ وقف ثلث کے اندر ہو تو جائز ہے۔(۱) اور اس کو اسی مسجد پر خرچ کرنا چاہئے جس کے لئے وقف کیا گیا ہے۔ دوسری مسجد میں خرچ کرنا جائز نہیں۔(۲) (۲) مسجد قدیم یا اس کے کسی حصہ کے نیچے جب کہ پہلے دکانیں نہ تھیں دکانیں بنانا جائز نہیں۔(۳) (۳) مسجد جدید بنانا جبکہ اس کی غرض مسجد قدیم کو نقصان پہنچانا نہیں ہے جائز ہے۔ اگر مسجد قدیم اس سے ضرر (قلت نمازیان) پہنچنے کا خوف ہو اور ان لوگوں کو جو مسجد بنانا چاہتے ہیں مسجد قدیم میں نماز کے لئے جانے آنے میں زیادہ مشقت نہ ہو تو بہتر یہ ہے کہ مسجد جدید نہ بنائیں اسی مسجد قدیم کو آباد رکھیں۔(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مسجد بننے کے بعد نیچے والی دکان کو چائے خانہ کے لئے کرایہ پر دینا۔
مسجد کے قریب بنے ہوئے بیت الخلاء کو دور کرنے کا حکم

(سوال) یہاں احمد آباد میں ایک مسجد "الف کی مسجد" کے نام سے مشہور ہے اور جو شاہی زمانہ میں تعمیر کی گئی تھی۔ چونکہ یہ مسجد وسط بازار میں تھی اس لئے اس کی کرسی کافی اونچی بنائی گئی تھی۔ جماعت خانہ کے سوا صحن اور حوض وغیرہ کے حصہ میں نیچے کی جانب اطراف میں روشیں بنائی گئیں تاکہ مسافر و محتاج وہاں آرام لے سکیں۔
اسلامی سلطنت کے زوال کے بعد بہت کچھ عرصہ گذرنے پر اس مسجد کا انتظام گورنمنٹ کی طرف سے مقامی سنی مسلم وقف کمیٹی کو سپرد کیا گیا جو ایک سرکاری جماعت کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور اس میں مسلمان قوم کی آواز

---

(۱) مریض وقف دارا فی مرض موته فهو جائز اذا كان يخرج من ثلث المال، وان كان لايخرج فاجازته الورثة فكذلك (عالمگیریة ، كتاب الوقف الباب العاشر فی وقف المريض ۲ / ۴۵۱ ط. ماجديه)
(۲) سئل شمس الائمة الحلوانی عن مسجد اوحوض ...... استغنى الحوض عن العمارة وهناك مسجد محتاج الى العمارة او على العكس هل يجوز للقاضي صرف وقف مااستغنى عن العمارة الى عمارة ماهو محتاج الى العمارة ؟ قال : لا ، كذافى المحيط . (هندية ، كتاب الوقف، الباب الثالث عشر فى الاوقاف يستغنى عنها الخ ۴۷۸/۲ ط . ماجديه)
(۳) واذاأراد ان يتخذتحت المسجد حوانيت غلة لمرمة المسجد او فوقه ليس له ذلك. (عالمگيريه ، كتاب الوقف ، ج : ۴۵۵/۲ ، ماجديه
(۴) قرآن مجید میں ہے: والذين اتخذوا مسجداضراراً و كفراً و تفريقاً بين المؤمنين وارصاداً لمن حارب الله ورسوله من قبل ...... لا تقم فيه ابداً لمسجد اسس على التقوى

کو کچھ دخل نہیں ہے۔ افراتفری کے زمانہ میں اطراف میں جو مسلمان جوتہ فروش آباد تھے۔ انہوں نے مسجد کے صحن وغیرہ کے نیچے جو روش تھی وہاں اپنی دکانیں لگالی تھیں وقف کمیٹی نے ان دکانوں کو مستقل صورت دے کر معقول آمدنی کا ذریعہ بنایا تو کیا واقف کی مرضی کے خلاف اس طریقہ پر مسجد کی تعمیر کے کئی سو سال بعد دکانیں بنا کر کرایہ پر دینا جائز ہو سکتا ہے ؟

مذکورہ مسجد میں جگہ کی قلت ہونے کی بنا پر عام مسلمانوں نے شور مچایا تا کہ مسجد کو وسیع بنایا جائے اور مسجد کی مغربی سمت کی ملکیت کا جو مکان از سو نو تعمیر ہو رہا تھا وہ بھی مسجد کے طور پر شریک کر لیا جائے۔ عام مسلمانوں کے اس مطالبہ سے مجبور ہو کر وقف کمیٹی نے مکان کی تعمیر موقوف کر دی۔ اور مسلمانوں کی مرضی کے مطابق اس مکان کو بھی مسجد میں شریک کر کے مسجد کی از سر نو تعمیر کی۔ صحن اور حوض کا حصہ بدستور قائم رہا مگر اصلی جماعت خانہ کے نیچے جہاں پہلے نہ خلا تھا نہ روش تھی نہ کوئی دکان تھی۔ اس حصہ میں بھی دکان بنالی گئی۔ جب یہ دکان زیر تعمیر تھی اس وقت مسلمانوں کے مطالبہ پر وقف کمیٹی نے وہاں مدرسہ بنانا قبول کیا تھا۔ تا کہ مسجد کی حرمت بھی برقرار رہے اور مذہبی تعلیم کا بھی معقول انتظام ہو سکے۔ لیکن بعد میں وقف کمیٹی نے وعدہ کے خلاف اصلی پورے جماعت خانہ کے نیچے (جس میں پرانے جماعت خانہ کی جگہ بھی شامل ہے) چائے خانہ کے لئے کرایہ پر جگہ دے دی ہے۔ ہوٹلوں میں جس قسم کا شور وغیرہ ہوتا ہے وہ بھی سب پر ظاہر ہے۔ اس صورت میں وقف کمیٹی کا یہ فعل کس حد تک جائز قرار دیا جا سکتا ہے۔ خصوصاً پرانے جماعت خانہ کی زمین پر بھی دکان بنانا شریعت کی نظروں میں کیا حکم رکھتا ہے ؟

اندریں حالات اگر مذکورہ بالا فعل ناجائز ہے تو مذکورہ ہوٹل میں کھانے پینے کے لئے مسلمانوں کا جانا شرعاً جائز ہو سکتا ہے یا نہیں۔ ایک عالم شخص کے لئے ایسی مسجد میں بحیثیت پیش امام کے ملازمت کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اگر بجائے ہوٹل کے اسی جگہ پر مدرسہ یا اسلامیہ دار الکتب یعنی لائبریری یا لکچر ہال بنایا جائے تو اس کے متعلق کیا حکم ہوگا ؟

موجودہ مسجد کی مغربی سمت کی دیوار سے لگا ہوا ایک انگریزی اسکول کا پاخانہ ہے اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے۔ یہ پاخانہ مسجد کی دیوار سے کم از کم کتنی دور ہونا چاہئے۔

المستفتی نمبر ۱۶۱۳ حکیم بدر نظامی (احمد آباد) ۱۰ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ م ۱۹ جولائی ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۳) مسجد کی قدیم وضع کو تبدیل کر کے دکانیں بنانا جائز نہیں(۱) ہاں نماز کی جگہ کے علاوہ دوسری جگہ

(۱،۳)(واذا جعل تحته سردابا ، لمصالحه جاز ...... لوبنی فوقه بیتا للامام لایضر لانه من المصالح ، واما لو تمت المسجدیة ثم أرادالبناء منع، ولوقال عنیت ذالك لم یصدق ، فاذا كان هذا في الواقف فكیف لغیره فیجب هدمه ولو علی جدار المسجد، ولا یجوزا خذ الا جرة منه ، ولا ان یجعل شیئا منه مستغلا ولا سكنی، بزازیة (الدر المختار ، كتاب الوقف، مطلب فی احكام المسجد ، ۴/۳۵۷. ۳۵۸ ط . سعید) وفی الهندیة: قیم المسجد لا یجوز له ان یبنی حوانیت فی حد المسجد او فناء ه الخ (كتاب الوقف ، الباب فی المسجد، الفصل الثانی في الوقف علی المسجد ، الخ ۲ / ۴۶۲ ، ط . كوئٹه)

کی وضع حسب صوابدید متولی بدل سکتی ہے۔(١) قدیم جماعت خانہ کے نیچے دکانیں۔ مدرسہ لائبریری کچھ بھی جائز نہیں وقف کمیٹی کا یہ فعل ناجائز ہوا۔

لیکن اب کہ اس نے عمارت تعمیر کرلی اور رقم خرچ ہوچکی تو اب اس کے سوا کوئی سبیل نہیں کہ اس جگہ کو ایسے مصرف میں لایا جائے جس سے مسجد کے احترام میں خلل نہ ہو۔(٢) ہوٹل میں بہت شور و شغب اور افعال غیر مشروعہ ہوتے ہیں اس لئے اس میں ہوٹل کا قیام احترام مسجد کے خلاف ہے۔ ہاں مدرسہ اور کتب خانہ اس سے بہتر ہے۔ اور یہ اس مجبوری سے کہ اب تعمیر بن چکی ہے۔(٣)

پاخانہ مسجد کی تعمیر سے پہلے کا ہو تو اس کو ہٹانے کا مطالبہ نہیں ہوسکتا۔(۴) اور بعد کا ہو تو اتنی دور کرا دینا چاہئے کہ اس کی بدبو مسجد میں نہ آئے اور نجاست مسجد کی دیوار سے مس نہ کرے۔(۵) **محمد کفایت اللہ**

حکومت مسجد کو اپنی تحویل میں نہیں لے سکتی

(سوال) (١) کیا کسی حکومت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی مسجد کو ضبط کرلے اور پھر اس کو زر نقد لے کر یا ایسی شرائط پر واگذار کرے جن کی رو سے مسجد پر حکومت کا تسلط رہے۔

(٢) کیا مسجد کی منتظمہ کمیٹی کو یہ حق ہے کہ وہ مسجد کی سیڑھیوں کو کبوتر بازوں اور اسی قسم کا کام کرنے والوں کو کرایہ پر دے جن کی وجہ سے مسجد کی حریم میں شور و شغب اور ہر قسم کی بیہودگی اور بداخلاقی کے افعال ہوتے رہیں۔

المستفتی نمبر ٢٦۴٧ محمد یوسف صاحب (پشاور) ١۴ رجب ١٣٥٩ھ م ١٩ اگست ١٩۴٠ء

(جواب ١٤) (١) مسجد خدا کا گھر ہے اور خدا ہی اس کا مالک ہے وہ کسی انسان کی ملک نہیں۔ قرآن پاک میں ہے وان المساجد للّٰہ(٦) یعنی یقیناً مسجدیں خاص خدا کی ہیں۔ اور جب کہ وہ خدا کی ملک ہیں اور اس کی عبادت کے لئے مخصوص ہیں تو کسی حکومت کو ان کے اوپر مخالفانہ تسلط اور قبضہ اور ضبط کرنے کا حق نہیں۔ حکومت انسانی املاک پر قبضہ کرے تو کرے تو خدا کی ملک پر قبضہ نہیں کرسکتی اور اگر جبر واستبداد سے قبضہ شرعاً ناجائز اور کالعدم

---

(١) وفی الفتاوی ارض وقف علیٰ مسجد والارض بجنب ذالك المسجد وارادوا ان یزیدوا فی المسجد شیئا من هذه الارض جاز لكن یرفع الا مرالی القاضی لیاذن لهم ، ومستغل الوقف كا لدار والحانوت علی هذا(خلاصة الفتاوی كتاب الوقف ، الفصل الرابع فی المسجد الخ ٤ /٤٢١ ط . امجد اكیڈمی

(٢) فان كان الغاصب زاد فی الارض من عنده...... ان كانت الزیادة مالا متقوما كالبناء والشجر یومر الغاصب برفع البناء، وقلع الاشجار وردّ الارض ، ان لم یضر ذالك بالوقف، وان كان اضربان خرب الارض بقلع الاشجار ، والدار برفع البناء لم یكن للغاصب ان یرفع البناء اویقلع الشجر إلا ان القیم یضمن قیمة الغرس مقلوعًاوقیمة البناء مرفوعا.(الهندیة ، كتاب الوقف، الباب التاسع فی غصب الوقف ٢ / ٤٤٧)

(٣) ویحرم فیه السوال ، ویكره الا عطاء...... وكل عقد و انشاد ضالة او شعر الا مافیه ذكر، ورفع صوت بذكرالا للمتفقهة، والو ضوء لا فیما اعد لذالك...... واكل و نوم (الدر المختار ، كتاب الصلوٰة ، باب مایفسد الصلوٰة ، مطلب فی احكام المسجد٦٥٩ ، ٦٦٢ . سعید)

(۴) گذشتہ صفحہ کا حاشیہ نمبر ایک ملاحظہ کریں۔

(٥) ویحرم فیه السوال ویكره الا عطاء ...... والوضوء (الدرالمختار) قوله والوضوء، لان مائه مستقذر طبعاً فیجب تنزیه المسجد عنه، كما یجب تنزیهه عن المخاط والبلغم بدائع (و) كره تحریما (الوط فوقه والبول والتغوط) لا نه مسجد الی عنان السماء (الدرالمختار) (قوله الی عنان السماء) بفتح العین ، وكذا الی تحت الثری واكل نحو ثوم (الدرالمختار ، كتاب الصلوٰة ، مطلب فی احكام المسجد ، ج ١ / ٦٥٩ تا ٦٦١ ، سعید) (٦) سورة الجن رقم الا یة : ١٨

ہوگا اور اسے لازم ہوگا کہ اسے واگذار کر دے (۱) واگذاری کے عوض میں کوئی رقم وصول کرنی یا کوئی شرائط عائد کرنے کا حکومت کو کوئی حق نہیں۔

(۲) مسجد کی منتظمہ کمیٹی کو لازم ہے کہ مسجد کو پاک صاف رکھے اور اس کے احاطہ اور حریم یا فناء مسجد میں کوئی ایسی بات نہ ہونے دے جس سے نماز و عبادت میں خلل واقع ہو یا مسجد کے احترام کو صدمہ پہنچے۔ مسجد کی سیڑھیاں حریم مسجد اور فناء مسجد میں داخل ہیں ان پر کبوتر بازوں کا شور و شغب یقیناً احترام مسجد کے منافی ہے۔ (۲) فقہاء کرام نے حدود مسجد اور فناء مسجد میں مسجد کے متولی اور قیم کو دکانیں بنانے کی اجازت نہیں دی ہے۔ **قيم المسجد لا يجوز له ان يبني حوانيت في حد المسجد او في فنائه لان المسجد اذا جعل حانوتا و مسكنا تسقط حرمته وهذا لايجوز و الفناء تبع للمسجد فيكون حكمه حكم المسجد كذافي محيط السرخسي** (عالمگیری) (۳) یعنی مسجد کے متولی کے لئے جائز نہیں ہے کہ مسجد کی حد میں یا فناء مسجد میں دکانیں بنائے یعنی (جب کہ واقف نے نہ بنائی ہوں متولی ابتداءً بنانا چاہے) کیونکہ مسجد میں دکان یا سکونتی مکان بنایا جائے تو مسجد کا احترام جاتا رہے گا اور یہ جائز نہیں اور فناء مسجد بھی مسجد کے تابع ہے تو اس کا حکم مسجد کا حکم ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

مسجد یا ضروریات مسجد کے لئے وقف شدہ زمین پر مسجد بنانا

(سوال) ایک مسجد ہے۔ اس کی آمدنی ہے۔ اور اس مسجد کی ایک زمین عمدہ جگہ پر واقع ہے۔ اگر فروخت کی جائے تو زمین کی اچھی قیمت آسکتی ہے۔ جس جگہ پر وہ زمین ہے وہاں مسجد کی سخت حاجت ہے۔ فی الحال وہ زمین کرایہ پر دی ہوئی ہے۔ سوائے اس کرایہ کے مسجد کی اور آمدنی بھی ہے۔ اکثر لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اس زمین پر مسجد بنوائی جائے۔ ایک شخص مسجد بنا دینے کے لئے تیار ہے یا چندہ کر کے بنا دیں۔ اوپر مسجد ہو اور نیچے دکانیں نکالی جائیں تو خوب کرایہ آئے گا جو اس مسجد پر اور اصل مسجد پر خرچ ہوگا۔ ایک صورت مسجد بنانے کی یہ بھی ہے کہ ایک شخص بنوا دے اور کرایہ سے اپنا روپیہ وصول کرتا رہے۔ جب روپیہ وصول ہو جائے تو دکانیں مسجد کے حوالے کر دے سوال یہ ہے کہ اس زمین پر مسجد بنا سکتے ہیں یا نہیں؟ اور بنوا سکتے ہیں تو کس طرح؟ چندہ کر کے مسجد بنوائی جائے یا اس زمین کو ایک شخص اپنے روپے سے بنوائے اور پھر پانچ سات سال تک روپیہ وصول کرتا رہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مسجد کی زمین پر مسجد نہیں بنا سکتے۔ اس موقع پر جہاں زمین ہے مسجد کی سخت حاجت ہے۔ بینوا توجروا۔

(**جواب ۱۵**) مسجد کی زمین جو علیحدہ ہو اور مسجد کے لئے وقف ہو اس کی دو صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ واقف نے

---

(۱) ولوغصبها من الواقف اومن واليها غاصب ، فعليه ان يردها الى الواقف فان ابى وثبت غصبه عند القاضي حبسه حتى رد، فان كان دخل الوقف نقص غرم النقصان و يصرف الى مرمة الوقف الخ (عالمگيرية ، كتاب الوقف ، الباب التاسع في غصب الوقف ۲ / ۴۴۷ ماجديه.

(۲) عن عائشه رضى الله تعالى قالت امر رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يتخذ المسجد فى الدور وان تطهر و تطيب (سنن ابن ماجه كتاب الصلوة ، ابواب المساجد ، صفحه ۵۵ ، قديمى)

(۳) (فتاوى عالمگيرية، كتاب الوقف ، الباب الحادى عشرفى المسجد و ما يتعلق به ، الفصل الثانى فى الوقف على المسجد وتصرف القيم وغيره فى مال الوقف عليه ، ۲ / ۴۶۲ ط ماجديه)

اس کی تصریح کردی ہو کہ اس کی آمدنی سے مسجد کے مصارف چلائے جائیں۔ اس صورت میں اس زمین کو خود مسجد بنالینا صرف اس صورت میں جائز ہو سکتا ہے کہ مسجد موقوف علیہ کی آمدنی کے اور ذرائع موجود ہوں اور اس کا اتنامال جمع ہو کہ اس زمین کی آمدنی کی اسے حاجت نہ ہو۔ نہ فی الحال اور نہ آئندہ۔ اور اس زمین کی آمدنی کے ضائع ہونے یا غیر مصرف میں خرچ ہونے کا اندیشہ ہو تو ان حالات میں اس زمین پر مسجد بنانا جائز ہے۔ قلت یستانس له بما فی فتاوی النسفی سئل شیخ الا سلام عن اهل قریة افتر قوا وتداعی المسجد الی الخراب و بعض المتغلبة یستولون علی خشب المسجد وینقلو نه الی دیارهم هل لواحد من اهل القریة ان یبیع الخشب بامرا لقاضی ویمسك الثمن لیصرفه الی بعض المساجد اوالی هذا المسجد قال نعم كذافی المحیط (۱) انتهی. وما فی الواقعات الحسامیة متولی مسجد جعل منزلا موقوفاعلی المسجد مسجدا وصلی الناس فیه سنین ثم ترك الناس الصلوة فیه فاعیده منزلا مستغلا جا ز لانه لم یصح جعل المتولی ایاه مسجدا . انتهی (هذا كله فی الهندیه)(۲) قلت یوخذ مما فی الحسامیة ان المنزل الموقوف علی المسجد و ان لم یلزم كونه مسجداً من جعل المتولی ایا ه مسجد الكن لا یحرم فی الصلوة بل تصح صلوة الناس فیه سنین . وان جعل القاضی مستغل المسجد مسجد ا جاز . قال فی الهندیة (۳) ارض وقف علی مسجد والا رض بجنب ذلك المسجد وارادوا ان یزید وا فی المسجد شیئا من الارض جازو لكن یرفعون الا مرالی القاضی لیا ذن لهم ومستغل الوقف كالدار وا لحانوت علی هذا كذافی الخلاصة (۴) انتهی۔ دوسری صورت یہ کہ واقف سے یہ تصریح ثابت نہ ہو یا زمین مذکورہ متولی نے مسجد کے مال سے خریدی ہو تو اس صورت میں اس پر مسجد بنانا بلا شبہ جائز ہے۔ مسجد اراد اهله ان یجعلوا الرحبة مسجد اوالمسجد رحبة وارادوا ان یحدثوا له بابا وارادوا ان یحولوا الباب عن موضعه فلهم ذلك الخ (هندیة) (۵) وفیها ایضا. بنی اهل المحلة مسجدا فی الطریق الواسع و ذلك لا یضر بالطریق فمنعهم رجل فلا باس ان یبنوا. كذافی الحاوی . (۶) والله اعلم كتبہ محمد کفایت اللہ غفر لہ، مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

....

(۱) (الفتاوی العالمگیریة ، كتاب الوقف ، الباب الثالث عشر فی الا وقاف التی یستغنی عنها وما یتصل به من صرف غلة الا وقاف الی وجوه آخر الخ ۲ / ۴۷۸ ، ۴۷۹ ، ماجدیه

(۲) فتاوی عالمگیریة ، كتاب الوقف ، الباب الحادی عشر فی المسجد وما یتعلق به ، الفصل الا ول فیما یصیربه مسجد وفی احكام مافیه ، ۲ / ۴۵۵ ، ۴۵۶ ط ماجدیه

(۳) (خلاصة الفتاوی ، كتاب الوقف ، الفصل الرابع فی المسجد و اوقافه ومسائله ۴۲۱/۴ ط امجد اکیڈمی لاهور پاکستان)

(۴) العالمگیریة كتاب الوقف ، الباب الحادی عشر فی المسجد و ما یتعلق به ، الفصل الا ول فیما یصیر به مسجدا وفی احكامه واحكام مافیه ، ۲ / ۴۵۶

(۵) (الهندیة ، كتاب الوقف الباب الحا دی عشر ، ج ۲ صفحه ۴۵۶ ط . ماجدیه) كذافی الشامیة، سئل ابو القاسم عن اهل مسجد اراد بعضهم ان یجعلوا المسجد رحبه والرحبة مسجداً او یتخذوا له بابا او یحولوا بابه من موضعه وابی البعض ذالك قال اذا اجتمع اكثرهم او افضلهم لیس للاقل منهم الخ كتاب الوقف، مطلب فی جعل شئی من المسجد طریقا ط . سعید ۴ / ۳۷۸)

(۶) عالمگیری میں عبارت یہ ہے : ذكر فی المنتقی عن محمدرحمه الله تعالی فی الطریق الواسع بنی فیه اهل المحلة مسجدا وذلك لا یضر الخ (الهندیة ، كتاب الوقف ، باب الحادی ، فی المسجد ۲ / ۴۵۶)

قبروں کے اوپر مسجد تعمیر کرنا

(سوال) ایک قدیمی مسجد کو کرسی دے کر از سر نو بنانا چاہتے ہیں۔ لیکن صحن مسجد میں چند قبریں ہیں۔ اور اگرچہ وہ موجودہ صورت میں صحن مسجد سے علیحدہ ہیں۔ لیکن کرسی دے کر مسجد کو از سر نو تعمیر کرنے میں بغرض کشادہ کرنے مسجد و صحن کے وہ قبریں صحن مسجد کے نیچے آجاتی ہیں تو کیا ایسی صورت میں بالائے قبور بحر سئی ۱۴ فٹ تہ خانہ یا گودام بنا سکتے ہیں ؟ نیز یہ کہ قبروں کے بالائی حصہ میں گودام برائے افادہ مسجد بنا سکتے ہیں ؟ اگر صحن مسجد کے نیچے خلا نہ رکھیں اور قبروں پر بغرض صحن مسجد مٹی ڈال کر ٹھوس کر لیں تو کیا ایسی صورت میں کوئی ممانعت ہے ؟

(جواب ۱۶) قبروں کی زمین اگر قبروں کے لئے وقف نہ ہو بلکہ کسی کی ملک ہو یا دوسرے کام کے لئے وقف کر دی گئی ہو تو جب کہ میت کے اجزاء کے باقی نہ رہنے کا ظن غالب ہو جائے تو قبروں پر تعمیر یا زراعت کرنا یا وہ کام کرنا جس کے لئے وہ زمین وقف کی گئی ہے جائز ہے۔ **اذا بلی المیت وصار تراباً جاز ا الزرع و البناء علیه** (در مختار)(۱) مسجد تعمیر شدہ یعنی مسجد قدیم کے نیچے تہ خانہ یا گودام اگر مسجد کا اسباب وغیرہ رکھنے کے لئے بنا لیا جائے تو مضائقہ نہیں۔ (۲) لیکن کرایہ پر دینے کے لئے بنانا جائز نہیں خواہ وہ کرایہ مسجد ہی کے فائدے کے لئے ہو۔ (۳) اگر تمام خلاء کو مٹی ڈال کر ٹھوس کر لیں جس میں قبریں بھی دب جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں جب کہ قبروں کے اندر اجزائے میت کے باقی نہ ہونے کا ظن غالب ہو۔ (۴) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ، دہلی

مسجد کے صحن میں حوض پاخانہ وغیرہ بنانے کا حکم

(الجمعیۃ مورخہ ۱۶ نومبر ۱۹۳۴ء)

(سوال) کیا صحن مسجد میں برائے وضو حوض اور برائے بول و براز طہارت خانہ بنا سکتے ہیں ؟ مسجد کو منہدم کر کے صحن مسجد قرار دینا اور دوسری جدید مسجد پچیس گز کے فاصلہ پر بنانا کس حد تک صحیح ہے ؟

(جواب ۱۷) صحن مسجد کا اطلاق دو معنوں پر کیا جاتا ہے۔ اول مسجد کے اس غیر مسقف حصہ کو صحن کہتے ہیں جو مہیا للصلوٰۃ تو ہوتا ہے یعنی نماز و جماعت ادا کرنے کے لئے بنایا جاتا ہے لیکن بغیر چھت کے کھلا چھوڑ دیا جاتا ہے۔ دوم اس حصہ کو بھی صحن کہہ دیتے ہیں جو موضع مہیا للصلوٰۃ کے مسقف اور غیر مسقف حصہ کے بعد خالی زمین یا فرش کی صورت میں چھوڑ دیا جاتا ہے مگر وہ نماز و جماعت ادا کرنے کے لئے نہیں بنایا جاتا۔

(۱) (هکذا لیس فی الدر المختار بل فی ردالمحتار : لو بلی المیت وصار تراباً جاز دفن غیره فی قبره وزرعه والبناء علیه کتاب الصلاة باب صلوٰة الجنائز ، مطلب فی دفن المیت ۲/ ۲۳۳ ط سعید وفی ۲/ ۲۴۵ (قال) : وتقدم انه اذا بلی المیت وصار تراباً بان یجوز زرعه ، والبناء علیه (تحت قوله : یکره المشی فی طریق ظن انه محدث حتی لا یصل الی قبره)
(۲) (واذا جعل تحته سردابا لمصالحه جاز ..... لوبنی فوقه بیتا للامام لا یضر لانه من المصالح، اما لو تمت المسجدیة ثم اراد البناء منع . (الدر المختار ، کتاب الوقف ، مطلب فی احکام المسجد . صفحه ٤ . ۳۵۷ . ۳۵۸ ط سعید)
(۳) اذا اراد انسان آن یتخذ تحت المسجد حوانیت غلة لمرمة المسجد او فوقه لیس له ذلک عالمگیریه، کتاب الوقف ، ج : ۲/ ۴۵۵
(۴) قال الزیلعی : لوبلی المیت وصار ترابا جاز دفن غیره فی قبره وزرعه والبناء علیه (شامیة، کتاب الصلاة باب صلاة الجنائز ، مطلب فی دفن المیت ۲/ ۲۳۳ ط سعید (وکذا فی العالمگیریه، کتاب الصلاة باب الجنائز . فصل القبر و الدفن ۱/ ۱۶۷)

پہلے معنی کے لحاظ سے صحن تو مسجد کا ہی ایک حصہ ہے اور اس کے احکام مسجد کے احکام ہیں۔ اس میں حوض اور وضو کی نالی وغیرہ بنانا جائز نہیں۔ کیونکہ جو جگہ ایک مرتبہ مسجد ہو جائے اور اس کو نماز کے لئے مخصوص کر دیا جائے پھر اس کو کسی دوسرے کام میں نہیں لا سکتے (۱) اور دوسرے معنی کے لحاظ سے صحن ایک علیحدہ چیز ہے یعنی اگرچہ وہ مسجد کے ساتھ وقف ہونے میں شامل ہے مگر مسجد کے احکام اس کے لئے ثابت نہیں۔ اس میں جوتیاں پہن کر جانا، جنابت کی حالت میں گزرنا جائز ہے مسجد کی توسیع کی ضرورت سے اس کو مسجد میں شامل کر لینا یا اس میں حوض اور وضو کی نالی بنالینا جائز ہے (۲)۔ اگر وہ مسجد میں ایک مرتبہ شامل کر لیا جائے گا تو پھر وہ مسجد کے حکم میں ہو جائے گا۔ اسی صحن بالمعنی الثانی کے کسی ایسے گوشہ میں جو نفس مسجد سے دور ہو پاخانہ بنالینا بھی جائز ہے بشرطیکہ اس کی بدبو مسجد تک نہ پہنچے (۳)۔ مسجد کو منہدم کر کے صحن بنالینا بالمعنی الاول جائز ہے (۴) اور مسجد کو صحن بالمعنی الثانی بنانا ناجائز ہے (۵)۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

فصل سوم
مسجد کو دوسری جگہ منتقل کرنا

مسجد کو دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم

(سوال) مسجد کہنہ را بجائے دیگر نقل کردن جائز است یا نہ ؟ بینوا توجروا۔

(جواب ۱۸) بقول مفتی بہ مسجد یکہ یکبار حکم مسجد گرفت تا قیامت مسجد خواہد ماند۔ اگرچہ از بعض عبارات کتب فقہیہ معلوم می شود کہ ہر گاہ ما حول مسجد ویران گردد و مسجد مستغنی عنہ شود انتقالش جائز است اما ایں قول مرجوع است۔ (۶) کتبہ محمد کفایت اللہ عفا عنہ مولاہ

....

(۱) (ويزول ملكه عن المسجد والمصلى) بالفعل (وبقوله جعلته مسجدا) عند الثاني (وشرط محمد) والا مام (الصلاة فيه) الدرالمختار (قوله بالفعل) اى بالصلاة فيه ، ففى شرح الملتقى انه يصير مسجداً بلا خلاف در مختار ،كتاب وقف ٤ / ٣٥٦ اما لو تمت المسجدية ثم ارادالبناء منع ولو قال عنيت ذالك لم يصدق ، تاتر خانية ، فاذا كان هذا فى الواقف فكيف بغيره فيجب هدمه (الدر المختار ، كتاب الوقف ، مطلب فى احكام المسجد ، ٤ / ٣٥٨) ط سعيد

(۲) ولوار ادان يقف ارضه على المسجد وما فيه مصلحة على ان للمقيم ان يتصرف فى ذالك على مايرى (عالمگيرية ، كتاب الوقف الباب الحادى عشر فى المسجد فصل فى الوقف على المسجد ، وتصرف القيم ٢ / ٤٥٩ ، ٤٦٠ ارض وقف على مسجد والارض بجنب ذالك المسجد وارا دوا ان يزيدوا فى المسجد شيئا من الارض جاز الخ (خلاصة الفتاوى ، كتاب الوقف ، الفصل الرابع فى المسجد . ٤ / ٤٢١)

(۳) (قوله واكل نحو ثوم) اى كبصل ونحوه مماله رائحة كريحة ، للحديث الصحيح فى النهى عن قربان آكل الثوم والبصل المسجد رد المحتار كتاب الصلوٰة ،باب مايفسد الصلاة ،مطلب فى الغرس فى المسجد ١ / ٦٦١)

(۴) فى الكبرى : مسجد ارادا اهله ان يجعلوا الرحبة مسجداً او المسجد رحبة..... فلهم ذالك (هنديه : كتاب الوقف، الباب الحادى عشر فى المسجد و ما يتعلق به ج ٢ / ٤٥٦ ماجديه)

(۵) وان ارادوا ان يجعلوا شيئا من المسجد طريقا للمسلمين فقد قيل ليس لهم ذلك ، وانه صحيح كذافى المحيط (عالمگيرية ، كتاب الوقف ٢ / ٤٥٧ واما جعل كل المسجد طريقا فالظاهر انه لايجوز قولا واحداً (شاميه كتاب الوقف، مطلب فى جعل شئى من المسجد طريقا، ج : ٤ / ٤٧٨ ، سعيد)

(٦) (ولو خرب ماحوله واستغنى عنه يبقى مسجد اعند الا مام الثانى) ابدا الى قيام الساعة (وبه يفتى) وفى ردالمحتار : فلا يعود ميراثا ، ولا يجوز نقله ونقل ماله الى مسجد آخر سواء وكانوا يصلون فيه اولا وهو الفتوى . (الدرالمختار مع رد المحتار ، كتاب الوقف، مطلب فيما لو خرب المسجد او غيره، ج : ٤ ، ٣٥٨ ، سعيد)

مسجد کو منتقل کرنے، گرانے اور دوسری ضروریات میں لانے کا حکم

(سوال) آیا مسجد کے متولی اور عام مسلمانوں کو یہ حق ہے کہ وہ مسجد کو ایک جگہ سے دوسری جگہ تبدیل اور منتقل کر دیں اور کیا وہ مسجد کا معاوضہ لے کر اسے منہدم کرنے کی اجازت دے سکتے ہیں اور کیا جو مسجد کہ ایک مرتبہ مسجد ہو جائے وہ کسی دوسرے کام میں آسکتی ہے؟ بینوا توجروا۔

(جواب ۱۹) جو زمین کہ ایک مرتبہ مسجد ہو گئی وہ خاص خدا تعالیٰ کی ہو گئی۔ کسی شخص کو اس پر حق تصرف متصرف باقی نہیں رہا۔ قال اللہ تعالیٰ وان المساجد للہ(۱) الایۃ۔ اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ وعند ھما حبس العین علی حکم ملک اللہ تعالیٰ علی وجہ تعود منفعتہ الی العباد فلیزمہ ولا یباع ولا یوھب ولا یورث کذافی الھدایہ (ج ۲ صفحہ ۳۶۳) (۲) واقف کی ملک اس پر سے زائل ہو جاتی ہے۔ واذا کان الملک یزول عندھما یزول بالقول عند ابی یوسف رحمۃ اللہ علیہ وھو قول الائمۃ الثلاثۃ وھو قول اکثر اھل العلم وعلی ھذا مشائخ بلخ وفی المنیۃ وعلیہ الفتوی کذافی فتح القدیر وعلیہ الفتوی کذا فی السراج (ھندیہ (۳) ج ۲ صفحہ ۳۹٤) پس متولی یا عام مسلمانوں کو نہ اس کے تبدیل اور منتقل کرنے کا اختیار ہے نہ اجازت۔ اور نہ معاوضہ لینے کا حق ہے نہ کسی دوسری مسجد کے کام میں آسکتی ہے۔ واما حکمہ فعندھما زوال العین عن ملکہ الی اللہ تعالیٰ (ھندیہ) (۴) والفتوی علی قول ابی یوسف رحمۃاللہ تعالیٰ انہ لایعود الی ملک مالک ابداً کذا فی المضمرات (ھندیہ) (۵) ولو کان مسجد فی محلۃ ضاق علی اھلہ ولا یسعھم ان یزیدوا فیہ فسئالھم بعض الجیران ان یجعلوا ذلک المسجد لہ لیدخلہ فی دارہ ویعطیھم مکانہ عوضا ماھو خیر لہ فیسع فیہ اھل المحلۃ قال محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ لا یسعھم ذلک کذا فی الذخیرۃ (ھندیہ)(۶)

مسجد کو بلا عوض یا بعوض سڑک میں دینا ناجائز ہے

(سوال) ہمارے ہاں ریاست میں ایک سڑک نکل رہی ہے جس میں ایک مسجد آگئی ہے حکام کا خیال ہے کہ معاوضہ لے کر مسجد کو سڑک میں دے دیا جائے۔ آیا معاوضہ لے کر یا دوسری مسجد بنوا کر مسجد کو سڑک میں دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(جواب ۲۰) جو جگہ ایک مرتبہ مسجد ہو جائے وہ ابدا آباد تک کے لئے مسجد ہو گئی۔ (۷) اس زمین سے کوئی کام

---

(۱) سورۃ الجن، رقم الایۃ : ۱۸

(۲) (فتاوی عالمگیریۃ ، کتاب الوقف ،الباب الاول فی تعریفہ ورکنہ وسببہ ۲ / ۳۵۰)

(۳) (فتاوی عالمگیریہ ، کتاب الوقف ، الباب الاول ، ۲ / ۳۵۱)

(۴) (عالمگیریۃ ، الباب الاول ۲ / ۳۵۲)

(۵) (فتاوی عالمگیریۃ ،کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد و ما یتعلق بہ ، ط ماجدیۃ ۲ / ٤۵۷)

(۶) (عالمگیریہ ، کتاب الوقف ، ج : ۲ / ۳۵۰ ،ماجدیہ)

(۷) (ویزول ملکہ عن المسجد والمصلی بقولہ جعلتہ مسجدا) عند الثانی (وشرط محمد) والامام الصلاۃ فیہ ... (ولو خرب ماحولہ واستغنی عنہ یبقی مسجدا عند الامام والثانی) ابدا الی قیام الساعۃ وبہ یفتی ، حاوی القدسی (الدر المختار کتاب الوقف ٤ / ۳۵۵ ، ۳۵۸)

سے کر مسجد کو سڑک میں ڈے دے(۱) کیونکہ مسجد کسی قوم کسی شخص یا متولی کی ملک نہیں۔ مسجد خدا کی ملک ہے (۲) اور خدا کی ملک کے مبادلہ یا معاوضہ کا کسی کو اختیار نہیں۔ جو ایسا کرے گا وہ شرعی احکام کے موجب گناہگار ہوگا۔ حکام سے درخواست کریں کہ وہ مسجد کو بحالہ قائم رکھیں۔

ایک مسجد کے علاوہ باقی مساجد کو ختم کرنا ناجائز ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۱۴ جنوری ۱۹۲۶ء)

(سوال) ایک بستی ایسی ہے جس میں بالغ مرد و عورت تخمیناً ہزار بارہ سو آدمی بود و باش کرتے ہیں اس بستی میں سات مسجدیں ہیں۔ کسی مسجد میں جماعت التزاماً نہیں ہوتی۔ ہر ایک مسجد میں ہفت گانہ جمعہ کے امام مقرر ہیں اور مسجد کے لئے مؤذن مقرر ہیں۔ مگر لزوماوقت پر اذان نہیں ہوتی۔ اب بعض نیک نیت لوگوں کا خیال ہے کہ ساتوں متولیوں کو اور ان مسجدوں کے نمازیوں کو راضی کر کے اور سب مسجدوں کو توڑ کر انہیں مسجدوں کے اسباب سے ایک مسجد کو آباد کر لیا جائے ؟

(جواب ۲۱) ان سب مسجدوں کو آباد کرنے کی سعی کرنی چاہئے۔ ان سب کو توڑ کر ایک مسجد بنانا جائز نہیں ہے مسجد جب ایک مرتبہ جائز طور پر مسجد ہو جائے تو پھر قیامت تک وہ مسجد ہی رہے گی۔ (۳) ہاں جمعہ کو ایک مسجد میں مقرر کر دینا بہتر ہے۔ یعنی جمعہ کی نماز ایک ہی مسجد میں ہو تو بہتر ہے۔ محمد کفایت اللہ غفر لہ،

آبادی ختم ہو جانے کی صورت میں مسجد کا حکم

(الجمعیۃ مورخہ ۲۴ نومبر ۱۹۳۳ء)

(سوال) ڈیرہ اسمٰعیل خان چھاؤنی میں مسلمانوں کے پیسے سے جو وہاں ملازم تھے ساٹھ ستر برس قبل مسجدیں تعمیر کرائی گئی ہیں۔ باقاعدہ وہاں پنج وقتہ اور جمعہ و عیدین کی نمازیں پڑھائی جا چکی ہیں۔ اب چھاؤنی اٹھ گئی ہے مسجدیں غیر آباد ہو گئی ہیں۔ چھاؤنی کا تمام اسباب مکانات وغیرہ نیلام ہو چکا ہے۔ اب گورنمنٹ نے مسلمانوں کو مطلع کیا ہے کہ یا تو ان کا تمام ملبہ شہتیر کڑیاں وغیرہ دے جاؤ یا ان کو آباد کرو اس کے متعلق شرعاً کیا حکم ہے ؟

(جواب ۲۲) جو مسجد کہ ایک بار شرعی قاعدہ سے مسجد ہو جائے وہ قیامت تک مسجد ہی رہے گی۔ (۴) اس کو غیر مسجد کے کام میں نہیں لا سکتے۔ اگر اس کے قریب آبادی نہ رہے اور مسجد میں کوئی نماز پڑھنے والا نہ رہے جب بھی

---

(۱) وان ارادوا ان یجعلوا شیئا من المسجد طریقا للمسلمین فقد قیل لیس لھم ذالک (عالمگیریة کتاب الوقف ۲ / ۴۵۷)

(۲) (وان المساجد للہ ، سورۃ الجن ، رقم الایة ۱۸) اما حکمہ فعندھما زوال العین عن ملکہ الی اللہ و عند ابی حنیفة حکمہ صیرورۃ العین محبوسة علی ملکہ بحیث لا تنقل عن ملک الی ملک حتی لا یملک بیعه ولا یورث عنہ (الھندیة، کتاب الوقف، الباب الاول فی تعریفه ورکنه ۲ / ۳۵۲ ط ماجدیه)

(۳) (ویزول ملکه عن المسجد والمصلی بقوله جعلته مسجدا) عند الثانی (وشرط محمد) والا مام (الصلاة فیه) ولو خرب ماحوله واستغنی عنه یبقی مسجدا عند الا مام والثانی) ابدا الی قیام الساعة وبه یفتی ، حاوی القدسی (الدر المختار کتاب الوقف ۴ / ۳۵۵ ، ۳۵۸)

(۴) (ولو خرب ماحوله واستغنی عنه یبقی مسجد اعند الا مام والثانی) ابدا الی قیام الساعة (وبه یفتی) (رد المحتار ، کتاب الوقف ، مطلب فیما لو خرب المسجد ، ۴ / ۳۵۹ ط سعید)

اس کی حفاظت کا سامان کر کے اس کو محفوظ کر دینا ضروری ہے۔(۱) البتہ اگر کوئی مسجد پہلے ہی شرعی قاعدہ سے مسجد نہ ہو مثلاً اس کی زمین موقوفہ نہ ہو کسی کی ملک ہو اور اس نے وقف نہ کی ہو تو وہ مسجد کا حکم نہیں رکھتی۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

فصل چہارم
مسجد ضرار

کیا آج کل بھی کسی مسجد کو مسجد ضرار کہہ سکتے ہیں؟

(سوال) مسجد ضرار صرف رسول اللہ ﷺ کے زمانہ ہی تک تھی یا اب بھی اگر کوئی مسلمان مسجد بنائے اور اس میں شرائط ضرر پائی جائیں تو اس کو مسجد ضرار کہہ سکتے ہیں؟

(المستفتی عبدالرحمن۔ گودھرہ ضلع پنچ محل۔ ۲۷ شوال ۱۳۵۴ھ)

(جواب ۲۳) مسجد ضرار کا وجود اور حکم آنحضرت ﷺ کے زمانہ تک محدود نہ تھا قیامت تک بھی یہ حکم پایا جا سکتا ہے لیکن چونکہ اس میں مسجد بنانے والوں کی نیت کا زیادہ دخل ہے اور حضور انور ﷺ کے زمانہ میں وحی کے ذریعہ سے نیت کا حال معلوم ہو جاتا تھا اس لئے ضرر کا حکم لگانا ممکن تھا اور اب چونکہ کسی کی نیت پر یقینی اطلاع پانے کا کوئی ذریعہ نہیں اس لئے ضرر کا حکم لگانے میں اشکال ہے۔(۳) یہ کہنا کہ فلاں شخص نے مسجد بغرض فساد و تفریق جماعت بنائی ہے بسا مشکل ہے اب تو صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ اگر نیت فاسد سے بنائی ہو تو ضرر کے حکم میں ہے

واللہ اعلم محمد کفایت اللہ غفر لہ، سنہری مسجد دہلی

امام سے منازعت کی وجہ سے علیحدہ بنائی ہوئی مسجد ضرار کہلائے گی

(سوال) ایک جگہ چند لوگوں نے چندہ جمع کر کے ایک مسجد بنائی اور عرصہ تیس سال سے اس میں نماز پڑھتے چلے آتے ہیں۔ کچھ عرصہ کے بعد چند لوگ کسی دنیاوی معاملہ کی وجہ سے امام مسجد مذکور سے کچھ جھگڑا کر کے اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے رک گئے اور باہر جنگل میں نماز پڑھنے لگے اور اپنے ہندو زمیندار کے پاس مسجد بنانے کی اجازت لینے کے واسطے گئے۔ اس نے اجازت تو نہ دی بلکہ ایک عالم متشرع کے پاس ان کو بھیج دیا۔ مولوی صاحب نے انہیں کو مجرم ٹھہرا کر امام مذکور کے پیچھے ہی نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ خیر سب لوگ تو نماز کے لئے مسجد قدیم میں آتے رہے لیکن دو آدمی پھر بھی نہ آئے۔ تین چار سال کا عرصہ ہوا کہ جماعت ثانیہ نے ایک مسجد جدید تیار کی جس کی تیاری کے وقت علماء نے بہت کچھ سمجھایا مگر وہ کسی طرح اپنے ارادہ سے باز نہ آئے۔ اور

---

(۱) (قوله ولو خرب ماحوله) اى ولو مع بقائه عامرا وكذا لو خرب وليس له مايعمر به وقد استغنى الناس عنه ..... فلا يعود ميراثا ولا يجوز نقله ونقل ماله الى مسجد آخر، سواء كانوا يصلون فيه اولا (الشاميه : كتاب الوقف، مطلب فيما لو خرب المسجد، ۴/۳۵۸ ط. سعيد)

(۲) قلت : وهو كذالك، فان شرط الوقف التابيد والارض اذا كانت ملكا لغيره فللما لك استردادها، وامره بنقض البناء (رد المحتار، كتاب الوقف، مطلب مناظرة ابن الشحنة، ۴/ ۳۹۰ ط. سعيد)

(۳) وان الظن لا يغنى من الحق شيا سورة النجم : رقم الاية : ۲۷

ایک مکار مولوی کے اغوا سے مسجد بنا کر اسی میں نماز پڑھنے لگے۔ ہماری بستی جس مقام پر آباد ہے وہ زمین اونچی ہے اور اس کے گرداگرد کی زمین نیچی ہے جہاں پانی کھڑا ہو جاتا ہے اور بارش کے موسم میں ہر شخص کشتی میں بیٹھ کر ہر جگہ آتا جاتا ہے۔ یہ لوگ اسی طرح تیس سال سے مسجد قدیم میں آتے تھے۔ لیکن اب یہ بہانہ کر کے کہ ہم کو بارش کے موسم میں مسجد قدیم میں آنے سے تکلیف ہوتی ہے اس لئے ہم تمہارے ساتھ نہیں رہیں گے۔ سماج علیحدہ کریں گے اور مسجد بھی علیحدہ کریں گے۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ مسجد جو امام سے منازعت کی وجہ سے بنائی ہے اور نیز علماء کا کہنا نہ مان کر اپنی ہٹ دھرمی پر جمے رہے ہیں لہذا یہ مسجد صحیح ہے یا مسجد ضرار کا حکم رکھتی ہے۔ علماء کی ایک بڑی جماعت اسی طرف ہے کہ یہ مسجد جو کہ محض نفسانیت اور کینہ کی بنا پر بنائی گئی ہے مسجد ضرار کا حکم رکھتی ہے اور مسجد ضرار ہے اور ایک شرذمہ قلیل ان لوگوں کی جو فیصلہ سے پہلے اس میں نماز پڑھ چکے ہیں اس کو مسجد صحیح بتاتے ہیں۔ لہذا آپ کو ثالث بنایا جاتا ہے امید ہے کہ جناب والا مدلل جواب سے سرفراز فرمائیں گے۔

(جواب ۲٤) حسد اور کینہ اور بغض افعال قلبیہ میں سے ہیں اسی طرح نیت ایک باطنی امر ہے اس پر اطلاع کا ذریعہ ہمارے پاس کوئی نہیں۔ زمانہ نزول وحی میں تو خدا تعالیٰ بذریعہ وحی آنحضرت ﷺ کو مطلع فرما دیتا تھا اور اس طریقہ سے آنحضرت ﷺ کے لئے سہل تھا کہ کسی مسجد پر ضرار کا حکم لگا دیں اور مسجد قباء کے مقابلہ پر جو مسجد بنائی گئی تھی اس پر ضرار کا حکم لگایا بھی تھا مگر یہ سب کچھ بذریعہ وحی ہوا تھا۔(۱) فقہاء و مفسرین نے ہر ایسی مسجد کو جو بقصد ریا یا سمعہ کی نیت سے یا مال حرام سے بنائی گئی ہو مسجد ضرار کے حکم میں رکھا ہے(۲) لیکن یہ حکم دیانت کا ہے نہ کہ قضا کا۔ کیونکہ قاضی کے لئے بواطن امور پر مطلع ہونے کی کوئی سبیل نہیں رہے۔ امارات و علامات جن سے بغض و حسد یا ریا و سمعہ پر استدلال کیا جائے وہ حکم لگانے کے لئے کافی نہیں کیونکہ ان سے یقین حاصل نہیں ہو سکتا۔ صورت سوال میں فریق مخالف کے یہ الفاظ کہ "ہم تمہارے ساتھ نہیں رہیں گے سماج علیحدہ کریں گے" نہایت سخت الفاظ ہیں بلکہ اگر بہ نیت توہین مسجد و تشبیہ مسجد بسماج کہے گئے ہوں تو خوف کفر ہے اور ان الفاظ سے ظاہر یہی ہے کہ مسجد جدید محض نفسانیت سے بنائی گئی ہے۔ تاہم مسجد ضرار کا حکم دینا مشکل ہے۔ لیکن مفتی کا حکم نہ دینا ان لوگوں کے لئے عنداللہ مفید نہیں۔ اگر ان کی نیت فی الواقع ضد اور نفسانیت کی تھی خلوص للہ مقصود نہ تھا تو بے شک ان کی یہ مسجد مسجد ضرار کا حکم رکھتی ہے۔ **وقیل کل مسجد بنی مباھاۃ اوریاء اوسمعۃ اولغرض سوی ابتغاء وجہ اللہ اوبمال غیر طیب فھولا حق بمسجد الضرار انتھی (مدارك) (۳)**

---

(۱) وما ینطق عن الهوی ان هوالا وحی یوحی النجم : ۳،٤

(۲) وقیل کل مسجد بنی مباهاة اوریا، اوسمعة اولغرض سوی ابتغاء وجه الله او بمال غیر طیب فهو لا حق بمسجد الضرار . (تفسیر المدارك ، ۱/ ٦٥١ سورة التوبة ، الجزء الحادی عشر، رقم الآیة نمبر ۱۰۷ ط قدیمی)

(۳) (ایضا)

فصل پنجم
زمین غیر موقوفہ پر مسجد بنانا

(۱) پٹہ پرلی ہوئی زمین پر مسجد عارضی مسجد کہلائے گی
(۲) کیا عارضی مسجد کو بھی باقی ہمیشہ کے لئے رکھا جائے ؟
عارضی مسجد کی تعمیر میں حصہ لینا اور چندہ دینا بھی ثواب کا باعث ہے۔
عارضی مسجد حکومت کے ختم کرنے تک مسجد رہے گی۔

(سوال) کراچی کی بندرگاہ (کیماڑی) جس میں تقریباً پندرہ ہزار مسلمانوں کی آبادی ہے اس میں تقریباً عرصہ تمیں چالیس سال سے ایک جامع مسجد منجانب مسلمانان کیماڑی قائم ہے جس میں پنجگانہ نماز با جماعت اور نماز جمعہ ادا کی جاتی ہے۔ چونکہ وہ مسجد ملحقات بندرگاہ میں سے شمار کی جاتی ہے اس لئے گورنمنٹ کا محکمہ پورٹرسٹ اس زمین کے کسی حصہ کو دائمی طور پر قیمتاً یا بلا قیمت کسی طرح دینے کو تیار نہیں ہے۔ اگر کسی کو زمین دی جاتی ہے تو ۹ سال یانوے سال یا کسی میعاد مقررہ کے پٹہ پر دی جاتی ہے۔ چنانچہ مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بندرگاہ پر جتنی بلڈنگیں کئی کئی لاکھ روپے کی کھڑی ہیں وہ سب اسی شرط سے مشروط ہیں۔ شہر کے رؤسا و معززین نے جامع مسجد کی زمین کے لئے ہر ممکن سعی کو کام میں لاکر مسجد کو آزاد کرانے کی فکر کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ اب جب کہ مسجد کی عمارت بوسیدہ ہو رہی تھی تمام اہل شہر نے کمیٹی کر کے فیصلہ کیا کہ اس اللہ کے گھر کو اتنی خراب حالت میں نہ رہنے دیا جائے اور چندہ جمع کر کے اس کی تعمیر کو ہاتھ میں لیا جائے، مگر چند نفوس (اللہ ان کو ہدایت دے) جن کی نشست و برخاست عام طور پر بازاروں میں رہتی ہے وہ اس مقدس کام میں روڑا اٹکانے کی غرض سے اٹھ کھڑے ہوئے کہتے ہیں کہ چونکہ یہ مسجد ہی نہیں ہے اس لئے اس میں چندہ وغیرہ دینا جائز نہیں ہے۔ چنانچہ انہوں نے عام طبقہ جہلاء کو ورغلانے اور اس کار خیر میں رکاوٹ ڈالنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی ہے۔ مگر اللہ کا شکر ہے کہ تمام معززین اہل شہر تاہنوز اپنے ارادہ پر قائم ہیں۔ اس لئے علمائے کرام سے چند سوال جو اس مسجد سے تعلق رکھتے ہیں ان کو واضح طور پر بیان کرنے کی درخواست کرتا ہوں۔ اور ایسی مجبوریوں کی حالت میں جو شریعت حقہ صحیح صحیح فیصلہ فرمائے اس کی حقیقت کا انکشاف مطلوب ہے۔
(۱) کیا یہ مسجد مسجد شمار کی جا سکتی ہے یا نہیں اور جمعہ و جماعت کا کیا حکم ہے ؟
(۲) اگر نہیں کی جا سکتی تو آخر باشندگان شہر مسجد کے لئے کون سی سبیل اختیار کریں۔ اس لئے کہ اپنی طرف سے تو وہ سب زور لگا چکے ہیں ؟
(۳) کیا عدم مسجد ہونے کی صورت میں شہر کی اور جو دو چار مساجد اسی شرط پر ہیں ان سب کو بند کر دیا جائے تاکہ لوگ اپنے اپنے گھروں میں نمازیں پڑھ لیا کریں اس لئے کہ مسجد کا تو ثواب ملنا ہی نہ ہوا۔
(۴) اگر اس کو بند نہ کیا جائے تو کیا کیا جائے۔ اس لئے کہ جب وہ مسجد ہی نہ رہی تو عوام الناس طبقہ جہلا یا تعلیم

یافتہ اس میں چندہ دینا بند کر دیتے ہیں اس لئے کہ وہ اس کو مسجد ہی نہیں سمجھتے۔حالانکہ وہاں کی تمام مساجد کے اخراجات چندوں پر موقوف ہوتے ہیں۔(پانی کا انتظام، پیش امام، بتی، تیل، فرش وغیرہ)

(۵) خواہ وہ کسی حالت میں ہی مسجد کیوں نہ شمار کی جائے۔ آیا مسلمانوں کو اس میں چندہ دینا اور اس کی تعمیر میں حصہ لینا موجب ثواب ہوگا یا نہیں ؟

(۶) ہم مسلمان جو اس کار خیر کے لئے کمربستہ ہوئے ہیں اپنی کسی خاص ذاتی غرض کے لئے نہیں۔ بلکہ خالصا لوجہ اللہ اس کو اللہ کا گھر سمجھ کر اس کی خدمت کو اپنا فرض منصبی خیال کر کے کھڑے ہوئے ہیں اور یہ سوچ کر کہ آخر ہم اپنے گھروں کی زیبائش اور اس کی اچھائی کے درپے رہتے ہیں اور یہ خدا کا گھر جس میں پنجگانہ ہم اپنے سر نیاز کو جھکاتے ہیں وہ اس طرح ردی حالت میں پڑا ہے اور ہمارے دل پر اس کا کچھ صدمہ نہ ہو۔ علمائے کرام سے پوچھتے ہیں کہ کیا ہم لوگوں کو برائی کی طرف لے جارہے ہیں یا اچھائی کی طرف اور ہمارا یہ فعل احسن ہے یا خبیث ؟

(۷) خدا کا شکر ہے کہ اتنی بڑی آبادی میں دو تین مساجد تو نظر آتی ہیں جن میں گاہے گاہے آثار مسلمانی کے پر تو نظر آجاتے ہیں۔ اگر علمائے کرام ان کو بھی مساجد سے نکال دیں تو بسم اللہ ہمارا کیا جاتا ہے ہماری طرف سے تمام شہر کفرستان بن جائے۔

(۸) کیا جو کچھ گورنمنٹ نے ہمارے ساتھ میعاد کی ہے اس میعاد تک وہ مسجد کہلائے جانے کی مستحق ہے یا نہیں ؟

(نوٹ) چونکہ کراچی میں فریقین کو جنگ وجدل تک نوبت پہنچ جاتی ہے اس لئے امید ہے کہ اراکین جمعیۃ علماء بہت جلد اس کو سلجھانے کی کوشش کریں گے۔ ابھی حال میں مجھے کراچی سے ایک مکتوب آیا ہے جس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ وہاں کے لوگوں نے یہ تہیہ کر لیا ہے کہ اگر جمعیۃ علماء ہماری اتنی مجبوریوں کا لحاظ رکھتے ہوئے یہی فتویٰ دیتی ہے کہ یہ مسجد نہیں ہے تو ہم انشاء اللہ سب سے پہلی فرصت میں اس مسجد کو شہید کر دیں گے اس لئے کہ جب وہ مسجد ہی نہیں تو ہم کیوں اس کا نشان باقی رکھیں۔

آپ کا ادنیٰ خادم محمد عبدالحی عفی عنہ حال وارد مسلم بورڈنگ حضوری باغ لاہور ۱۰ اکتوبر ۱۹۲۲ء

(جواب ۲۵) مسجد کے مختلف احکام ہیں اور اسی طرح حالات بھی مختلف ہیں۔ مثلاً ایک حکم تو یہ ہے کہ جو مسجد بقاعدہ شرعیہ ایک مرتبہ مسجد ہو جائے وہ قیامت تک کے لئے مسجد ہے۔(۱) اس حکم کے ثبوت کے لئے ضروری ہے کہ جس زمین پر ابتداءً یہ مسجد تعمیر ہوئی ہے یا دو مالک زمین نے مسجد کے لئے وقت کی ہو اور اپنے مالکانہ حقوق اس سے بالکل ہٹا لئے ہوں۔ پس کوئی ایسی مسجد جو غیر موقوفہ زمین پر تعمیر ہوئی ہو اس کے لئے حکم مذکور ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس کے دلائل یہ ہیں :۔

---

(۱) اما لو تمت المسجدية ثم اراد البناء منع ..... فيجب هدمه ولو على جدار المسجد و لا يجوز اخذ الاجرة منه ..... (و لو خرب ماحوله، واستغنى عنه يبقى مسجدا عند الامام والثاني) ابدا الى قيام الساعة. (وبه يفتى) . (الدر المختار ، كتاب الوقف، مطلب فيما لو خرب المسجد او غيره . ۴ / ۳۵۸ ط . سعيد

اما ان وقت الا مر باليوم او الشهر او ا لسنة ففي هذا الوجه لا تصير السا حةمسجدا لو مات يورث عنه . كذافي الذخيرة۔انتهى (عالمگيری)(۱) اور ظاہر ہے کہ جب تک زمین مملوک ہے اس کے مالک کو مالکانہ حقوق حاصل ہیں۔ اور اس صورت میں تابید جو شرط جواز ہے متحقق نہیں ہو سکتی۔ قلت وهو كذلك فان شرط الوقف التابيد والارض اذاكانت ملكا لغيره فللمالك استردادها وامره بنقض البناء وكذا لوكانت ملكاله فان لورثته بعده ذلك فلا يكون الوقف مؤبدا وعلى هذا فينبغي ان يستثنى من ارض الوقف مااذا كانت معدة للاحتكار لا ن البناء يبقى فيها الخ (ردالمحتار)(۲) یا وہ ایسی زمین پر تعمیر ہوئی ہو جو موقوفہ ہے اور احتکار کے طور پر (یعنی عمارت بنانے یاباغ لگانے کے لئے دواما) کرایہ پر لی گئی ہو۔ قال في انفع الوسائل انه لوبنى في الارض الموقوفة المستاجرة مسجدا انه يجوز قال واذا جاز فعلى من يكون حكره والظاهر انه يكون على المستاجر مادامت المدة باقية فاذا نقضت ينبغي ان يكون من بيت مال الخراج واخواته ومصالح المسلمين .(۳) انتهى۔ ان دو صورتوں کے سوا اور کوئی صورت بقول صحیح ایسی نہیں جس میں مسجد کے لئے حکم مسجدیت علی التابید ہو سکے۔

دوسرا حکم یہ ہے کہ اس میں نماز درست ہو اور جماعت کا ثواب ملے تو اس کے بصورت اختیار وامکان تو وہی شرائط ہیں جو اوپر مذکور ہوئے۔ لیکن بصورت مجبوری کہ کسی جگہ مسجد کے لئے زمین دستیاب ہی نہ ہو سکے اور جو زمین ملے وہ غیر کی ملک ہو اور بطور پٹہ کے ایک مدت معینہ کے لئے ملتی ہو تو اگرچہ ایسی زمین پر جو مسجد تعمیر ہو گی وہ مؤبد نہ ہو گی کیونکہ ملک غیر پر دائمی مسجد نہیں بنائی جاسکتی اور بغیر مالک جائز کے وقف کرنے کے زمین وقف نہیں ہو سکتی۔ مگر ہاں مجبوری کی وجہ سے ایسی زمین پر مسجد بنانا اور اس میں نماز پڑھنا اور جمعہ و جماعت قائم کرنا سب جائز اور موجب اجر و ثواب ہے۔ وعن ابي يوسف انه جوز في الوجهين حين قدم بغداد وراى ضيق المنازل فكانه اعتبر الضرورة . وعن محمد انه حين دخل الري اجازذلك كله لما قلنا (هدايه) (۴) وهذا تعليل صحيح لا نه تعليل بالضرورة (فتح القدير)(۵) ويحرم بالا كبر دخول مسجد لا مصلى عيد وجنازة (در مختار (۶) فليس لهما حكم المسجد في ذلك وان كان لهما حكمه في صحة الا قتداء وان لم تتصل الصفوف الخ. (۷) پس اس تقریر کے بعد آپ کے سوالوں کا جواب نمبروار یہ ہے :۔

(۱) جو مسجد کہ ایسے پٹہ پر لی ہوئی زمین پر بنی ہے وہ حقیقۃً مسجد نہیں ہے کیونکہ نہ مؤبد ہے نہ حق عبد اس سے منقطع ہوا ہے۔

(۱) فتاوى عالمگيرية ، كتاب الوقف ، الباب الحادى عشر في المسجد ، وما يتعلق به ، الفصل الا ول فيما يصير به مسجدا وفي احكامه و احكام مافيه ، ج : ۲/ ۴۵۵ ، ماجديه.)
(۲) (رد المحتار ، كتاب الوقف، مطلب مناظرة ابن الشحنة مع شيخة العلامة قا سم في وقف البناء ۴/ ۳۹۰ ، سعيد)
(۳) كتا ب الوقف ، مطلب مناظرة ابن الشحنة ،ج : ۴/ ۳۹۰ ، سعيد)
(۴) (الهداية ، كتاب الوقف ،ج : ۲/ ۶۴۴ ، امداديه ملتان)
(۵) (فتح القدير ، كتاب الوقف ، ۲۳۵/۶ ط. مصر)
(۶) الدر المختار كتاب الطهارة، بعد مطلب يوم عرفة افضل من يوم الجمعة ، ج : ۱۷۱/۱ . سعيد)
(۷) (ردالمحتار ،ايضا)

(۲) اگر مسجد کے لئے زمین وقف نہیں مل سکتی تو اہل شہر پٹہ پر لی ہوئی زمین پر مسجدیں بنائیں۔ کیونکہ بوقت ضرورت وحاجت اس کی اجازت ہے۔

(۳) وہ ضرورۃً مسجدیں ہیں۔ ان میں جمعہ و جماعت جائز ہے۔ اس لئے بند کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

(۴) جب کہ وہ ضرورۃً مسجد کا حکم دربارہ اقامت جمعہ و جماعت واجر و ثواب رکھتی ہیں تو ان کی آبادی اور تعمیر سے غفلت کرنا نادانی ہے۔

(۵) بے شک مجبوری کی حالت میں ان مساجد میں چندہ دینا اور ان کی تعمیر میں حصہ لینا اور آباد کرنا موجب اجر و ثواب ہے۔

(۶) اس کا جواب بھی نمبر ۵ کے جواب کے موافق ہے۔

(۷) یہ کوئی سوال نہیں ہے۔

(۸) ہاں ضرورۃً اس میعاد تک بلکہ جب تک گورنمنٹ زمین کو واپس نہ لے (خواہ میعاد مقررہ سے کتنی ہی زیادہ مدت گزر جائے) وہ مسجدیں ہیں۔ واللہ اعلم محمد کفایت اللہ غفر لہ۔ مدرسہ امینیہ دہلی

سرکاری زمین پر بلا اجازت مسجد تعمیر کرنا

(سوال) بعض مقامات پر جہاں نہر کے افسران کی کوٹھیاں یا دفاتر ہیں وہاں کے مسلمان اہلکاروں نے بغرض ادائے نماز پنجگانہ کہیں افسر کی اجازت سے اور کہیں بغیر اجازت چبوترے قائم کر لئے ہیں اور کسی جگہ ان پر سائبان بھی ڈال لیا ہے۔ چنانچہ عرصہ سے اسی طرح سے یہ طریقہ جاری تھا مگر اب سرکار نے ان چبوتروں کے لئے یہ حکم دیا ہے کہ ان مقامات کا جہاں نماز پڑھی جاتی ہے بطور قبضہ کے ایک سرخط بحق وزیر ہند لکھنا پڑے گا اور سالانہ بطور کرایہ جو کہ سرکار مقرر کر دے وہ رقم دینی پڑے گی۔ اور چبوتروں کی شکست و ریخت کرایہ دار کے ذمہ ہوگی اور جس وقت سرکار چاہے گی ایک ماہ کا نوٹس دے کر اس چبوترے کو کرایہ دار سے واپس لے لے گی اور جس وقت چاہے کرایہ دار ایک ماہ کی اطلاع کے بعد نماز کے چبوترے کو شہید کر کے اس کا سائبان یا جو کچھ اس پر عمارت ہو اٹھا دینا ہوگا۔ اور اگر یہ کرایہ دار مذکور ایسا نہ کرے گا تو سرکاری طور پر وہ سامان اٹھا دیا جائے گا جس کا بار کرایہ دار کے ذمہ ہوگا اور کوئی آدمی بغرض سکونت اس میں نہ رہ سکے گا بلکہ یہ چبوترہ صرف بغرض ادائے نماز ہوگا۔ پس ایسی صورت میں شریعت کا ہمارے واسطے کیا حکم ہے؟

(جواب ۲۶) سرکاری زمین پر بدون اجازت مسجد یا نماز کا چبوترہ بنا لینا ناجائز ہے۔ اور اجازت کے بعد بنا لینے میں کوئی حرج نہیں۔(۱) اگر وہ زمین مسلمانوں کو مسجد یا چبوترہ بنانے کے لئے سرکار ہبہ کر دے جب تو وہ شرعاً صحیح

---

(۱)(قوله وارض مغصوبه او للغير) ...... وتكره فى ارض الغير ...... الا اذا كانت بينهما صداقة او راى صاحبها لا يكرهه فلا باس ، بنى مسجد اعلى سور المدينة لا ينبغى ان يصلى فيه ...... كالمبنى فى ارض مغصوبة...... ومدرسة السليمانية ...... خولف فى بنائها شرط وقف الارض ...... فالصلاة فيها مكروهة تحريما فى قول، وغير صحيحة له فى قول آخر .(الشاميه ، كتاب الوقف، مطلب فى الصلاة فى الارض المغصوبة، ج ۱ صفحه ۳۸۱ ط . سعيد)

مسجد ہو جائے گی۔(۱) اور اس میں مسجد کا پورا ثواب ملے گا۔ لیکن اگر زمین ہبہ نہ کرے اور اس کا سرخط لکھوائے تو اگر مسلمانوں کو کوئی زمین قطعی طور پر نہ مل سکتی ہو تو ایسی صورت میں پٹہ لکھ کر بھی زمین حاصل کرنا جائز ہو گا مگر وہ مسجد شرعی مسجد نہ ہو گی۔ اس میں نماز پڑھنا تو جائز ہو گا مگر مسجد کا ثواب نہ ہو گا۔ تاہم ضرورت کے وقت کہ دوسری زمین دستیاب نہیں ہوئی اسی کو لینا اور جماعت سے نماز پڑھنا بہتر ہو گا۔ یہ حکم تو آئندہ کے لئے ہے۔(۲) اور جو چبوترے کہ پہلے سے بنے ہوئے ہیں اور مسلمان ان پر نماز با جماعت ادا کرتے چلے آرہے ہیں اگر ان چبوتروں کے بنانے والے مسلمان اس امر کا اقرار کریں کہ انہوں نے بلا اجازت افسران مجاز کے چبوترہ بنالیا تھا یا بشرط واپسی اجازت ملی تھی یعنی جب سرکار چاہے چبوترہ کو ہٹا کر زمین واپس لے لے تو بانیان چبوترہ کے اس اقرار کی صورت میں وہ چبوترہ سرکاری زمین پر قرار دیا جائے گا اور بصورت مجبوری اس کا سرخط لکھ دینا بھی جائز ہو گا۔(۳) لیکن اگر چبوترہ قدیم ہو اور اس کے بانی موجود نہ ہوں اور عرصہ سے اس پر نماز با جماعت ہو رہی ہو تو اس صورت میں ظاہر یہی ہے کہ وہ چبوترہ اجازت لے کر بنایا گیا ہو گا اور اس پر نماز با جماعت ہو جانے کی صورت میں وہ مسجد کا حکم رکھتا ہے۔ اب نہ اس کو توڑنا جائز ہے اور نہ اس کے متعلق سرخط لکھنے کا کسی کو حق ہے۔(۴)

راستہ کی کچھ زمین مسجد یا مدرسہ کی تحویل میں لینا

(سوال) قصبات کی آبادی کے درمیان جو شارع عام ہوتے ہیں اور جانبین شارع عام کے بعض حصص حقوق مکانات کے سمجھے جاتے ہیں جس کی اصل یہ سمجھی جاتی ہے کہ جس قدر شارع عام میں فرش وغیرہ سرکار کی طرف سے بنایا گیا وہ سرکاری ہے بقیہ جگہ جانبین سڑک کے حقوق مکانات کے ہیں جو برتاؤ سے صاف معلوم ہوتا ہے کیونکہ اکثر بوجہ انقلاب صورت وہ حدود عمارت کم و بیش سڑک ہوتے رہتے ہیں۔ نیز ہر طرح سے مکانات والوں کو استعمال کا حق ہوتا ہے۔ مثلاً ضرورت کے وقت اس جگہ پشتہ خام و پختہ بنا دیتے ہیں۔ یا دروازہ بلندی پر ہو تو اس جگہ پر چبوترہ وغیرہ بنا دیتے ہیں کبھی ممانعت نہیں ہوتی۔ ہاں اگر فرش کو عارضی طور سے بھی استعمال میں لائیں تو روک ٹوک ہوتی ہے۔ غرض جس سے پورے طور پر پتہ چلنا باعتبار وسعت سڑک کے تو مشکل ہوتا ہے کہ اصل میں اس کی وسعت کیا تھی صرف سرکاری بندوبست میں پیمائش آبادی کی ہوتی ہے۔ اس میں لفظ حقوق قصبہ یا متعلق قصبہ کر کے مع پیمائش کے لکھا ہوا رہتا ہے اور یہ پیمائش مع افتادہ جگہ جانبین کے ہوتی ہے اور اسی کاغذ کا یہ قاعدہ اور قانون ہے کہ نصف گٹھہ جو تخمیناً و تقریباً ڈیڑھ درع کا ہوتا ہے درج پیمائش ہوتا

---

(۱) اذا سلم المسجد الی متولی یقوم بمصالحه یجوز ...... وکذا ذا سلمه الی القاضی او نائبه، (الهندية: كتاب الوقف، الباب الحادی عشر، الفصل الاول، ۲/ ۴۵۵ ط. ماجدية)

(۲) واما ان وقت الا مر باليوم اوالشهر، اوا لسنة ففی هذا الوجه لا تصير الساحة مسجدا لومات يورث عنه. (الهندية، كتاب الوقف، الباب الحادی عشر، الفصل الا ول، ۲/ ۴۵۵ ط. ماجدية)

(۳) والارض اذا كانت ملكا لغيره فللما لك استرداده (رد المحتار كتاب الوقف مطلب مناظرة ابن الشحنه ۴/ ۳۹۰ ط. سعيد)

(۴) وقف قديم مشهور لايعرف واقفه استولی عليه ظالم وادعی المتولی انه وقف علی كذا مشهور وشهد بذالك فالمختار انه يجوز، (شامية، ج: ۴/ ۴۱۱، سعيد) (وفيها) وتقبل فيه الشهادة علی الشهادة وشها دة النساء مع الرجال والشهادة بالشهرة لا ثبات اصله، وان صرحوا به (ای بالسماع) فی المختار. (الدر المختار، كتاب الوقف، مطلب فی الشهادة علی الوقفه ۴/ ۴۱۱ ط. سعيد)

ہے مثلاً اگر کسی جگہ پر سوا گٹھہ ہوگا تو سرکاری کاغذ میں ڈیڑھ گٹھہ لکھا جائے گا۔ اور اگر پونے دو گٹھہ راستہ ہوگا تو دو گٹھہ لکھا جائے گا جس کی تصدیق مشاہدہ سے ہوتی ہے۔ اب دو سوال ہیں۔ اول یہ کہ یہ کاغذ سرکاری اس باب میں حجت شرعیہ ہے یا نہیں ؟ دوسرے یہ کہ اگر کوئی شخص خلاف حدود پیمائش سرکاری کسی ایسی افتادہ زمین کو جس کی تفصیل اوپر گذری کہ جو جانبین سڑک کے ہوتی ہے جزءیا کلاً اپنے مکان یا مسجد یا مدرسہ و مکانات وقفیہ میں داخل کرلے اور تعمیر بنالے اس طور پر کہ سڑک میں کوئی تنگی نہ ہو تو آیا وہ حقوق العباد کی معصیت کا مرتکب ہوگا یا حقوق اللہ کا ؟ اور کیا اس پر واجب ہوگا کہ اس عمارت کو منہدم کردے اور جب کہ ایسی سڑک پر مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہوں اور سب سے زیادہ اکثر نے ایسا تصرف کررکھا ہو تو اہل مکان و مسجد و مدرسہ و اہل اسلام پر ایسی تعمیر کا انہدام واجب ہوگا یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

(جواب ۲۷) ایسی افتادہ زمینیں دو طرح کی ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ مالکان مکان کی مملوک ہوتی ہیں جو اپنے آرام و آسائش کے خیال سے اپنی زمین میں سے کچھ مقدار چھوڑ کر مکان بناتے ہیں۔ اس صورت میں تو ...... انہیں حق حاصل ہے کہ وہ اس زمین کو اپنی جائیداد میں یا مسجد و مدرسہ میں داخل کردیں یا اس پر پشتہ وغیرہ بنائیں یا بیکار پڑا رہنے دیں۔ دوسری صورت یہ کہ وہ عامۃ الناس کے فائدے کے لئے سرکاری طور پر راستہ کے آس پاس چھوڑ دی گئی ہو۔ مالکان مکان کی ملک نہ ہو اور صورت سوال میں ظاہرا یہی صورت مراد ہے) اگرچہ ضرورت کے موقع پر اس زمین کو مالکان مکان عارضی طور پر استعمال کرلیتے ہیں مثلاً بوریہ بچھا کر جلسہ کرلیا۔ یا مستقل طور پر اپنے کام میں لے آتے ہیں۔ مثلاً پشتہ یا دروازہ کی سیڑھی بنالی اور سرکاری عمال نے غفلت یا رشوت یا رعایت کی وجہ سے منع نہ کیا۔ لیکن ان باتوں سے مالکان مکان زمین کے مالک نہیں ہوجاتے اور اس میں عامۃ الناس کا حق برابر ثابت ہے۔ ایسی زمین پر مسجد یا مدرسہ یا کوئی ایسی عمارت جو کسی کی ملک نہ ہو بلکہ اس سے رفاہ عام مقصود ہو بنانا بشرطیکہ راستہ میں اور مستحقین کو کوئی ضرر نہ پہنچے جائز ہے۔(۱) البتہ کوئی خاص مملوک عمارت بنانے میں یہ شرط ہے کہ علاوہ مضر نہ ہونے اور تنگی پیدا نہ کرنے کے مستحقین میں سے کوئی ناراض نہ ہو۔ ورنہ ناراض ہونے والے کے مطالبہ سے ابتداءً بنانا یا بنی ہوئی عمارت کو منہدم کرنا لازم ہوگا۔(۲) بشرطیکہ ناراض ہونے والے نے خود اسی قسم کا تصرف نہ کر رکھا ہو۔ واللہ اعلم۔

حرام مال سے ، یا مغصوبہ زمین پر بنائی ہوئی مسجد میں نماز پڑھنا مکروہ ہے

(سوال) جو مسجد ناجائز کمائی سے غیر موقوفہ یا مغصوبہ زمین پر بنائی جائے اس میں نماز ہوسکتی ہے یا نہیں ؟

(المستفتی نمبر ۵۳ شیخ بھائی جی (خاندیس) ۱۹ جمادی الاخری ۱۳۵۲ھ ۱۰ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

---

(۱) ذکر فی المنتقی عن محمد رحمہ اللہ تعالی فی الطریق الواسع بنی فیہ اھل المحلۃ مسجداً وذالک لا یضر بالطریق فمنعھم رجل ، فلا باس ان ینوا کذافی الحاوی (عالمگیریۃ ، کتاب الوقف ، الباب الحادی عشر ۲/۴۵۶ ط. ماجدیہ)

(۲) وفی شرح السیر الکبیر للسرخسی و کذا کل مایکون المسلمون فیہ سواء کالنزول فی الرباطات، والجلوس للمساجد للصلاۃ، والنزول بمنی ،اوعرفات للحج ، حتی لو ضرب فسطاطہ فی مکان کان ینزل فیہ غیرہ فھواحق، ولیس للآخر ان یحولہ فان اخذ موضعا فوق ما یحتا جہ فللغیر اخذ الزائد منہ (الشامیۃ ، کتاب الصلاۃ، باب مایفسد الصلاۃ مطلب فی سبقت یدہ الی مباح / ۶۶۲ ط . سعید)

(جواب ۲۸) جو مسجد مال حرام سے بنی ہو یا غصب کی زمین پر اس میں نماز پڑھنی مکروہ ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ

مسجد کو دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم

(سوال) موضع بیڑ اڈاکوری فدو شیخ کے مکان میں ۶۰۔۷۰ سال آگے ایک مسجد کچی بنائی تھی۔ زمین مسجد کی وقف نہیں تھی۔ چندروز کے بعد فدو شیخ کو چلنے پھرنے میں تکلیف ہوتی ہے۔ اس وجہ سے فدو شیخ نے چاہا کہ دوسری جگہ مسجد اٹھالیں تب مقتدی مل کر شہر اخوند کو بھی چلنے پھرنے میں تکلیف ہونے لگی تب اس نے چاہا کہ دوسری جگہ مسجد نقل کرے۔ شہر اخوند سب مقتدیوں کو کہا کہ آپ لوگ یہاں سے مسجد اٹھالے جائے۔ تب مقتدی مل کر شہر اخوند کا مکان کے باہر وقف زمین پر ٹین کا ایک مسجد اٹھایا پھر وہاں سے مسجد کا پنکھو ناوغیرہ چوری ہونے لگا تو ایک رئیس آدمی نے کہا کہ میری زمین وقف کرتا ہوں اور مسجد کو پختہ بنواتا ہوں۔ سب مقتدی اس بات پر راضی ہوا۔ اس نے اپنے مکان کے سامنے ایک زمین وقف کر دیا اور اس پر ایک مسجد پختہ بنوادیا اور تالاب کھدوادیا۔ تو یہ پختہ مسجد جائز ہے یا نہیں۔ مسجد قدیم کی جگہ دو تین قبریں اور ویران ہو گیا۔

(المستفتی نمبر ۳۰۱ حاجی محمد علی چودھری ضلع میمن سنگھ ۱۸ صفر ۱۳۵۳ھ ۲ جون ۱۹۳۴ء)

(جواب ۲۹) جب کہ مسجد قدیم کی زمین وقف نہیں تھی تو اس کو دوسری جگہ منتقل کرنا جائز تھا(۲) اور جب کہ رئیس نے ایک زمین وقف کی اور اس پر پختہ مسجد بنوائی تو یہ پختہ مسجد صحیح طور پر مسجد ہو گئی(۳) اور اس میں نماز پڑھنے کا ثواب مسجد کا ثواب ہوگا۔ اور پرانی مسجدوں کی زمین وقف نہیں تھی تو اس زمین کے مالک زمین کو اپنے جس کام میں چاہیں لا سکتے ہیں۔(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

مالک سے جبراً وصول کی ہوئی زمین پر مسجد بنانا

(سوال) ایک ہندو شخص کی زمین حاکم درانحالیکہ نہ ہندو ہے اور نہ مسلم ایک مسلم شخص کو بغیر رضامندی ہندو

---

(۱)(وكذا تكره فی اما كن كفوق كعبة وفی طريق ومزبلة ...... وارض مغصوبة (الدر المختار وفی الواقعات : بنی مسجداً فی سور المدينة لا ينبغی ان يصلی فيه لانه حق العامة فلم يخلص لله تعالیٰ كالمبنی فی ارض مغصوبة اه ثم قال ...... فالصلاة فيها مكروهة تحريماً فی قول وغير صحيحة فی قول آخر . (الشامية كتاب الصلاة ، مطلب فی الصلاة فی الارض المغصوبة قبيل باب الا ذان ج ۱ صفحه ۳۸۱ ط. سعيد)

(۲) متولی مسجد جعل منزلا موقوفا علی المسجد مسجداً ، وصلی الناس فيه سنين ثم ترك الناس الصلاة فيه فاعيد منزلا مستغلا جاز ، لانه لم يصح جعل المتولی اياه مسجداً (العالمگيرية ، كتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد ۲/ ۴۵۵،۴۵۶ ط ماجدية)قلت كذا هذا بل اولی لانه اذا جاز جعله مستغلا بعد ما كان مسجدا وهو موقوف علی المسجد فغير الموقوف اولی به) (وفيها:) من جعل مسجدا تحته سرداب او فوقه ، وجعل باب المسجد الی الطريق وعزله فله ان يبيعه وان مات يورث عنه (عالمگيرية ج ۲ صفحه ۴۵۵ كتاب الوقف ، الباب السابق

(۳) اما ان امرهم بالصلاة فيها ابداً نصا بان قال : صلوا فيها ابداً او امرهم بالصلاة مطلقا ونوی الابد ففی هذين الوجهين صارت الساحة مسجداً لو مات لايورث عنه ، (عالمگيرية، كتاب الوقف ، الباب الحادی عشر ۲/ ۴۵۵ من بنی مسجدا لم يزل ملكه عنه حتی يفرزه عن ملكه بطريقه وياذن بالصلاة فيه فی وقف الخصاف : اذا جعل ارضه مسجداً وبناه واشهد ان له ابطاله وبيعه فهو شرط باطل ، ويكون مسجدا. عالمگيرية ، كتاب الوقف الباب الحادی عشر ، ج : ۲ ، ۴۵۴ تا ۴۵۷ ، ماجديه)

(۴)من جعل مسجداً تحته سرداب او فوقه بيت ...... فله ان يبيعه وان مات يورث عنه (العالمگيرية، كتاب الوقف، الباب الحادی عشر ج .۲ صفحه ۴۵۵).

شخص کی دباؤ دے کر دلوا دے آیا ایسی زمین میں مسجد بنوا کر عبادت یعنی جمعہ اور پنجوقتہ نمازیں باجماعت ادا کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

(المستفتی نمبر ۱۱۸۲ محبوب علی صاحب۔ دہلی ۲۲ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ م ۱۰ ستمبر ۱۹۳۶ء)

(جواب ۳۰) اگر ہندو اس زمین کا جائز طور پر مالک ہو اور حاکم اس پر جبر کر کے اس کی رضامندی کے بغیر مسلمان کو وہ زمین دیدے تو ایسی زمین پر مسجد بنانی جائز نہیں۔(۱) لیکن اگر حاکم صاحب اقتدار تھا اور اس نے زمین ضبط کر کے سرکاری کر لی اور پھر مسلمان کو دے دی۔ ایسی زمین پر مسجد بنے تو وہ مسجد کے حکم میں ہو جائے گی(۲)۔ فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ، دہلی

کرایہ پر لی ہوئی زمین میں مسجد بنانا

(سوال) بلاسپور واقع صوبجات متوسط میں بنگال ناگپور کا جنکشن اسٹیشن ہے۔ چند سال ہوئے یہاں پر مسلمانوں کی آبادی کم تھی اور ریلوے نے جو زمین خطہ لوکو کی مسجد کے لئے وقف کی تھی اس میں چھوٹی سی مسجد تعمیر کی گئی تھی۔ اب مسلمانوں کی آبادی بہت بڑھ گئی ہے اور موجودہ مسجد بڑھانے کی ضرورت محسوس کی گئی ہے۔ عرصہ تین سال سے ریلوے سے خط و کتابت جاری ہے کہ تھوڑی سی زمین اور مل جائے تاکہ مسجد اور کشادہ ہو جائے لیکن ریلوے کے ایجنٹ صاحب رضامند نہ ہوئے حال کی خط و کتابت میں ایجنٹ صاحب فرماتے ہیں کہ ۱۹۳۶ء سے ریلوے بورڈ نے قانون پاس کر دیا ہے کہ اگر مسجد، مندر، گرجا کو زمین دی جائے تو اس پر کرایہ لگانا چاہئے۔ اس لئے اب مسجد بلاسپور واقع لوکو خط کو بغیر کرایہ کے زمین نہیں مل سکتی اور معاملہ ایجنٹ صاحب کے ہاتھ میں نہیں۔ بلکہ ریلوے بورڈ کے قانون کی پیروی کرنا ان کا فرض ہے چونکہ مسجد کو بڑھانے کی اشد ضرورت ہے اس لئے حضور کی خدمت میں عرض ہے کہ اگر کرایہ پر زمین لے کر مسجد کو بڑھائیں تو کرایہ کی لی ہوئی زمین پر نماز جائز ہے کہ نہیں ؟

(المستفتی نمبر ۱۸۷۶ محمد یوسف آنریری سکریٹری مسلم انشورنس ریلوے بلاسپور۔ (سی۔ پی) ۴ شعبان ۱۳۵۶ھ م ۱۰ اکتوبر ۱۹۳۷ء)

(جواب ۳۱) جو زمین کرایہ پر لی جائے گی وہ وقف نہ ہو سکے گی اور مسجد کا حکم اس کو نہیں ہو گا۔(۳) لیکن نماز پڑھنا اس میں جائز ہو گا اور جماعت کا ثواب بھی ملے گا۔ صرف مسجد کی فضیلت حاصل نہ ہو گی۔(۴)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ، دہلی

(۱) قوم بنوا مسجداً ، واحتا جوا الی مکان لیتسع المسجد واخذ وامن الطریق ، واد خلوه فی المسجد ان کان یضر بأصحاب الطریق لایجوز . (الفتاوی العالمگیریة کتاب الوقف ج . ۲ صفحه ٤٥٦)
(۲) سلطان اذن لقوم ان یجعلوا ارضاً من ارض البلدة حوانیت موقوفة علی المسجدوأمرهم أن یرزید وا فی مساجد هم ینظر إن کانت البلدة فتحت عنوة یجوزأمره إذا کان لایضربالمارة لان البلدة اذا فتحت عنوة صارت ملکا للغزاة فجاز امر السلطان فیها ، وان فتحت صلحاً بقیت البلدة علی ملکهم فلم یجز امر السلطان فیها . کذافی محیط السرخسی (عالمگیرة ، کتاب الوقف الباب الحادی عشر ج . ۲ صفحه ٤٥٧)
(۳) لا یجوز وقف البناء فی ارض هی اغارة واجارة ، کذا فی فتاویٰ قاضیخان عالمگیریه، کتاب الوقف، ج : ۲/۳٦۲، ماجدیه.
(۴) وتکره فی ارض الغیر لو مزروعة او مکروبة الا اذا کانت بینهما صداقة اورای صاحبها لا یکرهه فلا باس به ردالمحتار ، کتاب الصلاة مطلب فی الصلاة علی الارض المغصوبة ، ج : ۱/۳۸۱ ، سعید

غیر موقوف زمین پر مسجد کا حکم

(سوال) اکثر لوگ ملازم وغیرہ ملازم حدود چھاؤنی میں جہاں گورنمنٹ کا تصرف ہے یا غیر مسلم حکمران کا قبضہ ہے اپنی جائے رہائش کے قریب نماز پڑھنے کے لئے جگہ کو مخصوص و محدود کر لیتے ہیں۔ چبوترہ و چہار دیواری بنا لیتے ہیں۔ اس میں اکیلے اکیلے یا اذان و جماعت سے نماز پڑھتے رہتے ہیں وہ لوگ چلے گئے اور آ گئے۔ وہ جگہ عرصہ تک اسی طرح تصرف میں آتی رہتی ہے۔ موجودہ افسران کی بلا اجازت یا اجازت سے کوئی جگہ مقرر کر لیتا ہے اور یہ جائے نماز بعض جگہ ایک سے زیادہ مختلف جگہ بنالی جاتی ہے۔ اکثر چھاؤنیوں میں مسجدیں پختہ الگ ہی بنی ہوئی ہیں اور کسی جگہ نہیں۔ سوال یہ ہے کہ آیا وہ جائے نماز محدودہ مسجد کا حکم رکھتی ہیں؟ احکام مسجد ان پر وارد ہو سکتے ہیں؟ ان کی حرکت اور اس جگہ کو ہمیشہ کے لئے مسجد کہا جا سکتا ہے؟ اس کا تغیر تبدل اٹھانا ہٹانا ناجائز ہے یا مسجد کا حکم نہیں رکھتی۔ افسران کے حکم سے یا کسی اور ضرورت کی وجہ سے کہ وہاں لوگ نماز پڑھنے والے کم ہیں اور دوسری ایسی جگہ پر جہاں سب مل کر پڑھ سکتے ہیں۔ امام مقرر اذان و جماعت کا انتظام ہو اور مسجد پختہ نہیں ہے۔ اس طرح کا چبوترہ و چہار دیواری قائم کر کے غیر مسلم کی اجازت سے اور اس سابقہ جگہ کو جس کو اگرچہ کافی عرصہ گزر چکا ہے اٹھا، ہٹایا گرا سکتے ہیں تاکہ ایک جگہ نماز باجماعت پڑھ سکیں یا مسجد کے حکم میں ہو چکی ہے قیامت تک مسجد کہلائے گی۔ چھاؤنیوں میں اگر گورنمنٹ سے اجازت لے کر پختہ مسجد بنالی جائے تو مسجد کے احکام جاری ہو سکتے ہیں یا نہیں اور بعض جگہ اجازت مسجد بنانے کی اس معاہدہ پر دیتے ہیں یا بنانے والوں سے لکھوا لیتے ہیں کہ جب گورنمنٹ کو اس جگہ کی ضرورت پڑے گی مسجد کی عمارت اٹھوا دے گی اور جگہ اپنے تصرف میں لائے گی ایسی صورت میں کیا حکم ہے۔ اجازت مشروط و غیر مشروط میں کیا فرق ہے یا دونوں مساوی ہیں۔ غیر مسلم کا وقف معابد کے لئے شرعاً جائز ہے۔ اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے عمارت یا محدود جگہ مسجد رہے گی یا کیا حکم ہے؟

(المستفتی نمبر ۱۹۸۰ شریف احمد نئی چھاؤنی دہلی۔ ۲۸ شعبان ۱۳۵۶ھ م ۳ نومبر ۱۹۳۷ء)

(جواب ۳۲) جب تک مسجد کی زمین مالک کی طرف سے مسجد کے لئے وقف نہ ہو وہ شرعی مسجد نہیں ہوتی (۱) نماز پڑھنے کی اجازت مالک کی طرف سے ہو تو نماز جائز ہے اور جماعت کا ثواب بھی ملے گا۔ (۲) مگر مسجد کے احکام اس وقت جاری ہوں گے جب گورنمنٹ نے زمین دوامی طور پر مسلمانوں کو دے دی ہو اور مسلمانوں نے مسجد کے لئے وقف کر دی ہو۔ (۳) مشروط اجازت کی صورت میں مسجد کے احکام جاری نہ ہوں گے۔

---

(۱) من جعل مسجد اتحته سرداب اوفوقه بيت ..... فله ان يبيعه وان مات يورث عنه (عالمگيرية كتاب الوقف ، الباب الحادى عشر ج ۲. صفحه ۴۵۵)

(۲) وتكره فى ارض الغير لو مزروعة او مكروبة الا اذا كانت بينهما صداقة ، او راى صاحبها لا يكرهه فلا باس به (الشاميه ، كتاب الصلاة ، مكروهات الصلاة ، مطلب فى الصلاة فى الارض المغصوبة ط. سعيد ج ۱ صفحه ۳۸۱)

(۳) سلطان اذن لقوم ان يجعلوا ارضا من ارض البلدة حوانيت موقوفة على المسجد و امر ان يزيدوا فى المساجد ينظر ان كانت البلدة فتحت عنوة . يجوز امره اذا كان لايضر بالمار (عالمگيرية كتاب الوقف ، الباب الحادى عشر فى المسجد و مايتعلق ۲ / ۴۵۷ ط.ماجدية)

ہاں نماز اور جماعت سب درست ہو گی(۱) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔**

مسجد کو شہید کرنے کی صورت میں مسلمانوں کی ذمہ داری

(سوال) ایک مسجد کچھ عرصہ قبل بنائی گئی تھی اس کی عمارت تعمیر کرانے میں غریب مسلمانوں کا چندہ صرف ہوا اور اس کی زمین ایک غیر مسلم حکومت کے قبضہ میں تھی اس سے اجازت طلب کی گئی تو اس نے مسجد بنانے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ اس وقت سے آج تک پنجگانہ نماز مع جمعہ کے نہایت امن و سکون کے ساتھ ہوتی رہی۔ اب اگر اس مسجد کو بھی حکمران شہید کریں تو مسلمانوں پر کیا فرض عائد ہوتا ہے۔

(المستفتی نمبر ۲۶۵۰ صوفی محمد خاں صاحب (راجپوتانہ) ۷ ارجب ۱۳۵۹ھ)

(**جواب ۳۳**) اگر حکمران نے زمین پر مسجد بنانے کی مستقل اور قطعی طور پر اجازت دے دی تھی یعنی زمین ہی مسلمانوں کو دے دی تھی کہ وہ مسجد بنالیں اور مسلمانوں نے مسجد بنالی تو وہ شرعی مسجد ہو گئی اب اس کو منہدم کرنے کا حکمران کو بھی حق نہیں تھا۔(۲) اگر اس نے منہدم کر دی تو مسلمانوں کو لازم ہے کہ وہ حکمران سے اس کی تجدید و تعمیر کرانے کی سعی کریں(۳)

لیکن اگر ابتدا میں مستقل اور قطعی طور پر اجازت نہیں دی گئی تھی بلکہ نماز پڑھنے کے لئے عارضی طور پر عمارت بنالینے کی اجازت دی گئی تھی تو اگرچہ اس میں نماز اور جمعہ اور جماعات سب جائز تھے مگر اس کو مسجد کے تمام احکام حاصل نہیں تھے۔(۴) اس صورت میں حاکم نے اسے منہدم کر دیا ہو تو مسلمانوں کو اپنی عمارت کے نقصان کی تلافی کرانے کا حق ہے۔(۵) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی**

مسجد کو گرانا اور اس میں نماز پڑھنے سے روکنے کا حکم

(**سوال**) اندرون سرحد ڈیوڑھی ریاست جے پور احاطہ رسالہ خاص میں باجازت والئی ریاست زمین ریاست پر مازمین رسالہ و عام مسلمانوں کے چندہ سے ایک مسجد آج سے تقریباً ۶۰ سال پہلے تعمیر ہوئی تھی۔

---

(۱) وتكره في ارض الغير لو مزروعة او مكروبة الا اذا كانت بينهما صداقة ، او راى صاحبها لا يكرهه، فلا باس به (ردالمحتار ، كتاب الصلاة ، ومطلب في الصلاة في ارض المغصوبة ۱ / ۳۸۱ ط . سعيد)

(۲) قال في البحر ، وحاصله ان شرط كونه مسجداً ان يكون سفله وعلوه مسجدا لينقطع حق العبد (الشامية ، كتاب الوقف ، مطلب في احكام المسجد ، ج . ۲ صفحه ۳۵۸ ط. سعيد) وفي الذخيرة : وبالصلاة بجماعة يقع التسليم بلا خلاف ، حتى انه اذا بنى مسجدا و اذن للناس بالصلاة فيه بجماعة فانه يصير مسجداً (الشامية، كتاب الوقف ج : ٤/ ۳۵٦، سعيد) اما لو تمت المسجدية ثم ارادالبناء منع (الدرالمختار) قال في الشامية : واما لو تمت المسجد ثم ارادهدم ذالك و البناء فانه لا يمكن ذالك الخ (الشامية ، كتاب الوقف ، مطلب في احكام المسجد، ج . ٤ صفحه ۳۵۸ سعيد)

(۳) هدم حائط مسجد يؤمر بتسويته ، و اصلاحه كذا في القنية عالمگيرية : كتاب الغصب الباب الثالث فيها لا يجب الضمان باستهلاكه ٥ / ۱۲۹ ط . ماجديه وفي الاشباه من هدم حائط غير فانه يضمن بنقصانها ولا يؤد بعمارتها الا في حائط مسجد كما في كراهة الخانية (الاشباه والنظائر مع شرحه غمز عيون البصائر : كتاب الغصب ۳ /۲۸ ط. ادارة القرآن كراچی)

(۴) واما ان وقّت الامر باليوم او الشهر ، او السنة ففي هذا الوجه لا تصير الساحة مسجدا لومات يورث عنه ، كذافي الذخيرة، وهكذا في فتاوى قاضيخان (عالمگيرية : كتاب الوقف ، الباب الحادى عشر ، الفصل الاول ، ج. ۲ صفحه ٤٥٦ ط. ماجدية)

(۵) وان كانت الزيادة مالا متقوما كالبناء يؤمر الغاصب برفع البناء ورد الارض ان لم يضر ذالك بالوقف، وان كان اضرّ لم يكن للغاصب ان يرفع البناء الا ان القيم يضمن قيمة البناء مرفوعا. (الهنديه ، كتاب الوقف ، الباب التاسع ، ج . ۲ صفحه ٤٤٧ ط . ماجدية)

تعمیر مسجد کے بعد سے ملازمین رسالہ و دیگر عام مسلمانان اس مسجد میں نماز پنجگانہ و جمعہ ادا کرتے تھے۔ ۷ا سال ہوئے جب رسالہ تخفیف میں آگیا۔ لیکن رسالہ کی تخفیف کے بعد بھی بدستور اس زمانہ سے اب تک اہاکاران و عام مسلمانان مسجد مذکورہ میں نماز جمعہ و پنجگانہ ادا کرتے رہے۔ احاطہ رسالہ خاص کے دو دروازے ہیں جو رسالہ خاص تخفیف میں آجانے کے بعد بھی برابر کھلے ہوئے رہتے تھے اور عام طریقہ پر مسجد میں جانے اور آنے والوں کے علاوہ اسی طرف سے عام لوگوں کو گذرنے کے لئے بھی کوئی روک ٹوک نہ تھی اور یہ راستہ شارع عام کی حیثیت رکھتا تھا۔ رسالہ خاص کے زمانہ میں اور اس کے تخفیف میں آنے کے بعد مسلمانان ہی مسجد کی حفاظت و مرمت وغیرہ کرتے رہے اور اب تک ایک پیش امام عام مسلمانوں کی طرف سے مقرر تھا جس کی تنخواہ بھی عام مسلمانوں کے چندہ سے دی جاتی تھی۔ اب ایک نیا غیر مسلم راجپوتوں کا رسالہ اس رسالہ خاص کے احاطہ میں رکھا گیا ہے جہاں یہ مسجد واقع ہے۔ چنانچہ ۱۸ اگست ۱۹۴۰ء تک مغرب کی نماز تک نمازیوں سے کوئی مزاحمت نہ کی گئی۔ پیش امام موجودہ مسجد کو عشاء کی نماز سے قبل سنتری نے احاطہ سے باہر نکال دیا۔ چنانچہ پیش امام صاحب حسب الحکم باہر آ گیا مورخہ ۱۹ اگست ۱۹۴۰ء میں پیش امام کو باوجود استدعا اندر جانے کی اجازت نہیں دی گئی۔ روزن دروازے سے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ اس مسجد کے منارے، محراب اور منبر وغیرہ شہید کر دیئے گئے ہیں۔ شہادت مسجد کے بعد سے اس وقت تک مخصوص ملازمین رسالہ کے علاوہ کسی کو آمد و رفت کی اجازت نہیں۔ لہذا علمائے کرام سے حسب ذیل استفتاء ہے کہ :

(۱) کیا مسجد مذکور کی شہادت کسی طرح جائز قرار دی جاسکتی ہے۔

(۲) کیا رسالہ خاص کے مسلمانوں اور عام مسلمانوں کے چندے سے بنائی ہوئی مسجد جس میں رسالہ خاص کے مسلمان اور عام مسلمان برابر پنجگانہ نمازیں اور نماز جمعہ ادا کرتے رہے اور دیگر عام لوگوں کے ساتھ عام مسلمانوں کو بھی اس مسجد میں آنے جانے کا راستہ رسالہ خاص کے تخفیف میں آنے کے بعد جاری رہا تو کیا ایسی حالت میں اب عام مسلمانوں کو اس مسجد میں ادائے فریضہ نماز سے روکا جاسکتا ہے ؟

(۳) کیا عام مسلمانوں اور ملازمین رسالہ خاص کے چندے سے بنوائی ہوئی مسجد بجائے اللہ کی ملک ہونے کے والئ ریاست کی ملک ہو سکتی ہے اور ریاست کے کسی حاکم یا موجودہ والئ ریاست کو ایسا اختیار ہے کہ اس مسجد میں نماز ادا کرنے سے مسلمانوں کو روک دے یا اس مسجد کو شہید کرادے ؟

(۴) کیا اس مسجد کو علاوہ اسلامی عبادت گاہ کے کسی حالت میں بھی کسی اور کام میں لایا جاسکتا ہے ؟

(۵) کیا ایسا مسجد کے شہید شدہ حصہ کا ملبہ (چونا پتھر وغیرہ) کسی اور مصرف میں لایا جاسکتا ہے ؟

(۶) شرعی حیثیت سے مسلمانان جے پور کا ریاست سے یہ مطالبہ حق بجانب ہے یا نہیں کہ مسجد کے شہید شدہ حصہ کی از سر نو تعمیر کی جائے اور مسجد حسب دستور قدیم عام مسلمانوں کے ادائے فریضہ پنجگانہ کے لئے کھلی رہے ؟

(المستفتی نمبر ۲۶۵۴ سکریٹری انجمن خادم الاسلام (جے پور) ۷ شعبان ۱۳۵۹ھ م ۱۰ ستمبر ۱۹۴۰ء)

(جواب ۳۴) احاطہ رسالہ خاص کی جو زمین مسجد کے لئے ریاست کی طرف سے دی گئی تھی اگر وہ دائمی طور پر

مسلمانوں کو دے دی گئی(۱) ہو تو اس پر تعمیر کی ہوئی مسجد قیامت تک کے لئے مسجد ہے(۲) اس کو شہید کرنا یا کسی اور کام میں لانا ناجائز ہے۔(۳)

لیکن اگر ابتداءً اس زمین کا دوامی طور پر دیا جانا ثابت نہ ہو جب بھی مسلمانوں کا اس پر مسجد تعمیر کرنا اور عرصہ دراز تک بے روک ٹوک نماز ادا کرنا عطائے دوامی کی دلیل ہوگی۔(۴) البتہ اگر کوئی ایسا ثبوت موجود ہو کہ اس سے یہ ثابت کیا جا سکے کہ ریاست نے مسجد کی اجازت دیتے وقت یہ شرط تسلیم کرالی تھی کہ ریاست جب چاہے گی زمین واپس لے لے گی تو پھر یہ مسجد شرعی مسجد کی حیثیت میں نہیں آئے گی۔(۵) مگر اس صورت میں بھی ریاست کو یہ حق نہیں کہ وہ مسجد کی عمارت کو خود منہدم کر دے یا اس کے ملبہ اور سامان کو خود ضبط کر لے کیونکہ وہ مسلمانوں کا ہے اور عمارت مسلمانوں کی بنائی ہوئی ہے۔ ان کی تعمیر کی ہوئی عمارت (جو ریاست کی اجازت سے بنائی گئی تھی) کوئی دوسری طاقت توڑ نہیں سکتی۔(۶)

مسلمانوں کو واپسی زمین کی شرط دکھلا کر ان سے کہا جاتا کہ تم اپنی عمارت ہٹا لو اور زمین خالی کر کے واپس کر دو۔ زبردستی منہدم کر دینا سراسر جبر و تعدی ہے۔(۷) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مشترک زمین پر مسجد بنانے کا حکم

(سوال) چند حصہ داران کی مملوکہ زمین مسجد کے لئے مانگ لی گئی۔ سب نے دیا اور دستخط بھی کر دیئے صرف ایک حصہ دار نے انکار کیا مگر یہ سمجھ کر کہ وہ راضی کر لیا جائے گا مسلمانوں نے مسجد بنالی مگر اب وہ راضی نہیں ہوتا اور مسجد کو غصب کا مال بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ نماز نہیں ہوتی۔ کیا واقعی غصب ہے اور نماز نہیں ہوتی۔ اگر ایسا ہے تو مسجد کی زمین اس کے حوالے کر دی جائے۔ کیا عدم تقسیم بین الحصص پر بھی منکر حصہ دار مسجد ہی کی زمین کو اپنی زمین کہہ کر مال غصب کہہ سکتا ہے۔

(المستفتی نمبر ۲۶۸۸ جناب حاجی عبدالغنی صاحب (چاندہ) ۱۲ شوال ۱۳۶۰ھ م ۳ نومبر ۱۹۴۱ء)

(جواب ۳۵) یہ صحیح ہے کہ کسی مملوکہ زمین پر مالک کی اجازت کے بغیر مسجد بنانا درست نہیں اور جب تک

---

(۱) فان شرط الوقف التابید (الشامیہ ، کتاب الوقف ، مطلب مناظرۃ ابن الشحنہ ج ۔ ٤ صفحہ ۳۹۰ ، ط سعید)

(۲،۳) اما لو تمت المسجدیۃ ثم ارادالبناء منع..... (ولو خرب ماحوله واستغنی عنه یبقی مسجداً عند الامام والثانی) ابدا الی قیام الساعة (وبه یفتی) حاوی القدسی وفی الشامیة : امالو تمت المسجدیة ثم اراد هدم ذلك البناء فانه لایمکن من ذلك. (الدرالمختار مع رد المحتار ، کتاب الوقف ، ج : ٤ /۳۵۸،سعید)

(۴) وقف قدیم مشهور لایعرف واقفه استولی علیه ظالم : فادعی المتولی انه وقف علی کذا مشهور و شهد بذالك ، فالمختار انه یجوز (الشامیة کتاب الوقف ج : ٤ / ٤۱۱ ط سعید) وتقبل فیه الشهادة علی الشهادة وشهادة النساء مع الرجال والشهادة بالشهرة..... وان صرحوا به (ای بالسماء) فی المختار (الدر المختار حواله بالا)

(۵) واما ان وقت الامر بالیوم ، اوالشهر ، او لسنة ، ففی هذا الوجه لا تصیر ساحة مسجداً لومات یورث عنه (عالمگیریة : کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد و ما یتعلق به ۲ / ٤۵۵ ط . ماجدیة)

(۶) ثم ان ضر رفع البناء لم یرفع ، وان لم یضررفع او یتملکه القیم برضا المستاجر ، فان لم یرض تبقی الی ان یخلص ملکه. محیط (الدرالمختار ، کتاب الوقف ٤ / ۳۹۲ ط سعید) هدم حائط مسجد یومر تسویته و اصلاحه کذا فی القنیة (عالمگیریة، کتاب الغصب ، الباب الثالث ج .۵ صفحه ۱۲۹ ط . ماجدیة)

(۷) والاجازة لاتلحق الاتلاف فلو اتلف مال غیره تعدیا فقال المالك اجزت او رضیت او امضیت لم یبرأالضمان (الاشباه والنظائر مع شرحه. غمز عیون البصائر : کتاب الغصب ۳/ ۲۰۹ ط. ادارة القرآن.

مالک اجازت نہ دے اور زمین کو حق مسجد وقف نہ کردے اس وقت تک وہ مسجد صحیح اور جائز مسجد نہیں ہوتی۔(۱)

مشترک زمین کے چند حصے داران نے اپنے اپنے حصے مسجد کے لئے دے دیئے تو آیا یہ حصے بھی وقف ہو گئے یا نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وقف مشاع جائز ہے۔ مگر مسجد میں ان کے نزدیک بھی جائز نہیں۔ یعنی مسجد کا اگر وقف مشاع ہو تو اتفاقاً جائز نہیں۔ **وابو یوسف لما لم یشترط التسلیم اجاز وقف المشاع والخلاف فیما یقبل القسمۃ اماما لا یقبلها کالحما م والبئر والرحی فیجوز اتفاقاً الا فی المسجد والمقبرۃ الخ** (ردالمحتار(۲) ج ۳ صفحہ ۳۹۷) پس صورت مسئلہ میں تمام مسجد حقیقۃً مسجد نہیں ہوئی۔ تاہم امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے) اگرچہ مسجد کا پورا ثواب جب ملے گا جب وہ شریک بھی اپنا حصہ وقف کردے یا ضمان لے لے) **قال ابو یوسفؒ اذا غصب رجل ارضا وبناها حوانیت وحما ما ومسجدا فلا باس بالصلوۃ فی ذلک المسجد** عالمگیری ج ۵ صفحہ ۱۵۸(۳)

تاہم اہل مسجد کو لازم ہے کہ وہ اس شریک کے حصہ کی قیمت ادا کرے یا وہ خود اپنی مرضی سے اپنا حصہ بھی وقف کردے تاکہ مسجد باقاعدہ صحیح مسجد ہو جائے۔(۴) اب اس شریک کو زمین واپس لینے اور عمارت کو منہدم کرنے کا مطالبہ کرنے کا حق نہیں ہے۔(۵)　　محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مملوکہ زمین پر مسجد بنانا

(سوال) متعلقہ تعمیر مسجد بزمین مملوکہ ؟

(جواب ۳۶) مالک زمین کی اجازت سے عارضی مسجد بنا کر نماز پڑھنا جائز ہے(۶)۔ جب وہ زمین کو کسی دوسرے کام میں لانا چاہے تو زمین خالی کردی جائے(۷)۔　　محمد کفایت اللہ کان غفرلہ

مشترکہ یا مدرسہ کے لئے وقف شدہ زمین پر مسجد بنانا

(اخبار الجمعیۃ مورخہ ۱۴ جنوری ۱۹۲۶ء)

(سوال) ایک مشترکہ زمین جس کے کئی وارث و مالک ہیں بغیر اجازت وارثوں کے اس پر مسجد بنانا جائز ہے یا

---

(۱) فان شرط الواقف التابید والارض اذا کانت ملکا لغیرہ فللمالک استردادہ وامرہ بنقض البناء . (رد المحتار، کتاب الوقف ، مطلب مناظرۃ ابن الشحنہ، ج : ۴ / ۳۹۰ ، سعید)
(۲) رد المحتار ، کتاب الوقف، ج : ۴ ، ۳۴۸ ، سعید
(۳) عالمگیریہ ، کتاب الوقف، الباب الثامن فی تملک الغاصب والمغصوب والانتقاع بہ ، ج : ۵ صفحہ ۱۴۲
(۴) وتکرہ ارض الغیر لو مزروعۃ اومکروبۃ الا اذا کانت صداقۃ بینهما اورای صاحبها فلا باس بہ . (عالمگیریہ کتاب الوقف ، ج : ۲ ۴۵۵ ، ماجدیہ)
(۵) امالو تمت المسجدیۃ ثم اراد هدم ذلک البناء فانہ لایمکن من ذلک . (ردالمحتار ، کتاب الوقف ، مطلب فیما لو خرب المسجد ، ج : ۴ / ۳۵۸ ، سعید)
(۶) واما ان وقت الامر بالیوم، اوالشہر اوالسنۃ ففی هذا الوجہ لاتصیر الساحۃ مسجداً لومات یورث عنہ کذافی الذخیرۃ وهکذا فی فتاوی قاضیخان (العالمگیریۃ کتاب الوقف، الباب الحادی عشر ۲/۴۵۵ ط ماجدیۃ)
(۷) والارض اذا کانت ملکالغیرہ فللما لک استردادها وامرہ بنقض البناء (الشامیہ کتاب الوقف، مطلب مناظرۃ ابن الشحنہ ص ۴ ، ۳۹ ط. سعید)

نہیں ؟ یاایک قطعہ زمین جو مدرسہ کے لئے وقف کیا گیا ہے جس کی آمدنی کو مدرسہ میں صرف کیا جاتا ہے اس پر مسجد بنانا کیسا ہے ؟اوراس میں نماز پڑھنے سے مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب ملے گا یا نہیں ؟

(جواب ۳۷) مشترکہ زمین پر بغیر اجازت تمام شرکاء کے مسجد بنانا جائز نہیں۔ کیونکہ بنائے مسجد کے لئے ضروری ہے کہ زمین جائز طور پر مسجد کے لئے وقف ہو اور صورت مذکورہ میں یہ بات نہیں اور جو زمین کہ مسجد کے سوا اور کسی غرض مثلاً مدرسہ کے لئے وقف ہو اس پر مسجد بنانا جائز نہیں ہے (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

حکومت کی زمین پر بلااجازت مسجد بنانا

(الجمعیۃ مورخہ ۲۸ جولائی ۳۴ء)

(سوال)(۱)شہر جمشید پور میں ایک قطعہ زمین بغرض تعمیر جامع مسجد ٹاٹا اسٹیل کمپنی نے ۱۹۲۶ء میں نامزد کی۔ مگراس پر کسی قسم کا کوئی قبضہ یا دخل نہیں دیا۔(۲)اس زمین کے چاروں طرف غیر مسلم آبادی ہے اور آئندہ کوئی امید نہیں کہ مسلم آبادی وہاں ہو سکے گی کیونکہ سب پلاٹ پر ہو چکے ہیں۔(۳)جب ہنود کو یہ اطلاع ملی کہ کمپنی نے یہ جگہ مسلمانوں کے لئے برائے تعمیر مسجد نامزد کی ہے تو انہوں نے نوٹیفائیڈ ایریا کمیٹی سے درخواست کی کہ یہاں مسجد بنانے کی اجازت نہ دی جائے۔درخواست ڈپٹی کمشنر ضلع کے ہاں پیش ہو کر ۱۹۲۸ء میں یہ فیصلہ ہوا کہ حالات حاضرہ کو دیکھتے ہوئے یہ جگہ مسلمانوں کو نہیں دی جاسکتی۔اس کے علاوہ اور کوئی جگہ کمپنی تجویز کرے۔کمپنی نے اب ایسی جگہ تجویز کی ہے جہاں مسلم یا غیر مسلم کوئی آبادی ڈیڑھ ڈیڑھ سو گز تک نہیں ہے۔ اب کیا کرنا چاہئے ؟

(جواب ۳۸) مسلمان اس زمین پر عارضی طور سے مسجد بنا سکتے ہیں(۲)۔اگر کمپنی وہ زمین مسلمانوں کو تملیک کے طور پر دے دے اور اپنا حق ملکیت اٹھالے تو مسلمان اس کو مستقل طور پر مسجد بنا کر بھی کام میں لا سکتے ہیں اور اگر ملکیت کمپنی اپنی رکھے تو عارضی طور پر اس میں نماز پڑھ سکتے ہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

---

(۱) البقعة الموقوفة على جهة اذا بنى رجل فيها بناء ووقفها على تلك الجهة يجوز بلاخلاف تبعالها، فان وقفها على جهة اخرى اختلفوا فى جوازه، والاصح انه لايجوز .(عالمگيرية كتاب الوقف، الباب الثانى ص ۲/ ۳۶۲) فلا يجوز وقف مشاع يقسم وفى الشامية يشمل مااستحق جزء من الارض شائع فيبطل فى الباقى. (ردالمحتار، كتاب الوقف، مطلب شروط الواقف على قولهما، ج : ۴ / ۳۴۸)

(۲) دیکھئے صفحہ نمبر ۵۸ حاشیہ نمبر ۲ ۔

فصل ششم
موضع مہیا للصلوۃ

کیا مسجد کا صحن مسجد کے حکم میں ہے ؟

(سوال) صوبہ گجرات اور بالخصوص ضلع سورت میں عام دستور یہ ہے کہ جب مسجد بناتے ہیں تو اس کے مسقف حصہ کو نماز پڑھنے کے لئے مخصوص کر دیتے ہیں۔ اسی لئے اس کو جماعت خانہ کہتے ہیں۔ اسی کے ساتھ کچھ کھلا ہوا حصہ بطور صحن کے بناتے ہیں۔ اس لئے کہ اس میں اس قسم کی باتیں ہوتی ہیں جو مسجد کے احترام کے خلاف اور ممنوع ہیں۔ مثلاً ہر وقت اٹھنا بیٹھنا اور وہیں سونا اور دنیاوی باتیں کرنا۔ یہاں تک کہ حالت جنابت میں بھی اس صحن میں رہتے ہیں کیونکہ اس کو خارج از مسجد سمجھا جاتا ہے۔ نیز اس میں جماعت خانہ کی طرح کبھی نماز یا جماعت نہیں ہوتی۔ پس راندیر کی مسجد چنارواڑ بھی اسی طرح پہلے کچھ مختصر بنی ہوئی تھی اور اس کی صحن کے ساتھ بالکل غیر مسجد کا برتاؤ کیا جاتا تھا۔ تقریباً ۱۲۹۰ھ میں یہاں کے بعض بزرگوں نے اس مسجد کو از سر نو بنایا اور ایک زمین خرید کر اس میں شامل کر کے وسیع کیا۔ جس طرح اس کے جماعت خانہ کو بڑھایا اسی طرح اس کے صحن کو بھی وسعت دی۔ چنانچہ جس جگہ قدیم مسجد کا حوض تھا اس جگہ کو ٹاٹکا بنا کر اس کے بعض حصہ کو صحن میں شامل کر لیا اور حصہ جنوبی کا بر آمدہ کے طریق پر ضروریات وضو کے لئے مخصوص رکھا۔ جدید تعمیر کرنے والے اصحاب کے زمانے سے اب تک بھی اس صحن کے ساتھ خارج مسجد کا برتاؤ تھا اور وہ لوگ اہل علم اور سمجھدار تھے جو داخل مسجد اور خارج مسجد کو خراب سمجھتے تھے۔ پھر بھی کبھی انہوں نے اس صحن کو مسجد میں شامل نہ سمجھا۔ اس کے علاوہ ایک عام رواج یہ بھی ہے کہ اکثر مسجدوں کے صحن میں قبریں بناتے ہیں۔ چنانچہ اس نواح کی کوئی مسجد ایسی مشکل سے ملے گی جس کے صحن میں کسی پرانی قبر کا نشانہ نہ پایا جاتا ہو۔ پس یہ صورت بھی اس کا کھلا ہوا قرینہ ہے کہ صحن کو مسجد میں داخل نہیں سمجھتے۔ بعض حضرات تھوڑے عرصہ سے یہاں کی مسجدوں کو دہلی وغیرہ کی مسجدوں پر قیاس کرتے ہیں۔ یہ قیاس صحیح نہیں ہے اس لئے کہ وہاں کی مسجدیں اکثر ایسی بنائی جاتی ہیں کہ ہوادار نہیں ہوتیں۔ اسی وجہ سے وہاں گرمی کے موسم میں صحن میں نماز پڑھنا اور صحن کو مسجد میں داخل سمجھنا ضروری ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف یہاں کی مسجدیں نہایت ہوادار اور کشادہ ہوتی ہیں۔ ہوا کی آمدورفت کے لئے چاروں طرف دریچیاں وغیرہ بنائی جاتی ہیں۔ اس وجہ سے کبھی صحن میں نماز پڑھنے کی ضرورت واقع نہیں ہوتی اور اس صحن کو داخل مسجد کرنے کا اب تک کوئی ثبوت بھی باقاعدہ نہیں ہے۔ پس ایسی صورت میں مسجد چنارواڑ کا صحن شرعاً مسجد سے خارج سمجھا جائے گا یا نہیں اور جنازہ کی نماز صحن میں پڑھنا جائز ہو گا یا نہیں ؟

(المستفتیان محمد اسماعیل عارف، احمد ابراہیم سنگاپوری)

(جواب ۳۹) کسی جگہ کے مسجد ہونے کے لئے یہ باتیں ضروری ہیں۔

(۱) واقف نے (جو صحیح طور پر زمین کا مالک تھا اور وقف کرنے کا اختیار شرعی رکھتا تھا)(۱) اس کو مسجدیت کے لئے وقف کیا ہو، خواہ وہ زمین خالی عن العمارۃ ہو یا عمارت میں ہو(۲)۔
(۲) اس کو اپنی ملک میں سے اسی طرح علیحدہ کر دیا ہو کہ کسی دوسرے شخص کا یا خود واقف کا کوئی حق متعلق نہ رہے(۳)۔
(۳) وقف کر کے اس کو متولی کے سپرد کر دیا ہو یا واقف کی اجازت سے اس میں ایک مرتبہ بھی نماز باجماعت ہو گئی ہو(۴)۔

جس زمین یا عمارت میں یہ باتیں متحقق ہو جائیں وہ مسجد ہو جائے گی۔ ان میں سے پہلی بات یعنی مسجدیت کے لئے وقف کرنا واقف کی نیت سے متعلق ہے۔ اگر نیت کی تصریح موجود ہو جب تو کوئی اشکال ہی نہیں لیکن اگر تصریح نہ ہو تو پھر قرائن سے اس کی نوعیت متعین کی جا سکتی ہے۔ گجرات کی اکثر مساجد اور بالخصوص مسجد چناواڑ (راندیر ضلع سورت) کے وہ صحن جو مسقّف حصہ کے سامنے مشرقی جہت میں واقع ہیں میرے خیال میں ان کی مسجدیت راجح ہے۔ جماعت کا بالعموم مسقّف حصہ میں ہونا اس امر کا متقضی نہیں کہ غیر مسقّف حصہ خواہ مخواہ مسجد کے حکم سے خارج ہو۔ مسقّف حصہ کا نام جماعت خانہ رکھ دینا بھی غیر مسقّف کو مسجدیت سے نہیں نکالتا۔ ہاں اس نام رکھ دینے کا یہ اثر ضرور ہوا کہ گجرات کے لوگ اس کو جماعت کے لئے مخصوص سمجھنے لگے۔ ورنہ میں نے خود دیکھا ہے کہ اس صحن میں نوافل و سنن برابر پڑھتے ہیں اور فرضوں کی جماعت بھی اگر بڑی ہو جیسے کہ جمعہ کی نماز میں ہوتی ہے تو اس صحن میں برابر صفیں ہو جاتی ہیں۔ اگرچہ صحت اقتدا کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ اگر یہ حصہ مسجد ہو تو اقتدا صحیح ہے ورنہ نہیں۔(۵) تاہم اس میں کھڑے ہونے والے اور نماز پڑھنے والے مسجد کا ثواب اسی وقت پا سکتے ہیں یہ حصہ مسجد قرار دیا جائے۔(۶) میرا خیال ہے

---

(۱) واما شرائط (فمنها العقل والبلوغ) (ومنها) الملك وقت الوقف (عالمگیریة، کتاب الوقف الباب الاول ۲/۳۰۲، ۳۰۳ ماجدیه)

(۲) (وفی العالمگیریة) فلوجعل وسط داره مسجداً واذن للناس فی اللدخول والصلاة فیه ان شرط معه الطریق صار مسجدا فی قولهم...... رجل له ساحة لابناء فیها امر قرما ان یصلوافیها ...... ابداً ...... صار الساحة مسجداًومات لایورث عنه (وفیها) واذا سلم المسجد الی متولِ یقوم بمصالحه یجوز وان لم یصل فیه...... والاضافة الی مابعد الموت، والوصیة لیست بشرط، بصیرورة المکان مسجداً صحة ولزوماً. (عالمگیریة، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر۳/۴۰۴، ۴۰۵

(۳) مریض جعل داره مسجد ا ومات ولم یخرج من الثلث ولم تجز الورثة صار کله میراثاً وبطل جعله مسجداً لان للورثة فیه حقاً فلم یکن مفرزاعن حقوق العباد، فقد جعل المسجد جزاً شائعاً فبطل. (عالمگیریة، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر ۲/ ۴۰۶ ماجدیه .

(۴) من بنی مسجد الم یزل ملکه حتی یفرز عن ملکه بطریقه ویاذن بالصلاة فیه...... واما الصلاة فلانه لابد من التسلیم...... التسلیم فی المسجد ان تصلی فی الجامعةباذنه...... واذا سلم المسجد الی متول یقوم بمصالحه یجوز وان لم یصل فیه، وهوا لصحیح کذا فی الاختیار (عالمگیریة کتاب الوقف، الباب الحادی عشر ۲/ ۴۵۴،۴۵۵ ماجدیه)

(۵) والخلاصة هذا اذا لم تکن الصفوف متصلة علی الطریق، اما اذا اتصلت الصفوف لایمنع الاقتداء (عالمگیریه کتاب الوقف، ج۲ ص ۸۷)

(۶) عن انس بن مالك رضی الله قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : صلاة الرجل فی بیته بصلاة، وصلاته فی مسجد القبائل بخمس وعشرین صلاة، ابن ماجه ابواب المساجد والجماعات، باب ما جاء فی الصلاة فی المسجد الجامع ، ص ۱۰۳

کہ اس حصہ کو مسجد قرار دینے میں نمازیوں کا بہت زیادہ فائدہ ہے اور اس لحاظ سے یہ امر اقرب الی القیاس ہے کہ واقف اس حصہ کی مسجدیت کی نیت کرتے ہوں گے۔ مسجد چنارواڑ کے شمالی سمت میں جو دالان ہے اور شمال مشرقی دالان اٹھنے بیٹھنے، سونے کے لئے بنائے گئے ہوں تو یہ قرین قیاس ہے لیکن کھلا ہوا صحن بھی مسجد نہ ہو یہ بات میری سمجھ سے توباہر ہے۔

مسجد کے جماعت خانہ میں کتنی ہی کھڑکیاں ہوں لیکن جس وقت ہوا بند ہوتی ہے تو کھڑکیاں کیا فائدہ پہنچا سکتی ہیں۔ اگر مسجد مذکورہ میں بجلی کے پنکھے نہ ہوں اور وقت ہوا بند ہونے کا ہو تو جماعت خانہ اور صحن کا فرق بدیہی طور پر معلوم ہو سکتا ہے۔ اگر اہل گجرات میں اس مسقف حصہ کا نام جماعت خانہ مشہور نہ ہو جاتا اور ان کے خیالات میں جماعت کے لئے یہ حصہ مخصوص نہ ہو جاتا تو وہ بھی گرمیوں میں ہوا بند ہونے کے زمانے میں باہر کے صحن میں جماعت کرتے۔

بہر حال جماعت کا ہمیشہ اندر ہونا اس کی تو دلیل ہے کہ جماعت خانہ یقینی طور پر مسجد ہے مگر اس کی دلیل نہیں کہ صحن مسجد کے حکم سے خارج ہے۔ رہی اس صحن میں جنازہ کی نماز تو حنفیہ کے نزدیک مسجد میں بلاعذر جنازہ کی نماز مکروہ ہے۔ اگر کوئی عذر ہو مثلاً باہر کوئی پاک جگہ نماز کے لئے موجود نہ ہو تو اس صورت میں مکروہ بھی نہیں(۱)۔ دوسرے یہ کہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے اس میں زیادہ جھگڑنے کا موقع بھی نہیں ہے جو لوگ پڑھ لیں ان کو مطعون نہیں کرنا چاہئے۔ جو مسجد میں نہ پڑھیں ان کو برا کہنا نہیں چاہئے۔ اگر یہ منظور ہو کہ سب لوگ شریک ہوں تو ایسے طور پر نماز پڑھو کہ کسی کو اختلاف نہ ہو۔ یعنی صحن مسجد سے باہر پڑھو تاکہ سب بالاتفاق شریک ہوں۔ محمد کفایت اللہ غفرلہ

مسجد کے صحن میں مدرسہ یا اسکول قائم کرنا

(سوال) صحن مسجد، مسجد سے باہر کم از کم کتنی دور تک ہونا چاہئے۔ شرعاً کوئی حد ہے یا نہیں۔ جتنی جگہ چوہدی کر کے مسجد کے نام سے مالک نے دے دیا مالک اگرچہ ہندو ہوا تنی جگہ کے اندر بنگالہ یا اور کوئی مادری زبان تعلیم کے واسطے اسکول بنانا جن میں اکثر رام ورلائن کی کتابیں ودیگر دنیوی تعلیم دی جاتی ہے اور لڑکوں سے فیس لیا جاتا ہے اور معلمین تنخواہ لے کر پڑھاتے ہیں۔ نیز سرکاری امداد ملتی ہے اور مدت سے اس جگہ نادانستہ اسکول گھر بنایا ہوا ہے۔ ایسی جگہ میں ویسا اسکول بنانا بعض علماء سے شرعاً ممنوع جان کر دوبارہ وہ گھر مضبوط کر کے بناتے وقت محلّہ کے بعض لوگ اس علاقہ کے بعض علماء کو حاضر کر کے منع دلایا۔ نیز یہ اسکول دوسری جگہ بخوبی ہو سکتا ہے۔ بناءً علیہ علماء نے اس جگہ کو صحن مسجد میں داخل کر کے فرمایا کہ ایسا اسکول صحن مسجد میں بنانا شرعاً ممنوع ہے۔ لیکن

(۱) انما تکرہ فی المسجد بلاعذر فان کان فلاومن الاعذار المطر کما فی الخانیة، والاعتکاف کما فی المبسوط، کذافی الحلیه، وغیرھا، والظاھران المراد اعتکاف الولی..... قد توضع فی بعض المواضع خارج المسجد فی الشارع فیصلی علیھا، ویلزم منه فسادھا من کثیر من المصلین لعموم النجاسة وعدم خلعھم نعالھم المتنجسة (الی قوله) واذا کان ماذکرناه عذراً فلاکراھة اصلاً والله اعلم (الشامیة: کتاب الصلاة، باب صلوة الجنائز، مطلب فی کراھة صلاة الجنازة فی المسجد ص ۲۲۶،۲۲۷/۲ ط. سعید)

محلّہ کے ہٹ بازلوگ اصرار سے بولے کہ ہم لوگ شریعت نہیں مانتے۔ جب مدت سے یہاں اسکول چل رہا ہے اب منع کوئی نہیں۔ اس ہٹ پر اسکول تیار ہی کیا۔ نیز اس جگہ میں عید کی نماز بھی پڑھی جاتی ہے۔ اب جو جگہ مسجد کے نام بنام مسجد چومدی کروہ پڑی ہوئی ہے اس جگہ بناء اسکول کے متعلق اور ان منکرین شریعت کے متعلق قرآن وحدیث ودیگر کتب معتبرہ میں کیا کیا فیصلہ کیا گیا ہے۔ المستفتی نمبر ۱۶۱۷ مولوی محمد اسماعیل (ضلع پٹرہ) ۱۱ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ ۲۰ جولائی ۱۹۳۷ء

(جواب ۴۰) (از نائب مفتی دار العلوم دیوبند) صحن مسجد اور چبوترہ مسجد میں اسکول یا مدرسہ اسلامیہ قائم کرنا جائز نہیں ہے بلکہ نماز پڑھنے کے علاوہ کوئی کام وہاں کرنا جائز نہیں ہے۔ جو لوگ اسکول وہاں رکھنے پر مصر ہیں وہ گناہ گار ہیں۔ ان کو لازم ہے کہ اسکول دوسرے مکان میں منتقل کردیں۔ کبیری شرح منیہ میں ہے : وھھنا ابحاث الاول فیما تصان عنه المساجد الی ان قال والمرور فیھا لغیر ضرورة ورفع الصوت للخصومة وادخال المجانین والصبیان لغیر الصلوة ونحوھا لماروی عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده قال نھی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن الشراء والبیع فی المسجد وان تنشد فیه الاشعار وان تنشد فیه الضالة الحدیث. وفی صحیح مسلم قال علیه الصلوة والسلام من تسمع رجلا ینشد فی المسجد ضالة فلیقل لاردھا الله علیك فان المساجد لم تبن لھذا (۱) الخ وروی عبدالرزاق (۲) ثنا محمد بن اسلم عن عبدربه ابن عبدالله عن مکحول عن معاذ بن جبل ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال جنبوا مساجد کم صبیانکم ومجانینکم وشراء کم وبیعکم وخصوماتکم ورفع اصواتکم الخ والمراد بالبیع والشراء ماکان للتجارة والکسب کماھو الظاھر من الاحادیث الخ والتفصیل (۳) فی الکبیری فصل فی احکام المسجد. فقط والله تعالیٰ اعلم۔

مسعود احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح۔ محمد سہول عثمانی مفتی دار العلوم دیوبند۔ الجواب صواب بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی۔ ۷ ربیع الثانی ۱۳۵۶ء

---

(۱) صحیح مسلم، باب عن نشد الضالة فی المسجد وما یقوله اذا سمع الناشد ج ۱ / ۲۱۰، قدیمی)
(۲) مصنف عبدالرزاق، ج : ۱/ ۴۷۲، بیروت
(۳) (غنیة المستملی فی شرح منیة المصلی المشتھر بشرح الکبیر للشیخ ابراھیم الحلبی الحنفی فصل فی احکام المسجد، (بعد فصل فی الجنائز) ط. سھیل اکیڈمی، لاھور ص ۶۱۱)

فصل ہفتم
تعدد مساجد

جامع مسجد کے علاوہ دوسری مسجد بنانا

(سوال) کسولی ایک پہاڑی مقام ہے جو فوجی چھاؤنی ہے مجموعی آبادی تقریباً تین ہزار ہے۔ مسلمانوں کی آبادی تقریباً ایک ہزار ہے۔ یہاں ایک ہی مسجد ہے۔ کیا اس کو جامع مسجد کے نام سے موسوم کیا جاسکتا ہے ؟ موجودہ مسجد آبادی کے ایک بڑے حصہ سے دور واقع ہے۔بنگلوں اور مارکیٹ بازار کچہری اور ڈاکخانہ وغیرہ سے کافی فاصلہ ہے۔اکثر مسلمان بالخصوص تجارت و ملازمت پیشہ اصحاب پنج وقتہ نماز، نماز جمعہ و نماز تراویح میں بوجہ دوری و قلت وقت شامل ہونے سے قاصر رہتے ہیں اور ایک دوسری مسجد کی جو قریب تر واقع ہو ضرورت محسوس ہورہی ہے۔ اندریں صورت دوسری مسجد کی بناڈالنے والے کس حد تک اجر و ثواب کے مستحق ہوسکتے ہیں۔

(جواب ٤١) اس مسجد کو جب کہ وہ جمعہ کی جماعت کے لئے کافی ہو جامع مسجد کے نام سے موسم کیا جاسکتا ہے۔دوسری مسجد بنانا موجب اجر و ثواب ہے کیونکہ تمام نمازیوں کو ہر وقت اتنی دور مسجد میں جانا یقیناً موجب حرج و مشقت ہے۔والحرج مدفوع۔　　　　محمد کفایت اللہ غفرلہ۔

فصل ہشتم
مسجد کی زمین یا دیوار دبا لینا

مسجد کی زمین یا دیوار پر قبضہ کر لینے کا حکم

(سوال) وقف شدہ مسجد یا امام بارہ پنچایتی کا ایک جزو کھلا ہوا بصورت چبوترہ واقع ہے۔ اس پر کسی فرد کو مکان سکونتی تعمیر کر کے بودوباش کا مالکانہ حق شرعاً ہے یا نہیں۔ اگر چند اشخاص برادری کے خلاف بطور سازش کسی کو زمین موقوفہ پر مکان بنانے کی اجازت دے دیں تو یہ شرعی اجازت ہوگی یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۲۶۲ مٹھو خلیفہ نداف۔ جھانسی، ۷ محرم ۱۳۵۳ھ ۲۲ اپریل ۱۹۳۴ء

(جواب ٤٢) اگر یہ چبوترہ مسجد یا مکان موقوفہ کا جز ہے اور وقف میں شامل ہے تو اس پر مکان بنانا اور مالکانہ قبضہ کرنا جائز نہیں ہے اور نہ کسی کو یہ حق ہے کہ وہ اس پر مالکانہ قبضہ کرنے کی کسی کو اجازت دے۔(۱) **محمد کفایت اللہ**

(۱) مسجد کی دیوار پر اپنی دیوار رکھنا ناجائز ہے
(۲) مسجد کے حوض پر ذاتی مکان بنانا
(۳) مسجد میں سے راستہ بنانے کا حکم
(۴) مسجد کی زمین پر ذاتی مکان بنوانا

(سوال) (۱) ایک شخص نے مسجد کی دیوار پر اپنی دیوار قائم کر لی۔ اس سے مسجد کی مسجدیت میں کوئی فرق تو نہیں آیا اور اس کا یہ فعل کیسا ہے ؟ (۲) حوض کی جگہ کوئی شخص اپنا ذاتی مکان تعمیر کر سکتا ہے یا نہیں ؟ (۳) حجرہ اور غسل خانہ کا راستہ صحن مسجد سے رکھا جا سکتا ہے یا نہیں ؟ (۴) زمین مسجد کی ہے اس پر کوئی شخص مکان بنوا دے۔ یہ جائز ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۱۱۹۲ مصطفیٰ خاں صاحب (جھانسی) ۲۹ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ م ۱۶ ستمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ٤٣) (۱) مسجد کی دیوار پر جس نے اپنی دیوار قائم کی اس کا یہ فعل ناجائز ہے۔ اس سے مسجد کی مسجدیت میں کوئی فرق نہیں آیا(۲) (۲) حوض کی جگہ اگر مسجد کی تھی اور ظاہر یہی ہے تو اس پر کوئی شخص ذاتی مکان تعمیر نہیں کر سکتا(۳) (۳) صحن مسجد سے مراد اگر وہ صحن ہے جس میں نماز پڑھی جاتی ہے تو اس میں سے حجرہ اور غسل خانہ کا راستہ رکھنا مکروہ ہے۔ (۴) جائز ہے مگر مکان مسجد کی ملک ہوگا جب کہ زمین مسجد کی ہے تو اس پر ذاتی مکان تعمیر نہیں ہو سکتا۔ **محمد كفايت الله كان الله له. دهلی.**

---

(۱) وليس للقيم ان ياخذ مافضل عن عمارة المدرسة ديناً ليصرفها الى الفقراء وان احتاجوا اليه (عالمگيريه، كتاب الوقف، الباب الخامس فى ولاية الوقف، ج : ۲/ ٤١٥، جديد)

(۲) قلت : وبه علم حكم مايضنعه بعض جيران المسجد من وضع جذوع على جداره فانه لايحل، ولودفع الاجرة (الشامية كتاب الوقف مطلب فى احكام المسجد ج ٤/ ٣٥٨ وليس للقيم ان يأخذ مافضل عن وجه عمارة المدرسة دينا ليصرفها الى الفقراء، وان احتاجوا اليه...... (عالمگيريه : كتاب الوقف، الباب الخامس فى ولاية الوقف ٢/٤١٥، ماجديد)

(۳) اما لوتمت المسجدية، ثم ارادالبناء منع (الدر المختار : كتاب الوقف ، مطلب فى احكام المسجد ص ٤/٣٠٨)

فصل نہم
مال مسجد کے مصارف

صحن مسجد میں موجود قبر پر کٹہرا بنانا

(سوال)ایک مسجد کے صحن میں مسجد کی زمین میں ایک قبر تھی۔اس صحن کو مسجد اونچی کرنے کے لئے اونچا کیا گیااوراس کے ساتھ قبر بھی اونچی کی گئی۔ پھر دوبارہ مسجد کو اونچا کرنے کی ضرورت پڑی۔اس مرتبہ اس قبر کے چاروں طرف اینٹ کی دیوار قبر سے کچھ اونچی چن لی گئی اور اوپر سے بند کر دی گئی اور قبر اندر محفوظ ہو گئی اوپر سے تمام صحن برابر کر دیا گیا۔اب عرض یہ ہے کہ (۱) صحن کی اس جگہ پر جس کے نیچے قبر ہے پتھر کا تعویذ رکھنااور اس کے آس پاس کٹہرا بنانا جائز ہے یا نہیں ؟(۲) صحن کی اس جگہ میں جس کے نیچے قبر ہے چلنا پھرنااور نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟!

المستفتی نمبر ۳۵۹ محمد ابراہیم۔کالوپور احمد آباد ۷ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ ۳۰ جون ۱۹۳۴ء

(جواب)(از مولانا محمد ابراہیم احمد آبادی)(۱)جو چیز جس کام کے لئے وقف ہوئی ہے اس کو اس کام میں صرف کرنا چاہئے اس کے غیر میں صرف کرنا جائز نہیں۔ مسجد کی زمین مسجد کے کام کے لئے وقف ہوتی ہے اور پتھر کا تعویذ و کٹہرا مسجد کے کام میں داخل نہیں ہے۔ نیز فقہ میں یہ مسئلہ ہے کہ جنازہ جس پر مردے کو لے جاتے ہیں مصالح مسجد سے نہیں ہے تو پتھر کا تعویذ اور کٹہرا بطریق اولیٰ مصالح مسجد سے نہیں ہے۔لہذا پتھر کا تعویذ و کٹہرا مسجد کی زمین میں بنانا جائز نہیں ہے۔(اتحد الواقف والجهة وقل مرسوم بعض الموقوف عليه) بسبب خراب وقف احدهما (جاز للحا كم ان يصرف من فاضل الوقف الاخر عليه) لانهما حينئذ كشئ واحد (وان اختلف احدهما) بان بنى رجلان مسجدين اورجل مسجداً ومدرسة ووقف عليهما اوقافا (لا) يجوزله ذلك (۱)(شامی استنبولی ج ۱ صفحه ٥١٥) هل يشترى المتولى الجنازة قال لا وان كان الواقف ذكر في الوقف ان القيم يشترى جنازة وان اشترى ضمن لان الجنازة ليست من مصالح المسجد (خلاصة الفتاوىٰ كتاب الوقف ج ٤ صفحه ٤٢٢)(۲)

(۲)جب مذکورہ طریقہ سے قبر بند کر دی گئی تو اب اس پر چلنا پھرنا نماز پڑھنا جائز ہے۔اس لئے کہ قبر نیچے کے مکان میں ہے اور صحن اوپر کے مکان میں۔ صحن پر چلنا پھرنا قبر پر چلنا پھرنا نہیں ہے۔لہذا ظاہر۔ حررہ محمد ابراہیم احمد آبادی غفرلہ احمد آباد۔جواب صحیح ہے۔محمد سہول عثمانی حنفی چشتی پرنسپل مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ۔
۵ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ

(جواب ٤٤) (از حضرت مفتی اعظمؒ) قبر مسجد کی زمین میں تھی تو جواب یہی ہے جو مذکور ہوا کہ اس پر نماز پڑھنا چلنا پھرنا جائز ہے اور تعویذ بنا کر اسے ممتاز کر دینا جائز نہیں خواہ تعویذ مال مسجد سے بنایا جائے خواہ اس کی لاگت کوئی اپنے پاس سے ادا کرے۔ فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

(۱)قوله : شامی من سبق قلم ، والصحيح الدر المختار : كتاب الوقف ٤ / ٣٦٠ ط سعيد
(۲) (الفصل الرابع فى المسجد واوقافه ومسائله، ٤ / ٤٢٢ ، ط. امجد اكيڈمی لاهور)

مسجد کا پرانا سامان اور ملبہ فروخت کرنا

(سوال) مسجد کا پرانا سامان اور ملبہ جو اسی مسجد کی تعمیر جدید میں کام نہ آسکتا ہو فروخت کر دینا جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

المستفتی نمبر ۷۶۷ بادشاہ خان صوبیدار (ضلع غازیپور) ۲۴ ذی قعدہ ۱۳۵۴ھ م ۱۸ فروری سن ۱۹۳۶ء

(جواب ٤٥) مسجد کا پرانا سامان اور ملبہ جو اسی مسجد کی تعمیر جدید میں کام نہ آسکتا ہو، فروخت کر دینا جائز ہے۔ بہتر یہ ہے کہ مسلمان کے ہاتھ فروخت کیا جائے اور اس کی قیمت کو اسی مسجد کی ضروریات تعمیر میں یا جس قسم کا سامان تھا اسی کے مثل میں صرف کر دیا جائے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

ایک مسجد کی رقم دوسری میں خرچ کرنا

(سوال) ایک مسجد کا روپیہ دوسری مسجد میں خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں۔ وہاں پر ایک نمازی بھی نہیں غیر آباد مسجد ہے۔ المستفتی نمبر ۱۴۲۰ مولوی صاحب (ضلع بھروچ) ۷ صفر ۱۳۵۶ھ م ۱۹ اپریل ۱۹۳۷ء

(جواب ٤٦) جب مسجد کی جگہ ویران ہو جائے اور مسجد میں نمازی نہ رہیں اور اس کو آباد رکھنے کی کوئی صورت متصور نہ ہو تو اس کو مقفل کر کے محفوظ کر دیا جائے اور اس کا روپیہ کسی دوسری حاجت مند مسجد میں صرف کر دیا جائے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مسجد کی آمدنی سے امام اور مؤذن کو تنخواہ دینا جائز ہے

(اخبار الجمعیۃ مورخہ ۶ مئی ۱۹۲۷ء)

(سوال) ایک مسجد کے تحت و متعلق دو دکانیں اور ایک مکان اور ایک کوٹھرا ہے جن کی مجموعی آمدنی تخمیناً سولہ روپے ماہوار ہے۔ اس میں سے امام و مؤذن کی تنخواہ بحساب دس روپے ماہوار اور چار روپے ماہوار دینا شرعاً کیسا ہے ؟

(جواب ٤٧) مسجد کی آمدنی میں سے امام اور مؤذن کی تنخواہ دینی جائز ہے۔ کمی و بیشی کا فیصلہ وقف کی آمدنی اور مقدار لیاقت امام و مؤذن کے لحاظ سے کیا جا سکتا ہے۔(۳) محمد کفایت اللہ غفر لہ،

---

(۱) سئل شیخ الا سلام عن اهل قریة افترقوا وتداعی مسجد القریه الی الخراب وبعض المتغلبة یستولون علی خشب المسجد و ینقلونه الی دیارهم ، هل لواحد من اهل القریه ان یبیع الخشب بامر القاضی ، ویمسك الثمن لیصرف الی بعض المساجد ، او الی هذا المسجد ؟ قال نعم كذا فی المحیط (العالمگیریه، کتاب الوقف، الباب الثالث عشر ۲ / ٤٧٨ . ٤٧٩ ط.ماجدیه)

(۲) فی فتاوی النسفی : سئل شیخ الا سلام عن اهل قریة افترقوا وتداعی مسجد القریة الی الخراب ، وبعض المتغلبة یستولون علی خشب المسجد، وینقلونه الی دیارهم هل لواحد من اهل القریة ان یبیع الخشب بامر القاضی ویمسك الثمن لیصرفه الی بعض المساجد او الی هذا المسجد قال : نعم ، كذافی المحیط .(العالمگیریة : کتاب الوقف الباب الثالث عشر فی الا وقاف التی یستغنی عنها وما یتصل به من صرف غلة الا وقاف الی وجوه آخر ۲/ ٤٧٨ ، ٤٧٩ ط ماجدیه)

(۳) ویبدأ من غلته بعمارته ، ثم ماهواقرب لعمارته کا مام مسجد ، ومدرس مدرسة یعطون بقدر کفایتهم (الدرالمختار کتاب الوقف ٤ / ٣٦٦ ، ٣٦٧ ط سعید)

ظہر اور عصر کی نماز میں اکثر ناغہ کرنے والے امام کی تنخواہ کا حکم

(اخبار الجمعیۃ مورخہ ۶ مئی ۱۹۲۷ء)

(سوال) زید مدرسہ اسلامیہ میں صدر مدرس ہے۔ مدرسہ کی آمدنی چندہ وغیرہ سے مبلغ چالیس روپے ماہوار تنخواہ پاتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک مسلمان وکیل کو عربی پڑھا کر اس سے مبلغ دس روپے ماہوار تنخواہ لیتا ہے اور ایک مسجد میں جو مدرسہ مذکور سے کچھ فاصلہ پر ہے وہاں امامت کرتا ہے اور مبلغ دس روپے مزید حاصل کرتا ہے۔ آغاز تقرر امامت میں زید مدرسہ کی ملازمت کی وجہ سے ظہر و عصر کی نمازیں اپنے لڑکے سے پڑھوایا کرتا تھا۔ اب کچھ دنوں سے لڑکا چلا گیا ہے اور زید سے صاف طور پر کہہ دیا ہے کہ آئندہ میں ان دو نمازوں کی پابندی نہیں کر سکتا ہوں۔ اب مغرب، عشا، فجر تین وقت کی نماز تو وہ پابندی سے پڑھا رہا ہے عصر کی گاہے گاہے۔ اور ظہر میں شاذونادر ہی کبھی آتا ہے۔ نماز جمعہ بھی زید پڑھاتا ہے اور کبھی کبھی وعظ بھی بیان کرتا ہے۔ پس موجودگی حالات مذکورہ متولی مسجد کو آمدنی کرایہ جائداد متعلقہ مسجد سے زید کو مبلغ دس روپے ماہوار دینا اور امام کو لینا جائز ہے یا نہیں؟

(جواب ۴۸) امامت کی تنخواہ لینا جائز ہے اور امام جس قدر کام کر سکتا ہے اور اس کا اقرار کرتا ہے اگر متولی اس قدر کام کے عوض میں راضی ہو کر اسے کوئی مقدار تنخواہ کی دینا منظور کر لے تو اس میں کوئی وجہ عدم جواز کی نہیں۔(۱) ہاں اگر متولی کو امام موصوف کی طرح لیاقت رکھنے والا شخص ایسا مل جائے جو پانچوں وقت کی نماز اتنے معاوضہ میں پڑھا دیا کرے تو متولی کو جائز ہوگا کہ وہ سابق امام کے بجائے اس کو مقرر کرے۔(۲)

محمد کفایت اللہ غفر لہ، دہلی

فصل دہم
مسجد میں ناجائز رقم لگانا

خالص حرام یا حلال و حرام مخلوط آمدنی سے بنی ہوئی مسجد میں نماز پڑھنا

(سوال) ہمارے ملک میں جو مسجدیں بنائی جاتی ہیں ان میں مندرجہ ذیل اشخاص عموماً حصہ دار ہوتے ہیں۔ دھوکے سے پیسہ کمانے والے۔ زکوٰۃ نہ دینے والے، حج فرض ادا نہ کرنے والے، عرائض نویس جو جھوٹ لکھ کر پیسہ کماتے ہیں......، سپاہی جو دشمنان اسلام کی طرف سے اہل اسلام کے ساتھ جنگ کرتے ہیں، زمین گروی لینے والے، لڑکیوں کا حصہ نہ دینے والے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں پاک چیز قبول کرتا ہوں۔ جب خدا قبول نہیں کرتا تو علمائے دین کیوں قبول کرتے ہیں اور ان مسجدوں میں نمازیں ادا کرتے ہیں۔ جواب دیں کہ آیا ان مسجدوں میں نماز ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یہ شہری علماء کا طریقہ ہے۔ اور دیہاتی علماء کا طریقہ یہ ہے کہ وہ روٹیاں

---

(۱) کیونکہ یہ اجارہ ہے اور اجارہ میں موجر و مستاجر جتنی اجرت پر راضی ہوں اتنی مقرر کرنا جائز ہے چاہے کم ہو یا زیادہ۔

(۲) (قوله ولم ارحكم عزله لمدرس وامام ولاهما) اقول : وقع التصريح بذالك فى حق الامام ، والمؤذن ...... اذا عرض للامام والمئوذن عذر منعه من المباشرستة اشهر للمتولى ان يعزله ويولى غيره ، وتقدم مايدل على جواز عزله اذا مضى شهر اقول : ان هذا العزل لسبب مقتض . (الشامية : كتاب الوقف ، مطلب فى عزل الواقف المدرس ٤ / ٤٢٧ ط سعيد)

لے کر امامت کرتے ہیں اور مندرجہ بالا اشخاص کے گھروں سے درود و فاتحہ کا کھانا بھی کھاتے ہیں۔ کیا ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں حرام کھانے والوں کی دعا قبول نہیں کرتا۔ تو نماز بھی دعا ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ شبہ سے یعنی شرک سے بچو۔ ہمارے ملک میں جس عالم سے مسئلہ پوچھو تو وہ یہی جواب دیتا ہے کہ ساری دنیا کا رواج جو ہے ہم بھی وہی کرتے ہیں۔

المستفتی نمبر ۵۶۹ مستری محمد عالم (ضلع جہلم) ۱۰ جمادی الاول ۱۳۵۴ھ ۱۱ اگست ۱۹۳۵ء

(جواب ۴۹) جس شخص کی تمام کمائی حرام کی ہو اور وہ اس حرام مال سے مسجد بنائے تو وہ مسجد صحیح مسجد نہیں ہوتی۔ نماز اس میں بھی ہو جاتی ہے مگر مسجد کا ثواب نہیں ملتا۔ اور جس شخص کی کمائی حلال بھی ہو اور حرام بھی اور وہ مخلوط کمائی سے مسجد بنائے تو اگرچہ حرام مال خرچ کرنے کا اسے کچھ ثواب نہیں ملے گا لیکن احکام اور فتویٰ کی رو سے یہ مسجد مسجد ہو جائے گی۔ اور وقف صحیح ہونے کا حکم دیا جائے گا اور مسلمانوں کو حق ہو گا کہ وہ اس کو بحیثیت مسجد کے استعمال کریں اور اس کی حفاظت کریں۔(۱)

یہی حکم دعوت قبول کرنے کا ہے کہ جس کی کمائی خالص حرام ہو اس کے یہاں دعوت قبول کرنا جائز نہیں اور جس کی کمائی مخلوط ہو اس کے یہاں دعوت قبول کرنا مباح ہے۔(۲) مگر مقتدا کے لئے بہتر اور تقویٰ کی بات یہ ہے کہ قبول نہ کرے۔(۳) امامت کی تنخواہ لینا جائز ہے یعنی اگر تنخواہ مقرر کر کے کسی کو نماز پڑھانے کے لئے مقرر کیا جائے تو یہ بات جائز ہے اور تنخواہ اور امام کی امامت مکروہ نہیں ہے۔(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

ناجائز آمدنی والوں سے چندہ لینا

(سوال) ایک انجمن اسلامی ہے جو لوگ انجمن کا کام کرتے ہیں ان کے ہاتھ میں مسجد کا کام بھی ہے اور مدرسہ کا بھی۔ قوم کا چندہ جمع ہو کر کام کرنے والے کو دیا جاتا ہے۔ چندہ دینے والوں میں مختلف قوموں کے آدمی ہیں۔ مثلاً سود کھانے والے، شیعہ، کچھی لوگ، بوہرے لوگ اور غیر مقلد لوگ، ان لوگوں کا چندہ مسجد اور مدرسہ کے مصرف میں آسکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۶۳۲ حافظ محمد اسحٰق (کوئٹہ) ۲۹ جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ ۲۸ ستمبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۵۰) انجمن میں ان لوگوں سے چندہ نہ لینا چاہئے جن کی کمائی اکثر حرام ہو۔ اگر حرام مغلوب اور

(۱) قال فی الشامیة : (قوله لو بما له الحلال) قال تاج الشريعة : اما لو انفق فی ذالك مالا خبيثاً وما لا سببه الخبيث والطيب فيكره، لان الله تعالیٰ لا يقبل الا الطيب ،فيكره تلويث بيته بما لا يقبله (كتاب الصلاة، مطلب فی احكام المسجد ۱/ ۶۵۸ ط. سعيد) بنى مسجدا فی ارض غصب لا باس بالصلاة فيه الخ (شامية كتاب الصلاة مطلب فی الصلاة فی ارض المغصوبة ۱ / ۳۸۱ ط. سعيد)

(۲) لا يجب دعوة من كان غالب ماله حرام مالم يخبر انه حلال، وبالعكس يجيب مالم يتبين انه حرام (عالمگيريه : كتاب الكراهية ،الباب الثانی عشر الهسايا والفيانات، ۲ / ۳۴۳ ط. ماجديه)

(۳) وفی الروضة يجيب دعوة الفاسق ...... ومن دعی الی وليمة فوجد ثم لعبا وغناء فلا باس ان يقعد وياكل فان قدر علی المنع يمنعهم وان لم يقدر يصبر وهذا اذا لم يكن مقتدی به اما اذا كان (مقتدی) ولم يقدر علی منعهم فانه يخرج ولا يقعد. (عالمگيرية ، كتاب الكراهية ، الباب الثانی عشر فی الهدايا والضيافات ۵ /۳۴۳ ماجديه)

(۴) (وبعض اصحابنا المتا خرين قال : يجوز (ای اخذ الا جرة) علی التعليم والا مامة فی زماننا وعليه الفتوی) لحاجة الناس اليه الخ (الا ختيار لتعليل المختار، كتاب الاجارة ۲ / ۵۹ ط. استنبول)

حلال غالب ہو تو۔ ایسے لوگوں سے چندہ لینا اور مدرسہ یا مسجد میں خرچ کرنا جائز ہے۔(۱) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

سودی اور غیر سودی رقم سے بنی ہوئی مسجد میں نماز

(سوال) ایک مسجد کو از سر نو تعمیر کرنے کے لئے مسلمانوں نے عام چندہ کیا۔ تقریباً دو سو روپیہ فراہم ہوا۔ ایک مکان والے نے بھی اپنے مکان کا سامان اس مسجد میں وقف کر دیا۔ ایک سود خور صاحب نے لوگوں سے کہا کہ تم لوگوں سے یہ مسجد تعمیر نہ ہوگی لہذا ہم اپنی ذاتی رقوم سے اس کی تعمیر کرائیں گے۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ سودی روپے سے مسجد نہیں بن سکتی اس پر اس نے کہا کہ ہم سودی روپیہ نہیں لگائیں گے۔ لوگوں نے اس کے اعتماد پر چھوڑ دیا۔ اس نے چندہ کی رقم اور اپنی رقم ملا کر بنوانا شروع کیا۔ جب تعمیر مکمل ہونے کے قریب تھی۔ اس وقت ایک شخص نے کہا کہ یہ روپیہ سودی تو نہیں ہے ؟ تو اس پر سود خور نے کہا کہ ہمارا سب روپیہ ایک ہی میں ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ سودی ہے یا نہیں ؟ اب لوگ کہتے ہیں کہ اس مسجد میں نماز جائز نہیں ہو سکتی۔

المستفتی نمبر ۸۲۸ زین الحق (غازی پور) ۱۱ محرم ۱۳۵۵ھ م ۴ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۵۱) اس مسجد میں نماز جائز ہے کیونکہ وہ مسجد قدیم ہے۔ تعمیر میں چندہ کا روپیہ بھی لگا ہے اور سود خوار کا بھی۔ تو سود خوار کا جس قدر روپیہ لگا ہے اگر وہ اطمینان دلائے کہ وہ روپیہ حلال کا تھا تو خیر، ورنہ اتنا روپیہ اس کو واپس دے دیا جائے۔ اور نماز بہر حال مسجد میں جائز ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

حرام و حلال رقم سے بنائی ہوئی مسجد میں نماز پڑھنے کا حکم۔
سود دینے والوں کی رقم مسجد پر لگانا۔

(سوال) ایک شخص کی آمدنی کے پانچ چھ ذریعے ہیں جن میں ایک سود کا کاروبار بھی ہے۔ یعنی لوگوں کو سود پر روپیہ دیتا ہے اور اس کی کل رقم ایک جا ہے۔ اس نے ایک کچی مسجد شہید کر کے اس طور پر پختہ بنوایا کہ کچی مسجد کو صحن کر دیا اور اس کے بعد کی افتادہ زمین جو موقوفہ تھی اس میں مسجد بنوائی۔ اس تعمیر میں کچھ سامان مسجد سابقہ کا اور کچھ روپیہ باشندگان موضع کا صرف ہوا ہے۔ بقیہ روپیہ جو اس سے بہت زیادہ ہے اس شخص نے اپنے پاس سے لگایا ہے۔ شخص مذکور سے درمیان تعمیر میں دو ایک مرتبہ کہا گیا کہ پاک روپیہ لگانا۔ اس نے کہا کہ ضرور پاک روپیہ لگاؤں گا۔ ایک مرتبہ اس سے پھر بھی کہا گیا تو اس نے کہا کہ ہمارا روپیہ بٹا نہیں ہے سب یکجائی ہے۔ تو اس مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟ اگر کوئی نقص ہے تو اس کے دفعیہ کی کیا صورت ہے ؟ مسجد مذکور کو شہید کر کے دوبارہ بنانا باشندگان موضوع کے لئے ناممکن ہے۔

---

(۱) ولا يجوز قبول هدية امراء الجور لان الغالب في مالهم الحرمة الا اذا علم ان اكثر ماله حلال بان كان صاحب تجارة (الهندية كتاب الكراهية ، الباب الثاني عشر ۵ /۳۴۲)
(۲) قال تاج الشريعة : اما لو انفق مالاً خبيثاً ومالاً سببه الخبيث والطيب يكره ، لان الله لايقبل الا الطيب (ردالمحتار كتاب الصلاة، مطلب كلمة لا باس دليل على ان المستحب غيره . لان الباس الشدة ۱ / ۶۵۸ ط. سعيد)

(۲) جو لوگ بدرجہ مجبوری کسی مہاجن کو سود دیتے ہیں حالانکہ وہ لوگ اس کو حرام جانتے ہیں تو ان کا فعل شرعاً کیسا ہے؟ اور ایسے لوگوں کا روپیہ مسجد میں یا کسی کار خیر میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

المستفتی نمبر ۸۵۸ محمد حبیب اللہ (غازی پور) ۲۲ محرم ۱۳۵۵ھ م ۱۵ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۵۲) اس مسجد میں نماز بلا شبہ درست ہے کیونکہ مسجد اور زمین تو پہلے سے وقف ہے اور تعمیر میں جو روپیہ اس شخص نے لگایا وہ بھی خالص حرام کا نہیں بلکہ مخلوط ہے۔ اس لئے مسجد حرام مال سے بنی ہوئی قرار نہیں دی جا سکتی۔ ہاں اگر ممکن ہو تو مسلمان تھوڑا تھوڑا کر کے اس کا روپیہ ادا کر دیں۔(۱)

(۲) سود دینا اگرچہ حرام ہے۔ لیکن دینے والے کا اپنا مال مسجد میں لگانا درست ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ

جائز اور ناجائز مخلوط آمدنی سے کنواں اور مسجد بنوانا

(سوال) زید عرصہ دراز سے اپنا گھر بار چھوڑ کر افریقہ میں مقیم ہے اور وہاں سے اس نے دکان کھولی ہے جس میں اس نے خلاف شرع ناجائز چیزیں مثلاً شراب خنزیر وغیرہ رکھی ہے اور وہ ایک مرتبہ حج بیت اللہ سے بھی سر فراز ہو چکا ہے۔ اس نے وہاں کچھ عرصہ کے کاروبار سے ایک معتدبہ رقم جمع کر کے ایک کنواں اپنے وطن میں قبرستان میں تعمیر کروایا۔ اور جہاں وہ اب مقیم ہے۔ (افریقہ میں) ایک مسجد بھی تعمیر کروائی۔ لیکن اہل افریقہ اور جہاں کا وہ پیدائشی ہے زید کی ان ہر دو تعمیرات سے جو اس نے اس رقم سے تعمیر کروائی نہایت ہی محترز ہیں۔ نہ وطن والے اس کنویں کو نہ اہل افریقہ اس مسجد کو استعمال کرتے ہیں۔ نیز ایک دوکان اپنی قوم کی پنچایت کے نام مخصوص کر دی ہے وہ بھی اسی مد میں ہے۔

المستفتی نمبر ۸۶۹ حاجی کریم بخش (شملہ) ۲۳ محرم ۱۳۵۵ھ م ۱۶ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۵۳) زید کی تجارت میں جائز اور ناجائز تجارت مخلوط ہوگی۔ اور اس کی جائز اور ناجائز آمدنی بھی مخلوط ہوگی۔ مسجد اور کنویں وغیرہ میں خالص حلال پیسہ لگانا چاہئے تھا۔ اگر اس(۳) نے ایسا انتظام کیا ہو کہ ان چیزوں میں حلال آمدنی خرچ کی ہو تو ان چیزوں کو کام میں لانا جائز ہے اور اگر مخلوط پیسہ ہی لگایا ہو تو ان کا ثواب اسے نہ ملے گا۔ مگر ان چیزوں کو برتنا جائز ہے، البتہ اگر خالص حرام کے پیسے سے بنی ہوں تو پھر استعمال کرنا بھی جائز نہیں۔(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) وفی رد المحتار تحت قوله : بما له الحرام : قال تاج الشريعة : اما لو انفق مالا خبيثا ومالا سببه الخبيث والطيب يكره لان الله لا يقبل الا الطيب (كتاب الصلاة ، مطلب كلمه لا باس دليل على ان المستحب غيره،لان الباس الشرة، ۱ / ۶۵۸ ط . سعيد)

(۲) وفى الروضة يجيب دعوة الفاسق والورع ان لايجيبه ، وفيها : ولا ينبغى للناس ان ياكلوا من اطعمة الظلمة لتقبيح الامر عليهم وزجر هم عما يرتكبون وان كان يحل كذافى الغرائب كتاب الكراهية، الباب الثانى عشر فى الهدايا والضيافات ۵ / ۳۴۲ ، ۳۴۳ ط . ماجدية)

(۳) اما لو انفق فى ذالك مالا خبيثا وما لا سببه الخبيث والطيب فيكره (الشاميه ، كتاب الصلاة مطلب فى احكام المسجد ، ۱ / ۶۵۸ ط . سعيد)

(۴) فى العالمگيرية : ولا يجوز قبول هدية امراء الجور لان الغالب فى مالهم الحرمة ، الا اذا علم ان اكثر ماله حلال بان كان صاحب تجارة او زرع فلا باس به لان اموال الناس لا تخلوا عن قليل حرام فالمعتبر الغالب. وكذا اكل طعامهم . كذافى الاختيار (لتعليل المختار) شرح المختار (كتاب الكراهية الباب الثانى عشر فى الهدايا والضيافات ،ط ماجدية، كوئته ۵ / ۳۴۲)

سٹہ کا نمبر بتا کر کمائی ہوئی آمدنی مسجد پر خرچ کرنا

(سوال) زید جو ایک فاسق آدمی ہے شریعت کا پابند نہیں اور جس کی کمائی یہ ہے کہ وہ سٹہ کا نمبر بتا بتا کر پیسہ وصول کرتا ہے کہ فلاں نمبر کھلے گا اور فلاں نہیں گو وہ خود نہیں کھیلتا۔ اس نے ایک مسجد میں فرش لگوایا دروازہ بنوایا اور کنویں میں پمپ لگوایا۔ اس مسجد میں نماز پڑھنا کیسا ہے ؟

المستفتی نمبر ۱۹۴۲ احمد نور خاں (اندور) ۲۸ صفر ۱۳۵۵ھ م ۲۰ مئی ۱۹۳۶ء

(جواب ۵۴) سٹہ کا نمبر بتا کر پیسہ وصول کرنا کمائی کا ناجائز ذریعہ ہے۔ اس ذریعہ سے حاصل کیا ہوا مال شرعاً مال طیب نہیں۔(۱) لہذا ایسے مال کو مسجد میں لگانا ناجائز ہے اور اسے روکا جا سکتا ہے۔ اگر کسی مسجد میں جو پہلے سے شرعی مسجد ہے اس قسم کے غیر طیب مال سے کوئی تعمیر کرائی گئی ہو تو اس مسجد میں نماز تو جائز ہے کیونکہ وہ پہلے سے باقاعدہ مسجد ہے۔ البتہ ان اشیاء سے نفع اٹھانا مکروہ ہے اور اس سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ فرش پر جو خراب مال سے لگوایا گیا ہے اپنا کپڑا بچھا لیا جائے۔ نل سے وضو نہ کیا جائے وغیرہ۔ اور ان چیزوں کی لاگت اگر پاک مال سے ادا کر دی جائے تو یہ چیزیں قابل انتفاع ہو جائیں گی۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

مخنث کی کمائی سے بنائی گئی مسجد کا حکم

(سوال) اگر کوئی مخنث شخص اپنے کسب کردہ مال سے مسجد بنوائے تو اس مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور وہ مسجد مسجدوں کے حکم میں ہوگی یا نہیں۔ اور مخنث کا ذریعہ کسب گانا بجانا اور بلا ضرورت سوال کرنا اور مانگنا اور بچوں کی پیدائش کے وقت مسلم و غیر مسلم سے مبارکبادی کے ذریعہ رقم وصول کرنا ہوتا ہے۔ اگر جائز نہ ہو تو اس صورت میں کوئی مسلمان اپنے حلال مال سے اس مخنث کو رقم صرف کردہ دے کر اس مسجد کو احکام مسجد میں کر سکتا ہے ؟

المستفتی نمبر ۱۱۱۵ مولوی عبدالعزیز صاحب (ڈیرہ اسمٰعیل خاں) ۱۷ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ م ۶ اگست ۱۹۳۶ء

(جواب ۵۵) اگر یہ مسجد مسجد قدیم ہے اس کی تعمیر جدید ہیجڑے نے اپنے مال حرام سے کی ہے تو وہ مسجد تو حقیقۃً مسجد ہے۔ تعمیر جدید میں حرام مال لگائے جانے سے اصل مسجد حکم مسجدیت سے نہیں نکل سکتی اس میں نماز جائز اور مسجد ثواب بھی ملے گا۔ ہاں حرام مال کی تعمیر سے نفع اٹھانا موجب کراہت ہے۔(۳) تو اگر کوئی مسلمان اس کو اس کی خرچ کی ہوئی رقم واپس کر دے تو پھر مسجد میں بلا کراہت نماز درست ہے۔ اور اگر مسجد کی زمین بھی اس ہیجڑے کی وقف کردہ ہے تو وہ مسجد مسجد شرعی نہیں ہوئی اور اس میں مسجد کا ثواب نہیں اگرچہ

(۱) انما الخمر والمیسر رجس من عمل الشیطان ، الآیة

(۲) (قوله لو بما له الحلال) قال تاج الشریعة : اما لو انفق فی ذالك ما لا خبیثاً وما لا سببه الخبیث والطیب، فیكره ،لان الله تعالیٰ لا یقبل الا الطیب، فیكره تلویث بیته ما لا یقبله اه شرنبلالیة .(الشامیة ، كتاب الصلاة ،مطلب كلمة لا باس دلیل علی ان المستحب غیره ، لان الباس الشدة ، قبیل مطلب فی افضل المساجد ، ۱/ ۶۵۸ ط. سعید) (قلت استفید منه الكراهة اذا كان ماله مختلطا بالطیب والخبیث ، واما الحرام الخالص فهواشد، فینبغی ان لا یجوز)

(۳) حوالہ بالا نمبر ۲

اس میں نماز بکراہت ادا ہو جائے گی۔ لیکن مسجد کا ثواب نہ ہوگا۔(۱) اور اس صورت میں بھی اگر اس کی خرچ کی ہوئی رقم اس کو دے دی جائے اور رقم ادا کرنے والا اس کو اپنی طرف سے مسجد قرار دے دے تو پھر وہ صحیح طور پر مسجد ہو جائے گی۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

رنڈیوں اور ہیجڑوں کی تعمیر کردہ مساجد میں نماز پڑھنا

(سوال) رنڈیوں اور ہیجڑوں کی تعمیر کردہ مساجد میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟
(۱) جو علماء کہ نماز پڑھنے کا حکم فرماتے ہیں وہ اپنی دلیل میں بیت اللہ یعنی کعبہ شریف و بیت المقدس کی تعمیر کا حوالہ پیش کرتے ہیں۔ (۲) جو علماء کہ نماز ناجائز ہونے کی دلیل پیش کرتے ہیں وہ مسجد ضرار تعمیر کردہ منافقین کا حوالہ پیش کرتے ہیں۔

المستفتی نمبر ۱۳۷۵ محمد شفیع خان (فیروز آباد آگرہ) ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ م ۱۰ مارچ ۱۹۳۷ء

(جواب ۵۶) ایسی مسجدوں میں جو رنڈیوں اور ہیجڑوں کی تعمیر کردہ ہوں نماز جائز تو ہے مگر مسجد کا ثواب نہیں ملتا۔(۳) اگر مسجدوں کے بانی موجود ہوں اور ان کو ان مساجد کی لاگت کی رقم مال حلال سے ادا کر دی جائے تو وہ جائز مسجدیں ہو جائیں گی۔ فقط(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

پیشہ ور زانیہ عورت کی کمائی کی مسجد میں نماز پڑھنا

(سوال) عرصہ ۳۵ سال کا گذرا ایک زانیہ عورت (رنڈی) جو کہ زنا کا پیشہ کرتی تھی ایک عورت رئیس کے پاس رہتی تھی۔ اس کے پاس اس کی کمائی ناجائز سے دس پندرہ ہزار روپیہ تھا۔ اس نے خیال کیا کہ اگر اس روپے سے ایک جامع مسجد قصبہ کے اندر تعمیر کرادی جائے تو بہت ثواب ہو۔ اس خیال سے اس قصبہ کے اندر ایک جامع مسجد بڑی عالی شان بنوادی۔ مسجد تیار ہونے پر مسلمانوں سے نماز پڑھنے کے لئے کہا گیا تو مسلمانوں اور مولویوں نے یہ اعتراض پیدا کیا کہ یہ مسجد رنڈی کے سرمایہ سے بنی ہے لہذا ہماری نماز اس میں نہیں ہوگی۔ اور سب مسلمانوں نے اس مسجد میں نماز پڑھنے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد اس رنڈی نے مسلمانوں کو یہ دھمکی دی کہ تم لوگ اگر اس مسجد میں نماز نہیں پڑھتے ہو تو میں اس مسجد میں ٹھاکر جی کا بت رکھوا کر مندر بنوا دوں گی۔ اس کلمہ کے سنتے ہی چند پیر صاحبان اور مولوی صاحبان نے یہ فتویٰ دیا کہ بت خانہ سے تو مسجد ہزار درجہ بہتر ہے اور سب مسلمان اس مسجد میں نماز پڑھنے لگے۔ جب سے اب تک ۳۰۔۳۵ سال کا عرصہ گذرا ہوگا برابر اس

(۱) بنی مسجداً علی سور المدینة لا ینبغی ان یصلی فیه ...... فالصلاة فیها مکروهة تحریما فی قول و غیر صحیحة فی قول (الشامیة ، کتاب الصلاة ، مطلب فی الصلاة ، فی الارض المغصوبة ج : ۱ / ۳۸۱ ، سعید)
(۲) بنی مسجداً فی ارض غصب ، لا باس بالصلاة فیه (شامیة ، کتاب الصلاة ،مطلب فی الصلاة فی الارض المغصوبه ۱ / ۳۸۱)
(۳) تکره الصلاة فی ارض مغصوبة اوللغیر (درمختار ، کتاب الصلاة : ۱ / ۳۸۱ ط . سعید)
(۴) مایاخذ من المال ظلما ، ویخلطه بما له وبمال مظلوم آخر یصیر ملکا له ...... نعم لا یباح الا نتفاع به قبل اداء البدل فی الصحیح من المذهب (ردالمحتار کتاب الزکاة، مطلب فی التصرف من مالحرام ۲ /۲۹۲ ط . سعید)

مسجد میں عیدین و جمعہ و پنجوقتہ نمازیں پڑھی جا رہی ہیں۔ لیکن اتنا عرصہ نکل جانے کے بعد اب کچھ مولوی صاحبان اس مسجد میں نماز پڑھنے کو ناجائز بتلاتے ہیں تو اب ہم مسلمانان قصبہ آپ سے فتویٰ طلب کرتے ہیں کہ اس مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور جب ہم لوگ اس مسجد میں نماز پڑھیں گے تو وہ مسجد بغیر اذان بتی کے ویران ہو جائے گی تو اس میں ہم لوگ گنہگار ہوں گے یا نہیں۔ اب اس عالی شان مسجد کو قفل لگا کر بند کر دینا چاہئے یا کیا کرنا چاہئے؟

المستفتی نمبر ۲۱۹ محبوب خاں صاحب (ریاست دھولپور) ۱۴ ذی قعدہ ۱۳۵۶ھ م ۱۷ جنوری ۱۹۳۸ء

(جواب ۵۷) اس مسجد میں نماز ہو جاتی ہے۔(۱) اس کو چھوڑ دینا اور ویران کر دینا مناسب نہیں۔(۲) جب کہ اس کا کوئی مالک نہیں تو مسلمان اس پر متسلط ہیں اور وہ اس کو مسجد قرار دے سکتے ہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

ذاتی چیز بیچ کر اس کی قیمت سے بنائی ہوئی مسجد کا حکم

(سوال) ایک شخص نے مسجد کے سامنے ایک گائے کا بچہ یعنی بیل لے جا کر مسجد کے مصلیوں کے پاس یہ کہا کہ یہ بچہ آپ لوگوں کے سامنے چھوڑ دیتا ہوں۔ یہ بیل بلا تخصیص ہندو اور مسلمانوں کی زراعت کھا کر جب بڑا ہو جائے گا تب اس کو بیچ کر جو قیمت حاصل ہوگی اسی سے یہ مسجد کی چھاؤنی وغیرہ دیا جائے گا۔ اب اس قسم کے چھوڑے ہوئے بیل کی قیمت سے مسجد بنانا یا مرمت کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اور اگر واقعی میں کوئی شخص اس قسم کی مسجد بنادے تب اس میں نماز پڑھنا بھی جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۲۳۱ مولوی عبدالقادر صاحب دارالعلوم دیوبند ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ م ۲۲ جون ۱۹۳۸ء

(جواب ۵۸) وہ بیل چھوڑ دینے کے بعد بھی اسی کی ملکیت میں رہا۔ اس شخص کی ملک سے خارج نہیں ہوا۔ پس اگرچہ اس کا یہ فعل ناجائز تھا کہ بیل کو دوسرے لوگوں کی کھیتی کھانے کے لئے آزاد چھوڑ دیا لیکن بیل کا وہ مالک رہا اور جب اس نے اسے فروخت کر کے اس کی قیمت مسجد میں لگا دی تو وہ مسجد بیت میں کوئی خلل پیدا نہیں کرے گی۔ مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہوگا(۳) اور بیل نے جن لوگوں کی کھیتی کھائی ہے ان کے نقصانات کا ضمان اس شخص کے ذمہ عائد ہوگا۔(۴)　　محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) بنی مسجدا فی ارض غصب لا باس بالصلاۃ فیہ، (شامیۃ، کتاب الصلاۃ، مطلب فی الصلاۃ فی الارض المغصوبۃ ۱ / ۳۸۱) وفیہا ایضا (قولہ وشرطہ سائر التبرعات) افاد ان الواقف لابد ان یکون مالکہ وقت الوقف ملکا باتا ولو بسبب فاسد وفیہا وصح وقف ما شراہ فاسدا بعد القبض وعلیہ القیمۃ للبائع، وکالشراء الہبۃ الفاسدۃ بعد القبض (کتاب الوقف ۴ / ۳۴۰، ۳۴۱ ط سعید)

(۲) فی الکبری: مسجد مبنی اراد ان ینقضہ ویبنیہ ثانیا احکم من البناء الاول، لیس لہ ذلک، لانہ لا ولایۃ لہ، وتاویلہ اذا لم یکن الباقی من اہل تلک المحلۃ. (عالمگیریۃ کتاب الوقف الباب الحادی عشر ۲ / ۴۵۷ ط ماجدیہ)

(۳) (قولہ وشرطہ شرط سائر التبرعات) افاد ان الواقف لا بد ان یکون مالکہ وقت الوقف ملکا باتا (الشامیۃ، کتاب الوقف ۴ / ۳۴۰ ط سعید)

(۴) قال فی الشامیۃ (قولہ من ہدم حائط غیرہ ضمن نقصانہ) فی شرح النقایۃ للعلامۃ قاسم: ان شاء ضمنہ قیمۃ الحائط وان شاء اخذ النقض وضمنہ النقصان، ولیس لہ ان یجبرہ علی البناء کما کان لان الحائط لیس من ذوات الامثال الخ (رد المحتار، کتاب الغصب، مطلب فیما لو ہدم حائط ج ۶ صفحہ ۱۸۱ سعید)

سود کا روپیہ مسجد پر لگانا ناجائز ہے

(سوال) سود کا روپیہ مسجد یا مدرسہ میں لگایا جا سکتا ہے یا نہیں ؟

(جواب ۵۹) سود کا روپیہ نہ مسجد میں لگایا جا سکتا ہے نہ مدرسہ میں۔(۱) وہ تو جس سے لیا ہے اس کو واپس دیا جائے۔ یہ ممکن نہ ہو تو خیرات کر دیا جائے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

حرام مال سے ، یا قرض لے کر مسجد تعمیر کرنا

(الجمعیۃ مورخہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۲۵ء)

(سوال) اگر کوئی زن بازاری مذہبا مسلمان اپنا مال جو کہ بذریعہ کسب حرام ایک ہندو آشنا سے اس نے حاصل کیا ہے ، تعمیر صحن مسجد میں صرف کرنا چاہے تو مسلمانوں کو رد کرنا چاہئے یا قبول ؟ اگر وہ عورت بقدر تعمیر صحن مسجد کسی سے روپیہ قرض لے کر تعمیر صحن میں صرف کر دے اور قرضہ اپنے مال سے ادا کر دے تو اس کو اجازت دی جا سکتی ہے یا نہیں ؟ مال حرام سے تعمیر مسجد جائز ہے یا نہیں ؟

(جواب ۶۰) خاص وہ مال جو اس نے حرام کے ذریعہ سے حاصل کیا ہے ہرگز نہیں لینا چاہئے۔ مال حرام سے مسجد کی تعمیر ناجائز ہے۔(۳) زر قرض سے اگر وہ صحن مسجد تعمیر کرائے تو جائز ہے۔(۴) اور اگر مسلمان اجازت دے دیں تو ان پر بھی کوئی الزام نہیں۔ کیونکہ قرض سے جو مال اس نے حاصل کیا ہے وہ حلال ہے(۵) اور یہ لازم نہیں آتا کہ مسجد میں مال حرام لگایا گیا۔ آئندہ ادائے قرض کا معاملہ اس کے اور دائن (قرض خواہ) کے درمیان ہے وہ جانے اور اس کا قرض خواہ۔ اگر دائن غیر مسلم ہو تو ہمیں اس سے بحث نہیں۔ اگر مسلمان ہو تو اس کو اپنے قرضے میں مال حرام لینا جائز نہ ہوگا۔(۶) محمد کفایت اللہ غفر لہ،

سودی اور ووٹ کے عوض لی ہوئی رقم مسجد پر لگانا

(الجمعیۃ مورخہ ۹ جنوری ۱۹۳۷ء)

(سوال) (۱) اگر کسی شخص نے بنک کا سود لے کر مسجد بنانے میں خرچ کر دیا تو کیسا ہے ؟

(۲) ووٹ دینے کے لئے جو روپیہ ووٹروں کو دیا جاتا ہے اس سے مسجد عیدگاہ اور قبرستان بنوا سکتے ہیں یا نہیں ؟

(جواب ۶۱) (۱) بینک سے لیا ہوا سود کا روپیہ صدقہ کر دینا چاہئے مسجد میں نہیں لگانا چاہئے(۱)

---

(۱) لا يجوز قبول هدية امراء الجور لان الغالب في مالهم الحرمة (عالمگيرية، كتاب الكراهية الباب السادس عشر في الهدايا ج : ٥ صفحه ٣٤٢)

(۲) وعلى هذا قالوا : لومات الرجل وكسبه من بيع الباذق او الظلم اواخذ الرشوة ، يتورع الورثة ولا يا خذون منه شيئ وهو اولى بهم ويردونها على اربابها ان عرفوهم والا تصدقوا بها لان سبيل الكسب الخبيث التصدق اذا تعذر الرد على صاحبه (رد المحتار ، كتاب الحظر والاباحة ، فصل في البيع ج : ٦ / ٣٨٩ ، سعيد)

(۳) ايضا بحواله سابق نمبر ٤ ، صفحه ۴۳

(۴) لان الملك ماهو شانه ان يتصرف فيه بوصف الاختصاص (رد المحتار ، كتاب الوقف ، ج : ٤ ، ٥٠٢ ، سعيد)

(۵) ويملك القرض المستقرض بالقرض الصحيح (ردالمحتار ، فصل في القرض ، ج ٥ / ١٦١ ، سعيد)

(۶) لو كان الخبيث نصابا لا يلزمه الزكوة لان الكل واجب التصدق ، فلا يفيدايجاب التصدق ببعضه ومثله في البزازية (ردالمحتار ، كتاب الزكاة ، باب زكوة الغنم ، ج ٢ / ٢٩١ ، سعيد)

(۲) ووٹ کی قیمت لینا جائز نہیں(۱) اور اس پیسے کو مسجد میں لگانا بھی جائز نہیں محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

فصل یازدہم
سمت قبلہ
صحیح سمت قبلہ سے منحرف مسجد کو گرا کر دوبارہ تعمیر کرنا

(سوال) ایک مسجد زیادہ ٹیڑھی بن گئی اور بعد مدت کے معلوم ہوا کہ ٹیڑھی ہے تو اس کو منہدم کر دینا چاہئے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۱۴۰۵ منشی عبدالوحید صاحب (ضلع بلند شہر) ۷ صفر ۱۳۵۶ھ م ۱۸ اپریل س ۱۹۳۷ء

(جواب ۶۲) اگر اس کو منہدم کر کے از سر نو تعمیر کرنے کا سامان ہو تو منہدم کر کے جدید تعمیر کر لینا جائز ہے اور جب تک اس کی وسعت نہ ہو تو اس میں صحیح خطوط صفوں کے قائم کر کے نماز ادا کرنی چاہئے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

فصل دوازدہم
غیر مسلم کا مال مسجد میں لگانا
غیر مسلم کی زمین اور مال مسجد کے استعمال میں لانا

(سوال) (۱) اگر کوئی کافر یا مشرک ہندو بغیر عوض زمین دے تو اس زمین پر مسجد بنانا از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں ؟ (۲) مسجد میں کافر یا مشرک (ہندو) روپیہ وغیرہ کی امداد کرے تو وہ لینا جائز ہے یا نہیں۔ (۳) اگر بجائے روپیہ، اینٹ، چونا، پتھر، لکڑی وغیرہ کی رعایتاً امداد کرے تو وہ بھی قبول ہو سکتی ہے یا نہیں۔ (۴) مندرجہ بالا امداد کی بناء پر جو مسجد تعمیر ہوئی ہو آیا اس مسجد میں نماز ہو سکتی ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۶۷۳ فقیر سید منور علی صاحب (بمت نگر) ۶ جمادی الثانی ۱۳۵۶ھ ۱۴ اگست ۱۹۳۷ء

(جواب ۶۳) (۱) اگر ہندو اپنی خوشی سے زمین کسی مسلمان کو دے دے اور وہ مسلمان اس زمین کو اپنی طرف سے مسجد کے لئے وقف کر دے اور اس پر مسجد بنائی جائے تو جائز ہے اور مسجد صحیح طور پر مسجد ہو جائے گی۔(۳)

---

(۱) ولا یجوز اخذ المال لیفعل الواجب . (رد المحتار ، کتاب القضا، مطلب فی الکلام علی الرشوة والهدیة ، ج : ۵/ ۳۶۲ ، سعید)

(۲) مسجد مبنی اراد رجل ان ینقضه ویبنیه ثانیاً احکم من البناء الا ول ، لیس له ذلك لا نه لا ولا یة له کذا فی المضمرات وفی النوازل : الا ان یخاف ان ینهدم ، کذافی التاتار خانیة، وتا ویله اذالم یکن البانی من اهل تلك المحلة ، واما اهل تلك المحلة فلهم ان یهد موا ویجد دوابناء ویفر شوا الحصیرو یعلقوا القنا دیل ، لکن من مال انفسهم ، اما من مال المسجد فلیس لهم ذلك الا بامر القاضی .(عالمگیریه، الباب الحادی عشر ، ج : ۲ /۴۵۷ ، ماجدیه)

(۳) قال صاحب الدر المختار فی کتاب الوقف (وسببه اداء ة محبوب النفس) فی الدنیا ببرالاحباب فی الآخرة بالثواب یعنی بالنیة من اهلها، لانه مباح بدلیل صحته من الکافر، وقال العلامة الشامی : یعنی قدیکون مباحاً کما، عبرفی البحر، والمرادانه لیس موضوعا للتعبدبه کالصلاة والحج بحیث لایصح من الکافر اصلابل التقریب به موقوف علی نیة القربة، منهو بدونها مباح حتی یصح من الکافر کالعتق والنکاح. (ردالمحتار کتاب الوقف اوائله، ص ۳۳۹ ط سعید) قال (ومصرف الجزیة والخراج ومال التغلبی وهدیتهم الخ)...... (مصالحنا وکذاتغور وبناء قنطرة وجسر وکفایة العلماء) قال العلامة الشامی، لقوله وبناء قنطرة وجسر)...... ومثله بناء مسجد وحوض، ورباط...... وکذا النفقة علی المساجد کمافی زکاة الخانیة، فیدخل فیه الصرف علی اقامه شعائرهامن وظائف الامامة والاذان ونحوهما بحر (ردالمحتار ، کتاب الجهاد، مطلب فی مصارف بیت المال، ۲۱۷/۴، ط. سعید)

(۲) اسی طرح کافر کی دی ہوئی چیز مسجد میں لگانی بھی جائز ہے۔ یعنی کافر اپنی خوشی سے کسی مسلمانوں کو کوئی چیز دے دے اور وہ مسلمان اپنی طرف سے مسجد میں لگادے۔(۱) (۳) اس کا حکم بھی وہی ہے جو نمبر ۲ میں لکھا گیا ۔(۲) (۴) نمبر ایک کا جواب دیکھو۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔ دہلی۔

غیر مسلم کی رقم سے تعمیر شدہ مسجد میں نماز پڑھنا

(سوال) ایک قدیم زمانہ کی بہت پرانی مسجد ہے جو ایسی جگہ واقع ہے کہ جس کے پس و پیش آج سے چند سال پیشتر مسلم آبادی کی ایک زبردست گٹی تھی۔ تقریباً دس گیارہ سال کا عرصہ ہوتا ہے کہ یوروپین کمپنی نے ایک غیر مسلم زمیندار سے جٹ میل کی تعمیر کے لئے ایک وسیع سے وسیع تر خطہ زمین خرید کرلی۔ چنانچہ جامع مسجد بھی وسط زمین پر گئی۔ اب کمپنی نے آبادی کو ہٹانے کے لئے ایڑی چوٹی کی کوشش اور زور لگایا اور باشندوں پر جگہ چھوڑ دینے کے لئے نہایت جبر و تشدد کرنا شروع کیا۔ آخر کار یہ لوگ مجبور ہو کر اس جگہ کو خیر باد کہتے ہوئے مختلف سمت میں منتشر ہو کر بود و باش اختیار کر چکے ہیں۔ اب ان حضرات کو اس مسجد کے ساتھ دور کا تعلق بھی باقی نہیں رہا کیونکہ کمپنی نے شہر پناہ کی طرف چار دیواری کھینچ دی اور مسجد ایک گوشہ بیابان پر گئی۔ جہاں بازاری اور آبادی کے لوگوں کا گذر شاذ و نادر ہوتا ہے۔ اب کمپنی کی یہ سعی و کوشش ہونے لگی کہ مسجد کو شہید کردیا جائے اور عیدگاہ کی زمین پر جو عین مسجد سے متصل ہے مشرقی و جنوبی حصہ پر پڑتی ہے قبضہ کرلیا جائے یا معاوضہ میں مسلمان جہاں کہیں بھی دوسری جگہ منتخب اور پسند کریں مسجد بنوا دی جائے اور عیدگاہ کے لئے بھی زمین دی جائے۔ لیکن اس جٹ میل کی مسلم مزدور پارٹی نے اس بات سے انکار کردیا کہ اسلامی مذہب ہمیں اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ دوسری جگہ مسجد بنوائی جائے۔ غرض یہ کہ کمپنی کو اس حرکت ناشائستہ سے باز رکھنے کے لئے ان ہی مزدور غریب نے انتہائے جوش و خروش کے ساتھ جانی و مالی ایثار و قربانی کا نمایاں طریقہ پر ثبوت پیش کیا۔ اس سلسلہ میں چھ سات سال تک کمپنی سے مقدمہ بازیاں بھی ہوتی رہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کمپنی نے مسلمانوں کے مطالبات منظور کر کے باہمی مقدمہ بازی کا تصفیہ کرلیا کیونکہ مسجد کی صیانت و حفاظت اور آبادی کا دار و مدار اب ان ہی غریب مزدوروں پر ہے جن کا رہنا سہنا جٹ میل کی چار دیواری کے اندر اندر ہے۔ لہذا تصفیہ مقدمہ کے موقع پر کمپنی نے برضا رغبت اپنے مزدوروں کی مزید سہولت کے لئے باضابطہ برقی روشنی اور وضو کے لئے مسجد میں حوض اور پانی کا انتظام کردیا ہے۔ اب اس کے متعلق مندرجہ ذیل مسائل دریافت طلب ہیں۔

(۱) حوض اور پانی کا نظم نیز برقی روشنی کا انتظام مسجد میں جو یوروپین کمپنی کی طرف سے ملا ہوا ہے کیا اس پانی سے

---

(۱) (۲) (۳) قال صاحب الدر المختار فی کتاب الوقف (وسببه اداء ة محبوب النفس) فی الدنیا ببر الاحباب فی الآخرة بالثواب یعنی بالنیة من اهلها، لانه مباح بدلیل صحته من الکافر، وقال العلامة الشامی : یعنی فقدیکون مباحاً کما، عبرفی البحر، والمرادانه لیس موضوعا للتعبدبه کالصلاة والحج بحیث لایصح من الکافر اصلابل التقریب به موقوف علی نیة القربة، منهو بدونها مباح حتی یصح من الکافر کالعتق والنکاح. (ردالمحتار کتاب الوقف اوائله، ص ۳۳۹ ط سعید) قال (ومصرف الجزیة والخراج ومال التغلبی وهدیتهم الخ)...... (مصالحنا و کذاتغور وبناء قنطرة وجسر و کفایة العلماء) قال العلامة الشامی، لقوله وبناء قنطرة وجسر)...... ومثله بناء مسجد وحوض، ورباط...... وکذا النفقة علی المساجد کمافی زکاة الخانیة، فیدخل فیه الصرف علی اقامة شعائرهامن وظائف الامامة والاذان ونحوهما بحر (ردالمحتار ، کتاب الجهاد، مطلب فی مصارف بیت المال، ۲۱۷/٤، ط. سعید)

وضو کرنا اور حالت نماز میں اس روشنی سے فائدہ اٹھانا شرعاً جائز ہو سکتا ہے یا نہیں ؟
(۲) وہ مسجدیں جس کو یوروپین کمپنی نے عام مسلمانوں کو نماز پڑھنے کے واسطے ذاتی اخراجات سے بنوادیا ہے کیا وہ مسجدیں مسجد کہلائی جاسکتی ہیں یا نہیں۔
(۳) مسجد میں نماز پڑھنے کی جو فضیلتیں اور بزرگیاں قرآن اور حدیث میں آئی ہیں وہ کمپنی کی بنوائی مسجدوں میں حاصل ہو سکتی ہیں یا نہیں۔
(۴) کمپنی از سر نو تعمیر کرنا چاہتی ہے۔ کیا شرعاً تعمیر کروائی جاسکتی ہے یا نہیں۔
(۵) کمپنی نے مفاہمت اور مصالحت مقدمہ کے سلسلہ میں جو زمین کہ نماز عیدین کے لئے چھوڑ دی ہے اس عیدگاہ میں نماز عیدین جائز ہو سکتی ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۲۲۴۷ حافظ عبدالکریم انصاری۔ ضلع ہگلی ۳ رجب ۱۳۵۶ھ م ۹ ستمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ٦٤) (۱) بلا شبہ جائز ہے۔(۱) (۲) اگر وہ مسجدیں کسی مسجد کے معاوضہ میں نہیں بلکہ ابتدائی طور پر کمپنی نے از خود بنادی ہیں اور مسلمانوں کو دے دی ہیں تو ان میں نماز پڑھنا جائز ہے۔(۲) (۳) اگر کمپنی نے اپنے مالکانہ حقوق سے دستبرداری کرلی ہو اور مسلمان مسجد کے متعلق پورے بااختیار ہوں تو مسجد کا ثواب بھی ملے گا۔(۳) (۴) کمپنی کو چاہئے کہ مسلمانوں کو روپیہ دے دے اور مسلمان اپنے اہتمام سے تعمیر کریں تو یہ جائز ہے۔(۴) (۵) جائز ہے۔(۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔ دہلی۔

مسجد پر کافر کا روپیہ خرچ کر کے اس میں نماز پڑھنا

(سوال) اگر کافر نماز پڑھنے کے لئے مسجد بنادے تو اس میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟
(۲) مسجد بنانے میں کافر کا روپیہ خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۲۶۳۳ مولوی عبدالحق امام مسجد دوحد ضلع پنچ محل ۱۳ جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ ۲۰ جولائی ۱۹۴۰ء

(جواب ٦٥) (۱) کافر اگر مسجد تعمیر کر کے مسلمانوں کو بخش دے اور مسلمان اس کو مسجد قرار دے کر نماز پڑھیں تو جائز ہے۔(۶) (۲) مسجد میں کافر کا روپیہ جب کہ اس نے اپنی خوشی سے دیا ہو لے کر خرچ کرنا مباح ہے۔(۷) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

ہندو کا مال مسجد میں لگانا

(سوال) ہندو کا مال مسجد میں لگانا درست ہے یا نہیں ؟ المستفتی محمد سلیمان پٹیالوی

(جواب ٦٦) ہندو اگر اپنی خوشی سے کوئی مال دے دے تو اسے مسجد میں لگانا درست ہے البتہ اس سے مسجد کے لئے طلب کرنا نہیں چاہئے۔(۸) محمد کفایت اللہ غفر لہ، مدرس مدرسہ امینیہ دہلی۔

---

(۱) قال فی الدر المختار (ومصرف الجزیة والخراج ومال التغلبی وهدیتهم الخ)...... مصالحنا الخ وفی الشامیة (قوله وبناء قنطرة وجسر)...... مثله بناء المسجد الخ (۲۱۷/٤)
(۸،۷،٥،۲) ولوقال یسرج به بیت المقدس اویجعل فی مرمة بیت المقدس جاز. (عالمگیریه کتاب الوقف، الباب الاول، ج: ۲، ص ۳٥۳، ماجدید)
(٦،٤،۳) ونظیره (آی تبدل الملك كتبدل العین) المشتری شراءً فاسداً اذا أباح لغیره لایطیب له ذلك، ولو ملكه یطیب. (هدایه، باب موت المكاتب، ج : ۳/ ۳۳۹، شركة علمیه ملتان)

الجواب صحیح بندہ ضیاء الحق عفی عنہ مدرسہ امینیہ دہلی۔

مسجد میں ہندو کا مال لگانا بلا حیلہ درست نہیں۔ مولوی عبدالحئی صاحب مرحوم لکھتے ہیں :

"حسب تصریح معتبرات مال ہنود کا تعمیر معابد خاصہ اہل اسلام میں صرف کرنا درست نہیں ہے۔ بناء علیہ صورت مسئلہ میں روپیہ ہنود کا خواہ بتحریک غیر خواہ بلا تحریک دیں نہیں لینا چاہئے۔" (فتاویٰ عبدالحئی (۱) ص ۳۴۳) نیز ماکان للمشرکین ان یعمروا مساجد الله کے تحت میں صاحب مدارک لکھتے ہیں۔ عمارتہا مااسترم منہا وقمہا وتنظیفہا وتنویرہا بالمصابیح الخ۔ (۲) سراج المنیر میں ہے۔ ماینبغی للمشرکین ان یعمروا مساجد الله بدخولہ والقعود فیہ وخدمتہ وذہب جماعۃ الی ان المرادمنہ العمارۃ المعروفۃ من بناء المسجد وترمیمہ عند خرابہ الخ۔ (۳) احمدی۔ ماصح للمشرکین وماستقام لہم الجمع بین المتنافیین عمارۃ بیت الله وعبادۃ غیرہ نعلم منہ ان البناء الجدید ممنوع لہم بالطریق الاولیٰ فان اراد کافران یبنی مساجد اویعمر یمنع منہ الخ۔ (۴)

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندو کا مال مسجد میں نہ لگانا چاہئے۔ ہاں کسی مسلمان سے قرض لے کر مسجد میں لگادیا جائے پھر اس قرض کو ہندو ادا کردے۔ جیسا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے زر رشوت کے بارے میں لکھا ہے کہ قرض لے کر مسجد میں لگادیا جائے اور وہ قرض زر رشوت سے ادا کردیا جائے۔ اسی قیاس پر ہندو کے مال سے روزہ افطار کرنا بھی ہونا چاہئے کیونکہ قربت محضہ ہے۔ محمد عبداللطیف عفی عفاعنہ مدرسہ فتح پوری۔ دہلی

اقول وبالله التوفیق۔ اصل سوال یہ تھا کہ مسجد میں ہندو کا مال لگانا درست ہے یا نہیں۔ خاکسار نے اس کے جواب میں لکھا کہ ہندو اگر اپنی خوشی سے کوئی مال دے دے تو اسے مسجد میں لگانا درست ہے۔ البتہ اس سے مسجد کے لئے طلب کرنا نہیں چاہئے۔ خاکسار کے اس مختصر جواب کی صحت بعض افاضل پر واضح نہ ہوئی اور مولانا عبدالحئی لکھنوی اور بعض کتب تفسیر کی عبارتوں سے ان کو اشتباہ ہو گیا اس لئے تھوڑی سی تفصیل کرنی مناسب ہے۔ ہندو کا مال مسجد میں لگانے کی کئی صورتیں ہیں۔

اول یہ کہ ہندو کوئی مال کسی مسلمان کو ہبہ کردے اور مسلمان اس مال کا مالک ہو کر اپنی جانب سے مسجد میں لگادے۔ مثلاً ہندو نے پختہ اینٹیں مسلمانوں کو دے دیں اور انہیں مالک بنادیا اور مسلمانوں نے یہ اینٹیں مسجد میں لگادیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ہندو نے کچھ روپیہ مسلمانوں کو دیا اور انہیں مالک بنادیا اور مسلمانوں نے اس روپے کو مسجد کی تعمیر میں خرچ کردیا۔ تیسری صورت یہ کہ ہندو نے کچھ سامان مثلاً اینٹ چونہ مسلمانوں کو اس طرح دیا کہ یہ سامان تم اپنی مسجد میں لگاؤ۔ یعنی مسلمانوں کو تملیک نہیں کی بلکہ انہیں لگانے کا وکیل بنا کردیا۔

(۱) (مجموعۃ فتاوی عبدالحئی کتاب المساجد، ص ۱۷۶ ط. سعید) (اس کی عبارت یہ ہے : سوال : مسجد کی تعمیر میں ہندو کا روپیہ لگانا جائز ہے یا نہیں ؟ جواب : نہیں۔)
(۲) (تفسیر المدارک، ۱/۶۱۳ سورۃ التوبۃ الجزء العاشر، رقم الایہ نمبر ۱۷)
(۳،۴) (التفسیرات الاحمدیۃ فی بیان الآیات الشرعیۃ، سورۃ التوبۃ، الجزء العاشر، رقم الایہ نمبر ۱۷، ۱/۴۵۴ المطبع الکریمی الواقع فی بمبئی)

چوتھی صورت یہ کہ اسی نے اسی طرح روپیہ مسلمانوں کو دیا کہ یہ روپیہ مسجد کی تعمیر میں خرچ کرو۔ پانچویں صورت یہ کہ کسی شکستہ مسجد کی کسی ہندو نے خود مرمت کرائی اور اپنا سامان یا روپیہ اس کی مرمت میں یا تعمیر میں خرچ کیا اور منتظم تعمیر بھی خود رہا۔

یہ پانچ صورتیں ہیں جن کا حکم خاکسار کے خیال میں یہ ہے :۔

پہلی اور دوسری صورت میں تو غالباً کسی کو اختلاف نہ ہوگا کہ جائز ہے- کیونکہ جب ہندو نے سامان یا روپے کا مالک مسلمانوں کو بنادیا تو اب وہ ہندو کا مال ہی نہ رہا بلکہ تبدل ملک سے حکماً تبدل عین ہو کر وہ مال مسلمانوں کا مال ہو کر مسجد میں لگا اور اس کے جواز میں کوئی اشتباہ نہیں اور یہی میرے جواب مذکورۂ بالا کا مصداق ہے کہ "ہندو اگر اپنی خوشی سے کوئی مال مسلمانوں کو دے دے تو اسے مسجد میں لگانا درست ہے- البتہ اس سے مسجد کے لئے مانگنا نہیں چاہئے۔"(۱)

تیسری اور چوتھی صورت کا حکم یہ ہے کہ خاکسار کے خیال میں یہ صورتیں بھی جائز ہیں۔ کیونکہ کافروں کا مال جب کہ وہ اپنی خوشی سے مسجد میں لگانے کے لئے دیں محض اس وجہ سے کہ وہ کافروں کا مال ہے لینے اور مسجد میں لگانے سے کوئی وجہ شرعی مانع نہیں ہے۔ خانہ کعبہ میں زمانہ جاہلیت کے دفائن حضور رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں موجود تھے اور حضور ﷺ نے ان کو نہیں نکالا اور نہ خلفائے راشدین نے نکالا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے نکالنے کا ارادہ بھی کیا لیکن شیبہؓ کے اس کہنے پر کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت صدیقؓ نے ان دفائن کو نہیں نکالا، فاروق اعظم نے بھی ارادہ ملتوی کر دیا۔(۲) اور ظاہر ہے کہ یہ مدفون خزانے خانہ کعبہ کے ملک ہیں اور اگر احیاناً خانہ کعبہ کی تعمیر کی ضرورت پڑے تو اس میں خرچ ہو سکتے ہیں اور خرچ کرنا جائز بھی ہے۔

پس اگر کافروں کا مال محض اس وجہ سے وہ کافروں کا مال ہے مسجد میں لگانے کے قابل نہ ہوتا تو مسجد حرام میں اس کا مدفون رہنا بھی جائز نہ ہوتا اور حضور انور ﷺ اس مال کو جب کہ وہ مال خبیث ہوتا اسی طرح خانہ کعبہ سے نکال پھینکتے جس طرح کہ بتوں اور تصویروں کو اس میں سے نکال پھینکا۔ اگر کہا جائے کہ شہر مکہ عنوۃ فتح ہوا ہے اس لئے یہ دفائن مسلمان فاتحین کی ملک ہو گئے تھے اس لئے مسجد میں بحالہا مدفون رکھے گئے تو جواب یہ کہ خانہ کعبہ کے دفائن کفار کی ملک نہیں تھے بلکہ مسجد حرام کی ملک تھے اور اوقاف صحیحہ کی املاک پر عنوۃ فتح ہونے کی صورت میں بھی مسلمان فاتحین کی ملک ثابت نہیں ہو سکتی۔ ان دفائن کا خانہ کعبہ کی ملک ہونا اس مسئلہ فقہیہ پر مبنی ہے کہ مسجد کے لئے اگر کوئی شخص کوئی مال ہبہ کرے اور متولی کو تسلیم کر دے تو مسجد اس مال کی مالک ہو جاتی ہے۔ یہ مسئلہ فتاویٰ عالمگیری میں مصرح موجود ہے۔(۳) اس سے زیادہ صاف اور واضح دلیل کافروں کے

(۱) ایضاً بحوالہ سابقہ ص ۳، ۴، ۶، ص ۷۸.

(۲) "عن ابی وائل قال جلست مع شیبة علی الکرسی فی الکعبة، فقال لقد جلس هذا المجلس عمر. فقال : لقد هممت ان لاادع فیها ولا بیضاء الاقسمته، قلت : ان صاحبیك لم یفعلا، قال : هما المرأن اقتدی بهما." (صحیح البخاری. کتاب المناسك، باب کسوة الکعبة، ج : ۱ ۲۱۷، قدیمی)

(۳) رجل اعطی درهما فی عمارة المسجد اومصالح المسجد صح، لانه وان کان لایمکن تصحیحه تملیکا بالهبة للمسجد فاثبات الملك للمسجد علی هذا الوجه صحیح، فیتم بالقبض (الی ان قال) ولو قال، وهبت داری للمسجد اواعطیتهاله صح ویکون تملیکا، فیشترط التسلیم، کمالوقال وقفت هذه المأة للمسجد یصح بطریق التملیك، اذا سلمه للقیم، کذافی الفتاویٰ العتابیة ، ولو قال هذه الشجرة للمسجد لا تصیر للمسجد حتی تسلم الی قیم المسجد کذا فی المحیط (الفتاویٰ العالمگیریة ، کتاب الوقف الباب الحادی عشر الفصل الثانی، ص ۲/ ۴۶۰)

مال سے مسجد کی تعمیر و مرمت کے جواز کی یہ ہے : **ومصرف الجزية والخراج ومال التغلبی وهديتهم للامام وانما يقبلها اذا وقع عندهم ان قتالنا للدين لاللدنيا وما اخذمنهم بلاحرب ومنه تركة ذمی وما اخذه عاشر منهم ظهيريه مصالحنا كسد ثغور وبناء قنطرة وجسر كفاية العلماء والمتعلمين تجنيس وبه يدخل طلبة العلم فتح والقضاة والعمال الخ**۔(۱) یعنی جزیہ اور خراج اور بنی تغلب سے جو صدقہ مضاعفہ کے حساب سے مال لیا جاتا ہے اور جو مال کہ کفار سلطان اسلام کو بطور ہدیہ دیں (یہ واضح رہے کہ یہ ہدیہ سلطان کی ذاتی ملکیت میں داخل نہیں ہوتا) اور جو مال کہ کفار سے ترک جنگ کے شکریہ کے طور پر لیا جائے اور وہ مال جو ہمارے عاشر ان سے وصول کرے ان تمام اموال کا مصرف ہماری مصلحتوں کے کام ہیں۔ جیسے سرحدوں کی حفاظت، دریاؤں کے پل بنانا، علماء، طلباء، قاضیوں کے وظائف، اسلامی فوج اور ان کی اولاد کی تنخواہیں وغیرہ۔ ان پر علامہ شامیؒ فرماتے ہیں : **ومثله بناء مسجد وحوض ورباط وكرى انهار عظام غير مملوكة كالنيل والجيحون. قهستانى. وكذا النفقة على المساجد كمافى زكوة الخانية فيد خل فيه الصرف على اقامة شعائرها من وظائف الا مامة والاذان ونحوهما. بحرانتهى**۔(۲) یعنی "جیسے مذکورۂ بالا چیزوں میں یہ تمام اموال کفار خرچ کرنا جائز ہے اسی طرح ان مالوں سے مسجدیں بنانا، حوض اور رباط بنانا، بڑی بڑی غیر مملوک نہریں کھدوانا جیسے نیل اور جیحوں ہیں اور مساجد کے دیگر اخراجات میں خرچ کرنا اور اماموں اور موذنوں کو وظائف دینا جائز ہے۔" اس صاف و صریح فقہی حکم کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ کافروں نے اپنی خوشی سے جو مال دیا ہو اس کا مسجد میں لگانا ناجائز ہے۔

اگر شبہ کیا جائے کہ جزیہ اور خراج بوجہ وظیفہ شرعیہ ہونے کے ان کے ذمہ واجب الادا ہے اس لئے ان سے وصول کئے جانے کے بعد وہ مال کفار نہ رہا تو جواب یہ ہے کہ یہ حکم اموال واجبۃ الاخذ کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بلکہ ہدیہ کفار اور ترک جنگ کے صلہ میں وصول کیا ہوا مال اور ترکہ ذمی کا بھی یہی حکم ہے۔ جیسا کہ در مختار کی عبارت منقولہ بالا میں صراحۃً موجود ہے۔ اگر شبہ ہو کہ ان اموال سے بنائے مساجد اس لئے جائز ہے کہ دینے والے کافروں نے یہ مال خاص مسجد کے لئے مسجد کے نام سے نہیں دیئے ہیں بلکہ انہوں نے مسلمانوں کو دیئے اور مسلمان ان سے وصول کرنے کے بعد مالک ہو گئے اور پھر انہوں نے مسجدوں کی تعمیر میں ان کو خرچ کیا تو گویا اپنا مال خرچ کیا۔ تو جواب یہ ہے کہ ان تمام اموال کا جن کے مصارف در مختار کی عبارت منقولہ بالا میں مذکور ہیں سلطان اسلام یا فقرائے مسلمین یا عام مسلمین کی ملک میں داخل ہو جانا ممنوع ہے۔ سلطان کی ملک خاص میں داخل نہ ہونا تو ظاہر ہے اور فقرائے مسلمین کی ملک میں داخل نہ ہونا اس لئے کہ اگر فقراء اس مال کے مستحق بھی ہوتے تو مثل صدقات کے یہ اموال بھی فقراء کو تقسیم کئے جاتے اور جب کہ فقراء کا استحقاق بھی ثابت نہیں تو پھر ملک کے ثبوت کے تو کوئی معنی ہی نہیں۔ اور عام مسلمین کی ملک میں داخل نہ ہونا اس لئے کہ عام مسلمانوں

(۱) (الدرالمختار، کتاب الجهاد، مطلب فی مصارف بیت المال، ص ٤/ ۲۱۷، مکتبۃایچ، ایم، سعید)
(۲) کتاب الجهاد، باب العشر والخراج والجزیة مطلب فی مصارف بیت المال، ٤/ ۲۱۷، ط. سعید)

کو اس سے دینا اور تقسیم کرنا جائز نہیں - ہاں ان کاموں میں جو رفاہ عام سے تعلق رکھتے ہیں خرچ کئے جاتے ہیں۔ لیکن اس سے عام مسلمانوں کی ملک ثابت نہیں ہو سکتی۔ پس یہ کہنا کہ ان صورتوں میں یہ مال مسلمانوں کے مال بن کر مسجد میں لگے صحیح نہیں ہے۔

اور ترکہ ذمی یا ہدیہ کفار اور وہ مال جو کوئی ہندو مسجد میں لگانے کے لئے دیتا ہے اس حیثیت سے کہ کافر کے مال میں دونوں برابر ہیں۔ ہاں اتنا فرق ہے کہ ترکہ ذمی اور ہدیہ کفار مسجد میں لگانے کے نام سے نہیں دیئے گئے ہیں۔ لیکن اس کی کوئی وجہ نہیں کہ مال کافر ہونے کی وجہ سے تو مسجد میں لگانا ناجائز نہ ہو لیکن مسجد کا نام لینے سے مسجد میں لگانا ناجائز ہو جائے۔

پھر یہاں پر ایک سوال غور طلب ہے کہ جس کافر کے ذمہ جزیہ کے مثلاً دو روپے ہیں وہ اپنی خوشی سے دو روپے کی جگہ چار روپے اور جس کے ذمہ خراج کے چار روپے ہیں وہ چار کی جگہ آٹھ اور تغلبی زکوۃ کی دونی مقدار کی بجائے چوگنی اپنی خوشی سے دے دے تو یہ زیادتی لینا ان سے جائز ہے یا نہیں ؟ اگر جائز ہے تو اس زیادتی کے مصارف کیا ہیں۔ آیا وہی مصارف جو اصل کے مصارف ہیں اس زیادتی کے مصارف ہوں گے یا ان کے علاوہ ؟ اگر وہی مصارف ہیں تو پھر مسجد بھی ان مصارف میں داخل ہے - پھر مال کفار کا مسجد میں لگانا کس طرح ناجائز ہو سکتا ہے ؟

رہی پانچویں صورت اس کا حکم یہ ہے کہ کفار کو یہ موقع دینا کہ وہ کسی مسجد کی تعمیر کریں بے شک ناجائز ہے لیکن عدم جواز کی وجہ یہ نہیں کہ مال کفار مسجد میں لگانا ناجائز ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ معابد خاصہ اہل اسلام پر کفار کا تصرف اور تسلط ممنوع ہے - ایک تو اس وجہ سے کہ ان کے تصرف و تسلط سے مسلمانوں کی کوتاہی اور قصور ظاہر ہوتا ہے دوسرے یہ کہ کافر بحیثیت کافر ہونے کے شعائر اسلام اور خانہ خدا پر تصرف اور تسلط رکھنے کا مستحق نہیں جیسا کہ آیہ شریفہ **ماکان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللہ**(۱) سے اس تقدیر پر کہ تعمیر سے تعمیر معروف مراد ہو ثابت ہوتا ہے کہ اس میں حق تعالیٰ نے کفار سے حق تعمیر کی نفی فرمائی ہے اور تعمیر سے بھی تعمیر کا ایک اکثری لازم مراد ہے اور وہ تصرف و تسلط ہے۔ پس آیت شریفہ میں اس تعمیر کے استحقاق کی نفی ہے جو تصرف اور تسلط کو مستلزم ہو۔ اور یہی مطلب ہے کتب تفسیر کی ان عبارتوں کا جن میں کفار کے لئے مساجد کی تعمیر معروف کو ممنوع لکھا ہے۔

اور جب کہ تعمیر ظاہری بھی موجب استحقاق تصرف و تسلط نہ ہو تو وہ بھی کفار کے لئے ممنوع نہیں ہو گی۔ جیسے ہندو معماروں سے اجرت پر مسجد کی تعمیر کرانا۔ کیونکہ مزدوری پر کام کرنے سے کوئی استحقاق تصرف و تسلط ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے باوجودیکہ ہندو معمار حقیقی طور پر تعمیر کا مباشر ہے لیکن یہ مباشرت بھی ممنوع نہیں۔

پس آیت شریفہ اور عبارات کتب تفسیر سے کفار کا مال مسجد میں لگانے کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی۔

البتہ ایسی تعمیر جس سے ان کو تصرف اور تسلط کا استحقاق حاصل ہو جائے بحکم آیت و کتب تفاسیر

(۱) (سورۃ التوبہ، رقم الآیۃ نمبر ۱۷، الجزء العاشر)

ممنوع ہے اور اس میں یہ بھی ضروری نہیں کہ یہ تعمیر کفار کے مال سے ہو بلکہ اگر کوئی کافر مسلمانوں سے چندہ جمع کرے اور مسجد کی تعمیر کرائے لیکن انتظام واہتمام میں خود مستقل ہو کسی مسلمان کو اس میں دخل نہ دینے دے تو یہ تعمیر بھی تعمیر ممنوع ہے۔باوجودیکہ مسلمانوں کے مال سے ہوئی ہو۔

اس تمام بیان سے واضح ہو گیا کہ مولانا عبدالحئی صاحب لکھنوی مرحوم کا یہ فرمانا کہ "حسب تصریح معتبرات مال ہنود کا تعمیر معابد خاصہ اہل اسلام میں صرف کرنا درست نہیں ہے۔" محتاج دلیل ہے۔ معتبرات کی عبارتیں اور حوالے مولانا نے نہیں دیئے کہ ان میں دیکھا جاتا اور جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے مال کفار کا مساجد میں لگانے کا جواز مصرح ہے۔ ممکن ہے کہ مولانا نے تفسیر کی ان عبارتوں سے جن میں کفار کے لئے تعمیر مساجد کی ممانعت مذکور ہے۔ یہ سمجھا ہو کہ کفار کا مال مسجد میں لگانا درست نہیں ہے لیکن ظاہر ہے کہ یہ خیال صحیح نہیں ہے اور کتب تفسیر کا مطلب خاکسار کے خیال میں وہی ہے جو اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ محمد کفایت اللہ

ہندو کی بنوائی ہوئی مسجد میں نماز پڑھنا

(الجمعیۃ مورخہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۲۵ء)

(سوال) مسجد میں جو مسلمانوں سے چندہ وصول کر کے بنواتے ہیں اگر ہندوؤں سے چندہ لیں یا ہندو اس میں چندہ دے کر شامل ہونا چاہیں تو چندہ لینا یا شامل کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ اگر کوئی ہندو پوری مسجد بنوا دے تو اس میں نماز پڑھنا کیسا ہے ؟

(جواب ٦٧) مسجد کی تعمیر کے لئے غیر مسلموں سے چندہ طلب کرنا جائز نہیں۔ اور اگر غیر مسلم خود چندہ دیں یعنی بغیر مانگے ہوئے اپنی خوشی سے دے دیں تو اس صورت سے قبول کرنے میں مضائقہ نہیں کہ وہ مسلمانوں کی تملیک کر دیں اور مسلمان اپنی طرف سے مسجد میں خرچ کر دیں۔ اسی طرح اگر غیر مسلم (ہندو یا عیسائی) مسجد تعمیر کر کے مسلمانوں کو دے دیں تو اس کے شرعاً مسجد ہونے کی صورت یہی ہے کہ وہ مسلمانوں کو ملک کر دیں اور مسلمان اپنی طرف سے اس کو مسجد کے نام سے نامزد کر کے وقف کر دیں۔(۱) غیر مسلم کا وقف اس صورت میں صحیح ہوتا ہے کہ جس کام کے لئے وہ وقف کرتا ہے وہ کام اس کے مذہب اور اسلام کے نزدیک قربت ہو ورنہ وقف صحیح نہیں ہوتا۔ یعنی قاضی اسلام ایسے وقف کی صحت کا حکم نہیں کرے گا جو واقف کے مذہب کے لحاظ سے قربت نہیں۔(۲) (جیسے ہندو کی بنائی ہوئی مسجد، یا اسلام کے نزدیک قربت نہیں (جیسے مسلمان کا بنایا ہوا بت خانہ) واللہ اعلم۔ محمد کفایت اللہ غفرلہ۔

---

(۱) ایضاً بحوالہ سابق نمبر ۳، ٤، ٦ ص ٧٤

(۲) اما شرائطہ...... فمنها ان یکون قربة فی ذاته وعند التصرف فلا یصح وقف المسلم اوالذمی علی البیعة والکنیسة اوعلی فقراء اهل الحرب کذافی النهر الفائق...... لوجعل ذمی داره مسجداً للمسلمین، وبناه کما بنی المسلمون واذن لهم بالصلاة فیه فصلوا فیه ثم مات یصیر میراثالورثته، وهذا قول الکل کذافی جواهر الاخلاطی (الفتاوی العالمگیریة، کتاب الوقف الباب الاول، ص ۲/۳۵۳، ط، ماجدیة)

بت خانہ میں استعمال شدہ اشیاء کو مسجد میں لگانا

(الجمعیۃ مورخہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۳۴ء)

(سوال) ضلع کاوار تعلقہ سرسی سے چودہ میل کے فاصلہ پر بنام ہنو اسی ایک قصبہ میں مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان جزئی اور فروعی اختلاف کی وجہ سے ایک جماعت جن کی اکثریت احناف کی ہے مسجد کی تعمیر کے لئے بت خانہ سے لکڑی یا پتھر خرید کر دوسرے ایک اہل حدیث جماعت کے رکن کے خلاف کے باوجود لکڑی یا پتھر سے امداد دیتے ہوئے نہ لے کر بت خانہ کی استعمال کی ہوئی لکڑی لینے پر تلے ہوئے ہیں۔ یہ جائز ہے یا نہیں ؟

(جواب ۶۸) اگر کوئی مسلمان اہل حدیث مسجد کے لئے سامان تعمیر دیتا ہے تو اسے لینا چاہئے اور بہتر یہی ہے کہ مسلمان سے لیا جائے لیکن اگر بت خانہ کی استعمال شدہ اشیاء خرید کر مسجد میں لگادی جائیں تو مسجد میں نقصان نہیں آئے گا کیونکہ کعبہ کی عمارت کو بھی حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے مشرکین نے بت خانہ کے طور پر استعمال کیا۔ لیکن حضور ﷺ نے اس بناء پر اس عمارت کو نہیں بدلا کہ یہ پہلے بت خانہ کے طور پر استعمال کی گئی ہے۔(۱)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

ہندو کی رقم مسجد میں لگانا

(الجمعیۃ مورخہ ۲۸ فروری ۱۹۳۵ء)

(سوال) علاقہ گنٹور محلہ سنگری گنڈ میں ایک مسجد نئی تعمیر کی جارہی ہے اور مبلغ پانچ سو روپے ایک ہندو کی امداد بھی ملی ہے جو اس نے اپنی ممبری کونسل کی کامیابی کی خوشی میں دی ہے۔ کیا اس رقم کو مسجد کی تعمیر میں لگایا جا سکتا ہے ؟

(جواب ۶۹) اگر مسلمانون نے اس ہندو سے مسجد کے لئے روپیہ طلب نہیں کیا تھا اور نہ اس کو ووٹ دینے کا یہ معاوضہ ٹھہرایا تھا کہ وہ مسجد کے لئے روپیہ دے تو مسلمان اس کو ووٹ دیں گے اور نہ اس ہندو کی کوئی غرض ایسی ہو جس سے مسجد پر اس کا کوئی اثر و اقتدار قائم ہو تا ہو بلکہ اس کی نیت محض یہ ہو کہ تعمیر مسجد ایک اچھا کام ہے اس میں کچھ امداد کردوں تو یہ روپیہ مسجد میں لگانا جائز ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

فصل سیز دہم

متفرقات

جامع مسجد دہلی کا نقشہ مسجد اقصیٰ بیت المقدس کے مشابہ نہیں ہے

(سوال) مسجد اقصیٰ کہاں ہے اور بیت المقدس میں جو مسجد ہے اس کا کیا نام ہے ؟ اور جامع مسجد دہلی کا نقشہ مسجد

---

(۱) عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال دخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم مکۃ یوم الفتح دخول البیت ستون وثلث مائۃ نصب فجعل یطعنھا بعود فی یدہ ویقول : جاء الحق وزھق الباطل، رکذاعن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنھما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما قدم مکۃ ابی ان یدخل وفیہ الالھۃ فامربھا فاخرجت (صحیح بخاری، کتاب المغازی، ج ۲/ ۲۱۲، قدیمی)

(۲) لووقف الذمی دارہ علی بیعۃ او کنیسۃ اوبیت نارفھو باطل، کذافی المحیط، وکذاعلی اصلاحھا ودھن سراجھا ولو قال یسرج بہ بیت المقدس اویجعل فی مرمۃ بیت المقدس جاز (عالمگیریۃ، کتاب الوقف، الباب الاول، ص ۲/۳۰۳)

اقصیٰ کے مشابہ ہے یا نہیں اور اس کے نقشہ کے ساتھ کوئی تاریخی واقعہ ثابت ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۶۴۴۶ منشی محمد صدیق عاصی (بمبئی) یکم محرم ۱۳۵۴ھ ۶ اپریل ۱۹۳۴ء

(جواب ۷۰) مسجد اقصیٰ زمین پر ہے۔ بیت المقدس کی مسجد کا نام مسجد اقصیٰ (۱) ہے۔ جامع مسجد دہلی کا نقشہ مسجد اقصیٰ سے مشابہ نہیں ہے اور نہ اس کے نقشہ کے ساتھ کوئی تاریخی واقعہ صحیح طور پر ثابت ہوتا ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

مسجد کے پیسوں پر بولی کے ذریعے روپے کمانا

(سوال) پھگواڑہ میں جامع مسجد تعمیر ہو رہی ہے جس کے واسطے عید الفطر کے موقع پر ارکان مسجد کمیٹی نے چندہ فراہم کرنا شروع کر دیا۔ شمار کر کے روپیہ کے علاوہ اڑھائی پیسے زائد بچے۔ چنانچہ چند اصحاب نے اڑھائی پیسے کی بولی دینی شروع کی اور ساتھ ہی شرط لگادی گئی کہ جو بولی دہندہ ہووے، جس قدر بولی وہ دیوے اس کو وہ پیسے دینے ہوں گے۔ مثلاً ان ڈھائی پیسے کی بولی ایک آدمی ایک روپیہ دیتا ہے۔ دوسرا ایک روپیہ آٹھ آنے، تیسرا دو روپے تو ان تینوں کو اپنی اپنی بولی کے پیسے دینے ہوں گے۔ جس نے ایک روپیہ بولی دی ہے اس کو ایک روپیہ دینا ہوگا اور اس سے زیادہ جس طرح پر زائد کے لئے بولی دی ہے ان تمام کو پیسے داخل کرنے ہوں گے لیکن اس معاملہ میں ارکان مسجد کمیٹی نے کوئی دخل نہیں دیا۔ انہوں نے بولی میں کوئی بولی زائد یا کم نہیں دی بلکہ خاموش رہے۔ اس طرح بولی دے کر مسجد کے واسطے روپیہ پیسہ اکٹھا کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ ارکان مسجد کمیٹی نے اگر کسی قسم کا دخل نہیں دیا یا بولی نہیں دی اور خاموشی اختیار کی تو از روئے شریعت گناہ گار تو نہیں ہوئے۔ بولی دہندگان میں یہ بات پھیلی کہ ہم نے بولی اس واسطے دینی شروع کی تھی کہ معلوم ہووے کہ ارکان مسجد کمیٹی آیا بولی میں مقابلہ کرتے ہیں یا نہیں ؟ اور بولی دینے والے صرف تین چار اشخاص تمام مجمع عید الفطر میں تھے باقی نمازی نماز عید سے فارغ ہو کر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

المستفتی نمبر ۶۹۵ شیخ چراغ الدین۔ پھگواڑہ ۵ شوال ۱۳۵۴ھ یکم جنوری ۱۹۳۶ء

(جواب ۷۱) یہ نیلام اور بولی بیع ہے۔ پیسوں کی بیع پیسوں کے ساتھ کمی بیشی کے ساتھ ناجائز ہے۔ (۲) ہاں الومنیم کے سکے یا چاندی کے سکے کے ساتھ جائز ہے یعنی ڈھائی پیسے جو تانبے کے ہیں ان کے عوض کوئی اکنی دونی یا روپیہ چاندی کا دے تو جائز ہے۔ غرضیکہ جنس بدل جانے کی صورت میں کمی بیشی جائز ہے۔ (۳) بولی خواہ

---

(۱) قال فی تفسیر ابن کثیر : بسم اللہ الرحمن الرحیم سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الخ..... (من المسجد الحرام) وھو مسجد الاقصی) وھو بیت المقدس، الذی بایلیاء معدن الانبیاء من لدن ابراھیم الخلیل (تفسیر ابن کثیر، للامام الجلیل، الحافظ عمادالدین، ابوالفداء اسماعیل بن کثیر القرشی الدمشقی سورۃ بنی اسرائیل، رقم الآیۃ نمبر ۱، ط. لاھور ص ۳/۲)

(۲) (قولہ وفلس بفلسین) ھذا عندھما وقال محمد : لایجوز ومبنی الخلاف علی ان الفلوس الرائجۃ اثمان والاثمان لاتتعین بالتعیین، فصار عندہ کبیع درھم ودرھمین وعندھما لما کانت غیر اثمان خلقۃ بطلت ثمنیتھا باصطلاح العاقدین واذا بطلت فتعین بالتعیین کالعروض وتمامہ فی الفتح. (الدر المختار، کتاب البیوع، باب الربا، ط. سعید. ص ۵/۱۷۵)

(۳) (وعلتہ) ای علۃ تحریم الزیادۃ (القدر) المعھود بکیل اووزن (مع الجنس، فان وجداحرم الفضل) ای الزیادۃ (والنساء) بالمدالتاخیر ..... (وان وجداحدھما) ای القدر وحدہ اوالجنس (حل الفضل وحرم النساء) (الدر المختار، کتاب البیوع، باب الربا، ص ۱۷۱، ۵/۱۷۲)

نمازی دیں یا مسجد کمیٹی کے ارکان دیں اس میں کوئی فرق نہیں اور اس طرح چندہ کرنے میں بھی مضائقہ نہیں کیونکہ اس میں کوئی جبر نہیں ہے۔ جو چاہے بولی دے جو نہ چاہے نہ دے۔ ہر بولی دینے والا مسجد کے لئے چندہ دیتا ہے۔ یعنی ڈھائی پیسوں کو ایک روپے میں اپنے قصد و اختیار سے اس لئے خرید تا ہے کہ مسجد کو فائدہ ہو۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

عمارت قدیم پر جب مسجد ہونے کی نشانیاں ہوں اور گواہ موجود ہوں تو وہ مسجد ہو گی

(سوال) ایک عمارت ایک متبرک مقام میں ایسی واقع ہوئی ہے جس کی غرب رویہ دیوار میں مغرب کے رخ پر محرابیں قائم ہیں اور اس کے متعلق عرصہ دراز سے شہرت بھی یہی ہے کہ وہ مسجد ہے بکثرت ایسے مسلمان موجود ہیں جنہوں نے اس مسجد میں نماز و تراویح پڑھی ہے اور ایسے مسلمانوں کی تعداد اس سے بھی زیادہ ہے جنہوں نے کثرت سے لوگوں کو اس جگہ نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس متبرک مقام کے عملہ انتظامی نے پرانے کاغذات میں بھی اس کو مسجد ہی لکھا ہے۔ البتہ یہ پتہ نہیں چلتا کہ یہ مسجد کب تعمیر ہوئی اور کس نے تعمیر کی۔ ایسی حالت میں اس کو شرعاً مسجد قرار دیا جائے گا یا نہیں۔ نیز یہ کہ ایسی مسجد کو اگر کوئی شخص ذاتی رہائش بنالے تو اس کا یہ فعل جائز ہو گا یا ناجائز؟

المستفتی نمبر ۲۱۰۸ مرزا عبدالقادر بیگ، دہلی دروازہ۔ اجمیر۔ ۱۶ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ م ۵ اگست ۱۹۳۶ء

(جواب ۷۲) جب کہ اس عمارت کی وضع اور ہیئت مسجد کی طرح ہے اور اس میں نماز و تراویح پڑھنے والے گواہ موجود ہیں اور اس میں نماز ہوتے ہوئے دیکھنے والے بھی بکثرت موجود ہیں تو اس عمارت کے مسجد ہونے میں شبہ نہیں۔ اوقاف قدیمہ میں اگر واقف اور تاریخ تعمیر کے علم نہ ہو تو یہ بات ان کے وقف ہونے میں مانع نہیں ہوتی۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

مسجد کے قریب ہندو سبھا منڈپ تعمیر کریں تو مسلمانوں کی ذمہ داری کیا ہے؟

(سوال) بمبئی بائیکلہ میں ایک مسجد ہے اور اس کے بالکل قریب ایک مندر ہے۔ اس کے متصل کارپوریشن بمبئی ہندوؤں کے لئے ایک سبھا منڈپ بنا رہی ہے جس میں بھجن اور کیرتن ہوگا۔ مسلمانوں نے اس کی مخالفت کی اور یہ کہا کہ مسجد کے سامنے بھجن اور کیرتن نہیں ہو سکتا۔ ہندو زور دے رہے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ جس طرح مسلمانوں کو اپنی عبادت اپنے طریقہ پر ادا کرنے کا حق ہے اسی طرح ہندوؤں کو بھی اپنے طریقہ پر عبادت کرنے کا حق ہے اور اس کے لئے وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ بھجن اور کیرتن کیا جائے گا۔ گورنمنٹ نے

---

(۱) قال فی العالمگیریۃ : الوقف التی تقادم امرھا ومات وارثھا ومات الشھود الذین یشھدون علیھا، فان کانت لھا رسوم فی دواوین القضاۃ یعمل علیھا، فاذاتنازع اھلھا فیھا اجریت علی الرسوم الموجودۃ فی دیوانھم، وان لم تکن لھا رسوم فی دواوین القضاۃ یعمل علیھا، تجعل موقوفۃ فمن اثبت فی ذالک حقاقضی لہ بہ ھذا کلہ اذا لم تبق ورثۃ الواقف (عالمگیریہ، کتاب الوقف، ج : ۲، ۴۳۹، ماجدیہ) وتقبل الشھادۃ علی الشھادۃ فی الوقف کذا بشھادۃ النساء مع الرجال کذافی الظھیریۃ، وکذا الشھادۃ بالتسامع، وقالا نشھد بالتسامع تقبل شھادتھما وان صرحا بہ لان الشاھد ربما یکون سنہ عشرین سنۃ وتاریخ الوقف مائۃ سنۃ فیتیقن القاضی ان الشاھد یشھد بالتسامع لا بالعیان (العالمگیریۃ، کتاب الوقف، الباب السادس فی الدعوی والشھادۃ، الفصل الثانی، ط، ماجدیۃ، ۲، ۴۳۸)

اعلان میں ہے کہ وہ اس سبھا منڈپ کی تعمیر کے بعد اس میں نیوسنس نہیں ہونے دے گی۔ جس کا مفہوم یہ بیان کیا جاتا ہے کہ بھجن اور کیرتن اس طرح نہیں ہونے دیا جائے گا کہ مسلمانوں کی عبادت میں خلل واقع ہو۔

اب قابل استفتاء دو چیزیں ہیں : (۱) یہ کہ آیا مسجد کے سامنے ہندو بھجن اور کیرتن کر سکتے ہیں یا نہیں۔ خواہ وہ اوقات نماز میں ہو یا غیر اوقات نماز میں۔ (۲) اگر گورنمنٹ نے اس اعلان کے مطابق ہندوؤں کو اجازت دے دی کہ ہندو اوقات نماز کے علاوہ بھجن اور کیرتن کر سکتے ہیں اور اس اپنے اعلان کی تنفیذ میں اپنی حاکمانہ قوت کا بھی اعلان کرے تو ایسی صورت میں کیا مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ گورنمنٹ کے حکم کی خلاف ورزی کریں اور اس کی ہر ہر پاداش کے لئے تیار ہو جائیں۔ یعنی اگر گورنمنٹ گولیاں چلائے تو مسلمان اس کی مخالفت کے لئے اس صورت میں بھی آمادہ رہیں جس میں مسلمانوں کی موت یقینی ہے۔ یہ تصریح کر دینا ضروری ہے کہ ہندو اور گورنمنٹ دونوں اس پر متفق ہیں کہ نماز کے اوقات اور ایام متبرکہ میں بھجن اور کیرتن بند کر دیا جائے گا۔

المستفتی نمبر ۱۲۳۴ منجانب پیس ریلیف کمیٹی۔ بمبئی۔ ۷ شعبان ۱۳۵۵ھ م ۲۴ اکتوبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۷۳) استفتاء پر نظر کرنے، نیز مستفتیوں سے زبانی دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ مسجد اور مندر قریب قریب واقع ہیں اور مندر بھی سالہا سال سے موجود ہے بلکہ مستفتی حضرات نے بتایا کہ مسجد تخمینا پچاس ساٹھ سال سے موجود ہے اور مندر اس سے بھی پہلے کا ہے اور اب اس مندر کے ساتھ مندر کی افتادہ زمین میں ایک عمارت سبھا منڈپ کے نام سے بنائی جا رہی ہے۔ اس کی تعمیر پر یہ تمام ہنگامہ ہوا۔ میں اس امر کے سمجھنے سے قاصر تھا کہ جب کہ پچاس ساٹھ سال سے یہ مندر اور مسجد اس قدر قریب قریب واقع ہے کہ ایک طرف سے دونوں میں تخمینا دس بارہ فٹ اور دوسری طرف سے تخمیناً پانچ چھ فٹ فاصلہ تھا اور کبھی کوئی جھگڑا نہیں ہوا تو اب سبھا منڈپ کی تعمیر اس خون خرابے کی بنیاد کیسے بن گئی۔ اس میں اتنا ہی تو فرق ہوا تھا کہ پانچ چھ فٹ فاصلہ کی طرف اب دونوں کے درمیان دو فٹ فاصلہ باقی رہے گا۔ مجھے بتایا گیا کہ سبھا منڈپ کی تعمیر وجہ نزاع نہیں۔ آخر مندر مدت دراز سے موجود ہی تھا بلکہ وجہ نزاع یہ تھی کہ مندر میں تو آج تک بھجن اور کیرتن نہیں ہوا اور اب سبھا منڈپ میں ہندو بھجن اور کیرتن کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور اس سے عبادت میں خلل پڑنا یقینی ہے۔ میں ان تمام حالات کے پیش نظر یہ عرض کرنے کی جرأت کرتا ہوں کہ ہندوستان ایسا ملک ہے جس میں مختلف رسومات اور متضاد جذبات رکھنے والی قومیں آباد ہیں۔ حکومت غیر ملکی اور غیر مسلم ہے۔ اس کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ تمام مذاہب کو آزادی دیتی ہے اور کسی کے مذہب میں مداخلت نہیں کرتی۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جب پچاس سال سے مسجد اور مندر قائم ہیں تو کوئی ایک فریق دوسرے فریق کے معبد کو ہٹا نہیں سکتا۔ یعنی نہ تو ہندو مسجد کو ہٹا سکتے ہیں اور نہ مسلمان مندر کو۔ پس دونوں جیسے کہ اب ایک دوسرے کی دیوار کے نیچے موجود ہیں اسی طرح موجود رہیں گے اور اس بناء پر ہندو مسلمانوں کا مذہبی، قومی، وطنی، انسانی فریضہ یہی ہے کہ وہ خود باہمی سمجھوتہ کر لیں۔ لیکن اگر ملک کی بد قسمتی ابھی اس کی اجازت نہ دے تو پھر حکومت کا فرض ہے کہ وہ تصادم کی صورت پیدا نہ ہونے دے۔ مسلمان مسجد میں آزادی سے عبادت کریں اور ہندو مندر میں۔ بشرطیکہ کسی ایک

فریق کی عبادت میں خلل اندازی نہ ہو۔ کیونکہ یہی خلل اندازی ناقابل برداشت اور موجب نقض امن ہو سکتی ہے اور ہوتی ہے۔ اگر یہ واقعہ ہے کہ مسجد اور مندر اس قدر قریب واقع ہوئے ہیں کہ اس ساٹھ سال میں کبھی تصادم نہیں ہوا تو ایسی صورت حال کو قائم رکھنا فریقین کا بھی مذہبی اور انسانی اور وطنی فریضہ تھا اور ہے۔ اور حکومت کا بھی فرض ہے کہ وہ تعامل قدیم کو جس کے سایہ میں پچاس ساٹھ سال امن سے گذرے قائم رکھے اور کوئی جدید صورت فساد کی نہ ہونے دے۔ لیکن اگر انسانیت اور وطن کے دشمن کوئی نئی صورت فساد کر کے ہی چھوڑیں اور حکومت بھی نئی صورت فساد کی روک تھام نہ کرے اور کوئی ایسا فارمولا بنائے جس سے مسلمانوں کی عبادت میں خلل نہ پڑتا ہو تو اس کو قبول کر لینے میں مسلمان معذور سمجھے جائیں گے اور امید ہے کہ وہ خدا کے نزدیک ماخوذ نہ ہوں گے۔ فقط۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

طواف کرنے کی جگہ پر چھت بنانا

(سوال) ایک شخص چاہتا ہے کہ کعبۃ اللہ میں طواف کی جگہ پر وہاں کے بادشاہ کی اجازت سے جتنی کہ طواف کی جگہ ہے اوپر چھت بناؤں تو سوال یہ ہے کہ طواف کی جگہ پر چھت بنانے میں کوئی شرعی ممانعت ہے یا کہ نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۵۸۷ موسیٰ یعقوب مایت (جوہانسبرگ ٹرانسوال) ۳ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ م ۱۲ جولائی ۱۹۳۷ء

(جواب ۷۴) مطاف (طواف کی جگہ) پر چھت بنانے کی ممانعت کی کوئی دلیل تو ہماری نظر میں نہیں۔ مگر میری طبیعت اور وجدانی کیفیت اس کی اجازت کی طرف مائل نہیں ہوتی کہ ساڑھے تیرہ سو برس سے جو ہیئت مطاف کی قائم ہے اس کو بدل دیا جائے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

مملوکہ مکان جب مسجد کے لئے وقف کر دیا تو اسے خالی کرنا ضروری ہے

(سوال) ریاست دوجانہ میں محلّہ فروز خانیوں میں سے مسمی غوث محمد خاں ولد امام خاں نے اپنا مکان جو کہ خرید کردہ ہے مسجد بازار محلّہ دولت خانیوں میں وقف کر دیا ہے۔ اس کے لڑکے مکان خالی کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟

المستفتی نمبر ۱۶۲۱ سلیمان خاں ولد اسماعیل خاں۔ ریاست دوجانہ ۱۲ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ م ۲۱ جولائی سن ۱۹۳۷ء

(جواب ۷۵) غوث محمد خاں نے اپنا مملوکہ مکان مسجد کے نام وقف کر دیا تو بقول مفتی بہ وقف صحیح ہو گیا اور متولیان مسجد کو حق ہے کہ وہ مکان موقوف کو مسجد کے لئے غوث محمد خاں کے لڑکوں سے خالی کرا لیں۔(۱) صحت وقف کے بعد لڑکے مکان موقوف پر مالکانہ قبضہ نہیں رکھ سکتے۔ فقط(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(۱) قال فی العالمگیریة: ذکر الصدر الشهید رحمة الله علیه فی باب الواو، اذا تصدق بداره علی مسجد او علی طریق المسلمین تکلموا فیه والمختار انه یجوز (وفیها :) رجل وقف ارضاله علی مسجد و لم یجعل آخره للمساکین ، تکلم المشایخ فیه والمختار انه یجوز فی قولهم جمیعا ، کذا فی الواقعات الحسامیة ،(کتاب الوقف ، الباب الحادی عشر . الفصل الثانی ط. ماجدیة، ۲/ ۳٦۰)

(۲) فی العالمگیریة : ولو غصبها من الواقف او من والیها غاصب، فعلیه ان یردها الی الواقف ، فان ابی وثبت غصبه عند القاضی حبسه حتی رد . (کتاب الوقف ، الباب التاسع فی غصب الوقف ۲/٤٤٧)

کیا مشترکہ زمین پر قبرستان یا مسجد بنانے کے لئے تمام شرکاء کی رضامندی ضروری ہے

(سوال)(۱) ایک اراضی موسومہ قبرستان جس پر سرکاری مالگذاری نہیں ہے یعنی معافی دوام ہے بہت سے مسلمانوں کی مشترکہ ہے۔ جو ان کی مملوکہ اور مقبوضہ ہے (یہ امر بھی قابل اظہار ہے کہ بندوبست دہم کے کاغذات سرکاری میں مالکان اراضی ہذا میں صرف تین چار نام تھے پھر بندوبست یازدہم میں بہت سے لوگوں کے نام داخل ہوگئے جو شرعاً اور قانوناً وارث نہیں تھے اور اس کا ثبوت بھی نہیں ملتا کہ ان کے نام بذریعہ بیع نامہ داخل ہوئے ہوں بلکہ ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اصل مالکان نے ان بقیہ لوگوں کے نام کاغذات سرکاری میں اس لئے درج کرائے ہوں گے کہ ان کو بھی قبرستان مذکور میں دفن کرنے کا حق حاصل ہو جائے) اس اراضی کے درمیانی حصہ میں خام و پختہ قبریں ہیں اور ایک جانب میں چند مکانات اس حیثیت سے بن گئے ہیں کہ بعض شرکاء نے اپنے حصہ کی اراضی دوسرے اشخاص کو فروخت کر دی اور انہوں نے مکانات بنا لئے یا شرکاء نے دوسرے شرکاء سے ان کا کل یا جزو حصہ خرید لیا اور اپنے اس کل یا جزو میں مکانات بنا لئے۔ اس مشترک اراضی کی دوسری جانب کچھ حصہ بغیر قبرستان کے پڑا ہوا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کوئی قبر اس حصہ میں نہیں بنائی گئی۔ اس حصہ میں بعض شرکاء نے اپنی جانب سے ایک فقیر تکیہ دار آباد کر دیا ہے اور کچھ اراضی لب سڑک پڑی ہوئی ہے جس میں بعض شرکاء اپنی جانب سے مسجد بنانی چاہتے ہیں۔ مصارف تعمیر دوسرے لوگ اور بعض شرکاء بھی برداشت کرنا چاہتے ہیں۔ یہ جگہ ایسی ہے کہ جہاں مسجد کی سخت ضرورت ہے۔ اب ایسی صورت میں جب کہ کل اراضی مشترکہ ہے اور بہت شرکاء نابالغ اور مستورات بھی ہیں۔ تعمیر مسجد میں ہر حصہ دار کی فرداً فرداً اجازت ضروری ہے یا نہیں ؟ (۲) اور نابالغ کی اجازت کی شرعاً کیا صورت ہو سکتی ہے۔ شرکاء کی تعداد چونکہ بہت زیادہ ہے اور چونکہ کچھ نامعلوم بھی ہیں اور بہت سے دور دور بھی ہیں۔ ایسی صورت میں سب کی رضامندی حاصل کرنا مشکل ہے۔ (۳) کیا بندوبست دہم کے ان مالکان وارثان کی ہی رضامندی کافی ہے یا بعد کو بندوبست یازدہم میں جن کے نام غیر وارث ہونے کے باوجود کاغذات میں ہوں گے ان کی بھی ضروری ہے۔ ایسی صورت میں ایک دو بڑے حصہ دار یہ بھی چاہتے ہیں کہ اپنے حصہ میں سے بقدر مسجد جگہ دیدیں مفت یا قیمتاً لیکن ظاہر ہے کہ ان کا حصہ تقسیم شدہ نہیں ہے۔ تو کیا وہ جگہ متعین کر کے مسجد کے واسطے دے سکتے ہیں وہ اس بات پر رضامند ہیں کہ مسجد میں اراضی دے دینے کے بعد جو ان کا حصہ باقی رہتا ہے وہ اس سے کم لے لیں گے اور اس آخری صورت میں اگر کوئی دوسرا معترض ہو تو مسجد بنانا کیسا ہے۔ یہ امر بھی دریافت طلب ہے کہ ایسے مشترکہ قبرستان میں چند شرکاء کی اجازت سے کسی مردے کو دفن کرنا جائز ہے یا نہیں جب کہ جملہ شرکاء کی اجازت حاصل ہونا بہت زیادہ مشکل ہے۔

المستفتی نمبر ۲۰۱۸ سید رضی حیدر (بجنور۔ یوپی) ۱۰ رمضان ۱۳۵۶ھ م ۱۵ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۷۶) جب کہ مسجد کی اس جگہ ضرورت ہے اور بعض شرکاء اپنے حصہ کی زمین مسجد کے لئے دے

دیں تواس زمین پر تعمیر مسجد جائز ہے اگرچہ حصہ غیر منقسمہ ہو مگر مملوکہ تو ہے۔(۱) اور اگر سرکاری طریقہ پر تقسیم کی کارروائی ممکن ہو تو وہ بھی کرا لینا چاہئے۔ اگر یہ قطعہ قبرستان کے نام سے بغرض دفن اموات چھوڑا ہوا ہے تو اس میں دفن کرنے کے لئے کسی مزید اجازت کی ضرورت نہیں۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

ہندوؤں کے ساتھ مل کر مسجد کی تعمیر میں رکاوٹ بننا

(سوال) ہمارے گاؤں میں ایک مسجد جدید خام ہے۔ اس میں تین چار سال سے نماز ہوتی آرہی ہے اب تین چار ماہ سے اہل ہنود نے جھگڑا چلا رکھا ہے اور قبضہ میں ہمارے ہے۔ پانچ وقت نماز جماعت کے ساتھ ہوتی ہے۔ اس گاؤں میں دو مذہب کے آدمی ہیں جو لوگ شیعہ ہیں وہ ہمارے شریک حال ہیں اور جو حنفی مذہب والے ہیں وہ ہمارا ساتھ نہیں دیتے ہیں۔ شرعاً ان کے لئے کیا حکم ہے؟

المستفتی نمبر ۲۰۷۹ ۲۴ رمضان ۱۳۵۶ھ م ۲۰ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب) جب کہ وہ زمین عرصہ سے مسجد کے لئے مالک نے دی ہوئی ہے اور مسلمانوں نے اس میں جماعت سے نماز پڑھ لی ہے اور پڑھ رہے ہیں تو وہ مسجد مسجد ہے اور اس کی تعمیر کرنا اور آباد کرنا مسلمانوں کے لئے لازم ہے (۳) جو مسلمان کہ ہندوؤں کی مرضی کے مطابق ان کی ہاں میں ہاں ملائیں اور مسجد کی تعمیر کی مخالفت کریں وہ سب گنہگار ہوں گے اور خدا اور رسول کے یہاں ان کی پکڑ ہوگی۔(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(۱) مسجد کے چندہ کے لئے جاری اسکیم کو روکنا
(۲) مسرفانہ اخراجات اور فضول رسومات کو چھوڑنا مستحسن ہے

(سوال) (۱) ایک قوم مسلمانان نے آپس میں مل کر اپنے محلہ کے اندر ایک مسجد تعمیر کی اور اس کو آباد اور قائم رکھنے کے لئے اس کی آمدنی کا ذریعہ سب نے بالاتفاق اس طرح پر طے کیا تھا کہ جس شخص کے یہاں شادی خواہ

---

(۱) (مشترک زمین کا وقف کرنا اگرچہ امام ابو یوسف کے نزدیک درست ہے اور متاخرین اس پر فتوی بھی دیتے ہیں، لیکن خود امام ابو یوسف کے قول کے مطابق بھی مشترک زمین پر مسجد بنانا درست نہیں ہے الا یہ کہ تقسیم کر کے الگ کیا جاوے صرف مملوکہ ہونا کافی نہیں)

چنانچہ عالمگیریہ میں ہے: وقف المشاع المحتمل للقسمة لا یجوز عند محمد رحمة الله علیه وبه اخذ مشایخ بخاری وعلیه الفتوی. کذافی السراجیة والمتاخرون افتوابقول ابی یوسف انه یجوز وهو المختار، کذافی خزانة المفتیین واتفقا (الا مامان ابو یوسف رحمة الله علیه و محمد) علی عدم جعل المشاع مسجد او مقبرة مطلقا سواء کان مما لا یحتمل القسمة او یحتملها هکذا فی فتح القدیر (عالمگیریة، کتاب الوقف الباب الثانی، فصل فی وقف المشاع ۲ / ۳۶۵) ولو ضاق المسجد علی الناس وبجنبه ارض لرجل توخذ الارض بالقیمة کرها کذا فی فتاوی قاضی خان. (کتاب الوقف، الباب الحادی عشر، الفصل الاول فیما یصیر به مسجدا، ج: ۲، ۴۵۶ ماجدیه) وفی الاجناس ونوادر هشام قالت سالت محمد بن الحسن عن نهر قریة کثیرة الاهل لا یحصی عددهم ... واراد قوم ان یعمروا بعض هذا النهر بنوا علیه مسجدا لایضر ذلك بالنهر ولا یتعرض لهم احد من اهل النهر قال محمد یسعهم ان بنوا ذلك المسجد للعامة والمحلة، کذا فی المحیط. (عالمگیریة، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر، الفصل الاول ۲ / ۴۵۶) (۲) وهذا ظاهر.

(۲) اذا قال: ارضی هذه صدقة موقوفة علی الجهاد او الغزاة اوفی اکفان الموتی اوفی حفر القبور او غیر ذلك مما یشبهها فذلك جائز. (عالمگیریه، کتاب الوقف، الباب الثالث فی المصارف، ج: ۲ / ۳۷۰، ماجدیه)

(۳) التسلیم فی المسجد ان تصلی فیه الجماعة باذنه. عالمگیریه، کتاب الوقف الباب الحادی عشر ج ۲ / ۴۵۵ ماجدیه

(۴) ومن اظلم ممن منع مساجد الله ان یذکر فیها اسمه وسعی فی خرابها اولئك ما کان لهم ان یدخلوها الا خائفین لهم فی الدنیا خزی ولهم فی الاخرة عذاب عظیم (سورة البقرة، رقم الایه: ۱۱۴)

لڑکی کی ہو یا لڑکے کی ہو وہ دو وقت کھانا اپنی برادری اور دوست احباب وغیرہ کو جو دیتا ہے جس کا صرفہ تقریباً ایک وقت کا چالیس پچاس روپے سے کم نہیں سمجھا جاتا ہے اس لئے وہ ایک وقت کھانا برادری یا ملنے والوں کو کھلائے اور دوسرے وقت کے کھانے کا صرفہ جو اوسط درجہ ہے سے بھی کم سمجھا جاتا ہے وہ مبلغ تیس ۳۰ روپے مقرر کر کے مسجد میں اللہ کے واسطے دے دیا کرے تاکہ اس آمدنی سے مسجد کا کام بخوبی چلتا رہے سب معاملہ آپس میں برضامندی منظور ہو کر اور تقریباً ۱۳ یا ۱۴ سال سے اسی طرح چلا جاتا تھا اور مسجد کو ترقی ہوتی رہتی تھی لیکن اب حال میں قوم کے ایک شخص نے جو نہایت مالدار اور سب سے خوشحال ہے جو پیشتر سے اس معاملہ میں شریک حال رہا۔ اب وہ یہ چاہتا ہے کہ یہ کام بند کر دیا جائے تو اب اس میں دریافت طلب یہ ہے کہ قوم کے اس شخص کا ایسا کرنا جو بالا اتفاق اسی کی رضامندی کے ساتھ تھا شرعاً جائز تھا کہ نہیں۔ اگر جائز تھا تو اس کار خیر کو روکنے والا عنداللہ کیسا ہے۔ اگر ناجائز ہے تو مفصل تحریر فرمائیں۔

(۲) شادیوں میں جو رسومات خلاف شریعت چلی آتی ہیں اور ان کے اندر فضول خرچ کرتے ہیں سو اس کو بھی قوم نے آپس میں مل کر یہ طے کر لیا ہے کہ ان تمام رسومات خلاف شریعت کو چھوڑ دینا چاہئے اور اس کے بجائے جہاں تمہاری ان رسومات میں دس روپے خرچ ہوں وہاں تم عنداللہ پانچ روپے مسجد میں دے دیا کرو تو قوم کا ایسا کرنا جائز ہے کہ نہیں اور جو شخص غریب ہے اس کی غربت پر نظر کرتے ہوئے کہہ دیا جاتا ہے کہ بھائی اگر تجھ میں کچھ قوت ہے اور کوئی تکلیف معلوم نہ ہوتی ہو تو اللہ واسطے مسجد میں کچھ دے دیا کرو تو قوم کا ایسا کرنا کیسا ہے؟

المستفتی نمبر ۲۲۶۶ مستری محمد عمر صاحب۔ سروٹ دروازہ (مظفر نگر) ۲۵ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ م ۲۶ مئی ۱۹۳۸ء

(جواب ۷۸) (۱) جو لوگ کہ اپنی خوشی سے یہ رقم مسجد میں دیں تو ان کو کون روک سکتا ہے۔ (۱) ان کو برادری اور پنچائیت کے دباؤ سے مجبور کر کے لینا جائز نہیں۔ (۲) اور جن لوگوں نے ابتداء وعدہ کیا تھا اس کی پابندی دوسرے لوگوں کو جو مجلس وعدہ میں شریک نہیں تھے لازم نہیں۔

(۲) ایسا کرنا اسی صورت میں جائز ہے کہ کسی پر جبر کر کے رقم نہ لی جائے۔ (۳) ہاں مسرفانہ اور فضول رسمیں ترک کرنا اور ترک کرانے کی کوشش کرنا بہر صورت امر مشروع اور مستحسن ہے۔ (۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

مسجد کے قریب بلند وبالا گوردوارہ بنانا

(سوال) (۱) مسجد کے قریب مندر یا گوردوارہ بنانا جائز ہے یا نہیں۔ سنکھ بجانا یا میلہ کرنا جس کی وجہ سے نمازیوں کی نماز میں خلل آتا ہے جب اہل ہنود ایسا کریں تو مسلمانوں کو کیا عمل کرنا چاہئے؟

(۲) مسجد خانہ خدا سے اونچی عمارت بنانا، مندر یا گوردوارہ جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) لو وقف الذی ... وقال یسرج به بیت المقدس اویجعل فی مرمة بیت المقدس جاز (عالمگیریه، کتاب الوقف، الباب الاول، ج: ۲، ۳۵۳، ماجدیه)

(۳،۲) لایحل مال امری الابطیب نفسه (مشکوة شریف، باب الغصب والعاریة، ج: ۱/ ۲۵۵، سعید)

(٤) من حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه

المستفتی نمبر ۲۳۴۳ شیخ محمد حسن دہلی۔ ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ م ۲۴ جون ۱۹۳۸ء

(جواب ۷۹)(۱) دارالاسلام میں اسلامی حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ شعائر کفر کے اظہار و اعلان کا موقع نہ دے۔ لیکن دارالحرب میں جہاں مسلمانوں کو کوئی شوکت اور تنفیذی قوت حاصل نہیں وہاں ان کا فرض ہے کہ وہ حکمت عملی اور باہمی رواداری کے ذریعہ سے اظہار شعائر کفر کو روکیں اور حکومت متسلطہ کے واسطے سے ایسی باتوں کو رکوائیں جو فتنہ اور نقض امن پیدا کریں۔ مسجد کے قریب مندر بنانے کی اجازت دینے سے سنکھ اور گھنٹہ کی آواز سے مسلمانوں کی نماز میں خلل واقع ہونا یقینی ہے۔ اس لئے اس فتنہ کا سدباب حکومت کے فرائض میں سے ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی زمین پر مسجد سے اونچی عمارت بناتا ہے تو (بشرطیکہ اس عمارت میں کوئی فتنہ کا کام نہ کیا جائے) اسے روکا نہیں جاسکتا۔ ہزاروں مسجدیں اس پوزیشن میں آج بھی موجود ہیں۔ مندر اور گوردوارہ کا اتصال موجب فتنہ ہو تو فتنہ و نقض امن کی جہت سے روکا جائے گا۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

مسجد کے دروازہ پر کتبہ میں لاالہ الااللہ لکھ کندہ کرنا

لاالہ الاالله (قال محمدؐ) محمد الرسول الله الصلوٰة قربان لکل تقی

(سوال) ایک مسجد کے دروازہ پر مندرجہ ذیل طریقہ پر کتبہ کندہ ہے۔

اس کے متعلق سوال یہ ہے کہ اس کتبہ کا طرز تحریر صحیح ہے یا غلط ہے۔ کسی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ طریقہ غلط ہے کیونکہ اسے جو شخص پڑھے گا اس طرح پڑھے گا کہ لاالہ الااللہ کے بعد قال محمدؐ پڑھے گا۔ پھر محمد رسول اللہ پڑھے گا۔ بعدہٗ نیچے کی حدیث شریف پڑھے گا۔ اوپر کی سطر کا مطلب اس طرح سے یوں ہوگا کہ لاالہ الااللہ کہا محمد نے کہ محمد رسول اللہ۔ ابؔ خاکسار جناب سے سوال کرتا ہے کہ کیا مذکورہ بالا اعتراض بجا ہے؟

المستفتی نمبر ۲۶۳۶ شیخ یوسف علی (برار) ۲۱ جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ م ۲۸ جولائی ۱۹۴۰ء

(جواب ۸۰) اس کتبہ میں ایک تو صریح غلطی ہے کہ محمد الرسول اللہ لکھا ہے۔ حالانکہ صحیح "محمد رسول اللہ" ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ حدیث کے الفاظ "الصلوٰۃ قربان لکل تقی" لکھے ہیں۔ یہ حدیث جامع صغیر(۱) سیوطی اور کنوز الحقائق مناوی(۲) اور کنز العمال(۳) تینوں کتابوں میں اس طرح پائی گئی۔ "الصلوۃ قربان کل تقی" یعنی کل پر لام نہیں ہے۔ تیسری کوتاہی اس میں طرز تحریر کی بھی ہے۔ لفظ "قال محمد" کو پہلی سطر میں کلمہ کے درمیان لکھ دینا مناسب ہوا۔ اس لئے کتبہ کی صحیح اور بہتر صورت یہ ہونی چاہئے۔(۳)

لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الصلوٰۃ قربان کل تقی

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(۱) جامع صغیر، حرف الصاد ج : ۲/ ۵۰ المکتبۃ الاسلامیہ
(۲) کنوز الحقائق علی هامش الجامع الصغیر، ج : ۲/ ٤ المکتبہ الاسلامیہ
(۳) کنز العمال الفصل الثانی فی فضائل الصلاۃ، ج : ۷/ ۲۸۸، رقم الحدیث : ۱۸۹۱۷

مسجد کی تعمیر کے متعلق چند سوالات

(سوال) ایک قدیم مسجد کی از سر نو تعمیر کے دوران میں زید کی طرف سے محراب مسجد پر کلمہ طیبہ کی تختی نصب کرنے کے متعلق خالد نے سائز وغیرہ دریافت کی۔ اس وقت بکر صدر تعمیر مسجد کمیٹی نے کہا کہ دوست یا دشمن مسجد کی زیبائش کے لئے کوئی چیز دے تو ہمیں انکار واعتراض نہیں۔ عہدیداران تعمیر کمیٹی مذکور کی موجودگی میں مستری نے خالد سے کہا کہ زید کو سنگ مرمر کا منبر بنوانے کی ترغیب دلائیں تاکہ مسجد کی زیبائش بڑھ جائے۔ خود عمرو سکریٹری کمیٹی مذکور نے تیسرے روز خالد کو بلا کر منبر کے لئے مستری کا مجوزہ تخمینہ بھی بتلایا تو زید نے چار روز کی کوشش کے بعد ایک کمپنی سے معاملہ بالکل طے کر کے منبر کا پلان بھی حاصل کیا۔ لیکن یکایک عہدیداران کمیٹی مذکور نے ایک عذر بے جا پیش کر کے اس وقت منبر مذکور لینے سے انکار کر دیا۔ عمرو نے یہ بھی کہا "کس کتاب میں سنگ مرمر بنوانے کے لئے لکھا ہے ؟"

قریباً تین ماہ گذرنے پر اب خالد نے بذریعہ تحریر عہدیداران تعمیر مسجد کمیٹی سے تختی و منبر مذکور قبول کرنے کے متعلق دریافت کیا تو جواب سے بلطائف الحیل گریز کر رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ زید اب بجائے منبر مذکور بنوانے کے تعمیر مسجد میں نقداً حصہ لے لے تاکہ محض زید کی ضد میں بکر کو اپنی طرف سے ایسا ہی منبر بنوانے کا موقع مل سکے۔ اندریں صورت :۔

(۱) عہدیداران تعمیر مسجد کمیٹی کا زید کی طرف سے منبر لینے سے انکار کرنا جائز ہے یا نا جائز ؟

(۲) زید کو منبر مذکور بنانے کے عزم اور طے کردہ معاملہ سے بدلنے پر مجبور کر کے تعمیر مسجد میں نقداً حصہ لینے کی ترغیب دلانا جائز ہے یا نا جائز ؟

(۳) بکر محض زید کی ضد میں عہدیداران تعمیر مسجد کمیٹی کے ذریعہ زید کو منبر مذکور بنوانے سے روک کر خود دوسرا منبر بنوانا چاہتا ہے تو بکر کا یہ فعل شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟

(۴) جو لوگ بکر کی تائید و حمایت میں زید کو اس کار خیر کے انجام دینے سے باز رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں ان کے لئے کیا حکم ہے ؟

(۵) عمرو کے قول "کس کتاب میں سنگ مرمر کا منبر بنوانے کیلئے لکھا ہے" پر تحقیقی روشنی ڈالی جائے۔ کیونکہ حرمین شریفین اور اکثر بڑی مساجد میں اسی قسم کے منبر موجود ہیں۔

المستفتی نمبر ۲۶۳۸ محمد حبیب اللہ صاحب (بمبئی) ۲۲ جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ م ۲۹ جولائی ۱۹۴۰ء

(جواب ۸۱)(۱) عہدیداران تعمیر مسجد کمیٹی کا منبر لینے سے انکار نا جائز ہے کیونکہ مسجد کے لئے کوئی عطیہ قبول نہ کرنا مسجد کو نقصان پہنچانا ہے اور مسجد کو نقصان پہنچانے کا متولی یا منتظم کو حق نہیں ہے۔(۱)

(۲) اگر اس میں حقیقۃً مسجد کا فائدہ مد نظر ہو ذاتی غرض کی آمیزش نہ ہو تو ایسا مشورہ دینا گناہ نہیں۔ مشورہ قبول

---

(۱) خیر الفتاویٰ میں ہے : مساجد، مدارس، یتیم خانے اور دیگر اداروں کے لئے مسلمانوں کا چندہ قبول کیا جا سکتا ہے۔ صالح ہو یا فاسق، جیسا کہ ہر مسلمان کی وفات پر جنازہ پڑھا جاتا ہے، چاہے نیک ہو یا بد...... البتہ ایک احتیاط ضروری ہے کہ مسجد میں حرام مال نہ لگایا جائے۔ (ما یتعلق باحکام المساجد، ج : ۲/۶۷۷)

کرنا نہ کرنا زید کے اختیار میں ہے۔
(۳) اگر بکر کا یہ فعل محض ضد اور اپنی شہرت اور ناموری کی نیت سے ہو تو ناجائز ہے۔ من سمّع سمّع الله به
(۴) مگر نیت امر قلبی ہے۔ کسی پر بدنیتی کا الزام لگانا بھی بغیر پختہ دلیل کے خطرناک ہے۔(۱)
(۴) زید ایک نیک کام کا ارادہ کر رہا ہے۔ اس سے اسے باز رکھنے کی کوشش کرنا درست نہیں۔ اگر دو آدمی ایک ہی کام کرنا چاہتے ہیں تو باہمی رضامندی سے فیصلہ کرلیں یا پھر قرعہ ڈال لیں۔ جس کا نام نکل آئے وہ منبر بنائے اور دوسرا آدمی رقم مسجد کے کسی اور کام میں صرف کر دے۔(۲)
(۵) یہ قول تو محض عامیانہ ہے کیونکہ سنگ مرمر کا منبر بنوانے کا جواز اس پر موقوف نہیں ہے کہ وہ کسی کتاب میں لکھا ہو۔ مسجد میں قالین کا فرش بچھانا کسی کتاب میں نہیں لکھا۔ ٹائل لگانا کسی کتاب میں نہیں لکھا لیکن یہ سب کام متمول لوگ کر رہے ہیں اور اباحت اصلیہ کی بناء پر برداشت کئے جا رہے ہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ

مسجد یا اس کے سامان میں شرکت نہیں ہو سکتی

(سوال) خانۂ خدا یعنی مسجد کی عمارت، رقبہ، چار دیواری، تہہ زمینی، ملبہ سامان وغیرہ میں کوئی صورت اشتراک کسی شخص کی، قائم رہ سکتی ہے یا نہیں؟ اور مسجد کی دیوار مسجد کے اور کسی ہمسایہ کے درمیان مشترک ہو سکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۲۷۳ خدا بخش اصغر مگھیانہ ضلع جھنگ ۳۰ جمادی الثانی ۱۳۶۱ھ م ۱۵ جولائی ۱۹۴۲ء
(جواب ۸۲) مسجد شرعی اصول و قواعد کے ماتحت اسی وقت مسجد ہوتی ہے جب حقوق العباد کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہ رہے تو مسجد شرعی کے کسی جزو کے ساتھ حق عبد متعلق نہیں رہ سکتا۔ اذا جعل ارضا له مسجدا و شرط من ذلک شيئا لنفسه لايصح بالاجماع كذافى المحيط (فتاویٰ عالمگیری)(۳) حاصله ان شرط كونه مسجدا ان يكون سفله وعلوه مسجد الينقطع حق العبد عنه. (شامی ص ۴۰۴ ج ۳)
(۴)　　محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مسجد کی کوئی چیز اپنی ملکیت میں نہیں

(سوال) مسجد فتح پوری کے پشتہ متنازعہ فیہ کے متعلق حاجی محمد اسحق صاحب کا جو ایک معزز اراکین کمیٹی مسجد فتح پوری سے ہیں بیان ہے کہ یہ پشتہ شاہی وقت کا ہے اور تعمیر کنندۂ مسجد نے مسجد کے ساتھ اس پشتہ کو بنوایا ہے۔ کیا اس چیز کے ثابت ہوتے ہوئے کہ یہ پشتہ مسجد کا ہے کسی دنیوی مصلحت کی وجہ سے وہ پشتہ کسی شخص کو دے

---

(۱) خیر الفتاویٰ میں ہے: مساجد، مدارس، یتیم خانے اور دیگر اداروں کے لئے مسلمانوں کا چندہ قبول کیا جا سکتا ہے۔ صالح ہو یا فاسق، جیسا کہ ہر مسلمان کی وفات پر جنازہ پڑھا جاتا ہے، چاہے نیک ہو یا بد...... البتہ ایک احتیاط ضروری ہے کہ مسجد میں حرام مال نہ لگایا جائے۔ (ما یتعلق با حکام المساجد، ج: ۲ ۶۷۷)
(۲) لماروى ان النبى عليه السلام كان اذا ارادسفرا اقرع بين نسائه (هداية كتاب النكاح، باب القسم ص ۲/۳۴۹، ط. مكتبه شركه علمية) (وقال فى الدراية : متفق عليه)
(۴) مسند احمد، ج ۵ ۴۵ بیروت
(۳) (كتاب الوقف، الباب الحادى عشر فى المسجد وما يتعلق به، الفصل الاول فيما يصير به مسجد اوفى احكامه واحكام مافيه ص ۲/۴۰۷ ط. ماجدية)
(٤) (ردالمحتار : كتاب الوقف ص ٤/٣٠٨ سعيد)

دیا جائے کہ وہ اپنی عمارت میں داخل کر لے یا یہ شرعاً جائز ہے ؟

المستفتی خلیل الرحمن ۔ گلی پان والی پہاڑ گنج ۔ دہلی ۔

(جواب ۸۳) مجھے یہ معلوم نہیں کہ حاجی محمد اسحق صاحب نے یہ بیان دیا ہے یا نہیں ؟ اور یہ بھی معلوم نہیں کہ اگر یہ بیان ہے تو کس امر پر مبنی ہے - بہر حال مسئلہ تو صاف ہے کہ مسجد کے تمام اجزاء جو مسجد کے ساتھ وقف ہوں اور ان کی جزئیت اور وقف ہونے کا ثبوت شرعی ہو وہ کسی مصلحت کے باعث منتقل نہیں کئے جا سکتے[1] ۔ فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ، دہلی

مسجد کے لئے وقف شدہ زمین پر مسجد کے لئے مکان بنانا

(الجمعیۃ سلطان العلوم نمبر مورخہ ۳ انومبر ۱۹۲۸ء)

(سوال) میرے والد مرحوم اپنی اراضیات میں سے دو بیگہ اراضی نوع کاشت رعیتی مسجد میں وقف کر گئے ۔ اب اس زمین کی پشت بوجہ قطع و برید دریا ناقص ہو گئی ہے اور پیداوار بھی کم ہو گئی ہے ۔ کیا میں اس زمین کو مکان بنانے کے لئے بندوبست کر سکتا ہوں ۔ اس کی آمدنی اس طرح نسبتاً زیادہ ہو سکتی ہے ۔

(جواب ۸٤) اس زمین پر مسجد کے لئے مکان بنانا جائز ہے جب کہ مکان مسجد کے لئے وقف ہو اور اس کی آمدنی مسجد پر صرف کی جائے ۔(۲) محمد کفایت اللہ غفر لہ ،

مسجد کے صفائی کے متعلق احکام

مسجد کے احکام متعلقہ صفائی و نظامت

(۱) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من اكل من هذه الشجرة المنتنة فلا يقربن مسجدنا الحديث ۔ (بخاری ۔ مسلم ۔ مشکوٰۃ)(۳)

(۲) البزاق فی المسجد خطیئة (بخاری ۔ مسلم ۔ و مشکوٰۃ)(٤)

(۳) وجدت فی مساوی اعمالها النخاعة فی المسجد لاتدفن (مسلم ۔ مشکوٰۃ)(۵)

---

(۱) وكذالك اذا جعل داره مسكنا للمساكين ودفعها الى وال يقوم بذالك فليس له ان يرجع فيها (العالمكيرية كتاب الوقف، الباب الثانی عشر، ص ۲/٤٦٥ ط. ماجديدية) رجل له ساحة لابناء فيها امرقوما ان يصلوا فيها بجماعة الى قوله صارت الساحة مسجد الومات لايورث عنه (عالمگيرية كتاب الوقف، الباب الحادى عشر ص ۲/٤٥٥)ديباج الكعبة اذا صار خلقا لا يجوز اخذه (عالمگيرية كتاب الوقف، الباب الحادى عشر، الفصل الثانى ص ۲/٤٥۹)ماجديه

(۲) ارض وقف على مسجد والارض بجنب ذلك المسجد وارادوا ان يزيد وافى المسجد شيئا من الارض جاز لكن يرفع الامر الى القاضى ليا ذن لهم مستغل الوقف كالدار والحانوت على هذا، كذافى الخلاصة (فتاوى عالمگيريه، كتاب الوقف، الباب الحادى عشر، الفصل الثانى فيما يصيربه مسجدا، ج : ۲ ص ٤٥٦)

(۳) بخارى شريف، باب مايكره من الثوم والبقول، ج : ۲/۸۲۱، ۸۲۲، قديمى كتب خانه، مسلم شريف باب من اكل ثوما اوبصلا ونحوها، ج : ۱/۲۰۹ قديمى كتب خانه، مشكوة شريف، كتاب الصلاة باب المساجد، ج ص ٦٨

(٤) بخارى شريف، باب كفارة البزاق فى المسجد، ج : ۱/٥۹، قديمى، مسلم شريف، باب النهى عن البزاق فى المسجد ج : ۱/۲۰۷، ولكن بهذه الالفاظ : التفل فى المسجد خطيئة، مشكوة ص ٦۹ بحواله بالا

(۵) مسلم شريف، باب النهى عن البصاق، ج : ۱/۲۰۷، قديمى، مشكوة شريف ص ٦۹ بحواله بالا

(۴) امر رسول الله صلی الله علیه وسلم ببناء المسجد فی الدور وان ینظف ویطیب (ابوداؤد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ۔ مشکوٰۃ)(۱)

(۵) قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا رأ یتم الرجل یتعاهد المسجد فاشهدواله بالایمان (ترمذی۔ ابن ماجہ ص ۵۸ باب لزوم المساجد وانتظار الصلوٰۃ۔ قدیمی۔ دارمی۔ مشکوٰۃ)(۲)

(۶) رای النبی صلی الله علیه وسلم نخامة فی القبلة فشق ذالك علیه حتی رئی فی وجهه فقام فحکه بیده (بخاری۔ مشکوٰۃ)(۳)

(۷) جنبوا مساجد کم صبیانکم ومجانینکم وبیعکم وشراء کم ورفع اصواتکم (منذری۔ ردالمحتار ص ۴۶۱ / ۱)(۴)

(۸) وکره تحریما الوطی فوقه والبول والتغوط واتخاذه طریقا بغیر عذروادخال نجاسة فیه وعلیه فلا یجوزالاستصباح بدهن نجس فیه ولا تطیینه، بنجس ولا البول والفصد فیه ولوفی اناء (درمختار)(۵)

(۹) لایدخل المسجد من علی بدنه نجاسة (ردالمختار عن الهندیه(۶) ص ۴۶۱ / ۱)

(۱۰) کره تحریما البول والتغوط فوقه لانه مسجد الی عنان السماء (درمختار) (۷) وکذاالی تحت الثری (ردالمحتار) (۸)

ہر وقف عام کے لئے تابید ضروری ہے

(۱) ویجعل اخره لجهة لاتنقطع (تنویر الابصار) (۹) یعنی لابدان ینص علی التابید عند محمد خلافالابی یوسف وهذا فی غیر المسجد اذلامخالفة لمحمد فی لزوم (۱۰) (ردالمحتار ص ۳۷۶ / ۳) فظهر بهذا ان الخلاف بینهما فی اشتراط ذکر التابید وعدمه انما هو فی التنصیص علیه اوما یقوم مقامه کالفقراء ونحوهم واما التابید معنی فشرط اتفاقا علی الصحیح وقد نص علیه محققو المشائخ اه (ردالمحتار (۱۱) ص ۳۷۶ / ۳)

مسجد کے لئے تابید بالاتفاق ضروری ہے

ویزول ملکه عن المسجد والمصلی بالفعل وبقوله جعلته مسجدا (درمختار) (۱۲) قوله بالفعل ای بالصلوٰة فیه ففی شرح الملتقی انه یصیر مسجدا بلاخلاف ثم قال عند قول الملتقی وعند ابی یوسف یزول بمجردالقول ولم یردانه لایزول بدونه لما عرفت انه یزول بالفعل ایضا

(۱) ابو داؤد، باب اتخاذ المسجد فی الدور، ج: ۱، ص ۶۶ سعید، ترمذی شریف، باب ماذکرفی تطییب المساجد، ج: ۱ / ۱۳۰، سعید، ابن ماجه، باب تطهیر المساجد وتطییبها، ص ۵۵، قدیمی، مشکوٰۃ شریف ص ۶۹ بحواله بالا

(۲) بخاری شریف، باب حك البزاق بالیدمن المسجد، ج: ۱ / ۵۸، قدیمی، مشکوٰۃ شریف ص ۶۹ بحواله بالا

(۳) ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب مایفسدالصلاة، ج: ۱ / ص ۶۵۶، سعید

(۴) ایضاً (۵) ایضاً (۶) ایضاً (۷) ایضاً

(۸) تنویر الابصار، کتاب الوقف، مطلب فی الکلام علی اشتراط التابید، ج: ۴ ص ۳۴۸، سعید

(۹) ردالمحتار، کتاب الوقف، مطلب فی الکلام علی اشتراط التابید، ص ۴/۳۴۸ ط. سعید)

(۱۰)(ایضاً ص ۴/۳۴۹)

(۱۱) والدرالمختار، کتاب الوقف، مطلب فی احکام المسجد، ص ۴/۳۵۶،۳۵۵ ط سعید)(۱۲) ایضًا

بلاخلاف اھ قلت وفى الذخيرة وبالصلوة بجماعة يقع التسليم بلاخلاف حتى انه اذا بنى مسجدا واذن للناس بالصلوة فيه جماعة فانه يصير مسجدا (ردالمحتار(۱) ص ۳۸۱ ج ۳)

اعلم ان المسجد يخالف سائرالاوقاف فى عدم اشتراط التسليم الى المتولى عند محمدؒ وفى منع الشيوع عند ابى يوسف وفى خروجه عن ملك الواقف عندالامام وان لم يحكم به حاكم كما فى الدرر وغيره (ردالمحتار(۲) ص ۳۸۱ ج ۳)

ولوخرب ماحوله واستغنى عنه يبقى مسجدا عندالامام والثانى ابداالى قيام الساعة وبه يفتى (درمختار) (۳) فلا يعود ميراثاولا يجوز نقله ونقل ماله الى مسجد اخرسواء كانوا يصلون فيه اولا وهوالفتوىٰ (حاوى القدسى) واكثرالمشائخ عليه (مجتبى) وهوالاوجه (فتح) اھ بحر (ردالحتار (۴) ص ۳/۳۸۲) ان المسجد اذا خرب يبقى مسجداً ابدا المفتى به قول ابى يوسف انه لايجوز نقله ونقل ماله الى مسجد اخر كما مر عن الحاوى (۸) رد المحتار ص ۳۸۳ ج ۳)

اذا جعل ارضه مسجدا ونواه واشهد ان له ابطاله وبيعه فهو شرط باطل ويكون مسجدا. كذا فى الذخيرة (عالمگیری (۵) ص ۴۴۵) والفتوىٰ على قول ابى يوسف رحمه الله تعالى انه لايعود الى ملك مالك ابدا (عالمگیری (۶) ص ۴۴۵) وقيل هو مسجد ابداً وهوالاصح كذافى خزانة المفتين (عالمگیری ص ۴۴۵) (۷)

باوجود عدم استعمال کے مسجد کی مسجدیت زائل نہیں ہوتی

ان المسجد اذا خرب يبقى مسجدا ابداً (ردالمحتار)(۸) سئل القاضى الامام شمس الائمة محمود الاوزجندى مسجد لم يبق له قوم وخرب ماحوله واستغنى الناس عنه هل يجوز جعله مقبرة قال لاوسئل هوايضا عن المقبرة فى القرےٰ اذا اندرست ولم يبق فيها اثر الموتى لاالعظم ولا غيره هل يجوززرعها واستغلالها قال لاولها حكم المقبرة كذافى المحيط (فتاویٰ (۹) عالمگیری ص ۴۵۲ ج ۲)

فان حرمة المسجد واحكامه الثابتة له باقية الى يوم القيامة ولواتسع وازيلت جدره واعيدت عادت على ذالك الحكم من غير تغير فان الحكم المذكور منوط بالمسجد من حيث هولا بذلك الجدار بعينه (الحاوى)(۱۰) ص۱۷ ج ۲

---

(۱) (ردالمختار، ايضاً ض ۴/۳۵۶)(۲) ايضاً ص ۴/(۳۵۶،۳۵۵)

(۳) (الدرالمختار، كتاب الوقف، مطلب فيما لوخرب المسجداوغيره ص ۴/۳۵۸ ط سعيد)

(۴) (ايضاً ص ۴/۳۵۸)(۵) (ايضاً ص ۴/۳۵۹)

(۶) (الفتاوىٰ العالمگيريه، كتاب الوقف، الباب الحادى عشر، الفصل الاول، ص ۴۵۸،۴۵۷/۲ ط ما جديه)

(۷) ايضاً ص ۴۵۸/۲)(۸) (العالمگيريه، كتاب الوقف، الباب الحادى عشر، الفصل الاول، ص ۴۵۸/۲ ط ماجدية)

(۹) ردالمحتار، كتاب الوقف مطب فيما لوحزب المسجد اوغيره، ص ۴/۳۵۹ ط سعيد)

(۱۰) الفتاوىٰ عالمگيرية، كتاب الوقف، الباب الثانى عشر، ص ۲/۴۷۰ ط ماجدية)

(۱۱) (الحاوى للفتوىٰ فصل فى بيان ان جماعة من مفتى عصر المولف افتوا بجواز فتح الباب الكوة والشباك من دار بنيت ملا صقة للمسجد ص ۲/ ۱۷ ط بيروت

مسجد اپنی جائیداد موقوفہ کی مالک ہے اور قانونی شخص کی حیثیت رکھتی ہے

ولو قال وهبت داری للمسجد اواعطیتها له صح. ویکون تملیکا فیشترط التسلیم کما لوقال وقفت هذه المائة للمسجد. یصح بطریق التملیك اذا سلمه للقیم کذافی الفتاوی (۱) العتابیه لوقال هذه الشجرة للمسجد لاتصیر للمسجد حتی تسلم الی القیم کذا فی المحیط (فتاوی عالمگیری ص ۲/٤٤۷) رجل اعطی درهما فی عمارة المسجد اونفقة المسجد اومصالح المسجد صح.لانه وان کان لایمکن تصحیحه تملیکا بالهبة للمسجد فاثبات الملك للمسجد علی هذا الوجه صحیح فیتم بالقبض کذافی الواقعات الحسامیه(فتاویٰ عالمگیری(۲)ص ۷ ۴۴ ۲)

رجل وقف ارضاله علی مسجد ولم یجعل اخره للمساکین تکلم المشائخ فیه والمختار انه یجوز فی قولهم جمیعا کذافی الواقعات الحسامیه (فتاوی (۳) عالمگیری ص ۲/٤٤۷) اذا غرس شجراً فی المسجد فالشجر للمسجد (فتاویٰ(۴)عالمگیری ص ۴۵۵ ۲)رجل غرس تالة فی مسجد فکبرت بعد سنین فاراد متولی المسجد ان یصرف هذه الشجرة الی عمارة بیرفی هذه السکة والغارس یقول هی لی فاتی ماوقفتها علی المسجد قال الظاهر ان الغارس جعلها للمسجد فلا یجوز صرفها الی البیرولا یجوز للغارس صرفها الی حاجة نفسه کذافی المحیط (عالمگیری(۵) ص۴۵۶) مسجد فیه شجرة تفاح یباح للقوم ان یفطروابهذاالتفاح قال الصدر الشهید رحمه الله المختار انه لایباح کذافی الذخیرة (فتاوی عالمگیری (۶)ص ٤٥٦) مسجد له اوقاف مختلفة لاباس للقیم ان یخلط غلتها کلها وان خرب حانوت منها فلا باس بعمارته من غلة حانوت اخرلان الکل للمسجد ولوکان مختلفالان المعنی یجمعها(۷)۔

(۱)ہر وہ چیز جو موقوف علیہ بن سکے اور متعین ہووہ قانونی شخص ہے اور مسجد موقوف علیہ بن سکتی ہے۔

(۲)ہر وہ چیز جو مالک بن سکے وہ قانونی شخص ہے اور اس کی ملک کی حفاظت گورنمنٹ کا فرض ہے اور اس کو اپنی ملک کی حفاظت کے لئے دعویٰ دائر کرنے کا حق ہے۔

(۳) شخصی ملک قابل زوال وانتقال ہے- مالکانہ حیثیت جو قابل زوال وانتقال ہے جب یہ اپنے مالک کو قانونی شخص کی حیثیت دے دیتی ہے تو مسجد کی ملک جو نا قابل زوال وانتقال ہے اپنے مالک (مسجد) کو قانونی شخص کا مرتبہ بدرجہ اولیٰ دے گی۔

---

(۱) (العالمگیریه ، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر ، الفصل الثانی، ۲/ ٤٦٠ ط ماجدیة)
(۲) (ایضاً) (۳) ایضاً (٤) (العالمگیریة کتاب الوقف، الباب الثانی عشر ، ۲/ ٤٧٤ ط ماجدیة)
(٥) العالمگیریه، کتاب الوقف، الباب الثانی عشر، ص ۲/٤٧٧ ط ماجدیه)
(٦) (ایضاً)
(۷) (الشامیه، کتاب الوقف مطلب فی نقل انقاض المسجد ونحوه ، ٤/ ٣٦١ ط سعید) ومثله فی البزازیة، کتاب الوقف الفصل الرابع، ص۳/ ۲٦۹، ۲۷۰ ط ماجدیة)

دوسرا باب
فصل اول
مدرسے کا اور اس کے مال کا صحیح مصرف

مدرسہ کی رقم کفار کی تعلیم میں خرچ کرنے کا حکم

(سوال) قصبہ مئوناتھ بھنجن ضلع اعظم گڑھ میں ایک مدرسہ دارالعلوم نامی صرف قرآن پاک اور دینی تعلیم کی غرض سے محض صدقات و قربات چرم اضحیہ و مفلس و بے کس غریب نادار مسلمانوں کی پاک کمائی سے جاری ہے۔اگرچہ چندروز سے بطور امداد منجانب سرکار انگلشیہ بھی مبلغ ۵۰ روپے ماہوار اور وہ بھی خاص عربی تعلیم کے لئے ملتے ہیں۔اب اس کے اندر تھوڑے روز سے چند ناعاقبت اندیش مسلمانوں کے ناجائز مشورے سے ایک ہندو آریہ ملازم رکھا گیا ہے اور کفار اشرار کے بیسیوں لڑکے ہندی حساب کتاب کی تعلیم پاتے ہیں اور غریب مسلمانوں کی پاک اور گاڑھی کمائی کا پیسہ ان ملاعنہ اشرار کی تعلیم میں برابر صرف ہو رہا ہے۔لہذا ایسا طیب اور حلال مال جو یتیموں و بیواؤں کے منہ سے چھین کر صرف اسلامی تعلیم کیلئے دیا جاتا ہے کفار کی تعلیم میں خرچ کرنا کیسا ہے ؟

(جواب ۸۶) چندہ کا روپیہ اسی کام میں صرف ہو سکتا ہے جس کے لئے دینے والوں نے دیا ہے۔اس کے علاوہ خرچ کرنا جائز نہیں(۱) جو خرچ کرے گا وہ خود ضامن ہوگا۔ حساب کتاب وغیرہ کی تعلیم مسلمانوں اور کافروں کے بچوں کو دینا ناجائز نہیں مگر اس کام کے لئے وہ روپیہ خرچ نہیں کیا جا سکتا جو خاص دینی تعلیم یا خاص مسلمانوں کے بچوں کی تعلیم کے لئے دیا گیا ہو۔مدرسہ کے کارکن چندہ دینے والوں کے وکیل ہیں اور وکیل اگر اپنے مئوکل کے حکم اور اجازت کے خلاف خرچ کرے تو خود ضامن ہوتا ہے۔ الوکیل اذا خالف ان خلافا الی خیر فی الجنس کبیع بالف درهم فباعه الف ومائة نفذ ولو بمائة دینارا لا ولو خیرا (خلاصہ و درر۔ درمختار)(۲)

وقف کا مال واقف کی نیت کے مطابق خرچ کرنا

(سوال) دیندار مسلمانوں کی ایک جماعت نے صرف دینی و مذہبی تعلیم و اشاعت کی نیت سے ایک عمارت مع زمین وقف کردی وہ عمارت مدرسہ اسلامیہ عربیہ کے نام سے مشہور ہو کر تقریباً عرصہ بیس سال سے اب تک دینی و مذہبی و اسلامی تعلیمات کا گہوارہ بنی رہی۔ مقامی طلباء کے علاوہ بیرونی تشنگان علوم عربیہ بھی اس مدرسے سے سیراب ہوتے رہے۔ مخیر حضرات کی امداد کے ذریعہ ان کی خورد و نوش کا انتظام ہوتا رہا۔ لیکن چندماہ سے ایک شخص مدرسہ کے انتظام کو بعض حکام کی مدد سے اپنے ہاتھ میں لے کر بانیان مدرسہ کے اغراض و مقاصد کے

---

(۱) سئل القاضی الامام شمس الائمة محمود الاوزجندی فی مسجد لم یبق له قوم وخرب ماحوله، واستغنی الناس عنه هل یجوز جعله مقبرة ؟ قال : لا (عالمگیریه، کتاب الوقف، الباب الثانی عشر، ج : ۲/ ٤٧٠)
(۲) (ردالمحتار، کتاب الوکالة، ج : ۵/ ۵۲۱، سعید)

خلاف مدرسے کو انگریزی اسکول بنانا اور انگریزی تعلیم و مغربی تنظیم کے ماتحت لانا چاہتا ہے۔ علوم اسلامیہ عربی فارسی کی تعلیمات کو محض اپنی شخصی وذاتی رائے سے وقف کرنا چاہتا ہے - چنانچہ اس دینی درس گاہ میں بجائے مولوی کے انگریزی داں کو ہیڈ ماسٹر بنانا جو کہ علوم دینیہ و مذہبی معلومات سے قطعاً نابلد ہے عربی فارسی کے طلباء کو خارج کر دینا چاہتا ہے۔ یہ جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۹۶۶ حاجی عبدالغفور (ضلع بجنور) ۱۰ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ کیم جون ۱۹۳۶ء

(جواب ۸۷) شرط واقف کی رعایت لازم اور واجب ہے جو عمارت کہ دینی تعلیم کے لئے وقف کی گئی ہے اس کو دنیوی تعلیم کے لئے استعمال کرنا درست نہیں۔(۱) ایسے مدرسے میں جو دینی تعلیم کے لئے وقف ہے۔ دینی تعلیم کے ماہرین ہی مدرس بنائے جاسکتے ہیں۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مسجد میں دینی اور عصری تعلیم جاری کرنا

(سوال) (۱) مسجد کے اندر مدرسہ بنانا بایں خیال کہ مدرسہ مسجد کے اندر مستقل طور پر قائم کیا جاوے اور اس میں دین و دنیا دونوں کی تعلیم دی جائے حتیٰ کہ ہندو کے لڑکے بھی تعلیم پاویں اور ڈسٹرکٹ بورڈ سے امداد بھی لی جائے - بورڈ کا ممتحن بھی برائے امتحان و معائنہ خواہ کسی مذہب کا ہو آوے۔ کیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے ؟
(۲) اور اگر بحیثیت مذکورۂ بالا مدرسہ نہ ہو بلکہ خالص دینی تعلیم ہو قرآن و حدیث کی کوئی مدرس تنخواہ لے کر پڑھانے والا ہو اور اس مدرسہ کو خاص طور پر مسجد ہی کے اندر رکھا جائے شرعاً کیسا ہے ؟

المستفتی نمبر ۱۴۳۰ محمد امین صاحب (ضلع اعظم گڑھ) ۲۸ صفر ۱۳۵۶ھ م، ۱۰ مئی ۱۹۳۷ء

(جواب ۸۸) مسجد کے اندر مدرسہ بنانے سے اگر مراد یہ ہے کہ مسجد کا حصہ (مہیا للصلوٰۃ) کو مدرسہ بنادینا تو یہ نہیں ہو سکتا۔(۳) ہاں مسجد میں بیٹھ کر دینیات کی تعلیم دینے میں مضائقہ نہیں مگر مسجد کی حیثیت مسجد ہی کی رہے گی۔ مدرسہ کی حیثیت پیدا نہ ہو گی۔(۴) اور آداب مسجد کی رعایت لازم ہو گی اور اگر مراد یہ ہے کہ احاطہ مسجد کے اندر فاضل جگہ موجود ہے - موضع مہیا للصلوٰۃ اس سے علیحدہ ہے تو اس فارغ اور فاضل جگہ میں مدرسہ بنانا جائز ہے۔ لیکن مدرسہ عارضی ہو گا اور اگر کبھی مسجد کو اس جگہ کی ضرورت ہو گی تو مدرسہ اٹھانا پڑے گا اور جگہ مسجد

---

(۱) على انهم صرحوا مراعاة غرض الواقفين واجبة......وقدمر وجوب العمل بشرط الواقف(ردالمحتار، كتاب الوقف، مطلب مراعاة غرض الواقفين واجبة، ج: ٤ / ٤٤٥، سعيد)
(۲) اذاولى السلطان مدرساً ليس باهل لم تصح توليته، لان فعله مقيد بالمصلحة خصوصا ان كان المقرر عن مدرس اهلا فان الاهل لم ينعزل، وصرح البزازى فى الصلح، بان السلطان اذا اعطى غير المستحق فقد ظلم مرتين بضع المستحق واعطاء غير المستحق اه (الشامية، كتاب الوقف مطلب لايصح عزل صاحب وظيفة بلا جنحة اوعدم اهلية، ص ٤/٣٨٢
(۳) مسجد لم يبق له قوم وخرب ماحوله واستغنى الناس عنه هل يجوز جعله مقبرة قال لا (العالمگيرية، كتاب الوقف الباب الثانى عشر ص ٢/٤٧٠ ط ماجدية)
(٤) قوله لالدرس اوذكر، لانه مابنى لذلك وان جازفيه ذلك (ردالمحتار كتاب الصلاة، ج: ١/٦٦٣، سعيد)

کے حوالے کرنی پڑے گی۔(۱) ایسے مدرسہ میں جو فارغ جگہ میں بنایا گیا ہو دینی دنیوی جائز تعلیم جاری کرنا بھی جائز ہے اور اس میں مسلم و غیر مسلم لڑکے تعلیم کے لئے اور انسپکٹر تعلیم معائنہ کے لئے آسکتے ہیں۔ ڈسٹرکٹ بورڈ سے امداد لینا بھی جائز ہے(۲) فقط۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) ارض لاهل قرية جعلوها مقبرة واقبر فيها ثم ان واحدا من اهل القرية بنى فيها بناء وضع البن وآلات القبر واجلس فيها من يحفظ المتاع بغير رضا اهل القرية اورضا بعضهم بذلك، قالوا ان كان فى المقبرة سعة بحيث لايحتاج الى ذالك المكان فلا باس به، وبعد مابنى لو احتاجوا الى ذالك المكان رفع البناء حتى يقبر، كذافى فتاوى قاضيخان (عالمگيرية، كتاب الوقف، الباب الثانى عشر ص ٤٦٧، ٢/٤٦٨) ارادانسان ان يدرس الكتاب بسراج المسجد، ان كا ن سراج المسجد موضوعا فى المسجد للصلاة قيل لاباس به، وان كان سراج المسجد موضوعا فى المسجد لالصلاة،بان فرغ القوم من صلاتهم ذهبوا الى بيوتهم وبقى السراج فى المسجد قالو الاباس بان يدرس به الى ثلث الليل وفيما زاد على الثلث لايكون له حق التدريس كذافى فتاوى قاضيخان (العالمگيريه، كتاب الوقف، الباب الحادى عشر ص ٢/٤٥٩)هذا يدل على جوازالتدريس فى المسجد ولو بسراج المسجد، فالتدريس خارج المسجد فى ارض وقف له يجوز بلاريب و كذا ينبغى ان يجوز فيه كل مايجوز فى المدرسة ايضا وان لم يجز ذالك فى داخل المسجد لحرمته كما قال فى الدرالمختار كره تحريما (الوط، فوقه، والبول والتغوط) لانه مسجد الى عنان السماء..... ورفع صوت بذكرالاللمتفقة (كتاب الصلاة، ط سعيد ٦٥٦، ١/٦٦٠) وكذايدل على جواز التدريس مافى الشامية كتاب الصلاة ص ٦٥٦ (قوله ومن هنايعلم جهل بعض مدرسى زماننا من منعهم من يدرس فى المسجد)

(۲) قال فى العالمگيرية : اذا جعل فى المسجد ممرا فانه يجوز لتعارف اهل الا مصارفى الجوامع وجازلكل واحد ان مرفيه حتى الكافر (لاالجنب والحائض و النفساء، ولهم ان يدخلوا فيه الدواب كذافى التبيين (كتاب الوقف ص ٢/٤٥٧)

فصل دوم
مدرسے کے لئے غیر مسلم سے امداد لینا

ڈسٹرکٹ بورڈ سے نسوانی مدرسہ کے لئے امداد لینے کا حکم

(سوال) ایک خاتون جو کہ ایک بہت بڑی زمیندارن ہے انہوں نے اپنے ذاتی صرفہ سے ایک نسوانی مدرسہ قائم کیا ہے جس میں صرف مسلمانوں کی بچیاں مذہبی تعلیم پاتی ہیں۔ بانی مدرسہ کی آمدنی کا ایک کثیر حصہ گورنمنٹ کے صرفہ میں آتا ہے۔ اگر بانی مدرسہ اپنے مدرسہ میں ڈسٹرکٹ بورڈ سے امداد لے لیں تو شرعی نقطہ نظر سے کچھ حرج تو نہیں ہے اور آیا یہ فعل ازروئے شرع شریف جائز ہوگا۔ جو جو صورتیں جواز کی ہوں وہ سب لکھ دی جائیں۔ یعنی اس قسم کا روپیہ تنخواہوں و تعمیرات و خرید کتب وغیرہ وغیرہ پر صرف ہو سکتا ہے یا کسی خاص جگہ؟

المستفتی نمبر ۲۰۱۳ بی بی سیدہ صغیرہ بانو (بلند شہر) ۹ رمضان ۱۳۵۶ھ م ۱۴ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۸۹) ڈسٹرکٹ بورڈ سے نسوانی مدرسہ کی امداد کے سلسلہ میں کوئی رقم لینا جائز ہے اور اس رقم کو تنخواہوں اور دیگر ضروریات مدرسہ میں خرچ کرنا جائز ہے۔ (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

فصل سوم
مدرسے کی رقوم کو بینک میں رکھنا

سخت ضرورت کی بناء پر مدرسہ کی رقم بینک میں رکھنے کا حکم

(سوال) ہمارے قصبہ میں ایک مدرسہ اسلامیہ ہے اس کی رقوم خزانچی مدرسہ کے پاس جمع ہیں مگر آج کل مدرسہ میں چوری وغیرہ کی ایسی وارداتیں ہو رہی ہیں جن کے سبب خطرہ لاحق ہو گیا ہے کہ کہیں یہ رقومات مدرسہ ضائع نہ ہو جائیں اس لئے اگر بطور حفاظت اس روپے کو کسی بینک یا خزانہ سرکاری میں جمع کرا دیا جائے تو کوئی شرعی نقصان تو نہیں جب کہ اس سے مقصد صرف حفاظت ہو اور نفع وغیرہ کچھ نہ ہو۔

المستفتی نمبر ۲۱۸۰ شیخ علی محمد صاحب ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ م ۱۵ جنوری ۱۹۳۸ء

(جواب ۹۰) حفاظت کی معتمد صورت نہ ہو تو بینک میں جمع کرا دینا مباح ہے۔ (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) قال فی الدرالمختار : (ومصرف الجزیة والخراج ومال التغلبی وهدیتهم ..... مصالحنا کسد ثغور وبناء قنطرة وجسر وکفایة العلماء وفی ردالمختار : وکذا النفقة علی المساجد کزکاة الخانیة فیدخل فیه الصرف علی اقامة شعائرها من وظائف الامامة والاذان ونحوهما (الدرالمختار، کتاب الجهاد، مطلب فی مصارف بیت المال، ط سعید ۲۱۷/۴)

(۲) فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیه: سورة البقرة، رقم الآیة، ۱۷۳

فصل چہارم
مدارس اسلامیہ کے سفراء اور متفرق مسائل

مبلغین اور سفراء کے لئے ہدایا و تحائف وصول کرنے کا حکم

(سوال) مدرسہ عربیہ جس میں علوم دینیہ کی تعلیم کے لئے مدرس اور عوام کی ہدایت کے لئے مبلغ اور فراہمی سرمایہ کے لئے سفیر مقررہ تنخواہوں پر کام کرتے ہیں۔ اس مدرسے کے مدرسوں، مبلغوں اور سفراء سے اطراف کے عوام کو کچھ ایسی دلچسپی ہے کہ اپنی انجمنوں اور اپنے مدرسوں کے سالانہ جلسوں پر بلاتے ہیں اور علاوہ اخراجات سفر کے کوئی کپڑا، کچھ مٹھائی، کوئی بکس یا کوئی ایسی استعمال کی چیز یا نقد روپیہ بطور ہدیہ پیش کرتے ہیں تو یہ ہدایا کی چیزیں ان مدرسوں، مبلغوں اور سفراء کی ملکیت ہوں گی یا مدرسے کی ملکیت سمجھی جائیں گی اور بالخصوص نقد روپیہ کے متعلق جب کہ یہ تصریح بھی ہو گئی ہو کہ مدرسے کی خدمت ہم لوگ کسی اور موقع پر اور معقول طریقہ پر کریں گے۔ یہ تو حقیر ہدیہ محض آپ کی تکالیف فرمائی پر آپ کے اہل و عیال کے لئے ہے۔ قرآن و حدیث و فقہ حنفی سے بالخصوص اپنے اکابر کے دستور العمل کے حوالے سے فتویٰ عنایت ہو۔

المستفتی نمبر ۱۱۷۶ مظفر الدین، واچ مرچنٹ۔ مراد آباد ۲۱ شعبان ۱۳۵۵ھ م ستمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۹۱) مدرسے کے مدرسین اور مبلغ جو صرف تدریس اور تبلیغ کے کام پر مامور ہوں یعنی فراہمی چندہ ان کا فرض منصبی نہ ہو، مدرسہ سے رخصت حاصل کر کے کسی جگہ جا کر وعظ کریں اور ان کو شخصی طور پر کوئی چیز یا نقد ہدیہ ملے تو وہ ان کی اپنی ہے۔ ہاں سفراء جو فراہمی چندہ کے کام پر مامور ہوں اور مدرسے نے ان کو شخصی طور پر ہدیہ لینے سے روک دیا ہو ان پر لازم ہے کہ یا تو وہ شخصی ہدایا قبول نہ کریں یا قبول کریں تو مدرسے کے فنڈ میں ڈال دیں۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

(۱) کیا چندہ وصول کرنے والوں کو اسی رقم سے اجرت دی جا سکتی ہے؟
(۲) مبلغ اور مدرس کو زکوٰۃ دینے کا حکم

(سوال) (۱) مدرسہ عربیہ میں بمد زکوٰۃ جو روپیہ پہنچتا ہے کیا اس میں سے مدرسہ کے سفیر کو جو چندہ کی فراہمی کے لئے مقرر ہوتا ہے۔ والعاملین علیھا کی مد میں داخل سمجھ کر اس کی تنخواہ میں وہ روپیہ دیا جا سکتا ہے یا نہیں؟
(۲) مدرسہ کا کوئی ایسا مبلغ یا مدرس ہو جس کے پاس کسی رقم کا نصاب نہیں۔ صرف ماہواری تنخواہ پر جو مدرسہ سے حاصل کرتا ہے نہایت تنگی اور دشواری سے اگر اس پر گزارا کر سکتا ہے۔ کیا ایسے مبلغ اور مدرس کو بھی بمد

(۱) (قوله ويرد هدية)الاصل في ذالك مافي البخاري: عن ابي حميد الساعدي قال استعمل النبي عليه السلام رجلا من الازد يقال له ابن اللتية على الصدقة فلما قدم قال : هذالكم، وهذالي، قال عليه السلام، هلا جلس في بيت ابيه اوبيت امه فينظر ايهدى له ام لا؟ (الى قوله) واستعمل عمرا باهريرة بمال، فقال له من اين لك هذا؟ فقال تلاحقت الهدايافقال له عمر : اى عدو الله هلا قعدت في بيتك، فتنظرا يهدى لك ام لا؟ فاخذذالك منه، وجعله في بيت المال الخ وتعليل النبي صلى الله عليه وسلم دليل على تحريم الهدية التي سببها الولاية...... وكذا كل من عمل للمسلمين عمداً، حكمه في الهدية حكم القاضي؟

زکوۃ آمدہ رقم سے تنخواہ دی جاسکتی ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۲۴۱۵ مولانا محمد چراغ صاحب صدر مدرس مدرسہ عربیہ گوجرانوالہ۔ ۲۱ رجب ۱۳۵۹ھ

(جواب ۹۲)(۱) زکوۃ کی رقم وصول کر کے لانے والوں کو اسی رقم میں سے اجرت عمل دینے کی گنجائش ہے خواہ وہ غنی ہوں مگر کسی حال میں ان کی وصول کی ہوئی رقم کے نصف سے زیادہ نہیں دی جائے گی۔(۱)

(۲) کسی مستحق زکوۃ کو زکوۃ کی رقم کسی عمل کے معاوضہ میں (سوائے تحصیل و جمع زکوۃ کے) نہیں دی جاسکتی۔ کیونکہ زکوۃ کی ادائیگی میں تملیک بلا عوض شرط ہے۔ ملازمین مدرسہ تبلیغ و تعلیم کو تنخواہ بطور عقد اجارہ دی جاتی ہے جو تملیک بلا عوض (۲) نہیں ہے۔ البتہ اگر ان کو بطور وظیفہ ماہواری رقم دی جائے اور مستاجر کی حیثیت سے ان کے عمل کی جانچ نہ کی جائے اور اجیر کی طرح ان سے مواخذات نہ ہوں تو پھر ان کی زکوۃ میں سے ماہواری وظیفہ دینا جائز ہوگا۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

الجواب صحیح۔ فقیر محمد یوسف دہلوی۔ مدرسہ امینیہ دہلی

مدرسہ کے لئے اصل قیمت سے کم پر بذریعہ سرکار زمین خریدنا

(سوال) ایک جگہ مدرسہ اسلامیہ جاری کیا گیا۔ مکان مدرسہ مختصر تھا۔ وہاں زیادہ عمارت کی اشد ضرورت تھی۔ مدرسہ کے مکان کے قریب مسلمانوں کی زمین تھی۔ اہل مدرسہ نے ان لوگوں کو ہر طرح سے سمجھایا اور دوگنی قیمت بھی دینے کے لئے تیار ہوئے لیکن ان لوگوں نے اہل مدرسہ کو وہ زمین نہیں دی۔ اس واقعہ سے پہلے سرکاری بڑودہ کو سڑک کے لئے اس زمین میں سے تھوڑے سے قطعہ کی ضرورت پڑی تھی تو سرکار نے سرکار کے معمول کے مطابق عرف سے بہت ہی قلیل عشر عشیر قیمت دے کر ان لوگوں سے زمین لی تھی۔ اہل مدرسہ کو جب ان لوگوں سے زمین ملنے کی امید نہ رہی تو سرکار سے عرض کی گئی کہ اس زمین کی مدرسہ کو سخت ضرورت ہے۔ مدرسہ میں چونکہ گجراتی وار دو بھی عربی کے ساتھ پڑھائی جاتی تھی جس کا قوم کے لئے خود سرکار بندوبست اپنے خرچہ سے کرتی ہے۔ اس لئے سرکار نے اس عرضی پر خوب غور کیا اور مدرسے والوں سے سرکار کے معمول کے مطابق اس زمین کی قیمت لی اور وہ قیمت عشر عشیر مالکان زمین کو دے کر اس زمین کا قبضہ اہل مدرسہ کو دے دیا۔ مالکان زمین اتنی کم قیمت پر کبھی یہ زمین مدرسہ والوں کو نہ دیتے لیکن سرکار کے سامنے مجبور امر تسلیم خم کرنا پڑا اور قبضہ سے دست بردار ہو گئے اور اس پر سخت ناراض ہوئے اور ہیں۔ ایسی زمین مدرسہ والوں کے لئے مدرسہ میں لینا اور اس پر مدرسہ کی عمارت بنانا جائز ہے یا نہیں ؟ مدرسہ والوں نے سرکار سے

---

(۱) مصرف الزکاۃ والعشر ...... (ھو فقیر، وھو من لہ ادنی شئی، ومسکین من لاشئی لہ وعامل فیعطی بقدر عملہ) ولو غنیا لاھاشمیا لانہ فرغ نفسہ لھذا العمل، فیحتاج الی الکفایۃ، والغنی لایمنع من تناولھا عندالحاجۃ کابن السبیل. بحر عن البدائع (الدر المختار مع رد المحتار) کتاب الزکوۃ، اول باب المصرف ط سعید ص ۳۳۹، ۲/۳۴۰

(۲) (ھی تملیک جزء مال عینہ الشارع من مسلم فقیر غیر ھاشمی ولا مولاہ مع قطع المنفعۃ عن المملک من کل وجہ للہ تعالی) (تنویر الابصار اول کتاب الزکاۃ، ص ۲۵۶، ۲۵۸) القاموس الفقھی ص ۱۵۹ ط ادارۃ القرآن کراتشی)

(۳) قال فی الشامیۃ: واستدل علی ذالک بمسئلۃ غیبۃ المتعلم، من انہ لاتاخذ حجرتہ ووظیفتہ علی حالھا اذا کانت غیبتہ ثلاثۃ اشھر (کتاب الوقف مطلب لایصح عزل صاحب وظیفۃ ص ۳۸۲) وقد مر من کتاب الجھاد ان العلماء والنقباء یعطون الوظائف من الجزیۃ والخراج والزکاۃ

بڑی بڑی شرطوں کے ساتھ یہ زمین لی ہے - کیا اس طرح سے زمین کا لینا مدرسہ والوں کے لئے جائز ہے؟ اور اس زمین پر حسب معاہدہ و شرائط سرکار مدرسہ کا مکان بنایا جارہا ہے - آخرت میں اہل مدرسہ سے مئواخذہ ہو گا یا نہیں اور در صورت عدم جواز اس وقت ان لوگوں کو...... اہل مدرسہ مدرسے کے روپے سے پوری قیمت ادا کر دیں تو یہ معاملہ کیسا ہے؟ غرض اہل مدرسہ پر اب کیا لازم ہے؟

(جواب ۹۳) صورت مسئولہ میں چونکہ منتظمان مدرسہ نے خود درخواست کر کے حاکم سے جبراً زمین خریدوائی ہے تو گویا حاکم کے جبر و تشدد کا سبب یہ بنے ہیں۔ اس لئے حاکمانہ جبر و تشدد کے گناہ میں یہ بھی شریک ہیں اور اخروی مواخذہ ان کے ذمہ بھی ہے - (۱) اب اس مواخذہ سے نجات کی سوائے اس کے کوئی صورت نہیں کہ یا تو یہ زمین مالکوں کو واپس دیں یا بقیہ قیمت ادا کر کے مالکوں کو راضی کر لیں یا ان سے معافی حاصل کریں۔ (۲) باقی مدرسہ والوں کا سرکار سے اس زمین کو شروط کے ساتھ خریدنا وہ معاملہ جدا رہا۔ اگر شروط فاسدہ عقد بیع میں داخل ہیں تو وہ بیع بھی فاسد اور حرام ہے - فقط (۳)

مسجد کی رقم پر بینک سے سود لینا اور اسے مسجد کے دوسرے رفاہی کاموں پر خرچ کرنا

(سوال) مسجد کا جو روپیہ بینک میں جمع رہتا ہے اس کا سود لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اگر یہ روپیہ نہ لیا جائے تو وہ لوگ اس کو مشن اسکولوں وغیرہ میں صرف کرتے ہیں۔ اگر جائز ہے تو اس روپے سے امور کار خیر مثلاً تبلیغی مدرسے کی امداد، غرباء کی اعانت، مسافر خانہ، کنواں اور سڑک وغیرہ کی تعمیر، سڑکوں پر روشنی، مسلمان طلباء کے لئے انگریزی کتابوں کی خرید اور ان کی انگریزی تعلیم پر صرف کر سکتے ہیں یا نہیں؟ ان صورتوں میں سے جن میں صرف کرنا زیادہ افضل ہو اس سے بھی مطلع فرمایا جائے - بینوا توجروا۔

(جواب ۹٤) جو روپیہ بینک میں جمع کیا جائے اس کا سود بینک سے وصول کر لیا جائے تاکہ اس کے ذریعہ سے مسیحی مذہب کی تبلیغ اور مسلمانوں کو مرتد بنانے کی اعانت کا گناہ نہ ہو۔ وصول کرنے کے بعد اس روپے کو امور خیر میں جو رفاہ عام سے تعلق رکھتے ہوں۔ یا فقراء و مساکین کی رفع حاجات کے لئے مفید ہوں مثلاً یتامی و مساکین اور طلبائے مدارس اسلامیہ کے وظائف اور امداد کتب وغیرہ پر خرچ کرنا یا مسافر خانہ، کنواں، سڑک وغیرہ تعمیر کرنا۔ سڑکوں پر روشنی کرنا۔ یہ سب صورتیں جائز ہیں۔ البتہ مسجد پر خرچ نہ کی جائے کہ یہ تقدس

---

(۱) الغصب (هوازالة محقة) ... (وحكمه الاثم لمن علم انه مال الغير وردالعين قائمة والعزم هالكة ولغير من علم الاخيران) الدرالمختار، اول كتاب الغصب ص ۱۷۷، ۱۸۰ ط سعيد)

(۲) وحكمه الاثم وردالعين قائمة والعزم هالكة (ايضاً ص ٦/١٧٩) ويجب ردعين المغصوب) ... اومثله ان هلك وهو مثلى، وان انقطع المثل وقيسته يوم الخصومة) (ايضاً، ص ٦/١٨٣،١٨٢) لقوله عليه الصلاة والسلام "لايحل لاحدكم ان ياخذمال اخيه، لاعبا ولاجادا، وان اخذه فليرده عليه وظاهره ان ردالعين هوا لواجب الاصلى، وهوا لصحيح الخ (ردالمحتار، ص ٦/١٨٢) فان غصب وغيّرفزال اسمه واعظم منا فعه واختلط ... ضمنه وملكه بلاحل انتفاع قبل اداء ضمانه) او تضمين قاض. وكذا لوغصب ارضا اوغرس ... يضمن صاحب الاكثر قيمة الاقل ... فان اصطلحا على شئى جاز (الدرالمختار، كتاب الغصب ص ۱۹۰، ۱۹۳)

(۳) ثم الشرط على وجوه ... ان كان لايقتضيه العقد فعلى التفسير الذى ذكرنا ... ان كان الشرط لا يلائم العقد ... (و) لم يردالشرع بجوازه ... ولاهو متعارف ولكن فيه منفعة البايع اوالمشترى اوالمعقودعليه ... لايجوز العقد (خلاصة الفتاوى، كتاب البيوع، الفصل الخامس، ص ۳/۵۰،٤۹ ط امجد اكيڈمى، لاهور)

مسجد کے منافی ہے۔(۱)واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ، دہلی

(جواب)از مولانا اشرف علی تھانوی۔ اول تو مسجد کا روپیہ بینک میں جمع کرنا جب دوسرا طریق حفاظت کا ہو خلاف احتیاط ہے۔ اور اگر غلطی سے یا غفلت سے یا مجبوری سے ایسا اتفاق ہو گیا تو اس وقت وصول کرنے میں تو وہی عمل کرے جو مجیب اول نے تحریر فرمایا ہے۔ البتہ جزو اخیر یعنی مصارف مذکورہ میں صرف کرنا اس میں ترمیم کی ضرورت ہے۔ وہ یہ کہ خاص اس کا مسجد میں صرف کرنا تو تقدس مسجد کے خلاف ہے (۲) اور دوسری جگہ صرف کرنا ملک مسجد کا غیر مسجد میں صرف کرنا ہے (۳) اس لئے دونوں محذوروں سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ اس قدر روپیہ کسی سے قرض لے کر مسجد میں صرف کر دے اور اس سود کی رقم سے وہ قرضہ ادا کر دے اور یہ ثابت ہے کہ مسجد کی نیت سے جو قرضہ لیا جاوے اس کا مسجد کی آمدنی سے ادا کرنا جائز ہے۔ (۴) واللہ اعلم۔

کتبہ اشرف علی عفی عنہ۔ ۱۱ ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ

الجواب الثانی صحیح بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ۔ مسعود احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی دار العلوم دیوبند۔ ۱۴ ذیقعدہ ۵۴ھ

(جواب مکرر) از حضرت مفتی اعظمؒ۔ الجواب واللہ الملهم للحق والصواب۔ بینک کے سود کو وصول کرنے کا حکم یا تو اس بناء پر ہو کہ ہندوستان دار الحرب ہے۔ اور دار الحرب میں عقود ربویہ جائز ہیں۔ اس صورت میں بینک سے روپیہ جمع کرنا اور سود حاصل کرنا بھی جائز ہوگا۔ اور شخصی رقم یا وقفی رقم دونوں جمع کی جا سکیں گی اور رقم کا مالک خواہ کوئی شخص ہو یا مسجد، سود کی رقم کا بھی مالک ہو جائے گا اور یہ کہا جا سکے گا کہ سود کی وہ رقم جو مسجد کے جمع شدہ روپے پر ملی ہے مسجد کی رقم ہے۔ لیکن اپنی جماعت کے علماء نے ہندوستان میں عقود ربویہ کے جواز کا ابھی تک حکم نہیں دیا ہے اور اسی نظر سے بینکوں میں روپیہ جمع کرنے سے منع کرتے ہیں۔ میں بھی بینک میں تاحد امکان روپیہ جمع کرنے سے اب تک منع کرتا رہا ہوں۔ اول اس لئے کہ سود میں ابتلاء اور بینک کے تمام سودی کاروبار کی معاونت ہے۔ دوم اس لئے کہ ڈاکخانہ کا سیونگ بینک اور امپیریل بینک کلیۃً اور براہ راست دوسرے بینک اکثری طور پر اور بالواسطہ حکومت کے زیر حکم اور اس کے مئوید و معاون ہیں اور حکومت کافرہ متسلطہ کو مالی تقویت پہنچانا اور اس کی قوت کو مستحکم کرنا مفاد اسلامی کے منافی ہے۔ اس صورت میں سود حاصل کرنے کے جواز کا حکم محض اس بنا پر ہے کہ اگرچہ بنک کا سود سود ہی ہے اور اخذ ربا اور عقود ربویہ کی مباشرت کی اجازت نہیں مگر بنک سے سود اس لئے وصول کر لیا جائے کہ نہ لینے کی صورت میں وہ مسیحی مشنریوں کو دے دیا جاتا ہے اور وہ اس کے ذریعہ سے مسیحیت کی تبلیغ اور مسلمانوں وغیرہم کو مرتد بنانے کا کام لیتی ہیں۔ اس لئے بینکوں میں اول تو روپیہ جمع نہ کرنا چاہئے اور کسی مجبوری یا غفلت سے جمع کر دیا جائے تو اس کا سود بنک سے وصول کر لیا جائے۔ نہ

(۱) (۲) قال تاج الشريعة اما لو انفق فى ذالك مالا خبيثا ومالا سببه الخبيث والطيب فيكره، لان الله لايقبل الا الطيب، فيكره تلويث بيته بمالا يقبله اه (الشامية، كتاب الصلاة، مطلب كلمة لاباس دليل على ان المستحب غيره، ص ۱/۶۵۸ سعيد)

(۳) فى فتاوى ابى الليث رجل جمع مالا من الناس لينفقه فى بناء المسجد فانفق من تلك الدراهم فى حاجته ثم ردبدلها فى نفقة المسجد لايسعه ان يفعل ذالك ، فان فعل...... لكن هذا واستمار الحاكم يجب ان يكون فى رفع الوبال، اما الضمان فواجب، (عالمگيرية، كتاب الوقف ط، ماجدية، الباب الثالث عشر ، ص ۲/۴۸۰)

(۴) عن الفقيه ابى جعفر ان القياس هكذا لكن يترك القياس فيما فيه ضرورة نحوان يكون فى ارض الوقف زرع ياكله الجراد يحتاج القيم الى النفقة جازت له الا ستدانة (الهندية، كتاب الوقف، الباب الخامس، ص ۲/۴۲۴، ط ماجدية)

اس بنا پر کہ وہ مالک رقم کا حق اور اس کی ملک ہے بلکہ اس لئے کہ اس کے ذریعہ سے تبلیغ مسیحیت اور ارتداد مسلمین کا سلسلہ ممتد نہ ہو۔ اور روپیہ جمع کرنے والا کم از کم تبلیغ مسیحیت وارتداد مسلمین کا ذریعہ بننے کے گناہ عظیم سے محفوظ رہے۔(۱) اور ظاہر ہے کہ اس تقدیر پر سود کی حاصل شدہ رقم جمع شدہ روپے کے مالک کی خواہ وہ کوئی شخص ہو یا مسجد یا اور کوئی وقف ہو مملوک نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ رقم ایک ایسی رقم ہے جو کسی مسلمان کے قبضہ میں شخصی حیثیت سے یا متولی کی حیثیت سے آگئی ہے اور جس کو اپنے قبضہ سے نکال دینا لازم ہے۔(۲) تو اس کی صورت یہ بتائی گئی تھی کہ رفاہ عام کے کاموں میں یا فقراء و مساکین پر خرچ کر دی جائے۔

اگر اس رقم کا مسجد کو مستحق اور مالک قرار دیا جائے تو لازم ہو گا کہ تمام چھوڑی ہوئی رقم کا متولیوں کو ضامن بنایا جائے جس کی مقدار لاکھوں کروڑوں روپے تک پہنچتی ہے۔ کیونکہ متولی کو کسی طرح یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مسجد کی مملوکہ مستحقہ رقم قصداً وصول نہ کرے اور چھوڑ دے۔(۳) محمد کفایت اللہ

تیسرا باب
عیدگاہ

عیدگاہ کے لئے مقرر کی ہوئی زمین پر مکان درویشوں کے حجرے وغیرہ بنانا

(سوال) ایک جگہ جو مدت سے عیدگاہ مقرر تھی اور اب اس جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ عیدگاہ مقرر ہوئی اور وہ پہلی جگہ عرصہ دس بارہ سال سے ویران پڑی ہوئی ہے تو اب اس جگہ مکان بن سکتا ہے یا درویشوں کے واسطے حجرے بن سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(جواب ۹۵) پہلی عیدگاہ کی زمین اگر وقف ہو تو وہاں کوئی ایسا کام کرنا جو جہت وقف کے خلاف ہو جائز نہیں ۔(۴) عیدگاہ کی زمین پر مسجد بن سکتی ہے اگر وہاں مسجد کی ضرورت ہو اور آباد ہو سکے تو مسجد بنالیں۔(۵) لیکن اگر کسی کی ملکیت ہو تو مالک کو اختیار ہے خواہ مکان بنائے خواہ درویشوں کے لئے حجرے بنائے۔(۶) واللہ اعلم

(۱) قال تعالیٰ : تعاونوا علی البر و التقوی ولا تعاونوا علی الا ثم والعدوان (سورۃ المائدۃ)

(۲) (قوله كما لو كان الكل خبيثا) فى القنية لو كان الخبيث نصا بالا يلزمه الزكاة ، لا ن الكل واجب التصدق عليه ...... لان المغصوب ...... وجب التصدق به . (الشامية ، كتاب الزكاة ،باب زكاة الغنم ، قبيل مطلب فى التصدق من المال الحرام ، ۲ / ۲۹۱ ط. سعيد)

(۳) رجل جمع مالا من الناس لينفقه فى بناء المسجد فانفق من تلك الدراهم فى حاجته ، ...... لا يسعه ان يفعل ذالك ، فان فعل ...... الضمان واجب .(الهندية، كتاب الوقف ، الباب الثالث عشر ، ۲ / ۴۸۰ ط. ماجدية)

(۴) ارض وقف على مسجد صارت بحال لا تزرع فجعلها رجل حوضا للعامة، لايجوز للمسلمين انتفاع بماء ذالك الحوض . كذافى القنية . (الفتاوى العالمگيرية ، كتاب الوقف ، الباب الحادى عشر ، ۲ / ۴۶۴ ط . ماجدية)

(۵) ارض وقف على مسجد والارض بجنب ذالك المسجد وارادوا ا ن يزيدو ا فى المسجد شيئا من الارض جاز الخ (العالمگيرية، كتاب الوقف، الباب الحادى عشر، فى المسجد و ما يتعلق به ۲ /۴۵۶)

كذافى الدرالمختار : اما (المتخذ لصلاة جنازة اوعيد) نهو (مسجد فى حق جواز الا قتداء) وان انفصل الصفوف رفقا بالناس (الدر المختار ، كتاب الصلاة ، مطلب فى احكام المسجد، ط . سعيد، ۱ /۶۵۷)

(۶) لان الملك ماهن شانه ان يتصرف فيه بوصف الا ختصاص (ردالمحتار ، كتاب البيوع، ۴ / ۵۰۲ ط .سعيد) ايضا : قا ل فى جامع الفصولين : ان من تصرف فى خالص ملكه (يمنع ولو اضر بغيره) لكن ترك القياس فى محل يضر لغيره ضررا بينا ، (ردالمحتار، فصل فى المتفرقات ، مطلب ديغ فى داره وتا ذى الجيران ۵ /۲۳۷ ط. سعيد)

عیدگاہ کو ذاتی منافع کے لئے استعمال کرنا

(سوال) عیدگاہ آیا وقف چیز ہے؟ اور اس کا بیع وخرا جائز ہے یا نہیں اور آیا ہر مسلمان کو اس کی نسبت بطور عبادت گاہ استعمال کرنے کا حق ہے یا نہیں۔ اور کسی اور طریقہ سے عیدگاہ کا استعمال کرنا مثلاً بطور سرائے وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر قبضہ عرصہ سے ایسوں کا ہو جو اس کو بطور سرائے یا ذاتی کرایہ خوری کے جائداد سمجھ کر استعمال کر رہے ہوں ان سے مسلمانوں کا قبضہ حاصل کر کے واقف کی نیت کو پورا کرنا شرعی فرض ہے یا نہیں؟

(جواب ۹۶) عیدگاہ اوقاف عامہ میں سے ہے اور وقف ہونے میں اس پر مسجد کے احکام جاری ہیں۔ پس اس کو عبادت عامہ کے لئے استعمال تو کیا جا سکتا ہے۔ لیکن ذاتی منافع کے لئے کوئی اس پر قبضہ نہیں رکھ سکتا۔(۱) اگر کسی غاصب نے اس پر جبراً قبضہ کر لیا ہو تو مسلمانوں کو حق ہے کہ اس کے قبضہ سے نکال لیں اور غرض صحیح میں استعمال کریں۔ غاصب اوقاف سے اوقاف کو واپس لینے کا حکم کتب فقہ میں مذکور ہے۔(۲) اور گزشتہ زمانے میں غاصب نے جس قدر روپیہ وقف کے ذریعہ سے حاصل کیا ہے وہ اس سے واپس لیا جائے گا اور وقف کے کام میں خرچ کیا جائے گا۔ فقط (۳) محمد کفایت اللہ غفر لہ، مدرسہ امینیہ دہلی

(۱) کیا عیدگاہ کا مسجد کی طرح احترام ضروری ہے

(۲، ۴) عیدگاہ کو عذر کی وجہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا کیسا ہے؟ (۳) پہلی عیدگاہ کا سامان دوسری کیلئے منتقل کرنا۔

(سوال) (۱) عیدگاہ کیا مسجد کی تعریف میں ہے؟

(۲) عیدگاہ جو عرصہ سے ایک مقام پر تعمیر ہے وہ ہٹا کر کسی دوسرے مقام پر تعمیر ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(۳) اگر موجودہ عیدگاہ ہٹا کر دوسرے مقام پر تعمیر کی جائے تو پھر موجودہ عیدگاہ کا سامان اینٹ، پتھر، چونا وغیرہ کسی دوسرے کام میں آسکتا ہے یا نہیں؟

(۴) موجودہ عیدگاہ آبادی شہر سے کچھ تھوڑے فاصلے پر ہے مگر اب بوجہ ترقی وزیادتی آبادی درمیان آبادی ہو گئی ہے۔ دوسرے اس طرف سے بغرض آسائش ورفاہ عام حکومت کو پختہ سڑک بھی بنانی ہے۔

المستفتی نمبر ۵۶۲ عبدالوہاب۔ نرسنگ گڑھ ۴ جمادی الاول ۱۳۵۴ھ م ۵ اگست ۱۹۳۵ء

(جواب ۹۷) (۱) عیدگاہ وقف ہونے اور صحت اقتدا میں مسجد کا حکم رکھتی ہے۔ باقی اور احکام میں مسجد سے علیحدہ ہے۔(۴)

(۲) وقف ہونے میں چونکہ وہ مسجد کا حکم رکھتی ہے اس لئے اس کی پہلی تعمیر ہمیشہ کیلئے وقف ہے۔ اسے منتقل کرنا جائز نہیں۔(۵)

---

(۱) رجل له ساحة لا بناء فيها امر قوما ان يصلوا فيها ...... ابداً ...... صارت الساحة مسجدا لومات لا يورث عنه (رد المحتار كتاب الوقف ۲ / ۴۵۵)

(۲) ولو غصبها من الواقف اومن واليها غاصب فعليه ان يردها الى الواقف فان ابى غصبه عند القاضى حبسه حتى رد (عالمگيرية كتاب الوقف، الباب التاسع فى غصب الوقف ط. ماجدية ۲ / ۴۴۷)

(۳) الوقف (ان غصب عقاره) اوسكنه انسان بغير امر الواقف اوالقيم (يختار) للفتوى (وجوب الضمان) فيه وفى اتلاف منافعه ولو غير معد للاستغلال وبه يفتى ...... وقدمنا آنفا انه لو آجره الغاصب لزم المسمى لا اجر المثل فليحفظ (الدر المنتقى فى شرح الملتقى كتاب الوقف، ط بيروت ص ۷۵۲، ۱/۷۵۳)

(۴) اما (المتخذ لصلاة جنازة اوعيد) فهو (مسجد فى حق جواز الاقتداء) وان انفصل الصفوف رفقا بالناس (لافى حق غيره) به يفتى نهاية (الدر المختار، كتاب الصلاة، مطلب فى احكام المسجد، ص ۱/۶۵۷ سعيد)

(۵) رجل له ساحة ...... امر قوما ان يصلوا فيها ...... ابداً ...... صارت الساحة مسجدا لومات لايورث عنه (الهندية، كتاب الوقف، ص ۲ ۳۵۵)

(۳) اگر کسی سماوی سبب سے عیدگاہ ناقابل انتفاع ہو جائے تو اس کا سامان دوسری عیدگاہ میں لگایا جاسکتا ہے۔(۱)
(۴) اس وجہ سے اس کو منتقل کرنا جائز نہیں ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

پہلی عیدگاہ سے لوگوں کو ہٹانے کے لئے دوسری عیدگاہ بنانا

(سوال) زید اور بکر دو شخص ایک ہی محلّہ کے آدمی ہیں۔ زید عالم ہے اور عیدگاہ قدیم جو ساٹھ ستر برس سے قائم ہے اس کا متولی اور امام ہے۔ اور بکر اس محلّہ کا جاہ پرست اور خدا ناترس۔ اس بناء پر بکر نے عیدگاہ قدیم سے ۲۵۰ گز کے فاصلہ پر جدید عیدگاہ بنائی اور عیدگاہ قدیم کی تقلیل جماعت کے لئے اور اس کو ویران کرنے کے لئے بے انتہاء کوشش کی جاتی ہے اور لوگوں کو ورغلایا جاتا ہے۔ اس کے بارے میں کیا حکم ہے ؟

المستفتی نمبر ۷۶۶ مولوی مستفیض الرحمٰن (ضلع نواکھالی) ۵ شعبان ۱۳۵۴ھ م ۳ نومبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۹۸) یہ بات تو صحیح ہے کہ جو مسجد یا عیدگاہ خدا کے لئے خالصتاً مخلصانہ بنائی جائے بلکہ کسی دوسری مسجد یا عیدگاہ کو ویران کرنے کی نیت سے بنائی جائے وہ موجب وبال و گناہ ہے۔ اس میں کوئی ثواب نہیں۔(۳) اور نہ حقیقتاً وقف کا حکم رکھتی ہے مگر جب بانی اس نیت کا اقرار نہ کرے اور صحیح نیت کا مدعی ہو تو ہمارے پاس نیت کے علم کا کوئی ذریعہ نہیں۔ زمانہ وحی میں تو بذریعہ وحی ایسے لوگوں کی نیت کی قلعی کھل جانی ممکن تھی اور مسجد ضرار جیسا معاملہ کیا جاسکتا تھا۔ لیکن اب کوئی ذریعہ نہیں ہے اس لئے اس دوسری عیدگاہ میں نماز ناجائز ہونے کا حکم نہیں دیا جاسکتا۔

البتہ بکر پر یہ واضح رہے کہ اگر اس کی نیت تقلیل جماعت اور تفریق بین المسلمین اور توہین زید کی تھی تو وہ اخروی مواخذہ سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

قبرستان یا عیدگاہ سے گزرنے کے لئے راستہ بنانا

(سوال) (۱) کیا جانب غرب مسجد عیدگاہ میں دروازہ جائز درست ہے ؟ (۲) ایسی مسجد میں جن میں جانب غرب دروازہ ہو نماز درست ہے یا نہیں ؟ (۳) کیا راستہ چماران جواب چاہتے ہیں ؟ عیدگاہ کی زمین سے دیوار شہید کر کے دینا درست ہے جب کہ ان کی آمد و رفت کے لئے دو قدیم راستے موجود ہیں۔ (۴) کیا چاہ عیدگاہ سے پانی نکال کر دھوبیوں کا بدیدا احاطہ عیدگاہ میں کپڑے دھونا درست ہے۔ (۵) کیا گورستان اہل اسلام کے درمیان سے

---

(۱) سئل شمس الائمة الحلوانی عن مسجد اوحوض خرب ولا یحتاج الیه لتفرق الناس هل للقاضی ان یصرف اوقافه الی مسجد آخر اوحوض آخر؟ قال نعم، ولولم ینصرف الناس...... هل یجوز...... قال لاکذافی المحیط (العالمگیریة، کتاب الوقف، الباب الثالث عشر، ص ۲/۴۷۸، ط ماجدیة)

(۲) لوکان مسجد فی محلة ضاق علی اهله ولا یسعهم ان یزیدوا فیه فسئلهم بعض الجیران ان یجعلوا ذالك المسجد له لیدخله فی داره ویعطیهم مکانه عوضا ماهو خیرله فیسع فیه اهل المحلة قال محمد لایسعهم ذالك كذا فی الذخیرة (العالمگیریة، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر، ص ۲/۴۵۷)

(۳) انما الاعمال بالنیات وانما لامرأ مانوی فمن کانت هجرته الی دنیا یصیبها، اوالی امرأة ینکحها فهجرته الی ما هاجر الیه (بخاری، اول باب کیف کان بدء الوحی، قبل کتاب الایمان، الجزء الاول، ۱/۲ الناشر قدیمی)

کوئی راستہ دینادرست ہو سکتا ہے؟

المستفتی نمبر ۷۴۵ شیخ محمد عبدالغنی ریاست جنید۔ ۲ ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ م ۱۰ فروری ۱۹۳۶ء

(جواب ۹۹) (۱) و (۲) جائز ہے۔(۱) (۳) کوئی تصرف جدید مسجد کی حدود میں جائز نہیں جو دوسروں کو مسجد میں مداخلت کا موقع بہم پہنچاتا ہو۔(۲) (۴) عیدگاہ کے احاطہ میں کپڑے دھونا یہ بھی ایک قسم کی مداخلت ہے اور جائز نہیں۔(۳) (۵) کوئی جدید راستہ قبرستان کی زمین میں سے دینادرست نہیں۔(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ۔

عیدگاہ کو ہندوؤں کے استعمال میں نہ دیا جائے

(سوال) ایک مقام پر چند سال سے مسلمان عیدین کی نماز و قربانی ادا کرتے ہیں اور مسلمان زمیندار نے اس قطعہ زمین کو تین سال سے وقف بھی کردیا ہے عیدگاہ و قربان گاہ کیلئے۔ یہ زمین سروے سٹلمنٹ میں پرتی قدیم سوربا جنگل کے نام سے مشہور ہے۔ اس پیمائش کی مدت تقریباً ستائیس سال ہوئی۔ اب ہندو اس جگہ کو دیومت استھان یعنی معبد کی جگہ کہتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں۔ کوئی علامت پوجاپاٹ وغیرہ کی اس جگہ نہیں ہے۔ لہذا ایسی جگہ مسلمان شرعاً عیدین و قربانی ادا کرسکتے ہیں یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۹۱۷ محمد لیاقت حسین (بھاگلپور) ۱۴ صفر ۱۳۵۵ھ م ۶ مئی ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۰۰) ہاں کرسکتے ہیں اور ان کو اپنے حق پر قائم رہنا چاہئے۔ نماز و قربانی سب ادا کریں۔(۵) فقط۔
محمد کفایت اللہ

ایک سے زیادہ جگہ میں عیدگاہ قائم کرنا

(سوال) ایک شہر میں اس وقت تک ایک ہی عیدگاہ ہے۔ دوسری عیدگاہ بنانی جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۲۲۵ ملک محمد امین صاحب (جالندھر) ۱۳ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ ۲۲ جولائی ۱۹۳۷ء

---

(۱) فی الكبرى مسجد اراد اهله ان يجعلو الرحبة مسجداً والمسجد رحبة وارادوا ان يحدثوا له باباً، وارادوان يجعلو الباب عن موضعه فلهم ذالك (العالمگيرية كتاب الوقف الباب الحادى عشر ص ۲/۴۵۶ ط ۱ ماجدية)

(۲) اذا ارادانسان ان يتخذتحت المسجد حوانيت غلة مرمة المسجد، او فوقه ليس له ذالك كذا فى الذخيرة، (العالمگيرية، كتاب الوقف، الباب الحادى عشر، ص ۲/۴۵۵

(۳) قيل له (لنجم الدين) فان تداعت حيطان المقبرة الى الخراب، يصرف اليها، اوالى المسجد؟قال الى ماهى وقف عليه ان عرف وان لم يكن للمسجد متول ولا للمقبرة فليس للعامة التصرف فيها (عالمگيرية، كتاب الوقف، الباب الثانى عشر، ص ۲/۴۷۷،۴۷۶)

(۴) سئل هو (القاضى) ايضا عن المقبرة فى القرى اذا اندرست، ولم يبق فيها اثرالموتى، لاالعظم ولا غيره، هل يجوز زرعها واستغلالها؟ قال : لاولها حكم المقبرة، كذافى المحيط (الفتاوىٰ العالمگيرية، كتاب الوقف، الباب الثانى عشر، ص ۲/۴۷۱،۴۷۰)

(۵) اذا قال ارضى هذه صدقة موقوفة على الجهاد اوبالغزاة اوفى اكفان الموتى اوفى حفر القبور اوغير ذلك فى شبهها فذلك جائز (عالمگيريه كتاب الوقف، الباب الثالث فى المصارف ج ۲/۳۷۰) ولو غصب من الواقف اومن واليها غاصب فعليه ان يردها الى الواقف فان ابى وثبت غصبه عندالقاضى حبسه حتى رد (العالمگيرية، كتاب الوقف، الباب التاسع فى غصب الوقف ط ماجدية، ص ۲/۴۴۷) وفيها ايضا فى فتاوىٰ الحجة لوصار احد المسجدين قديما وتداعى الى الخراب، فاراداهل السكة بيع القديم وصرفه فى المسجد الجديد فانه لايجوز (الفتاوىٰ العالمگيرية، كتاب الوقف، الباب الحادى عشر الفصل الاول، ص ۲/۴۵۸ ط ماجدية)

(جواب ۱۰۱) اگر شہر بڑا ہو کہ اس کی تمام مسلم آبادی کے لئے ایک سمت میں ایک عیدگاہ میں جمع ہونا مشکل ہو تو دوسری سمت میں دوسری عیدگاہ بنانے میں مضائقہ نہیں۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

(۱) عیدگاہ آبادی سے کس قدر دور ہونی چاہئے؟
(۲) عیدگاہ پر قبضہ نہیں کیا جاسکتا
(۳) عیدگاہ پر غاصبانہ قبضہ کیا جائے تو مسلمانوں کی ذمہ داری
(۴) عیدگاہ سے سڑک نکالنے کا حکم

(سوال)(۱) عیدگاہ آبادی سے کس قدر فاصلہ پر ہونی چاہئے اور آبادی عیدگاہ سے کس قدر دور رہنی چاہئے۔(۲) عیدگاہ سے کس قدر فاصلہ تک سکنی مکانات اور عمارات بنانا ممنوع و ناجائز ہے۔(۳) اراضی متعلقہ عیدگاہ پر کوئی قبضہ کر سکتا ہے یا نہیں۔(۴) اگر اراضی متعلقہ عیدگاہ پر کوئی غاصبانہ قبضہ کرلے تو مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے۔(۵) عیدگاہ شاہی اور چاہ شاہی کے بیچ میں اراضی متعلقہ عیدگاہ پر سڑک نکالنے کا کس کو حق ہو سکتا ہے؟

المستفتی نمبر ۱۷۷۹ الشیخ عبدالرحمٰن قریشی ۴ ارجب ۱۳۵۶ھ م ۲۰ ستمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۰۲)(۱) عیدگاہ کو آبادی سے باہر ہونا چاہئے۔ فاصلہ کی کوئی مقدار میری نظر سے نہیں گذری۔ صرف یہ بات کتابوں میں موجود ہے کہ عیدگاہ کو آبادی سے باہر ہونا چاہئے۔(۲)

(۲) یہ بات بھی میری نظر میں کہیں نہیں آئی کہ عیدگاہ کے قریب مملوکہ زمینیں ہوں تو ان کی عمارت سے روکا جائے۔

(۳) اراضی متعلقہ عیدگاہ سے اگر مراد عیدگاہ کی موقوفہ زمین ہے تو اس پر کوئی قبضہ نہیں کر سکتا اور کرے تو وہ قبضہ ناجائز و حرام ہوگا۔(۳)

(۴) اگر کوئی غاصبانہ قبضہ کرے تو مسلمانوں پر واجب ہوگا کہ زمین وقف کو غاصب کے قبضہ سے نکالیں۔(۴)

---

(۱) فی الدرالمختار : (وتؤدی فی مصر واحد بمواضع کثیرۃ) مطلقا علی المذهب، وعلیه الفتوی، شرح المجمع للعینی وامامة فتح القدیر دفعاللحرج (وفی ردالمحتار) (قوله مطلقا) ای سواء کان المصر کبیرا أولا، وسواء فصل بین جانبیه فهو کبیر کبغداد اولا وسواء قطع الجسر او بقی متصلا وسواء کان التعدد فی مسجدین او اکثر، هکذایفا دمن الفتح، مقتضاه انه لا یلزم ان یکون التعدد بقدر الحاجة کما یدل علیه کلام السرخسی الآتی (قوله علی المذهب) فقد ذکر الامام السرخسی ان الصحیح من مذهب ابی حنیفة جواز اقامتها فی مصرواحد فی مسجدین واکثروبه ناخذ لاطلاق لاجمعة الا فی مصر، شرط المصر فقط وبما ذکرنا اندفع مافی البدائع من ان ظاهر الروایة جوازها فی موضعین لافی اکثر وعلیه الاعتماد اه فان المذهب الجواز مطلقا بحر (الشامیة، کتاب الصلاة، باب الجمعة ص ۱۴۴، ۱۴۵ ط. سعید) وفی جامع الفقه ومنیة المفتی والذخیرة : یجوز اقامتها فی المصر وفنائه فی موضعین فاکثر، وبه قال الشافعی واحمد (حلبی کبیر، کتاب الصلاة، فصل فی صلوۃ العید، ص ۵۷۲ ط لاهور)

(۲) الخروج الی المصلی وهی الجبانة سنة وان کان یسعهم الجامع وعلیه عامة المشائخ، لماثبت انه علیه السلام کان یخرج یوم الفطر ویوم الاضحی الی المصلی...... روی ذالك عن علی (حلبی کبیر، کتاب الصلاة، فصل فی صلوۃ العید، ص ۵۷۲.۵۷ سهیل اکیڈمی)

(۳) متی صح الوقف لایملك بیعه ولا یورث عنه (الهندیه کتاب الوقف، الباب الاول، ص ۲/۳۵۲ ط ماجدیة)

(۴) ولو غصبها من الواقف اومن والیها غاصب فعلیه ان یردها الی الواقف (العالمگیریة، کتاب الوقف، الباب التاسع فی غصب الوقف، ص ۲/۴۴۷)

(۵) جس زمین کو عیدگاہ کے وقف میں اس کا شمول ثابت ہو اس میں سے سڑک نکالنے کا کوئی حق نہیں ہے۔[1] محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

عیدگاہ کو فروخت کرنے کے بارے میں چند سوالات

(سوال) مسلمانوں کی عیدگاہ کی زمین جو کہ جنگل میں، پہاڑوں کے درمیان ہو اور اس زمین کو خریدنے کی قیمت اور ہموار کرنے کا خرچہ وغیرہ عام مسلمانوں کے چندہ کی رقم سے ادا کیا گیا ہو اور جہاں پر مسلمان تقریباً عرصہ تیس سال سے اپنی نماز عیدین ادا کرتے رہے ہوں اور جس نے مسلمانوں کو یا کسی غیر قوم، غیر مذہب یا سرکار کو کسی قسم کی تکلیف بھی نہیں دی ہو۔ ایسی زمین جو مسلمانوں کی مملوکہ ومقبوضہ ہو اس کو مسلمانوں سے چھین کر ہندوؤں کو ان کے مردے جلانے کی جگہ یعنی شمشان بھومی بنانے کے لئے محکمہ تعمیرات دینے کی تجویز کرتا ہو اور اس کام کو ایک مسلمان زید جو اس محکمہ کا ملازم ہو اپنے افسران کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے یا اپنی ذاتی ملکیت کی زمین جو عیدگاہ مذکور کے قرب وجوار میں واقع ہو اور جس کو ہندوؤں کے شمشان بھومی بنانے کے لئے تجویز کیا گیا ہو اور اس کو بچانے کے لئے عیدگاہ کو فروخت کر دینا منظور کرتا ہو اور اس مقصد کے لئے بکر، قمر، عمر، نصر وغیرہ اپنے چند دوستوں کو لالچ دے کر اپنا ہم خیال بنا کر کہ اس عیدگاہ کے عوض دوسری عیدگاہ اچھے موقع کی زمین پر یعنی بستی کے قریب عمارت پختہ ہوا کر دلوادی جائے گی۔ ان سے بیان دلواتے ہیں کہ وہ قومی نمائندے ہیں۔ (حالانکہ وہ نہیں ہیں) اور عیدگاہ کو فروخت کرنا منظور کرتے ہیں۔ اس کارروائی مذکورہ پر محکمہ سرکاری گزٹ میں ایک نوٹس بایں مضمون (کہ عوام کی آگاہی کے لئے لکھا جاتا ہے کہ مسلمانوں کی عیدگاہ کلاں کو شمشان بھومی بنانے کے لئے لیا جانا تجویز کیا گیا ہے۔ اگر کسی شخص کو عذر ہو تو تاریخ فلاں تک اپنی عذرداری زید کے دفتر میں پیش کریں) شائع کرتا ہے اور اس پر مسلمانوں کو عموماً اور زید کی قوم کو خصوصاً ایک دلی صدمہ پہنچتا ہے اور وہ اپنی عذرداری پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کو زید، بکر، قمر، نصر، ہر ممکن طریق سے باز رکھنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ جوبات انہوں نے درپردہ بغیر مشورہ قوم یہاں تک کہ بغیر مشورہ ممبران انجمن عیدگاہ کے انجام دینے کی کوشش کر چکے ہیں اس پر حرف نہ آئے۔ یہ بات بھی خاص طور پر توجہ کی مستحق ہے کہ دربار صاحب بہادر ہر ایک قوم کے مذہبی جذبات کا احترام کرتے ہیں اور اسی وجہ سے ایک دفعہ مسلمانوں کے قبرستان کو مفاد عامہ کے استعمال کے لئے لینے سے انکار کر دیا تھا۔ اس لئے عیدگاہ کو شمشان بھومی بنانے کے لئے دینے کی کوئی مجبوری بھی نہیں ہے تو ایسی صورت میں امور مذکورۂ بالا کے بغور مطالعہ کر لینے کے بعد حسب ذیل سوالات کے جوابات مع دلائل ارسال فرمائیں۔

(۱) عیدگاہ کو شمشان بھومی بنانے کے لئے فروخت کیا جا سکتا ہے یا نہیں، جبکہ کسی قسم کی مجبوری نہ ہو اور جبکہ شمشان بھومی بنانے کے لئے دوسری جگہ بھی میسر آ سکتی ہو۔

---

(۱) ان ارادوا ان یجعلوا شیئاً من المسجد طریقا للمسلمین فقد قیل لیس لهم ذالك، وانه صحیح (الهندیه، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر، الفصل الاول ص ۲/۴۵۷ ط ماجدیة)

(۲) عیدگاہ بستی کے قریب ہو سکتی ہے یا نہیں اور اس پر پختہ عمارت بنائی جا سکتی ہے یا نہیں ؟
(۳) عیدگاہ کو شمشان بھومی بنانے کے لئے زید، بکر، قمر، عمر، نصر با مشورہ یا بغیر مشورہ قوم کے یا ممبران انجمن عیدگاہ کے فروخت کر سکتے ہیں یا نہیں ؟
(۴) اگر نہیں کر سکتے تو فروخت کرنا منظور کر لینے اور فروخت کر دینے کے بعد ان پر شرعی حد کیا عائد ہوتی ہے۔
(۵) مسلمان عموماً اور زید کی قوم کو خصوصاً اس امر کو ناپسند کرتی ہے اور یہ سمجھتی ہے کہ عیدگاہ کو جو ایک وقف زمین ہے شمشان بھومی بنانے کے لئے دے دینا ایسا ہے کہ گویا آئندہ تمام اوقاف کے لئے ایک ناجائز نظیر قائم کرنا۔ اس لئے اگر وہ عیدگاہ کو قائم رکھنے کی کوشش کریں تو جائز ہے یا نہیں ؟
(۶) اور اگر وہ ایسی کوشش نہ کریں تو ان پر کوئی شرعی حد عائد ہوتی ہے یا نہیں ؟
(۷) اگر ان کی ایسی کوشش کرنے سے زید، بکر، قمر، عمر، نصر باز رکھنے کی سعی کرتے ہیں تو زید، بکر، قمر، عمر، نصر پر شرعی حد عائد ہوتی ہے یا نہیں۔ اگر عائد ہوتی ہے تو وہ شرعی حد کیا ہے ؟

المستفتی نمبر ۲۱۷۷ جناب عبدالستار صاحب (جودھپور مارواڑ) ۷ ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ م ۱۰ جنوری ۱۹۳۸ء
(جواب ۱۰۳) (۱) عیدگاہ وقف ہے اس کو فروخت نہیں کیا جا سکتا۔ فروخت کرنے والے یا اس کی اجازت دینے والے اسلام کے دشمن ہیں۔(۱) (۲) عیدگاہ کو آبادی سے باہر ہونا چاہئے (۲) اور اس پر عمارت بھی نہ بنائی جائے۔(۳) (۳) نہیں کر سکتے۔(۴) (۴) تمام مسلمان ایسے لوگوں کا بائیکاٹ کر دیں۔(۵) (۵) عیدگاہ کو قائم رکھنے کی سعی کرنا فرض ہے۔(۶) (۶) وہ سخت گناہ گار اور شرعی مجرم ہوں گے۔(۷) (۷) نمبر ۱ دیکھو۔(۸) (۸) موجودہ حالات میں ان کا بائیکاٹ ہی ہو سکتا ہے۔(۹) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

عیدگاہ کو مسجد بنا کر اسے مسجد کہنا اور اس میں نماز پڑھنا صحیح ہے

(سوال) عیدگاہ قصبہ کا کا میں قدیم سے موجود ہے۔ جس کے لئے واقف کا فیصلہ ہے کہ بطور عیدگاہ کی گئی، ضروریات محلّہ کے پیش نظر ایک محلّہ کے چند افراد نے بغیر مشورہ مسلمانان شہر ایک مسجد کا ارادہ کیا۔ سوالات ذیل ہیں

(۱، ۴، ۸) فی فتاوی الحجة لو صار احد المسجدين قديما وتداعى الى الخراب فاراد اهل السكة بيع القديم وصرفه فى المسجد الجديد فانه لايجوز (عالمگيرية، كتاب الوقف، الباب الحادى عشر، ص ۲/۴۵۸)
(۲) والخروج الى المصلى وهى الجبانة سنة وان كان يسعهم الجامع، وعليه عامة المشايخ، (حلبى كبير، كتاب الصلاة، فصل فى صلاة العيد، ص ۵۷۱، ۵۷۲ ط سهيل اكيڈمى لاهور)
(۳) اذا ارادا انسان ان يتخذ تحت المسجد حوانيت غلة لمرمة المسجد اوفوقه ليس له ذالك (عالمگيرية، كتاب الوقف، الباب الحادى عشر ص ۲/۴۵۵)
(۶) (۷) رجل وقف ارضا..... فجحد المدفوع اليه فهو غاصب يخرج الارض من يده والخصم فيه الواقف، فان كان الواقف ميتا وجاء اهل الوقف يطالبون به نصب القاضى فيما يخاصم فيه (عالمگيرية، كتاب الوقف، الباب التاسع فى غصب الوقف ص ۲/۴۴۷) (قلت قوله اهل الوقف يطالبون به الخ هذا دال على ان القوم عليهم ذمة المطالبة ومن ترك ذمته الواجبة فهو آثم)
(۵) (۹) لاينبغى للناس ان ياكلوامن اطعمة الظلمة لتقبيح الامر عليهم وزجرهم عصايرتكبون وان كان يحل (الهندية، كتاب الكراهيه، الباب الثانى عشر، ص ۵/۳۴۲ ط ماجدية)

(۱) کیا عیدگاہ میں واقف کی ہدایت کے خلاف مسجد بنانا جائز ہے ؟
(۲) کیا عیدگاہ میں تعمیر مسجد کے بعد وہ عیدگاہ ہی کہی جائے گی یا اس کو مسجد کہنا ہی صحیح ہوگا ؟
(۳) کیا ایسے اقدامات کو اگر وہ کسی حد تک عملی صورت بھی اختیار کر چکے ہوں روکنا جائز ہے ؟
(۴) کیا اگر بغیر تعمیر مسجد عیدگاہ میں پنجگانہ نماز ادا کی جائے تو اس کی شکل بطور مسجد کے تو نہیں ہو جاتی ؟

المستفتی نمبر ۲۴۱۷ اعجاز محمد صاحب (شملہ) ۲۵ رجب ۱۳۵۷ھ م ۲۱ ستمبر ۱۹۳۸ء

(جواب ۱۰۳) عیدگاہ میں نماز پنجوقتہ باجماعت ادا کرنی جائز ہے - عیدگاہ کو واقف کی منشاء سے عیدگاہ کی صورت میں ہی رکھنا چاہئے اور بغیر کسی خاص مجبوری اور اشد ضرورت کے اس کو تبدیل نہ کرنا چاہئے۔(۱) محمد کفایت اللہ

عیدگاہ آبادی سے دور ہونی چاہئے

(سوال)(۱) عید کی نماز عیدگاہ میں جنگل میں جائز ہے ؟
(۲) عیدگاہ سے مکانات و کوارٹروں کی کتنے دور پر آبادی رہنی چاہئے ؟

المستفتی نمبر ۲۶۷۴ عبدالرحمٰن قریشی قصاب پورہ۔ ۲۱ جمادی الاول ۱۳۶۰ھ ۱۸ جون ۱۹۴۱ء

(جواب ۱۰۴)(۱) عیدگاہ کو آبادی سے باہر ہونا چاہئے۔(۲)(۲) اگر عیدگاہ باہر میدان میں ہو تو اس کے قریب آبادی بنانا نہیں چاہئے ورنہ عیدگاہ کی شرعی پوزیشن بگڑ جائے گی۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ، دہلی

(۱) عیدگاہ یا مسجد میں کارخانہ کھولنا
(۲) مساجد اور عیدگاہ کی زمین کو کرایہ پر دینے کا حکم

(سوال)(۱) کوئی شخص عیدگاہ یا مساجد کے اندر کارخانہ کھول سکتا ہے جس کے اندر عورت و مرد کام کرتے ہوں۔(۲) مساجد یا عیدگاہ کا متولی اراضی مذکورہ کو کرایہ پر دے سکتا ہے یا عیدگاہ وغیرہ کی ملکیت کی کوئی چیز فروخت کر سکتا ہے ؟

المستفتی نمبر ۲۶۷۴ عبدالرحمٰن صاحب قصاب پورہ۔ دہلی۔

(جواب ۱۰۶)(۱) عیدگاہ کے احاطہ کے اندر کارخانہ کھولنا جس میں ہر قسم کے آدمی کام کرتے ہوں جائز نہیں ہے۔(۴)(۲) عیدگاہ کو کرایہ پر نہیں دیا جاسکتا۔(۵) اور نہ عیدگاہ کی ملکیت جو وقف ہوتی ہے فروخت کی جاسکتی ہے۔(۶) اگر کوئی متوفی عیدگاہ کی ملکیت فروخت کر دے یا انتظام صحیح نہ کرے تو اس کو تولیت سے علیحدہ کیا جاسکتا ہے۔(۷) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ، دہلی۔

---

(۱) مسجد فی محلة ضاق علی اهله ولایسعهم ان یزید وافیه فسالهم بعض الجیران ان یجعلوا ذالك المسجد له لیدخله فی داره، ویعطیهم مکانه عوضامافهو خیرله، قال محمد لایسعهم ذالك، کذافی الذخیرة (عالمگیریة، کتاب الوقف، اباب الحادی عشر، ص ۲/۴۵۷)
(۲) (۳) (ایضاً بحواله سابق ۳/۱۱۳)
(٤) (٥) اذا ارادانسان ان یتخذ تحت المسجد حوانیت غلة لمرمة المسجد، اوفوقه لیس له ذالك (عالمگیریة، کتاب الوقف الباب الحادی عشر، ص ۲/٤٥٥)
(٦) لوصاراحدالمسجدین قدیما وتداعی الی الخراب فاراداهل السکة بیع القدیم وصرفه فی المسجد الجدید، فانه لایجوز (عالمگیریة، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر ۲/٤٥٨)
(۷) اذا کان ناظر اعلی اوقاف متعددة وظهرت خیانته فی بعضها افتی المفتی ابوالسعودبانه یعزل من الکل (الشامیة، کتاب الوقف، مطلب فیما یعزل به الناظر، ص ٤/۳۸۰)

چوتھا باب
مقبرہ اور قبرستان

قبرستان کے درختوں کو گھر یا مسجد کے لئے استعمال کرنا

(سوال) قبر میں اگر خود بخود کوئی درخت یا یا انس پیدا ہو تو اس کی بود وباش کے گھر میں یا مسجد میں استعمال جائز ہے یا نہیں ؟ اور مخفی نہ رہے کہ اس کو نہ کاٹنے سے باغ باغیچہ کا نقصان بھی ہوتا ہے - اب دریافت طلب یہ بات ہے کہ اس حالت میں اس درخت کو بود وباش کے گھر میں یا مسجد میں استعمال کرنا جائز ہو گیا نہیں ؟

(جواب ۱۰۷) قبرستان کی زمین اگر مملوکہ ہو تو اس کے درخت خواہ لگائے ہوئے ہوں یا خود اگے ہوں مالک کے ہیں۔ اس کو ایسے درخت جن سے مقبرہ کو نقصان پہنچے ، کاٹنا بلا تردد جائز ہے اور اگر مملوک نہیں ہے وقف ہے اور درخت زمین کے وقف ہونے کی حالت میں خود اگے ہوں تو اہل مقبرہ اس میں تصرف کرنے کے مجاز ہیں کیونکہ وہ درخت بھی وقف کے حکم میں ہیں اور ان کا اختیار قاضی یا متولی کو ہے - اور جس جگہ قاضی نہ ہو وہاں اہل مقبرہ اس میں تصرف کرنے کے مختار ہیں۔ مقبرة عليها اشجار عظيمة فهذا على وجهين اما ان كانت الاشجار نابتة قبل اتخاذالارض مقبرة او نبتت بعداتخاذالارض مقبرة ففى الوجه الاول المسألة على قسمين اما ان كانت الارض مملوكة لها مالك او كانت مواتاً لامالك لها واتخذها اهل القرية مقبرة ففى القسم الاول الاشجارباصلها على ملك رب الارض يصنع بالاشجارواصلها ماشاء وفى القسم الثانى الا شجارباصلها على حالها القديم وفى الوجه الثانى المسألة على قسمين اما ان علم لها غارس او لم يعلم ففى القسم الاول كانت للغارس وفى القسم الثانى الحكم فى ذلك الى القاضى ان راى بيعها وصرف ثمنها الى مقبرة فله ذلك كذافى الواقعات الحساميه (ہندیہ) ج ۲ / ص ۴۵۵ (۱)

قبرستان سے سرسبز درخت کاٹنے کا حکم

(سوال) قبرستان میں سے سبز درخت کاٹنا خاص کر وہ درخت کہ قبروں پر ہوں جائز ہے یا نہیں۔ اگر کسی نے کاٹ لئے ہوں تو اس کا کیا حکم ہے ؟

(جواب ۱۰۸) قبرستان کے درخت اگر زمین کو قبرستان بنانے سے پہلے کے ہیں تو اگر وہ زمین پہلے کسی شخص کی مملوکہ تھی اور اس نے اسے قبرستان کے لئے وقف کیا ہے تو درخت اس کی ملک ہے جو چاہے کرے۔ مقبرة فيها اشجار عظيمة وكانت الاشجار فيها قبل اتخاذ الارض مقبرة فان كانت الارض يعرف مالكها فالا شجار باصلها للمالك يصنع بالاشجار واصلها ماشاء (قاضی خان علی ہامش الہندیہ مصری) ج ۳ / ص ۳۴۳ (۲) اور اگر زمین کسی کی ملک نہ تھی تو درخت اب بھی اسی حالت میں رہیں گے - جیسے قبرستان بننے سے پہلے تھے۔ یعنی مباح الاصل وان كانت الارض مواتا ليس لها مالك فاتخذها اهل القرية مقبرة

---

(۱) (الهنديه، كتاب الوقف، الباب الثانى عشر، مطلب الكلام على الاشجار التى فى المقبرة واراضى الوقف وغيرذالك، ص ۴۷۳، ۲/۴۷۴ ط ماجديه)
(۲) قاضى خان، كتاب الوقف، فصل فى الاشجار، ص ۳/۳۱۱ ط ماجدية)

فالا شجارباصلها تكون على ما كانت قبل جعل الارض مقبرة(۱) (قاضی خان ص ۳۴۳ ج ۳)
اور اگر درخت زمین کے قبرستان بننے کے بعد اگے ہیں تو اگر کسی شخص نے اگائے ہیں تو اس کی ملک ہیں اور خودُ اگے ہیں تو وقف سمجھے جائیں گے اور قاضی کی رائے اور اس کے اختیار میں رہیں گے وہ چاہے تو انہیں بیچ کر مقبرہ کے خرچ میں لا سکتا ہے - وان نبت الاشجار فيها بعده اتخاذ الارض مقبرة فان علم غارسها كانت للغارس وان لم يعلم الغارس فالرأ ی فيها يكون للقاضى ان رأى ان يبيع الاشجار ويصرف ثمنها الى عمارة المقبرة فله ذلك ويكون فى الحكم كانها وقف. انتهى(۲) (قاضی خان ص ۳۴۳ ج ۳) یہ تو بڑے درختوں کا حکم ہے - ہاں خودرو گھاس اگر سبز ہو تو اس کا کاٹنا مکروہ تنزیہی ہے۔ يكره ايضاً قطع النبات الرطب والحشيش من المقبرة دون اليابس (شامی)(۳)

متولی عداوت کی وجہ سے قبرستان میں مردے دفن کرنے سے نہیں روک سکتا

(سوال) ایک قدیم وقف قبرستان ہے جس کے متولی یکے بعد دیگرے ایک ہی خاندان کے ہوتے چلے آئے ہیں۔ اس قبرستان میں عام اموات دفن نہیں ہوتیں مگر چند قبیلوں کے لئے مخصوص ہے منجملہ ان قبیلوں کے جو وہاں مدفون ہیں عمرو کے قبیلہ کے اموات بھی قریب دو سو سال ہوئے اس میں دفن ہوتے چلے آتے ہیں ۔ مذکورہ قبرستان وقف ہے اور زید اس کا متولی ہے۔ زید اور عمرو دونوں شافعی المذہب ہیں فی الحال اس کے قبل عمرو کے اموات کو دفن کرنے میں فی الحال کے متولی کے آباؤ اجداد جو مذکورہ قبرستان کے متولی گزرے انہوں نے کبھی ممانعت نہ کی۔ نہ کوئی ایسے انکار کرنے کا حق مشتہر کیا۔ لہذا متولی زید کا صورت مسئولۃ الصدر میں عمرو کے اموات کو مذکورہ قبرستان میں دفن کرنے میں مانع ہونا شرعاً جائز ہے اور اس طرح انکار کرنے کا حق اس کو حاصل ہے یا نہیں؟

(جواب ۱۰۹) اگر قبرستان وقف ہے تو جن قبیلوں کے لئے وقف ہے وہ اپنے اموات کو اس میں دفن کر سکتے ہیں اور متولی کو انہیں منع کرنے کا حق حاصل نہیں۔ متولی اہل استحقاق کے حق کو باطل نہیں کر سکتا۔(۴)

مملوکہ قبرستان میں مالک کی اجازت کے بغیر دفن کرنا

(سوال) شاہان اسلامیہ سلف نے ایک بزرگ کو حسن عقیدت سے ایک جگہ عنایت کر کے مالک بنایا۔ بعد ازاں بزرگ موصوف نے اس جگہ میں سے ایک قطعہ کو اپنے مرقد کے لئے اور اپنی اولاد کے دفن کے لئے مقرر کیا اور اس قطعہ معینہ کا نام بھی اب تک اسی بزرگ کے خاندان سے نسبت رکھتا ہے اور بزرگ موصوف کی اولاد میں سے آج تک سلسلہ بہ سلسلہ سجادہ نشین اور مالک ہوتے چلے آئے ہیں اور اسی طرح تاحال جاری ہے اور وہ

(۱) (قاضيخان، كتاب الوقف، فصل فى الاشجار، قبيل فصل فى وقف المنقول، ص ۳/۳۱۱ ط ماجدية
(۲) ايضاً
(۳) (ردالحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، مطب فى وضع الجريد ونحو الآس على القبور، ۲/ ۲۴۵ ط سعيد)
(۴) ثم لا فرق بين الانتفاع فى مثل هذه الاشياء و بين الغنى و الفقير، حتىٰ جاز للكل النزول فى الخان والرباط والشرب عن السقاية والدفن فى المقبرة. (عالمگيريه، كتاب الوقف الباب الثانى عشر فى الرباطات و المقابر ۲/ ۴۶۶ ، ماجديه)

بزرگ اپنی اولاد میں سے ایک شخص کو مستقل سجادہ نشین اور مالک مقرر کرتے آئے ہیں اور اسی طرح بادشاہان اسلام اور غیر اسلام بھی ان کو قبول کرتے آئے ہیں۔ بزرگ موصوف کی اولاد میں سے بعد کے سجادہ نشینوں نے چند اشخاص کو جو بزرگ موصوف یا سجادہ نشینوں سے نیک عقیدت رکھتے تھے یا سجادہ نشین کے ملازم تھے ان کی درخواست کرنے سے قطعہ مذکورۃ الصدر معینہ میں دفن کرنے کی اجازت دے دی اور اسی طرح ان اشخاص کی اولاد کو جو بزرگ موصوف سے یا ان کے سجادہ نشینوں سے حسن عقیدت رکھتے تھے یا ملازم تھے درخواست کرنے سے ایک مدت تک سجادہ نشین اور مالک وقتاً فوقتاً جس کو چاہتے اپنی خوشی سے قطعہ مذکورہ میں دفن کرنے دیتے اور جس کو نہ چاہتے نہ دفن کرنے دیتے کیونکہ قطعہ مذکورہ کوئی عام قبرستان نہیں ہے۔
اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ اگر موجودہ سجادہ نشین جگہ کے بھر جانے کے خوف سے یا قواعد جاریہ کے خوف سے ان اشخاص کی اولاد کو دفن کرنے سے روکے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور ان لوگوں کو سجادہ نشین کی بغیر اجازت اس میں اپنی اموات کو دفن کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(جواب ۱۱۰) جو زمین کہ بادشاہ نے کسی کو بطور تملیک دے دی ہو وہ اس کی ملک ہو گئی پھر اگر اس نے کسی قطعہ زمین کو صرف اپنی اولاد کے دفن کے لئے وقف کر دیا ہو تو یہ وقف بھی خاص ہوا۔ جب تک موقوف علیہم میں سے کوئی باقی ہو گا دوسروں کو دفن کا اختیار نہ ہو گا(۱) اور اگر وقف نہیں کیا بلکہ اپنی مملوکہ زمین میں دفن کرتے رہے تو کسی حالت میں دوسروں کو دفن کا اختیار نہیں۔(۲) لیکن ان تمام حالات میں ملک کا ثبوت دینا مدعی کے ذمہ ہے۔(۳)

قبروں کے اوپر مسجد کے صحن کے نیچے گودام بنانا

(سوال) ایک قدیمی مسجد کو از سر نو کرسی دے کر بنانا چاہتے ہیں۔ لیکن صحن مسجد میں چند قبریں ہیں اور اگرچہ وہ موجودہ صورت میں صحن مسجد سے علیحدہ ہیں لیکن کرسی دے کر مسجد کو از سر نو تعمیر کرنے میں بغرض کشادہ کرنے مسجد و صحن مسجد قبور صحن مسجد کے نیچے آجاتی ہیں تو کیا ایسی صورت میں بالائے قبور بقدر سے قریباً ۴ فٹ یا ۱۴ فٹ تہ خانہ یا گودام بنا سکتے ہیں؟ نیز یہ کہ قبروں کے بالائی حصہ میں گودام برائے افادہ مسجد بنا سکتے ہیں؟ اگر صحن مسجد کے نیچے خلا نہ رکھیں اور قبروں پر بغرض صحن مسجد مٹی ڈال کر ٹھوس کر لیں تو کیا ایسی صورت میں کوئی ممانعت ہے؟

(جواب ۱۱۱) قبروں کی زمین اگر قبروں کیلئے وقف نہ ہو بلکہ کسی کی ملک ہو یا دوسرے کام کے لئے وقف کر دی گئی ہو تو جب کہ میت کے اجزاء باقی نہ رہنے کا ظن غالب ہو جائے تو قبروں پر تعمیر یا زراعت یا وہ کام کرنا

---

(۱) قال الخصاف فی وقفه اذا جعل الرجل داره سكنى للغزاة فسكن بعض الغزاة بعض الدار، والبعض فارغ لا يسكنها احد (عالمگیریه، كتاب الوقف، الباب الجانی عشر فی الرباطات والمقابر، ج: ۲/٤٦٦ ،ماجدیه)
(۲) میت دفن فی ارض انسان بغیر اذن مالكها كان المالك بالخيار، ان شاء رضی بذالك وان شاء امر باخراج الميت، وان شاء سوى الارض وزرع فوقها، (عالمگیریة، كتاب الوقف، الباب الثانی عشر فی الرباطات والمقابر الخ، ۲/ ٤٧٦ ط. ماجدية)
(۳) وفی الشامية: ان الاوقاف التی تقادم امرها ومات شهودها فما كان لها رسوم فی دواوين القضاة . وفی ايدهم اجريت علی رسومها الموجودة فی دواوينهم استحسانا اذاتنازع اهلها فيها وما لم يكن لها رسوم فی دواوين القضاة القياس فيها عند التنازع ان من اثبت حقا حكم له به ا ه (شامية ، كتاب الوقف، مطلب فی الوقف اذا انقطع ثبوته ٤/ ٤٤٧ سعيد)

جس کے لئے وہ زمین وقف کی گئی ہے جائز ہے۔ **اذا بلی المیت وصار ترابا جاز الزرع و البناء علیه** (در مختار)(۱) مسجد تعمیر شدہ یعنی مسجد قدیم کے نیچے تہ خانہ یا گودام اگر مسجد کا اسباب وغیرہ رکھنے کے لئے بنالیا جائے تو مضائقہ نہیں۔(۲) لیکن کرایہ پر دینے کے لئے بنانا جائز نہیں۔ خواہ وہ کرایہ مسجد ہی کے فائدہ کے لئے ہو۔(۳) اگر تمام خلا کو مٹی ڈال کر ٹھوس کرلیں جس میں قبریں بھی دب جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ جب کہ قبروں کے اندر اجزائے میت باقی نہ ہونے کا ظن غالب ہو۔(۴) فقط

مملوکہ قبرستان میں قبریں بوسیدہ ہو جائیں تو استعمال میں لانا جائز ہے

(سوال) بموجب قاعدہ و رواج قدیم ہمارے بزرگوں نے اپنے بعض بزرگوں کو بعد انتقال اپنی مملوکہ اراضی میں جو آبادی میں ہے دفن کیا۔ مرور زمانہ سے ان قبروں پر گزرگاہیں قائم ہوگئیں اور مالکان زمین اپنی اراضی مثل دیگر اراضی کے استعمال میں لانے لگے یعنی مویشی وغیرہ باندھنا اور مکانات کا بن جانا وغیرہ اور یہ استعمال تقریباً عرصہ ساٹھ سال سے ہو رہا ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ ان زمینوں کا استعمال میں لانا جائز ہے یا نہیں؟

(جواب ۱۱۲) قبر کی زمین اگر مملوک ہو اور مردے کو دفن کئے ہوئے اتنا عرصہ گزر گیا ہو کہ اس کے اجزائے بدن مٹی ہوگئے ہوں تو اس زمین کو اپنے استعمال میں لانا درست ہے۔ **اذا بلی المیت فصار ترابا جاز الزرع والبناء علیه** (کذافی الدر المختار)(۵)

قبرستان کی جگہ شفاخانہ تعمیر کرنا

(سوال) کیا شریعت پاک اجازت دیتی ہے کہ احاطہ قبرستان اہل اسلام کو حکومت کا مفصلہ ذیل خیال پورا کرنے کی غرض سے دے دیا جائے جب کہ اس میں میت کا دفن کرنا قریباً بیس اکیس سال سے بند ہو۔ احاطہ مذکورہ رفتہ رفتہ آبادی کے بڑھتے بڑھتے آبادی میں آگیا ہو یا آبادی کے متصل ہو یا آبادی کے باہر ہو نیز قبور کے نشانات بھی ہنوز باقی ہوں۔

(۱) جیسا کہ آپ کے وفد پر پہلے ہی سے صاف ظاہر کر دیا گیا ہے۔ اس چٹھی کے ذریعہ سے اطلاع دی جاتی ہے کہ سری دربار صاحب ہندو مسلم رعایا کے مفاد کے لئے ایک معقول اور مکمل عمدہ شفاخانہ تعمیر کرانا چاہتے ہیں۔(۲) شفاخانہ کی تعمیر کے لئے جو نہایت ہی عمدہ اور موزوں جگہ سری مہارانی صاحبہ کے سنہرے اور اندرون سوجتی دروازہ کے ملحق قطعہ زمین اور بیرون شہر مسلمانوں کا قبرستان نام کی زمین پر مشتمل ہے۔(۳) لہٰذا سری دربار صاحب مسلمانوں کا قبرستان حاصل کرنا چاہتے ہیں مگر صرف اس شرط پر کہ تمام مسلم رعایائے جودھپور اس

(۱، ۴، ۵) واذ بلی المیت وصار ترابا جاز زرعه والبناء علیه (ردالمحتار، کتاب الصلاۃ باب صلاۃ الجنائز، ج: ۲ صفحه ۲۳۳، سعید)

(۲) ومن جعل مسجداً تحته سرداب ولو كان السرداب لمصالح المسجد جاز، كما فی مسجد بيت المقدس، كذافی الهدايه، عالمگیریه، كتاب الوقف، الباب الحادی عشر، ج: ۲ صفحه ۴۵۵، ماجديه)

(۳) واذا اراد انسان ان يتخذ تحت المسجد حوانيت مرمة لغلة المسجد او فوقه ليس له ذلك. (بحواله بالا) وكذافی الدر المختار: ولا يجوز اخذ الاجرة منه، ولا ان يجعل مستغلا ولا سكنى (كتاب الوقف، مطلب فی احكام المسجد ج: ۴ / ۳۵۸، سعيد)

کے دینے پر رضامند ہو۔ (۴) یہ تجویز کیا گیا ہے کہ وہ قطعہ زمین جو قبرستان میں شامل ہے وہ صرف شفاخانہ کا اگواں (صحن) کے طور پر کام میں لائی جائے گی اور شفاخانہ کی عمارت موجودہ شہر پناہ کے اندر ہوگی۔ قبروں کی بے حرمتی نہیں کی جائے گی۔ علاوہ بریں قبرستان کی زمین مٹی سے ڈھانپ دی جائے گی تاکہ ایک عمدہ باغ لگانے کے قابل ہو جائے۔ چھوٹی سی مسجد جو قبرستان میں واقع ہے وہ ایسی ہی قائم رہنے دی جائے گی۔ بلکہ اگر استدعا کی گئی تو خوبصورت بنادی جائے گی جو کہ شفاخانہ کے مسلمان انڈور پیشنٹس کے لئے نہایت سہولت بخش عبادت گاہ کا کام دے گی۔ (۵) سری دربار صاحب مجھ سے خواہش کرتے ہیں کہ مسلمان رعایا کو یقین دلایا جائے کہ اگر قبرستان کا حصول مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو صدمہ رساں ہو یا اور طرح سے اثرپذیر ہونا خیال کیا جائے تو سری دربار صاحب ہرگز اس کا حاصل کرنا منظور نہ فرمائیں گے۔ لیکن ساتھ ہی اگر رفاہ عام کے لئے کہ جس میں دوسروں کے ساتھ مسلمانوں کا فائدہ بھی شامل ہے زمین کو خوشی سے دربار صاحب کو پیش کردیں گے تو سری دربار صاحب ان کے رویہ کو بہت ہی قدر کی نگاہ سے ملاحظہ فرمائیں گے۔ (۶) سری دربار صاحب اس نظر تحسین کو عملی جامہ بھی پہنانا پسند فرمائیں گے اور جب تک کہ مسلمانوں کے پاس اس سے بہتر تجویز پیش کرنے کو نہ ہوگی سری دربار صاحب مہربانی فرماکر مسلمانوں کے لئے ایک عمدہ عمارت مڈل اسکول کے لئے شہر کے اندر بنوا دیں گے۔ اور اس کے اخراجات کو فیاضانہ امداد فرماتے رہیں گے۔ (۷) پھر چاند شاہ کا معاوضہ دئے جانے کا جو سوال ہوگا وہ بالکل علیحدہ ہوگا۔ (۸) یہ امر ضروری ہے کہ مسلمانوں کی رائے ماہ رواں کے اختتام تک حاصل ہو جائے۔

(جواب ۱۱۳) قبرستان جو مسلمانوں کے اموات دفن کرنے کے لئے وقف ہو ہمیشہ قبرستان کے کام میں ہی لانا لازم ہے کسی دوسرے کام میں اس کی خالی زمین کو بھی لانا جائز نہیں ہے۔(۱) اور جو زمین کہ دفن اموات کے کام میں آچکی ہے اور اس میں قبریں موجود ہیں۔ ان قبروں کا احترام باقی رکھنا لازم ہے۔(۲) اس قبرستان میں دفن کی اجازت بیس اکیس سال سے نہیں ہے تو وقف سے جو فائدہ مقصود اور متصور تھا وہ ثواب حاصل نہیں ہوتا یا نہیں ہو سکتا مگر مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ موجودہ قبور کو بے حرمتی سے بچائیں اور کسی ایسے کام کی اجازت نہ دیں جس سے قبروں کی بے حرمتی ہو۔(۳) سری دربار صاحب کی تحریر میں اس امر کا وعدہ موجود ہے کہ اگر قبرستان کا حصول مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو صدمہ رساں ہوگا تو سری دربار صاحب اس کا حاصل کرنا ہرگز منظور نہ فرمائیں گے۔ اس فقرے سے سری دربار صاحب کی مسلمان رعایا پر پدرانہ شفقت ظاہر ہوتی ہے۔ شفاخانہ کا صحن بنانے اور مٹی ڈال کر باغیچہ لگانے کی صورت میں قبروں کے اوپر لوگوں کا چلنا پھرنا تو لامحالہ ہوگا اور یہ بھی قبروں کی توہین کی صورت ہے اس لئے یہ صورت تو نہ صرف مسلمانوں کے مذہبی جذبات بلکہ مذہبی احکام کے خلاف ہے۔(۴) محمد کفایت اللہ غفرلہ، مدرسہ امینیہ دہلی

(۱) سئل هو (شمس الائمة) ايضا عن المقبرة فى القرى اذا اندرست ولم يبق فيها اثر الموتى لا العظم ولا غيره هل يجوز زرعها واستغلا لها؟ قال: لا ولها حكم المقبرة ، كذافى المحيط. (الفتاوى الهندية، كتاب الوقف ، الباب الثانى عشر فى الرباطات ۲ / ۴۷۰ ، ۴۷۱ ط. ماجدية)

(۲، ۳، ۴) عن ابى مرثد الغنوى قال: قال: النبى عليه السلام لا تجلسوا على القبور ولا تصلوا اليها ، وفى الباب عن ابى هريرة وعمرو بن حزم وبشرين الحضاصة. رواه الترمذى ، ابواب الجنائز ، باب كراهة الوطى والجلوس عليها ، ۱ / ۲۰۳ ط. ايچ ايم سعيد)

مسلمانوں کا قبرستان مسلمانوں ہی کے لئے مخصوص ہوگا

(سوال) ایک گاؤں میں ایک قبرستان ہے جس میں متعدد قبور شاہی زمانہ کی ہیں نیز ایک شاہی مسجد منہدم ہے اور ایک مقبرہ بھی منہدم حالت میں ہے۔ اس مسجد اور مقبرے کے اطراف میں قبرستان ہے جس میں کئی برسوں سے مسلمان لوگ مردے دفن کرتے ہیں۔ پہلے اس کا احاطہ نہ تھا۔ لیکن چند روز سے اس کے اطراف احاطہ کرلیا گیا ہے۔ اس گاؤں کے ہندوؤں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس قبرستان کا چند حصہ ہمارا ہے اور ہم لوگ اس میں مردے دفن کریں گے۔ یہ دعویٰ جناب کلکٹر صاحب کے روبرو پیش کیا گیا۔ صاحب مذکور نے یہ حکم نافذ کیا کہ آئندہ ہندو اور مسلم دونوں اس میں مردے دفن کریں۔ قبرستان کا احاطہ گرا دینے کا حکم بھی کلکٹر صاحب نے دیا ہے۔

المستفتی نمبر ۲۷۷ ابراہیم یوسف (مغربی خاندیس) ۲۳ محرم ۱۳۵۳ھ ۸ مئی ۱۹۳۴ء

(جواب ۱۱۴) اگر مسلمانوں کا قبرستان ہمیشہ سے انہیں کی اموات کے دفن کے لئے مخصوص تھا اور یہ اس میں اپنے مردے دفن کرتے تھے تو ان کو اس امر کا ثبوت پیش کرکے اپنا حق ثابت کرنا چاہئے۔ اور اس حکم کو منسوخ کرانا چاہئے کہ ہندو بھی اپنے مردے اس میں دفن کریں۔ اور اگر ہندوؤں کی اجازت جو کلکٹر صاحب نے دی ہے بہر حال جبراً قائم رکھی جائے تو مسلمانوں کو ان کی جگہ احاطہ سے باہر کر دینا چاہئے اور اپنی جگہ کو احاطہ کے اندر محدود کرلیں تاکہ علیحدہ علیحدہ مردے دفن ہوں اور احاطے گرا دینے کا حکم کیوں دیا گیا ہے اس کو صاف کر کے اپنا حق ثابت کر کے انصاف حاصل کریں۔(۱) محمد کفایت اللہ

قبرستان میں درخت لگانا اور ان کے پھلوں کا حکم

(سوال) مسلمانوں کے قبرستان کی آمدنی میں اضافہ کرنے کے لئے قبرستان میں اگر ثمر آور درخت لگائے جائیں تو اس کی شرعی حیثیت کیا ہوگی۔ ان اثمار کی فروخت جائز ہے یا نہیں ؟ اسے قیمتاً خرید کر استعمال کیا جاسکتا ہے یا نہیں۔ ثمر آور درختوں کے لگانے میں اول اول صرف کثیر بھی ہوگا اور ایک مدت بعد اس سے آمدنی کی صورت پیدا ہو سکے گی۔

المستفتی نمبر ۲۷۶ سکریٹری محفل اسلام (ضلع سورت) ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۵۳ھ م ۲۳ جولائی ۱۹۳۴ء

(جواب ۱۱۵) مقبرہ کی فارغ زمین میں ایسے طور پر درخت لگانا کہ اصل غرض یعنی دفن اموات میں نقصان نہ آئے جائز ہے۔(۲) ان درختوں کے پھلوں کی بیع جائز ہوگی اور پھلوں کی قیمت قبرستان کے کام میں لائی جائے گی۔(۳) جواز کے لئے یہ شرط بھی ہے کہ درخت لگانے ان کی حفاظت کرنے پھلوں کے توڑنے اور اس کے

---

(۱) لا يشترط فى صحة الدعوى بيان السبب الا فى دعوى العين كما فى البزازية : لا تبثت اليد فى العقار الا بالبينة (الا شباه و النظائر ، كتاب القضاء والشهادة، ۲ / ۳۷۷،۳۷۸ ط. ادارة القرآن ، كراتشى) وفى الشاميه : ان الا وقاف التى تقادم امرها ومات شهودها اذا تنازع اهلها فيها ، ومالم يكن لها رسوم فى دواوين القضاة ، القياس فيها عند التنازع ان من اثبت حقا حكم له به (الشامية ، كتاب الوقف مطلب فى الوقف اذا انقطع ثبوته، ۴ / ۴۴۷ ، ط. سعيد)
(۲) يجوز للمستاجر غرس الا شجار والكروم فى الاراضى الموقوفة اذا لم يضر بالا رض (رد المحتار ، كتاب الوقف ج : ۴ ، ۴۵۴ ، سعيد)
(۳) مقبرة عليها اشجار عظيمة ، فهذا على وجهين ..... ففى القسم الثانى الحكم فى ذالك الى القاضى ان راى بيعها وصرف ثمنها الى عمارة المقبرة فله ذالك . كذافى الواقعات الحسامية (العالمگيرة ، كتاب الوقف ، الباب الثانى عشر ، مطلب الكلام على الا شجار فى المقبرة ، ۲ / ۴۷۳ ، ۴۷۴ ط. ماجدية)

متعلقہ کاموں میں قبروں کا روندا جانا پامال ہونا نہ پایا جائے۔(۱) درختوں کے لگانے میں قبرستان کا روپیہ خرچ کرنا جب کہ اس سے تجربہ کی بنا پر نفع کی امید ہے جائز ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ

قبرستان میں اپنا مکان تعمیر کرنا

(سوال) اگر کوئی مسلمان قبرستان کی زمین سے جہاں پر قبروں کے نشانات موجود ہوں ان کو مٹا کر اس زمین پر اپنی رہائش کا مکان غسل خانے اور بیت الخلاء تعمیر کرے کیا ایسا شخص گناہگار گردانا جا سکتا ہے اور کیا ایسے مولوی کو جو بجائے ان حرکات کے سدباب کرنے کے ان کی حمایت کرتا ہو حق بجانب تصور کیا جا سکتا ہے اور ایسے مولوی کی نسبت شریعت کا کیا فیصلہ ہے ؟

المستفتی نمبر ۷۴۲ غلام محمد صاحب (کراچی) ۲۵ شعبان ۱۳۵۳ھ م ۳ دسمبر ۱۹۳۴ء

(جواب ۱۱۶) قبرستان کی زمین اگر دفن کے لئے وقف ہو تو اس کو اپنے مکان کے طور پر استعمال کرنا جائز نہیں ہے اور اسی طرح اس میں سے قبروں کے نشانات کو مٹانا بھی جائز نہیں۔(۳) البتہ اگر زمین وقف نہ ہو بلکہ کسی کی مملوکہ ہو اور اس کی اجازت کے بغیر کسی نے دفن کر دیا ہو، یا اجازت سے کیا ہو مگر مالک نے زمین وقف نہ کی ہو تو ان صورتوں میں جب کہ ظن غالب ہو جائے کہ میت کی لاش مٹی ہو گئی ہو گی۔ مالک کو زمین پر مکان بنانا جائز ہے۔(۴) اور پہلی صورت میں جب کہ بلا اجازت دفن کیا ہو اس انتظار کی بھی ضرورت نہیں ہے۔(۵) بہر حال سوال مجمل ہے اور جواب بھی مختلف صورتوں کے لحاظ سے مختلف ہے۔ وقف قبرستان کے کسی حصہ پر ایسا تصرف جو سوال میں مذکور ہے کرنا حرام ہے اور متصرف ظالم غاصب فاسق ہے۔(۶)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

---

(۱) عن ابی مرثد الغنوی قال قال النبی علیہ السلام لا تجلسوا علی القبور ولا تصلوا الیھا .(رواہ الترمذی، ابواب الجنائز صفحہ ۲۰۳، ط: سعید)

(۲) وانما یحل للمتولی الاذن فیما یزید الوقف بہ خیرا (رد المحتار، کتاب الوقف، مطلب انما یحل للمتولی الاذن فیما یزید بہ الوقف خیرا، ج: ۴/ ۴۵۴، سعید)

(۳) مقبرۃ قدیمۃ ..... ھل یباح لا ھل المحلۃ الا نتقاع بھا ؟ قال ابو نصر : لا قاضی خان برھا مش ھندیہ، کتاب الوقف، فصل فی المقابر، ج: ۳ صفحہ ۳۱۴ ماجدیہ

(۴) ولو بلی المیت وصار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبناء علیہ کذافی التبیین ..... اذا دفن المیت فی ارض غیرہ بغیر اذن مالکھا، فالمالک بالخیار .ان شاء سوی الارض وزرع فیھا کذافی التجنیس (الھندیہ، کتاب الصلاۃ الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السادس فی القبر والدفن والنقل من مکان الی آخر ۱۶۷/۱، ط. ماجدیۃ، کوئٹہ، پاکستان)

(۵) اذا دفن المیت فی ارض غیرہ بغیر اذن مالکھا فالمالک بالخیار، ان شاء امر باخراج المیت وان شاء سوی الارض وزرع فیھا. (الھندیہ، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی والعشرون الفصل السادس، صفحہ ۱. ۱۶۷)

(۶) سئل ھو (یعنی شمس الائمۃ) ایضا عن المقبرۃ فی القری اذا اندرست ولم یبق فیھا اثر الموتی لا العظم ولا غیرہ، ھل یجوز زرعھا واستغلالھا؟ قال : لا ولھا حکم المقبرۃ . کذا فی المحیط (الھندیہ کتاب الوقف، الباب الثانی عشر فی الرباطات الخ صفحہ ۲ . ۴۷۰ . ۴۷۱ ط. ماجدیۃ، کوئٹہ)

کسی کی مملوک زمین میں بلا اجازت مسجد بنانا

(سوال) میاں نور محمد عرف مدنی شاہ مسافرانہ حالت میں الور میں آئے تھے۔ ان کے دفن کے لئے مسماۃ نجیبا معافیدار ۃ نے اپنے قبرستان میں خالصاً للہ اجازت دے دی تھی۔ اس کے بعد مدنی شاہ کے مریدوں نے قبر پر گنبد بنانے کی اجازت چاہی۔ مسماۃ نجیبا معافیدار نے اس شرط پر اجازت دی کہ مشرق و مغرب میں لمبی بیس فٹ اور شمال و جنوب میں چوڑی بیس فٹ سے زیادہ زمین نہ دبائی جائے۔ قبر بنانے کا اور اس پر گنبد بنانے کا معاہدہ اعجاز حسین خلیفہ مدنی شاہ سے ہوا تھا جو مورخہ یکم جولائی ۱۸۹۹ء باضابطہ رجسٹری شدہ موجود ہے۔ معاہدہ کے خلاف جس قدر دعوے حسین شاہ خلیفہ اعجاز حسین نے کئے وہ سب مسترد ہو چکے ہیں جن کی نقل احکام اور اصل معاہدہ موجود ہے جن کی نقلیں برائے ملاحظہ منسلک ہیں مگر اب عبدالرحیم مرید مدنی شاہ کہتا ہے کہ یہ زمین پچاس سال سے میرے قبضہ میں ہے حالانکہ تیاری گنبد کی اجازت یکم جولائی ۱۸۹۹ء کو دی تھی جس کو ۳۶ سال بھی نہیں ہوئے۔ اور زائد زمین دبانے کے واسطے جھگڑا کر رہا ہے۔ لہذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ اصل فیصلہ و معاہدہ کی رو سے عبدالرحیم عرف ڈکار اشاہ کو علاوہ گنبد کے دوسری زمین میں دخل دینے کا حق ہے یا نہیں اور اس غصب کی ہوئی زمین پر نماز وغیرہ کی اجازت ہے یا نہیں ؟

نمبر ۸ ۴۳ سید عبدالقیوم معافیدار (الور) ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۵۳ھ م ۳ اپریل ۱۹۳۵ء

(جواب ۱۱۷) قبرستان جب کہ مسماۃ نجیب النساء کا مخصوص خاندانی قبرستان اور معافی کی زمین ہے اور مدنی شاہ کے دفن کی اجازت دینی اور گنبد بنانے کے وقت اقرار نامہ لکھانے کا ثبوت موجود ہے تو موجودہ تکیہ دار کا دعویٰ ناقابل سماعت ہے اور اس زمین میں بغیر اجازت ورثہ نجیب النسا کسی تصرف کا تکیہ دار کو اختیار نہیں ہے۔(۱) اور نہ اس میں مسجد بغیر اجازت ورثہ نجیب النسا بن سکتی ہے (۲) اور اگر زبردستی بنالی جائے تو وہ مسجد شرعی نہ ہوگی بلکہ مغصوب زمین کی طرح اس میں نماز مکروہ ہوگی۔ وہذا کلہ ظاہر۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

قبرستان کی زمین کسی دوسری ضرورت کے لئے استعمال کرنا

(سوال) ایک تالاب جس کے چاروں پشتوں پر لوگ قدیم الایام سے مردے دفن کرتے آئے ہیں اس تالاب کو عمیق کرانے کی غرض سے کھدوا کر نئی اور پرانی قبروں پر مٹی ڈال کر پشتوں سمیت برابر کر کے اونچا کر دیا گیا ہے۔ اب اس تالاب کے پشتوں کے اوپر تدفین موتی نہیں کیا جائے گا۔ دفن اموات کے لئے تالاب کے متصل دوسری وسیع جگہ لوگوں کو دی گئی ہے۔ اس تالاب کے چاروں پشتوں پر نئی اور پرانی قبروں پر کھیت یا باغ بنایا جا سکتا

(۱،۲) سئل ...... (شمس الائمة) عن المقبرة في القرى اذا اندرست ...... هل يجوز زرعها واستغلالها؟ قال لا : (الهندية ، كتاب الوقف ۲/۴۷۰ ، ۴۷۱)

(۳) ومنها الملك وقت الوقف حتى لو غصب ارضا فوقفها ثم اشتراها من مالكها ودفع الثمن اليه اوصالح ...... لا تكون وقفا. (عالمگیریة اول كتاب الوقف ، الباب الاول ۲/۳۵۳) بنى مسجد على سور المدينة لا ينبغي ان يصلى فيه لانه حق العامة فلم يخلص لله كالمبنى فى ارض مغصوبة اهـ ثم قال ...... فالصلاة فيها مكروهة (كتاب الصلاة فى الارض المغصوبة، ۱/۳۸۱ ط. سعيد)

ہے یا نہیں ؟ مالکان تالاب جو صاحب نصاب ہیں اس کے پھل کھا سکتے ہیں یا نہیں اور اس کی آمدنی کو اپنے صرف میں لا سکتے ہیں یا نہیں ؟ المستفتی شاہ عبدالمومن (ضلع بجورہ)

(جواب ۱۱۸) اگر یہ قبرستان زمین موقوفہ میں تھا جو دفن اموات کے لئے وقف تھی اس کو کسی دوسرے کام میں لانا جائز نہیں۔(۱) ہاں اگر اس میں دفن اموات کی اجازت نہ رہی ہو یا دوسری وسیع زمین مل جانے کی وجہ سے حاجت نہ رہی ہو تو جب کہ مردوں کے جسم مٹی ہو جانے کا گمان غالب ہو جائے اس وقت اس زمین کو کھیت یا باغ بنا کر اس کی آمدنی کو کسی دوسرے قبرستان کے ضروری مصارف میں صرف کیا جائے۔(۲) اور اگر زمین وقف نہ ہو بلکہ مملوکہ ہو تو مالک آمدنی کو اپنے صرف میں لا سکتا ہے۔(۳) محمد کفایت اللہ

مملوکہ قبرستان میں مالک کی اجازت کے بغیر دفن کرنا

(سوال) ایک شخص ایک قطعہ زمین پر جو تکیہ و قبرستان کے نام سے مشہور ہے نسلاً بعد نسل قابض ہے اور مالکانہ حیثیت رکھتا ہے۔ اس زمین کو کسی نے قبرستان کے لئے نہ وقف خاص نہ وقف عام کیا بلکہ شخص مذکور موروثی جائداد کی طرح اس کا مالک ہے۔ وہ شخص مذکور جس کو اجازت دے خواہ باجرت یا بلا اجرت وہ مردہ وہاں دفن ہوتا ہے اور بغیر اس کی اجازت کے کوئی دفن نہیں کر سکتا۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ جب وہ جگہ تکیہ اور قبرستان کے لئے وقف عام یا وقف خاص نہیں ہے تو جو شخص اس کا مالک ہے وہ اس خالی زمین کو جہاں قبر نہیں ہے اپنے صرف میں لا سکتا ہے یا نہیں ؟ اپنا مکان وغیرہ بنا سکتا ہے یا نہیں اور اس کو بیچ سکتا ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۷۴۲ دلاور علی (اٹاوہ) ۶ اذی قعدہ ۱۳۵۴ھ م ۱۰ فروری ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۱۹) اگر اس زمین کے وقف ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور ہمیشہ سے کوئی خاص شخص اس پر قابض و متصرف ہے اور اس کی بغیر اجازت عام مسلمانوں کو حق تدفین نہیں ہے تو وہ شخص اس زمین پر جو چاہے تصرف کر سکتا ہے۔(۴) محمد کفایت اللہ

وقف عام میں قبر مخصوص کرنے کی صورت میں دوسرے مدفون کو نکالنے کا حکم

(سوال) زید حنفی المذہب قبرستان کے متولی کی یا ورثاء کی اجازت سے قبرستان میں دفن ہو گیا۔ زید مذکور کی

---

(۱) سئل ...... (شمس الائمة) عن المقبرة فی القری اذا اندرست ...... هل یجوز زرعها واستغلالها؟ قال لا : (الهندیة ، کتاب الوقف ۲/ ۴۷۰ ، ۴۷۱

(۲) عن شمس الائمة الحلوانی انه سئل عن مسجد او حوض خرب ولا یحتاج الیه لتفرق الناس عنه ، هل للقاضی ان یصرف اوقافه الی مسجد او حوض آخر ؟ فقال : نعم ، ومثله فی البحر...... والذی ینبغی متابعة المشایخ المذکورین فی جواز النقل بلا فرق بین مسجد او حوض کما افتی به الامام ابو شجاع والامام الحلوانی وکفی بهما قدوة ولا سیما فی زماننا فان المسجد او غیره من رباط او حوض اذا لم ینقل یا خذ انقاضه اللصوص والمتغلبون کما هو مشاهد وکذالك او قافه یا کلها النظار او غیرهم الخ (ردالمحتار ، کتاب الوقف مطلب فیما لو خرب المسجد ، ومطلب فی نقل انقاض المسجد ۳۵۹ ، ۳۶۰)

(۳) اذا دفن المیت فی ارض غیره بغیر اذن مالکه فالمالك بالخیار ان شاء امر باخراج المیت ، وان شاء سوی الارض وزرع فیها . کذافی التجنیس . (الهندیة ، کتاب الصلاة ، الباب الحادی و العشرون فی الجنائز ، الفصل السادس فی القبر و الدفن و النقل من مکان الی اخر ، ج .۱ صفحه ۱۶۷ ط . ماجدیة)

(۴) ولو بلی المیت وصار ترابا جاز ...... البناء علیه ...... اذا دفن المیت فی ارض غیره بغیر اذن مالکها فالمالك بالخیار ان شاء امر با خراج المیت وان شاء سوی الارض وزرع فیها . (الهندیة ، کتاب الصلاة ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز ۱/ ۱۶۷) ارض لاهل قریة جعلوها مقبرة ثم ان واحدا من اهل القریة بنی فیها بناء أو وضع اللبن وآلات القبر و اجلس فیها من یحفظ المتاع ...... فلا باس به . (الهندیة ، کتاب الوقف الباب الثانی عشر ، ۴۶۷ ، ۴۶۸)

والدہ اور دیگر اقرباء اسی قبرستان میں دفن ہیں۔ بکر معترض ہے کہ زید جس مقام پر دفن ہے وہ مقام میں نے اپنے لئے مخصوص کر دیا ہے زید کو قبر سے نکال کر دوسری جگہ دفن کرے۔

المستفتی نمبر ۸۴۷ جناب محمد عبدالعزیز شریف (چام راج نگر بنگلور) ۲ ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ م ۲۶ فروری ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۲۰) قبرستان اگر وقف عام ہو اور اس میں کوئی شخص اپنے واسطے قبر کھدوا کر محفوظ چھوڑ دے اور کوئی دوسرا شخص اس میں اپنی میت کو دفن کر دے تو اس صورت میں بھی دفن کرنے والے کو صرف قبر کھودنے کی اجرت ادا کرنی پڑتی ہے۔ صاحب القبر کو نعش نکلوانے کی اجازت نہیں ہے۔ اذا حفر الرجل قبرا فی المقبرة التی یباح له الحفر فد فن فیه غیره میتالا ینبش القبر ولکن یضمن قیمة حفره لیکون جمعابین الحقین. انتهی. عالمگیری نقلا (۱) عن خزانة المفتین۔ اور اگر قبر نہیں کھودی صرف اپنے دل میں یہ خیال کر لیا کہ میں یہاں دفن ہوں گا تو اس صورت میں دوسرے دفن کرنے والے سے کچھ بھی لینے کا حق نہیں۔ نعش نکالنے کا صرف اس صورت میں حق ہوتا ہے کہ زمین مملوک ہو اور مالک کی اجازت کے بغیر دفن کیا جائے۔ (۲)　　کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

قبرستان میں جانوروں کو گھاس چرانے کے لئے چھوڑنا ناجائز ہے

(سوال) کسی قبرستان کی حفاظت کے واسطے بستی والوں نے چاروں طرف دیواریں بنوائی ہیں کوئی سردار یا دوسرا کوئی جبراً وہاں بیل چراتا ہے اور نرم زمین کے سبب سے بیلوں کے پاؤں گھس کر بہت سی قبروں پر سوراخ پڑ گئے۔ اور قبرستان پہلے سے وقف اور لا خراج ہے اب شرعاً ان کو روک سکتا ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۱۵۶ محمد اسمٰعیل صاحب اے۔ بی۔ ایم۔ اسکول (برما) ۱۱ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ م ۳۰ اگست ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۲۱) قبرستان میں جانوروں کو گھاس چرانے کے لئے چھوڑنا اور قبروں کو پامال کرانا جائز نہیں۔ اس فعل کو روکنے کا مسلمانوں کو پورا حق حاصل ہے۔ (۳)　　محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) الفتاوی العالمگیریة، کتاب الوقف، الباب الثالث عشر فی الرباطات و المقابر، ۴۷۲/۲، ط. ماجدية، کوئٹہ، پاکستان)

(۲) لا ينبغی اخراج الميت من القبرا لا اذا كانت الا رض مغصوبة الخ كذا فی فتاوی قاضيخان (الفتاوی العالمگيرية كتاب الصلاة، الباب الحادی و العشرون فی الجنائز، الفصل السادس، ۱۶۷/۱ ط. ماجدية)

(۳) ويكره ان يبنی علی القبر او يقعد او ينام عليه او يوطا عليه　ويكره قطع الحطب والحشيش من المقبرة فان كان يابسا لا باس به (الفتاوی الهندية، كتاب الصلاة، الباب الحادی والعشرون ۱/ ۱۶۶. ۱۶۷ ط ماجدية)

وفی الهندية ايضا : فلو كان فيها حشيش يحش ويرسل الی الدواب ولا ترسل الدواب فيها. (العالمگيرية، كتاب الوقف، الباب الثانی عشر فی الرباطات والمقابر، ۲ / ۴۷۱ ط. ماجدية)

قبرستان کے متصل مذبح بنانا

(سوال)(۱)مذبح جو منجانب یونین بورڈ بگھا بنایا گیا ہے بالکل قبرستان سے ملا ہوا ہے جس سے قبرستان کی توہین ہو گی۔ کیونکہ ہمیشہ ناپاکی اور گندگی موجود رہے گی۔ قبرستان کو مذہبی حیثیت سے جو اہمیت حاصل ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ایسی حالت میں قبرستان کے نزدیک مذبح بنانا اور جاری کرنا ہمارے مذہب اور قبرستان کی سراسر توہین اور تذلیل ہے لہذا یونین بورڈ بگھا کو چاہئے کہ ہمارے جذبات مذہبی کا خیال اور احترام کرتے ہوئے مذبح کو وہاں سے ہٹادے۔ورنہ اس کے متعلق کسی قسم کا خلفشار ہوگا تو اس کی ذمہ داری یونین بورڈ بگھا ہو گی۔ (۲) ان ریزولیشنز کی نقلیں جناب کمشنر صاحب بہادر مظفر پور وڈسٹرکٹ مجسٹریٹ چمپارن وائس ڈی اور بتیا وچیئر مین ڈسٹرکٹ بورڈ چمپارن وپریزیڈنٹ یونین بورڈ بگھا واخبارات وانجمن اصلاح المسلمین بگھا میں بھیجی ہیں۔(۳) ممبران انجمن اصلاح المسلمین پر لازم ہے کہ وہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کی نسبت ضروری اور قانونی کارروائی کریں۔

المستفتی نمبر ۱۱۵۸ محمد ہارون صاحب سکریٹری انجمن اصلاح المسلمین بگھا (ضلع چمپارن) ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ م ۳۱ اگست ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۲۲) مسلمانوں کی قبریں اور قبرستان پاک صاف مقام پر ہونی چاہئیں۔قبروں پر نجاست اور گندگی کا ڈالنا اور ان کو ناپاک کرنا حرام ہے۔اس کے لئے صاف احکام شرعیہ موجود ہیں۔قبرستان سے ملا ہوا مذبح ہوگا تو ضروری طور پر قبریں نجاست سے آلودہ ہوں گی اور جانور نجاست اٹھا اٹھا کر قبروں پر ڈالیں گے۔ نیز اموات کو دفن کرنے کے لئے جو لوگ قبرستان کو جائیں گے ان کے دماغ بدبو سے پریشان ہوں گے اور وہاں ٹھہرنا دشوار ہوگا۔حالانکہ بعض اوقات قبر کی تیاری میں دیر ہونے کے باعث وہاں کچھ ٹھہرنا پڑتا ہے۔اس لئے مذبح کو قبرستان سے کافی فاصلہ پر ہونا ضروری ہے۔فقط۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

زمین خرید کر میت دفنانے کی صورت میں اس کی قیمت ادا کرنا ہو گی

(سوال) وہ زمین جو ایک ہندو والئی ریاست نے ایک مسلمان فقیر کو بطور خیرات زندگی بسر کرنے کو دی ہو مردہ دفن کرنے کے لئے زمین نہ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں نے اس فقیر سے درخواست کی کہ وہ زمین میں مردہ دفن کرنے کی اجازت دے اور اس کا حق اس فقیر کو برابر ملتا رہا۔اب مسلمان حق دینے سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ زمین مسلمانوں کے لئے وقف ہو گئی ہے۔لہذا آنجناب سے دریافت ہے کہ آیا یہ زمین مسلمانوں کے لئے وقف ہو سکتی ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۱۵۰۱ رمضان شاہ ولد انور شاہ (ناگپور) ٦ ربیع الثانی ۱۳۵٦ھ م ۱٦ جون ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۲۳) اگر والئی ریاست نے زمین فقیر کو بطور تملیک کے اس کے گذر بسر کے لئے دی تھی اور اس کا

---

(۱) ویکرہ ان یبنی علی القبر او یوطأ علیہ اویقضی حاجۃ الانسان من بول اوغائط . (الفتاوی الہندیۃ کتاب الصلاۃ الباب الحادی والعشرون فی الجنائز ، الفصل السادس فی القبر ۱ / ۱٦٦ ط. ماجدیۃ)

ثبوت موجود ہے۔ نیز اس امر کا ثبوت بھی موجود ہے کہ فقیر کی اجازت سے اموات اس میں دفن ہوتی تھیں اور وہ زمین کی قیمت لیا کرتا تھا تو مسلمانوں کو اب بھی قیمت ادا کرنی ہوگی۔(۱) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی**

وقف کی آمدنی میں اضافہ کرنے کے لئے متولی کو وقف میں تصرف کرنے کا اختیار ہے

(سوال) ایک مخیر سیٹھ صاحب نے ۱۹۱۹ء میں تقریباً سترہ ۱۷ ایکڑ زمین خرید کر وقف فرمائی اور وقف نامہ میں لکھ دیا کہ منجملہ اس کے دو سو فٹ مربع یعنی (۲۰۰×۲۰۰ فٹ) پر مسجد، مدرسہ، نماز جنازہ پڑھنے کے لئے مکان وضو و طہارت کے لئے حوض، کنواں، امام و خدام مسجد و قبرستان کے لئے رہائشی مکانات بنائے جائیں گے اور ان کی مرمت وغیرہ ہوتی رہے گی اور بقیہ زمین قبروں کے لئے رہے گی۔ سارے ضروری اخراجات کے بعد اگر کچھ بچے تو مناسب اور موقع دیکھ کر متولیان اپنی سمجھ کے مطابق فنڈ کی کچھ رقم رنگون کے دوسرے قبرستان میں یا قبرستان کے لئے کسی دوسری جگہ زمین خریدنے میں خرچ کریں گے۔ اور مذکورہ وقف نامہ سے متولیان کو اس کا پورا اختیار حاصل ہے کہ مفصلہ بالا سارے وقف کے متعلق عالم، پیش امام، مؤذن، خادم اور نوکریں سے جس کو چاہیں ملازمت پر رکھیں اور جس کو چاہیں برطرف کر دیں۔

چونکہ واقف نے مذکورہ بالا اراضی کے علاوہ آمدنی کے لئے کوئی دوسری جائداد وقف نہیں کی تھی جس سے مسجد و مدرسہ اور دیگر مکانات وغیرہ مصرحہ وقف نامہ تعمیر کئے جاتے اس لئے تیرہ متولیان وقف مذکور نے جن میں خود واقف بھی شامل ہے بطور ذیل عملدر آمد کیا۔ پرانے قبرستان (جو کہ مذکورہ ۱۹۱۹ء میں حکماً بند ہو گیا ہے)۔ اور یہاں کے دیگر قبرستانوں کی طرح کھدائی قبر وغیرہ کے لئے فی بڑی قبر پونے چار روپے ...... اور بچہ کے لئے فی قبر پونے دو روپے ...... مقرر کئے۔ بعض دولت مند قبر میں لکڑی کی پٹی رکھتے ہیں اور اوسط درجہ کے بعض لوگ چٹائی، تختے یا بانس وغیرہ استعمال کرتے ہیں۔ یہ سب چیزیں متولیوں کے انتظام سے قبرستان میں مہیا رہتی ہیں اور قیمت دے دی جاتی ہے۔ یہ آمدنی اور فی قبر پونے چار روپے ...... یا پونے دو روپے سب قبرستان کے فنڈ میں جمع رہتا ہے۔ اس کے علاوہ جناب سیٹھ محمد اسماعیل عارف صاحب نے ایک موٹر عطا فرمایا ہے جس پر دور دور سے جنازے آتے ہیں۔ اس موٹر کے کرایہ کی آمدنی مبلغ سات روپے (معر) فی جنازہ بھی فنڈ مذکورہ میں شامل کی جاتی ہے۔ چونکہ مذکورہ فنڈ میں زیادہ گنجائش نہیں تھی اس لئے متولیوں کی اجازت اور مرضی کے مطابق اہل خیر میں سے کسی نے نماز جنازہ پڑھنے کے لئے مکان تیار کرا دیا اور بعض نے مسجد تعمیر فرما دی اور کسی صاحب نے حوض اور کسی نے کنواں بنوا دیا۔ قبرستان کے مذکورہ فنڈ میں سے مدرسہ اور گورکنوں کے رہنے کے لئے مکان اور لاوارث مردوں کے نہلانے کے لئے غسل خانہ تعمیر کیا گیا ہے اور گورکنوں اور مدرسین مدرسہ کی تنخواہیں وغیرہ اسی فنڈ سے دی جاتی ہیں۔ نیز لاوارث مردوں کی تجہیز و تکفین

---

(۱) قال فی العالمگیریة : اذا دفن المیت فی ارض غیرہ بغیر اذن مالکها فالما لك بالخیار ان شاء امر باخراج المیت وان شاء سوى الارض وزرع فیها ، (کتاب الصلاة ، الباب الحادی والعشرون ۱ / ۱۶۷)
واما حکم البیع فثبوت الملك فی المبیع للمشتری ، وفی الثمن للبائع . (عالمگیریه ، کتاب البیوع ، ج : ۳/۳، ط ماجدیه)

وغیرہ کاانتظام مفت اسی فنڈ سے پورا کیا جاتا ہے جن کی تعداد مہینہ میں تقریباً تیس ہوتی ہو گی اور مذکورہ بالا کرایہ والا موٹر بھی غریبوں کو مفت دیا جاتا ہے۔ پس ارشاد ہو کہ معروضہ بالا اخراجات یعنی مکانات اور مدرسہ اور غسل خانہ کی تعمیر اور تنخواہ مدرسین وغیرہ مذکورہ فنڈ سے دینا شرعاً جائز اور درست ہے یا نہیں۔

(۲) اصل واقف موصوف اراضی قبرستان مذکورہ بالا میں سے اب ایک قطعہ اراضی اپنے خاندان اور خاص لوگوں کے لئے الگ کر دینا چاہتے ہیں اس طرح کہ اس کا اختیار اور انتظام موجودہ متولیوں میں سے بعض کے سپرد کر دیا جائے اور ان بعض متولیوں میں اصل واقف خود بھی شامل رہے۔ پس ارشاد ہو کہ ایسا کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں۔ بحالیکہ قبرستان میں اس کی گنجائش تو ہے لیکن ابتداءً وقف کے وقت جب کہ بعض معززین نے اصل واقف کو توجہ دلائی تھی کہ قبرستان کی پوری زمین میں سے ایک حصہ خاص لوگوں کے لئے علیحدہ کر دیں تو اس وقت واقف مذکور نے صاف صاف انکار فرما دیا تھا اور تصریح کر دی تھی کہ میں کسی کے لئے خاص کر دینا نہیں چاہتا ہوں۔ اسی وقت اس بات کا اعلان بھی کر دیا گیا تھا اور واقف صاحب موصوف اس اعلان کئے جانے کو اب بھی تسلیم کرتے ہیں۔

المستفتی نمبر ۱۵۸۰ جناب حاجی داؤد ہاشم یوسف صاحب (رنگون) ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ م ۸ جولائی ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۲۴) (۱) واقف نے تو زمین کو عام اموات مسلمین کے لئے اور مسجد و مدرسہ و جنازہ گاہ و مکانات کارکنان و حوض و چاہ کے لئے وقف کر دیا اور نمبر ایک کے سوا باقی اغراض کے لئے زمین کی مقدار (۲۰۰×۲۰۰ فٹ) مقرر کر کے باقی تمام زمین نمبر ایک کے لئے مقرر کر دی اور ۲۰۰×۲۰۰ فٹ کی تعیین و تشخیص متولیوں کی صوابدید پر چھوڑ دی۔ بس یہ وقف اس حد تک صحیح اور جائز(۱) ہو گیا۔

اس کے بعد دیگر اہل خیر کا اپنے روپے سے مسجد، جنازہ گاہ، حوض، کنواں بنا دینا یہ بھی جائز ہوا۔ پھر قبروں کی کھدائی کی اجرت اور اشیائے ضروریہ (چوبی تابوت یا بانس، تختے، بوریہ وغیرہ کی) قیمت وصول کرنا بھی جائز۔ موٹر کا کرایہ وصول کرنا بھی جائز اور اس تمام رقم کو قبرستان، مسجد، مدرسہ فنڈ میں جمع کرنا بھی جائز اور اس میں امام، مؤذن اور گورکنوں وغیرہم کی تنخواہیں دینا اور ضروری عمارت تعمیر کرنا یہ سب جائز اور غرض واقف کے ماتحت داخل ہے۔ مدرسہ، مسجد، مکانات اور غسل خانہ، حوض وغیرہ یہ سب چیزیں اصل وقف میں شامل ہیں اور ان کی ضروریات کا انصرام اس فنڈ سے کرنا غرض وقف کے خلاف نہیں ہے تو ان کے جواز میں شبہ نہیں۔

(۲) ابتداءً وقف میں جب زمین کو عام مسلمین کے دفن اموات کے لئے وقف کر دیا گیا تو اب اس کے کسی

---

(۱) ان يجعل الرجل داره وارضه مسجداً لله تعالى واشهد على ذلك فاذا اذن واقيم فيه الصلاة في الجماعة فقد صار مسجداً وخرج من ملكه في قول الفقها...... وان يجعل ارضه مقبرة للمسلمين ويشهد على ذلك ويأذن بان يد فنوا فيها الاموات ، فاذا دفن واحد او اكثر صار بمنزلة القبض وخرجت من يده في قول الفقهاء...... واذا جعل داره او بنى دارا وجعلها لطلبة العلم والقرآن والمتفرغين لهما وللعبادة والخير يسكنونها فهو جائز . (النتف في الفتاوى ، كتاب الوقف ، ۳۱۸ ، ۳۱۹ ، مكة مكرمه)

(۲) البئر يحفرها الرجل للاستقاء والوضوء وغير ذلك فهو جائز . (حواله بالا)

حصہ کو واقف اپنے خاندان یا اور مخصوص لوگوں کے لئے معین نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اب تمام زمین کے ساتھ حق عامہ متعلق ہو گیا اور سب حق کا خود واقف کو بھی بعد تمامی وقف کے اختیار نہیں رہتا۔ وفی فتاوی الشیخ قاسم وما کان من شرط معتبر فی الوقف فلیس للواقف تغییرہ ولا تخصیصہ بعد تقریرہ ولا سیما بعد الحکم اھ فقد ثبت ان الرجوع عن الشروط لا یصح الا التولیۃ ما لم یشرط ذلک لنفسہ (رد المختار ج ۳ صفحہ ۴۷۱)(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مسجد مدرسہ اور قبرستان کے لئے وقف زمین سے راستہ بنانا

(سوال) یہاں رنگون کے قبرستان کے لئے ایک اہل خیر نے تقریباً سترہ ایکڑ اراضی وقف فرمائی اور وقف نامہ میں تصریح کر دی کہ اس میں سے دو سو فٹ طویل اور اسی قدر عریض قطعہ میں مسجد و مدرسہ وغیرہ تعمیر کیا جائے اور بقیہ قبرستان کے لئے رکھا جائے اس کے مطابق قبرستان میں قطعہ مذکور میں مسجد مذکورہ وطہارت خانہ وغیرہ تعمیر کیا گیا ہے۔ مدرسہ میں کبھی جلسہ وغیرہ کے موقع پر حاضرین کی چائے وغیرہ سے مدارات کی جاتی ہے اور بعض اوقات دعوت دے کر کھانا بھی کھلایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ مدامی طریقہ پر مدرسین و طلبہ وغیرہ ہمیشہ خود کھاتے پیتے پکاتے اور دوسروں کو بھی کھلاتے پلاتے رہتے ہیں۔ یہ قطعہ اراضی مجموعہ اراضی سترہ ایکڑ کے ایک جانب شرقی وجنوبی کونہ پر واقع ہے۔ اور بالکل گوشہ کے قریب ہی آمد و رفت کیلئے دروازہ ہے۔ اور جنوب میں جہاں پر دو سو فٹ مذکورہ قریب ختم ہیں۔ ایک بڑا دروازہ جنازہ لے جانے کے لئے مع پختہ راستہ بنایا گیا ہے۔ اس راستہ کے عرض کا نصف حصہ دو سو فٹ مذکورہ شامل ہے اور بقیہ نصف حصہ خاص قبرستان کی اراضی پر واقع ہے۔ پس ارشاد ہو کہ اس معروضہ بالا طریقہ پر مذکورہ بالا قطعہ اراضی میں شرعاً کھانا پینا پکانا درست ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۷۹۲ اداؤد ہاشم یوسف رنگون (برما) ۲۸ جمادی الثانی ۱۳۵۶ھ ۵ ستمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۲۵) وقف نامہ کے مطبوعہ ترجمہ میں واقف نے ۲۰۰ مربع فٹ قطعہ اراضی کا مصرف ان الفاظ میں بیان کیا ہے (مذکورہ بالا جو قطعہ دو سو فٹ مربع واقع ہے اس پر مسجد اور مدرسہ اور نماز جنازہ کے لئے جماعت خانہ و مکان و وضو وغیرہ کے لئے حوض تالاب یا کنواں مسجد کے امام یا عالم اور دوسرے ملازمین کے لئے قیام گاہیں بنائی جائیں اور ان کی مرمت ہوتی رہے اور ان کو جاری و قائم رکھا جائے اور یہ مقامات مثلاً مسجد و جماعت خانہ وحوض وغیرہ سنی المذہب کل اہالی رنگون و مضافات کے مفت استعمال کے لئے ہر وقت کھلے رہیں) اس عبارت میں مسجد اور مدرسہ بنانے اور امام و عالم اور دوسرے ملازمین کے لئے قیام گاہیں بنانے کی تصریح ہے اور ظاہر ہے کہ جب یہ لوگ اس زمین پر بنے ہوئے مکانات میں قیام رکھیں گے تو قیام کے لوازم کھانا پکانا دعوت وغیرہ بھی انہیں مکانات میں کریں گے اور ان سب باتوں کی حدود شرعیہ کے اندر ان کو اجازت

---

(۱) (رد المحتار، کتاب الوقف، مطلب لا یجوز الرجوع عن الشروط، ۴/۴۵۹، ۴۶۰، ط. سعید)

ہو گی۔ مدرسہ کے لوازم میں جلسہ شوریٰ یا جلسہ سالانہ یا مدرسہ کی ترقی کیلئے اجتماعات منعقد کرنا بھی داخل ہے اور جب مدرسہ کی بنا واقف کی اجازت کے ماتحت داخل ہے تو اس کے ضروری لوازم بھی اجازت میں داخل ہوں گے۔ فان الشیء اذا ثبت ثبت بلوازمه۔ پس مدرسہ کی بہتری اور ترقی کی غرض سے جو اجتماع منعقد ہو اس کے شرکاء کو متعارف طریق پر چائے یا کھانے کی دعوت دی جائی یا رہنے والے ملازم اپنے لئے کھانا تیار کریں یا اپنے مکانوں میں اپنے دوستوں اور عزیزوں کو متعارف اور شرعی حدود کے اندر دعوت دیں یہ سب جائز ہے۔ ہاں ایسی دعوتیں جو مدرسہ کے فائدہ کے لئے نہ ہوں اور نہ اس قطعہ زمین کے رہنے والوں کی معاشرتی تقریب میں داخل ہوں بلکہ دوسرے لوگ محض تفریح کے طور پر منعقد کریں اس قطعہ زمین اور اس کی عمارتوں میں مکروہ ہوں گی۔(۱) راستہ میں چار فٹ زمین اس قطعہ کی اور چار فٹ قبرستان کی شامل کر کے راستہ بنانا جائز ہے کیونکہ دونوں حصوں کو راستہ کی ضرورت تھی البتہ اگر کسی ایک کو ضرورت نہ ہوتی اور صرف دوسرے حصہ کو ضرورت ہوتی تو خالص اسی حصہ کی زمین کو راستہ کے کام میں لانا چاہئے تھا۔ مگر متولیوں کو اتنے تصرف کا حق بروئے وقف نامہ حاصل تھا۔ اس لئے جو انہوں نے کیا وہ جائز ہوا۔(۲) محمد کفایت اللہ

وقف کی آمدنی میں نفع بخش تصرفات کا متولی کو مکمل اختیار ہوتا ہے

(سوال) ۱۵۔ ۱۹۱۹ء میں پرانے قبرستان کو گورنمنٹ کے بند کر دینے کے بعد جناب محمد ابراہیم ملا صاحب نے اراضی تقریباً ۱۷ ایکڑ خرید کیا اور اس میں سے ۲۰۰ فٹ مربع (۲۰۰ فٹ × ۲۰۰ فٹ) مسجد اور مدرسہ اور حوض و کنواں وغیرہ بنانے اور بقیہ اراضی قبرستان کے لئے رکھی گئی اور اس کا ایک وقف نامہ ملا صاحب موصوف نے اپنے والدین کو ایصال ثواب کی غرض سے لکھ دیا یہ وقف نامہ انگریزی زبان مین رجسٹرڈ کیا گیا جس کا ترجمہ بزبان اردو اس سوال کے ساتھ منسلک ہے۔ اس وقف کے نظم و نسق کے لئے تیرہ متولیوں کا ایک بورڈ جن میں ایک ملا صاحب موصوف واقف بھی شامل ہیں مقرر کیا گیا اور مذکورہ جائداد واقف ۱۹۲۱ء میں تمام و کمال ان کے قبضہ میں دے دی گئی اور اب وہی متولی اس کا انتظام کر رہے ہیں چونکہ اراضی موقوفہ کے انتظام اور قیام و محافظت کے لئے کوئی نقد رقم نہیں تھی اور نہ واقف نے کوئی آمدنی کی جائداد عطا فرمائی، اس لئے متولیوں نے یہ طے کیا کہ اس سے قبرستان وغیرہ کا انتظام اسی طریق پر کریں جس طرح پرانے قبرستان کا کیا گیا تھا یعنی (الف) جوان میت کی قبر کھودنے کے لئے فی قبر ۲ روپے اور بچہ کے لئے فی قبر ۱ روپے تجویز فرما دیئے اور اس کے علاوہ متولیوں نے دوسری ضروریات یعنی قبروں کے لئے لکڑی کے صندوق اور لکڑی کے تختے اور بانس اور چٹائیاں وغیرہ قبرستان میں مہیا کر دیئے اور خواہش مندوں کے ہاتھ فروخت کرنے کے لئے

(۱) قال فی الشامیة : و انما یحل للمتولی الاذن فیما یزید الوقف به خیرا (کتاب الوقف ، مطلب انما یحل للمتولی الا ذن فیما یزید به الوقف خیرا ٤/٤٥٤ ط. سعید)
(۲) (جعل شئی) ای جعل البانی شیا (من الطریق مسجدا) جاز کعکسه) ای کجواز عکسه وهوما اذا جعل فی المسجد ممر لتعارف اهل الا مصار فی الجوامع (الدر المختار ، کتاب الوقف ، ٤ / ٣٧٧ . ٣٧٨ ط. سعید)
(ایضا) وحکی عن المعروف بمهرویه انه قال : وجدت فی النوادر عن ابی حنیفة رحمة الله تعالیٰ : انه اجاز وقف المقبرة والطریق کما اجاز المسجد ، وکذا القنطرة یتخذها الا جل للمسلمین ، ویتطرقون فیها (عالمگیریة کتاب الوقف، الباب الثانی عشر ، ٢ / ٤٦٩ ط . ماجدیه)

ان کی قیمتیں مقرر کردیں۔ (ب) چونکہ یہ نیا قبرستان شہر سے بہت دور تھا اس لئے جناب سیٹھ محمد اسماعیل عارف صاحب نے ایک موٹر باربرداری جنازہ لانے کے لئے عطا فرمایا جیسا کہ رنگون کی دوسری جماعتوں میں کیا جاتا ہے۔ اس موٹر کا کرایہ فی جنازہ مبلغ سات روپے لیا جاتا ہے۔ لیکن غریبوں اور لاوارثوں کے جنازے اس موٹر پر مفت لائے جاتے ہیں۔ مذکورہ بالا اصول سے حاصل کی ہوئی آمدنی بطور ذیل صرف کی جاتی ہے۔

(۱) گورکنوں کی اجرت (۲) موٹر ڈرائیور کی تنخواہ وغیرہ مثلاً مرمت (۳) پٹرول اور موٹر آئل (روغن برائے موٹر) کی خرید (۴) قبر کے لئے پٹیاں (صندوق) تیار کرانے کے مصارف (۵) قبر کے لئے لکڑی کے تختے اور بانس اور چٹائیاں خریدتے ہیں۔ ان مفصلہ بالا مصارف کے بعد بچی ہوئی رقم مصارف ذیل میں خاص طور پر خرچ کی جاتی ہے۔

(۱) غریب ولاوارث مسلم میت کو لانا اور باقاعدہ صحیح طریقہ پر اس کی تجہیز و تکفین۔ یہ لاوارث زیادہ تر ہسپتال کے ہوتے ہیں۔ (۲) قبرستان مذکور میں جہاں ضرورت ہو اراضی کی درستگی (۳) قبرستان کی دیکھ بھال رکھنے والے ملازمین اور ان لوگوں کی۔ اجرت جو غریب و لاوارث میت کو غسل دیتے ہیں اور مالیوں و مدرسین مدرسہ کی تنخواہیں (۴) مدرسہ کے ملازمین کے رہنے کے لئے مکان، غسل خانے، طہارت خانے، کنواں اور پانی کا پمپ تعمیر کرانے اور ان کی حفاظت رکھنے میں اور کنویں سے پانی نکالنے میں الیکٹرک کا خرچ (۵) متعلقہ قبرستان کھلے ہوئے مقام کا تاروں وغیرہ سے احاطہ (۶) اس اراضی ملحقہ کی قیمت جو کہ خرید کر کے قبرستان کے ساتھ شامل کی گئی اور بعض معتبر کمپنیوں کے شیئر میں حصص خریدے گئے۔ جملہ مصارف مذکورہ کے بعد جو کچھ فاضل رہتا ہے اس کو قبرستان فنڈ کے حساب میں جمع رکھا جاتا ہے۔ اس غرض سے کہ جس وقت اس قدر رقم ہو جائے جو کہ وقف نامہ کی دفعہ ۱۰ و ۱۱ کے مطابق وقف کے لئے کوئی دوسری جائداد خریدنے کے لئے کافی ہو جائے تو متولیان اس سے ایسی جائداد خرید سکیں۔

مذکورہ وقف منسلکہ صفحہ ۲ سطر ۱۲ دو سو فٹ طویل اور دو سو فٹ عریض قطعہ زمین پر بعض دیندار اہل خیر حضرات نے ایک مسجد اور نماز جنازہ کے لئے ایک جماعت خانہ اور کنواں اور وضو کے لئے حوض اور دیواریں تعمیر کی ہیں۔ اور مذکورہ بالا طریقہ پر آمدنی سے متولیوں نے مدرسہ اور ملازمین کے لئے مکانات اور غسل خانے اور طہارت خانے تعمیر کئے ہیں اور ان کی مرمت کرتے رہتے ہیں اور دیکھ بھال رکھتے ہیں۔ پس سوال یہ ہے کہ آیا وقف نامہ اور شریعت مقدسہ کے مطابق متولیوں کو مذکورہ بالا انتظامات کرنا آمدنی مذکورہ سے تعمیر مدرسہ میں روپیہ خرچ کرنا، ملازمین کے لئے مکانات بنانا، غسل خانے تعمیر کرنا، مدرسین کی تنخواہ اور پانی نکالنے کے لئے کنویں پر پمپ کی قیمت ادا کرنا اور مذکورہ بالا تمام چیزوں کی مرمت اور قائم رکھنے میں آمدنی مذکور خرچ کرنا جائز اور درست ہے؟ اصل مقصد کے لئے وقف نامہ منسلکہ کی تفصیل صفحہ ۲ سطر ۱۲ اور دفعہ ۱۰ و ۱۱ کی جانب اور بیان کئے ہوئے وقف کے تمام امور کے لئے دفعہ ۱۶ کی طرف خاص توجہ مبذول فرمائیں۔

المستفتی نمبر ۱۳۱۷ اداؤد ہاشم۔ رنگون ۲۹ جمادی الثانی ۱۳۵۶ھ م ۶ ستمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۲۶) وقف نامہ کا مطبوعہ ترجمہ اول سے آخر تک میں نے دیکھا وقف نامہ سے ثابت ہے کہ واقف

نے صرف زمین وقف کی ہے کوئی رقم یا آمدنی کی کوئی خاص صورت اپنی طرف سے معین نہیں کی زمین موقوفہ کے ایک معینہ حصہ کو بنائے مسجد و مدرسہ و جنازہ گاہ اور مکانات امام و عالم (مدرس مدرسہ) و ملازمین اور بناء حوض و تالاب یا چاہ کے لئے مخصوص کر دیا ہے۔ اور دفعہ ۷ میں جائداد موقوفہ کے متعلق کل آمدنی کو صرف عطیات اور چندوں کی آمدنی میں معین و محصور کر دیا ہے۔ اسی طرح دفع ۹ میں بھی آمدنی کی دو شکلوں یعنی عطیہ اور چندے کا ذکر ہے اور صفحہ ۲ میں تمہید کے ضمن میں یہ عبارت موجود ہے کہ اس زمین کے متعلق کل حقوق قبضہ و تصرف و حفاظت وغیرہ متولیان مذکورین بالا کی تحویل میں دے دیئے گئے اور دفعہ ۱۰ میں یہ تصریح ہے کہ وقف مذکورہ کا انتظام متولی صاحبان نہایت خوش اسلوبی سے کریں گے اور اگر تمام ضروری اخراجات کے بعد کچھ رقم بچ رہے گی تو اس کو جمع رکھیں گے۔ وقف نامہ میں ضروری اخراجات کی کوئی تفصیل بیان نہیں کی گئی۔

پیش امام اور عالم اور مؤذن اور جملہ ملازمین کے عزل و نصب کا پورا اختیار متولیوں کو دفعہ ۱۶ میں دیا گیا ہے پس وقف نامہ کے پیش نظر متولیوں کو جن میں واقف بھی شامل ہے یہ حق حاصل ہے کہ قبرستان کے انتظام کو خوش اسلوبی سے چلانے کے لئے علاوہ عطیات اور چندہ کی آمدنی کے دوسرے ذرائع تجویز کریں۔ اسی اختیار کے ماتحت متولیوں اور ان کے ضمن میں خود واقف نے قبروں کی کھدائی کی شرح اجرت معین کر کے اور لکڑی کے صندوق اور تختے بانس کے بورئیے مہیا کر کے اہل حاجت کے ہاتھوں قیمت پر فروخت کر کے اسی طرح موٹر کے معطی کی اجازت سے کرایہ پر چلا کر جو آمدنی پیدا کی ہے اس کے خرچ کرنے کا پورا اختیار متولیوں کو حاصل ہے کہ قبرستان اور مسجد اور مدرسہ اور مکانات و حوض و چاہ و جنازہ گاہ وغیرہ کے انتظام کو چلانے اور ان اوقاف کو قائم و جاری رکھنے میں اپنی صوابدید کے موافق خرچ کریں کہ یہ آمدنی ان کی اپنی تدابیر سے پیدا کی ہوئی ہے اور ان کی اپنی صوابدید کے موافق خرچ ہو سکتی ہے۔(۱) رہی اشیاء ضروریہ کی خرید اور ان کی قیمت کی ادائیگی یا تیار کرانے کی اجرت مثلاً صندوق کے لئے لکڑی خریدنا گورکنوں کی اجرت ادا کرنا موٹر کے لئے تیل یا پیٹرول خریدنا موٹر ڈرائیور کی تنخواہ دینا یہ تو دراصل اخراجات میں داخل ہی نہیں۔ یہ تو مسجد کی آمدنی کے ذرائع اور تسہیل صعوبات بدمیہ ہیں۔ ہاں لاوارث میتوں کی تجہیز و تکفین کے مصارف ملازمین اور محافظین اور مالیوں کی تنخواہیں مدرسہ کے مدرسین اور مسجد کے امام کی تنخواہ بجلی کا معاوضہ، کنویں اور مکانات کی تعمیر کے مصارف یہ سب اخراجات میں داخل ہیں اور وقف نامہ کی رو سے یہ تمام اخراجات کرنے کا متولیوں کو حق ہے اور واقف کا متولیوں میں موجود ہونا اور ان مصارف کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھنا اس امر کی دلیل ہے کہ یہ تمام امور اغراض وقف اور منشاء واقف کے موافق ہیں۔ غرض یہ کہ متولیوں کی اپنی پیدا کی ہوئی آمدنی کو قبرستان اور مسجد و مدرسہ وغیرہ نیز ان کے متعلقات پر خرچ کرنے کا پورا اختیار ہے۔(۲) اور ان تمام مصارف کے بعد جو رقم بچے اس کو بھی وہ اپنی صوابدید کے موافق خرچ کر سکتے ہیں۔ صرف عطیات و چندہ کی پسماندہ رقم کو

(۱) ایضاً بحوالہ سابق نمبر ۲ صفحہ ۱۲۱
(۲) ایضاً بحوالہ گذشتہ نمبر ۲ صفحہ ۱۲۱

بروئے وقف نامہ وہ دفعہ ۱۰ اور دفعہ ۱۱ کے موافق خرچ کرنے کے پابند ہیں اور اس میں بھی تمام ضروری اخراجات کی تعیین و تشخیص واقف نے نہیں کی بلکہ متولیوں کی رائے پر چھوڑ دی ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

قبرستان میں گندگی پھیلانے اور اس کی زمین کو بیچنے کا حکم

(سوال) (۱) اہل اسلام کے قبرستان (قبور) اور بزرگان دین کے مزارات پر گندگی غلاظت ڈالنا، میلا شہر کا ڈالنا، موریاں، نالیاں وغیرہ بنانا، کنجروں، چوڑھوں، بھنگیوں کو بسانا۔ خنزیر چرانا، پیشاب پاخانہ کرنا، قبور توڑنا مسمار کرنا، جھونپڑیاں مکانات بنانا جائز ہے یا ناجائز ہے۔ اور ایسی صورت میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے۔
(۲) قبروں کو مسمار و ہموار کر کے صاف زمین بنانا فروخت کرنا اور دھرم شالہ بنانا مکانات تعمیر کرنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۹۷۷ الشیخ عبدالرحمن قریشی۔ ۱۴ رجب ۱۳۵۶ھ ۲۰ ستمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۲۷) (۱) قبرستان میں اور قبور پر میلا ڈالنا موریاں نالیاں بنانا اور اس پر لوگوں کو آباد کرنا قبور کو مسمار کرنا یہ سب حرام ہے اور مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ ان امور کی روک تھام کریں۔(۱) (۲) قبروں کو مسمار کرانا اور صاف زمین بنا کر فروخت کرنا حرام ہے جب کہ یہ قبریں موقوفہ زمین اور مسلمانوں کے عام قبرستان میں ہوں اور قبرستان میں مندر و شوالہ تو کسی طرح بھی نہیں بن سکتا۔(۲)　　محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

وقف شدہ قبرستان کو بیچنا یا رھن رکھنا ناجائز ہے

(سوال) موضع سٹیا تحصیل ہاتھرس ایک ہندوؤں کا گاؤں ہے اور کل گاؤں میں ہندو صاحبان آباد ہیں۔ ایک گھر فقیروں کا قدیم الایام سے اس موضع میں آباد چلا آتا ہے۔ ہم فقیروں کے دادا پردادا کو سابق زمینداروں نے ایک بیگہ دس بسوہ زمین واسطے دفن کرنے مردوں کے معاف دے رکھی تھی۔ جس میں اب تک ہمارے خاندان کے مردے دفن ہوتے چلے آئے ہیں۔ ایک بیگہ دس بسوہ قبرستان کے نام سے کاغذات سرکاری میں قبرستان بنام ہم فقیروں کے درج چلا آتا ہے۔ ہم فقیروں کے خاندان کو جب ترقی ہوئی اور ایک پردادا کے کئی لڑکوں اور لڑکیوں کو اولاد ہوئی اور ایک خاندان آباد ہو گیا۔ ہندوؤں نے اس خاندان فقیروں میں سے ایک مرد ایک عورت کو بھکا کر ایک رہن نامہ اول تحریر کرایا اور اراضی قبرستان رہن کرالی اس کے بعد ایک بیعنامہ مرد اور عورت سے تحریر کرا کر خفیہ رجسٹری کرائی اور قبرستان میں قبضہ کر لیا اور قبروں کو مسمار کر کے جوت ڈالا اور کاشت کرنی شروع کر دی۔ ہم دیگر فقیروں کو جب یہ حال معلوم ہوا کہ ہمارے قبرستان میں ہندوؤں نے

---

(۱) ویکرہ ان یبنی علی القبر او یقعد اوینام علیہ او یوطاعلیہ او یقضی الانسان من بول اوغائط ...... ولا ینبغی اخراج المیت من القبر (الفتاوی العالمگیریۃ، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی و العشرون فی الجنائز، الفصل السادس فی القبر والدفن والنقل من مکان الی آخر ۱ / ۱۶۶، ۱۶۷ ط۔ ماجدیۃ)
(۲) اذا صح الوقف لم یجز بیعہ ولا تملیکہ ہدایۃ، کتاب الوقف ۲ / ۶۴۰ ط شرکۃ علمیۃ) سئل (شمس الائمۃ) عن المقبرۃ اذا اندرست ولم یبق فیہا اثر الموتی لا العظم ولا غیرہ ہل یجوز زرعہا واستغلا لہا؟ قال لا، ولہا حکم المقبرۃ (الہندیہ کتاب الوقف، الباب الثانی عشر فی الرباطات والمقابر والحانات الخ ۲ / ۴۷۰، ۴۷۱ ط ماجدیۃ، کوئٹہ)

کس طرح قبضہ کر لیا ہے۔ بعد صحت جانچ کے اب ہم فقیروں نے ایک نالش عدالت دیوان منصفی باتھرس میں بنام مشتری قبرستان دائر کرا رکھی ہے۔ جو زیر تجویز عدالت ہے۔ ایسی صورت میں ایک مرد ایک عورت کا قبرستان کا بیع نامہ کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۸۱۶ سردار علی مستری (ضلع علی گڑھ) ۲۲ رجب ۱۳۵۶ھ م ۲۸ ستمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۲۸) مشترکہ خاندانی قبرستان قدیم کو بیع یا رہن کرنے کا حق ساری قوم کو بھی نہیں کہ اس میں تمام قوم کو دفن اموات کا حق قدیم سے چلا آتا ہے۔ پس کسی ایک شخص کے رہن یا بیع کرنے سے قبرستان پر مرتہن یا مشتری کو قبضہ اور تصرف کا کوئی حق حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور یہ رہن یا بیع بالکل ناجائز اور کالعدم ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

قبرستان اور اس پر چڑھاوے کی بیع اور مکان بنانے کا حکم

(سوال) درگاہ شاہ عبدالرزاق گدی نشین میر نور اللہ ان کے بڑے بیٹے میر جان گدی نشین ان کے بڑے بیٹے میر احمد بھی گدی نشین اور میر احمد علی سے بڑے میر امجد علی گدی نشین ہوئے نیز یہ کہ قبرستان کی اور قبرستان کے چڑھاوے کی بیع جائز ہے یا ناجائز۔ قبرستان میں مکان بنانا جائز ہے یا ناجائز۔

المستفتی نمبر ۱۸۶۸ محمد رفیع صاحب شہر بیکانیر ۳ شعبان ۱۳۵۶ھ م ۱۹ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۲۹) قبرستان عام وقف کی بیع ناجائز ہے (۲) اور چڑھاوا چڑھانا اور اس کی بیع و شرا بھی ناجائز ہے۔(۳) قبرستان کی زمین پر مکان سکونتی بنانا بھی ناجائز ہے (۵) ہاں قبرستان کے محافظ کیلئے جھونپڑی یا کوٹھری ہو تو مباح ہے۔(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مخصوص گھروں کے لئے وقف قبرستان پر مسجد بنانے کا حکم

(سوال) ایک زمین قبرستان کی مخصوص گھر والوں کے لئے مقرر تھی اور اب پانچ دس سال سے اس زمین میں کوئی میت دفن نہیں ہوتی ہے۔ اس زمین میں ایک مسجد تعمیر کی جارہی ہے۔ ایسے قبرستان کی زمین پر مسجد تیار کرنا جائز ہے یا نہیں اور بنائے مسجد کے لئے وارثوں کی اجازت کی ضرورت ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۹۱۹ سید ابراہیم صاحب (گوداوری) ۱۹ شعبان ۱۳۵۶ھ م ۲۵ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۳۰) یہ زمین قبرستان کے لئے وقف تھی یا مملوکہ زمین ہے جس میں اموات دفن کئے جاتے

(۱) اذا صح الوقف لم یجز بیعه ولا تملیکه . (هدایة ، کتاب الوقف ، ۲/ ٦٤٠، ط . شرکة علمیة) وفی الهندیة : سئل (شمس الائمة) ...... عن المقبرة فی القری اذا اندرست ولم یبق فیها اثر الموتی ،لا العظم ولا غیره هل یجوز زرعها واستغلا لها ؟ قال: لا ، ولها حکم المقبرة . (الفتاوی الهندیة، کتاب الوقف ، الباب الثانی عشر فی الرباطات و المقابر و الخانات و الحیاض و الطریق و السقایات الخ، ٢/ ٤٧٠ . ٤٧١ ، ط. مکتبة ماجدیة، کوئٹه)
وفی الدر المختار : فاذاتم ولزم لا یملك ولا یعا ر ولا یرهن فبطل شرط واقف الکتب الرهن شرط . (کتاب الوقف ج : ٤ / ٣٥١ ، ٣٥٢، سعید)

(۲) اذا صح الوقف لم یجز بیعه ولا تملیکه . (هدایة ، کتاب الوقف ، ۲/ ٦٤٠ ، مکتبه شرکة علمیه)

(۳) انما حرم علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما احل به لغیر الله . (پ ۱ ،سورۃ بقرۃ ،آیت ۱۷۳)

(۴) بطل بیع مالیس فی ملکه .(التنویر الابصار علی هامش ردالمحتار ، کتاب البیوع ، ٥/ ٥٨، ط. سعید)

(۵) ارض لا هل قریة جعلوا ها مقبرة ثم ان واحدا من اهل القریة بنی فیها بناء ...... واجلس فیها من یحفظ المتاع ...... قالو ا ان کان فی المقبرة سعة بحیث لا یحتاج الی ذالك المکان فلا باس به (الفتاوی العالمگیریة، کتاب الوقف، ، الباب الثانی عشر ، ۲/ ٤٦٧ . ٤٦٨ ط. ماجدیة)

ہیں۔ اگر وقف ہے تو اس کو جب تک دفن کے کام میں لانا ممکن ہے کسی دوسرے کام میں لانا جائز نہیں (۱) لیکن اگر دفن کے کام میں لانا اب ممکن نہیں رہا ہو تو پھر مسجد بنالینا جائز ہے (۲) اور مملوک ہے تو مالکوں کی اجازت سے مسجد بن سکتی ہے۔ (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مسلمانوں کے قبرستان کی مشرکین سے حفاظت و صفائی کرانا اور مشرکین کی صحبت کا حکم

(سوال) (۱) مشرکین کی صحبت سے مسلمانوں کی ارواحوں کو اذیت پہنچتی ہے یا نہیں؟

(۲) کیا یہ جائز ہے کہ مشرکین مسلمانوں کی قبروں پر بیٹھ کر گھاس کاٹیں۔ صفائی، جاروب کشی اور آب پاشی کریں؟

(۳) مشرکین کو مسلمانوں کی قبروں پر سے گذرنے دینا یا بیٹھنے دینا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) مشرکین باعث عذاب الٰہی ہیں یا نہیں؟

(۵) آداب قبرستان ضروری ہے یا نہیں؟

(۶) مشرکین شرعی نجس و غیر محتاط کو مسلمانوں کی قبروں کے کاموں کے لئے مسلمان ہوتے ہوئے مقرر کرنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۳۷۵ ایچ۔ ایچ۔ محی الدین صاحب (کلکتہ) ۱۸ جمادی الاول ۱۳۵۷ھ م ۷ جولائی ۱۹۳۸ء

(جواب ۱۳۱) مسلمانوں کی قبروں کی حفاظت اور ان کا احترام لازم ہے۔ قبروں کی بے حرمتی کرنا اور ان پر بیٹھنا گناہ ہے۔ (۴) مومنین کی ارواح کو مشرکین کی صحبت سے اذیت ہوتی ہے۔ قبرستان کی خدمت ایسے شخص سے لی جائے جو قبروں کے آداب و احترام سے واقف ہو۔ غیر مسلم ان احکام اسلامیہ سے واقف نہ ہوگا جو قبروں کے متعلق ہیں اور اس سے حفاظت قبور کی اسلامی خدمت کماحقہ، انجام پذیر نہیں ہو سکتی اس لئے جہاں تک ممکن ہو مسلمان ملازم رکھنا لازم ہے۔ جہاں مسلمان ملازم نہ مل سکے تو مجبوری ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

غیر مسلم ملازمین کو برطرف کرنے کا طریقہ

(سوال) مسلم قبرستان بورڈ نے فتوے پر غور کیا اور جناب کے فتوے کے اس جملہ سے کہ جہاں تک ممکن ہو مسلمان ملازم رکھنا لازم ہے۔ اس کے سرباب کی صورت نظر آئی۔ لہذا مسلم قبرستان بورڈ کی یہ رائے ہے کہ مذکورہ بالا حقیقت کو مد نظر رکھتے ہوئے اس امر پر مشورہ دیں کہ بے قصور ۴۳ لوگوں کو فوری نکال دیا جائے یا

(۱) مقبرة قديمة ...... هل يباح لا هل المحلة الا نتفاع بها؟ قال ابو نصر لا يباح . (قاضی خان علی هامش الهندية ، كتاب الوقف، فصل فی المقابر ۳/۳۱٤ ط . ماجدية

(۲) ولو بلى الميت وصار ترابا جاز دفن غيره فی قبره والبناء عليه . (عالمگيرية كتاب الصلاة ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز ، الفصل السادس فی القبر ، ۱/۱٦۷ ط. ماجدية)

(۳) رجل وقف ارضا لرجل آخر فی برسماه ثم ملك الارض لم يجز ، وان اجاز المالك جاز عندنا كذافی فتاوی (قاضی خان . عالمگیرية ، كتاب الوقف، الباب الاول ، ۲/۳۵۳ ط. ماجديه)

(۴) ويكره : ان يبنی علی القبور اويقعد او ينام او يوطا عليه . (عالمگيرية ، كتاب الصلاة ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز ، صفحه ۱ . ۱٦٦ ط . ماجدية) وقال النبی صلی الله عليه وسلم : لا تجلسوا علی القبور ولا تصلوا اليها . ترمذی ابواب الجنائز ج : ۱/۲۰۳ ، سعيد

بتدریج ان کو علیحدہ کیا جائے تاکہ وہ اپنی ملازمت کا کہیں انتظام کرنے کے بعد علیحدہ ہوں۔ جناب جیسا فتویٰ دیں گے ویسی ہی کارروائی کی کوشش کی جائے گی۔

المستفتی نمبر ۲۲۹۴ محمد ہاشم (کلکتہ) ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۵۷ھ م ۱۰ اگست ۱۹۳۸ء

(جواب ۱۳۲) غیر مسلم ملازموں کو اسلامی مصلحت کی بنا پر علیحدہ کرنا اور بات ہے۔ اس میں ان کے ذمے کوئی الزام اور قصور ثابت کرنا لازم نہیں آتا۔ بہتر صورت یہ ہے کہ ان کو معاملہ کی نوعیت سمجھادی جائے اور ایک مہینہ کا نوٹس دے دیا جائے تاکہ بے انصافی کا شبہ بھی نہ ہو سکے اور اس ایک مہینہ میں ان کو قبروں سے دور رہنے کے کام بتلادیئے جائیں۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(۱) پرانے قبرستان پر مسجد تعمیر کرنا
(۲) مسجد کی حدود میں قبریں آنے کی صورت میں نماز کا حکم

(سوال) (۱) کیا ایسی زمین پر جس میں پرانا قبرستان ہو۔ آثار کچھ باقی نہ رہ گئے ہوں اور عرصہ سے اس کے اوپر کاشت کی جارہی ہو۔ اس زمین پر عید گاہ یا مسجد کی تعمیر کرانا اور اس میں نماز پڑھنا ازروئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ (۲) اور اگر مذکورہ بالا اوصاف کی زمین میں اس نوعیت کا اختلاف ہو کہ بعض مسلمان اس زمین کو قبرستان کے ہونے کی شہادت دے رہے ہوں اور کچھ مسلمان اس بات کی شہادت دے رہے ہوں کہ تمام حصہ زمین میں قبرستان نہیں ہے بلکہ اس زمین کے ایک گوشہ میں دو تین قبریں ہیں اب اگر عید گاہ یا مسجد تعمیر کرائی جائے تو وہ دو ایک قبریں گوشہ صحن میں پڑجائیں گی۔ اب ایسی صورت میں ازروئے شرع مسجد یا عید گاہ تعمیر کرانا اور اس میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۴۴۸ حکیم مصطفیٰ احمد صاحب (اعظم گڑھ) ۸ ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ م ۳۰ جولائی ۱۹۳۹ء

(جواب ۱۳۳) (۱) اگر یہ زمین مملوکہ ہے قبرستان کے لئے وقف نہیں اور قبروں کے آثار مٹ گئے تو اس پر مالکوں کی اجازت سے مسجد یا عید گاہ بنائی جاسکتی ہے اور اس میں نماز جائز ہے۔(۲)
(۲) اس کا جواب بھی وہی ہے کہ مملوکہ زمین ہو اور قبروں کے نشانات باقی نہ ہوں تو اس میں مسجد بنانی جائز ہے (۳) اور اگر دو چار قبریں سالم بھی ہوں تو ان کو گوشہ مسجد میں علی حالہا چھوڑ دیا جائے اور ان کے سامنے اور پیچھے ایک دیوار سی بنادی جائے جو سترہ کا کام دے تاکہ قبریں نمازمیں نمازیوں کے سامنے نہ ہوں۔(۴)

فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) یہ کوئی فتویٰ نہیں بلکہ مستفتی کو ایک طرح کا مشورہ دیا گیا ہے۔
(۲، ۳) لوبلی المیت وصار ترابا جازدفن غیرہ فی قبرہ والبناء علیه (عالمگیرة، کتاب الصلاة، الباب الحادی و العشرون فی الجنائز، الفصل السادس فی القبر، ۱/۱۶۷ ط. ماجدیة)
(۴) کذا ذکر العلامة النووی فی شرحه علی المسلم: قال العلماء انما نهی النبی علیه السلام عن اتخاذ قبره وقبر غیره مسجدا خوفامن المبالغة فی تعظیمه والا فتنان به، فربما أدی ذالك الی الکفر، کما جری لکثیر من الامم الخالیة، ولما احتاجت الصحابة رضی الله عنهم والتابعون الی الزیارة فی مسجد النبی علیه السلام حین کثر المسلمون وامتدف الزیادة الی دخلت بیوت امهات المومنین فیه ومنها حجرة عائشه رضی الله عنها مدفن النبی علیه السلام وصاحبیه ابی بکرو عمر رضی الله عنهما بنوا علی القبر حیطانا مرتفعة مستدیرة حوله لئلا یظهر فی المسجد فیصلی الیه العوام ویودی الی المحذور ثم بنوی جدارین من رکنی القبر الشمالین وحرفوا هما حتی التقیا حتی لا یتمکن احد من استقبال القبر. (شرح النووی علی الصحیح لمسلم ۱/ ۲۰۱ ط. قدیمی)

مزار پر حرام کا پیسہ لگانا

(سوال) ہمارے ہاں ایک صاحب کرامت بزرگ کا مزار ہے اس پر ایک گنبد اور آس پاس کا احاطہ پتھر اور چونے کا بہت بڑا بلند شاہی وقت کا بنایا ہوا ہے۔ ان بزرگ کا نام سید عبدالرزاق اولیاء کہا جاتا ہے۔ محرم کی پانچ تاریخ کو ان کا عرس ہوتا ہے۔ دو شخصوں نے حضرت مزار پر پیتل کا کٹہرہ اور آس پاس سنگ مرمر کا فرش بنایا ہے۔ ان دو شخصوں میں سے ایک کے پاس سود کا پیسہ ہے دوسرے کے پاس زنا کا پیسہ ہے تو یہ پیسہ حضرت کے مزار پر لگانا جائز تھا یا نہیں؟ المستفتی نظیر الدین امیر الدین (املیزہ ضلع مشرقی خاندیس)

(جواب ۱۳٤) حرام کا پیسہ ان کاموں میں لگانا جائز نہیں تھا۔(۱) ممکن ہو اور کسی اختلاف وفساد کا احتمال نہ ہو تو یہ کٹہرہ علیحدہ کر دیا جائے اور فرش بھی بدلوا کر سادہ فرش کرا دیا جائے۔

وقف شدہ قبرستان میں مسجد بنا کر نماز پڑھنے کا حکم

(الجمعیۃ مورخہ ۲۹ نومبر ۱۹۲۶ء)

(سوال) ایک وقفی قبرستان ہے۔ اس میں قبرستان ہی کی زمین پر ایک مسجد بنائی گئی ہے۔ اس مسجد کو بنے ہوئے بھی عرصہ مدید گزر چکا ہے اور کثرت سے وہاں پر نماز بھی پڑھتے رہے اور اب بھی پڑھ رہے ہیں اور جس نے قبرستان کو وقف کیا تھا وہ مسجد کے بننے سے پہلے ہی فوت ہو چکا تھا۔ اور یہ مسجد دیگر مسلمانوں کی امداد سے تیار ہوئی ہے۔ اب کہا جاتا ہے کہ وقفی قبرستان میں مسجد بنانا ناجائز ہے اور وہاں نماز تو جائز ہے مگر اعلیٰ درجہ کا ثواب نہ ہوگا اور جمعہ کی نماز تو بالکل نہ ہوگی۔ یہ بات کہاں تک صحیح ہے؟

(جواب ۱۳۵) جو زمین کہ قبرستان کے لئے واقف نے وقف کی ہے اس کو دفن کے کام میں ہی لانا چاہئے۔ اس پر نماز پڑھ لینی (خالی زمین میں) تو جائز ہے مگر مسجد بنانی جائز نہیں۔(۲) جو مسجد کہ بنائی گئی ہے اس میں نماز تو ہو جاتی ہے مگر مسجد کا ثواب نہیں ملتا کیونکہ وہ بقاعدہ شرعیہ مسجد نہیں ہوئی۔ فرائض پنجگانہ اور جمعہ کا حکم ایک ہے۔ ان میں کوئی تفریق نہیں۔(۳) اگر مسجد کی پختہ عمارت کو توڑنے میں بہت نقصان ہوتا ہو تو اس کی صورت یہ ہے کہ مسجد میں جس قدر زمین لگی ہے اس قدر زمین اسی قبرستان کے متصل حاصل کر کے مسجد والی زمین کے بدلے میں وقف کر دی جائے۔ جس وقت بدلہ کی زمین قبرستان کے لئے وقف ہو جائے گی اس وقت سے یہ مسجد صحیح مسجد کا حکم حاصل کرے گی۔ واللہ اعلم۔(۴) محمد کفایت اللہ غفر لہ،

---

(۱) رجل دفع الی فقیر من المال الحرام شیئا یرجو الثّواب یکفربه (الی ان قال) ومثله لو بنی من الحرام بعینه مسجدا اوغیره مما یرجوبه التقرب . (ردالمحتار ، کتاب الزکاة ، مطلب استحال المعصیة القطعیة کفر ، قبل باب زکاة المال، ۲۹۲/۲ ، ط. سعید)

(۲) سئل (شمس الائمة) ...... عن المقبرة اندرست ...... هل یجوز ذرعها واستغلا لها؟ قال : لا ، ولها حکم المقبرة (هندیة ، کتاب الوقف، الباب الثانی عشر ، ۲/۴۷۰ ، ۴۷۱ ط. ماجدیة)

(۳) (ومن شرائط صحة الوقف ان یکون الموقوف ملکا للواقف) ، قال فی الهندیة: ومنها الملك وقت الوقف (الهندیة ، کتاب الوقف ، الباب الاول ، ج ۲ صفحه ۳۵۳ ط. ماجدیة)

(۴) قال فی الدر المختار : لا یجوز استبدال الا فی اربع . (وفی الشامیة :) (قوله الا فی اربع) الا ولی: لو شرطه الواقف الثانیة : اذا غصبه غاصب واجری علیه الماء حتی صار بحرا فیضمن القیمة ، یشتری المتولی بها ارضا بدلا، والحاصل : ان الاستبدال اما عن شرط الاستبدال اولا عن شرطه . فان کان لخروج الوقف عن انتفاع الموقوف علیهم ، فینبغی ان لا یختلف فیه ، وان کان لا لذالك ...... فینبغی ان لا یجوز . (ردالمحتار، کتاب الوقف ، مطلب لا یستبدل العام الا فی اربع ، ۳۸۸/۴ ط . سعید)

نماز جنازہ کے لئے مخصوص چبوترے پر پنج وقتہ نماز پڑھنے کا حکم

(الجمعیۃ مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۲۷ء)

(سوال) ایک چبوترہ قبرستان میں نماز جنازہ پڑھنے کے لئے بنایا گیا تھا۔ اب وہ چبوترہ قبروں کے بیچ میں آگیا ہے یعنی تین طرف قبریں ہو گئی ہیں اور سجدہ کی طرف جگہ نہیں ہے۔ اب اس پر نماز جنازہ نہیں ہوتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا اس چبوترے پر پنج وقتہ نماز ہو سکتی ہے۔

(جواب ۱۳۶) چبوترہ جس زمین پر بنایا گیا ہے اگر وہ زمین قبرستان کی ہے اور دفن اموات کے لئے وقف ہے تو اس کو نماز کے لئے مخصوص کرنا جائز نہیں ہے۔ اس چبوترے کو توڑ دیا جائے اور زمین کو دفن اموات کے لئے خالی کر دیا جائے۔(۱) اور اگر چبوترے کی زمین دفن کے لئے وقف نہیں بلکہ واقف نے نماز جنازہ کے لئے وقف کی ہے تو اس پر نماز جنازہ جائز ہے اور اس کے آگے قبلہ کی جانب سترہ قائم کر کے نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ پنجگانہ نمازوں میں سے کوئی نماز اگر اتفاقاً پڑھ لی جائے تو مضائقہ نہیں۔ مگر پنجگانہ نمازوں کے لئے اس کو مخصوص کر دینا جائز نہیں ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ غفر لہ،

قبرستان کی جگہ پر مسجد کو وسیع کرنا

(الجمعیۃ مورخہ ۱۹ اپریل ۱۹۳۶ء)

(سوال) میرے ملک میں صرف ایک مسجد ہے اور بہت چھوٹی ہے۔ مسجد کا بڑھانا ضروری ہے۔ تین جانب قبریں ہیں چوتھی جانب مسجد کا مدرسہ جو نمازیوں کے نماز پڑھنے کے بھی کام آتا ہے۔ جنوب اور مغرب کی طرف قبریں زیادہ ہیں۔ اب جنوب ہی کی طرف بڑھانے کا کام شروع ہوا ہے۔ کھدائی ہوئی تو ہڈیاں بر آمد ہوئیں۔ قبرستان کے مالکوں نے وہ جگہ مسجد کے لئے بخش دی ہے۔ میں نے بخاری شریف میں دیکھا ہے۔ اس میں پرانی قبروں کے بارے میں لکھا ہے۔ پرانی کا مطلب یہاں پر کیا ہے کتنے سال کی ہو تو پرانی قبر کہہ سکتے ہیں۔ ہمارے ملک والے بمبئی سے پوچھ کر گئے کسی نے جائز بتایا کسی نے ناجائز۔ ایک فارسی کتاب میں مولوی عبدالحق نے اس مسئلہ کو درج کیا ہے کہ چاہے قبرستان نیا ہو یا پرانا مسجد بنانا جائز ہے۔ براہ کرم آپ مسئلہ کو واضح طور پر بیان فرمادیں۔

(جواب ۱۳۷) اگر قبرستان کی زمین دفن اموات کے لئے وقف ہے اور اس میں دفن اموات جاری ہے تو اس زمین کو دفن سے معطل کرنا اور مسجد میں شامل کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ جس کام کے وہ وقف ہے اور وہ کام اس میں جاری یا ممکن ہے تو جہت موقوف علیہا سے اس وقف کو معطل کرنا ناجائز ہے۔(۳) اور اگر وہ زمین دفن

---

(۱) سئل (شمس الائمة ...... عن المقبرة اندرست ...... هل يجوز زرعها واستغلالها؟ قال لا ، ولها حكم المقبرة(الهنديه ، كتاب الوقف الباب الثانى عشر ۲ / ۴۷۰ . ۴۷۱ ط . ماجدية)

(۲) شرط الواقف كنص الشارع . (الدرالمختار كتاب الوقف ، مطلب شرط الواقف الخ ۴ / ۴۳۳ ، ط . سعيد)

(۳) امراة جعلت قطعة ارض لها مقبرة (الى ان قال) واخرجتها من يدها . ودفنت ابنها وتلك الارض لا تصلح للمقبرة لغلبة الماء عندها فيصيبها فساد ، فارادت بيعها ، ان كانت الارض بحال لا يرغب الناس من عن دفن الموتى لقلة الفساد ليس لها البيع وان كانت يرغب الناس عن دفن الموتى فيها لكثرة الفساد فلها البيع فاذا باعتها فللمشترى ان يا مرها برفع ابنها كذافى المضمرات ناقلاعن الكبرى (الفتاوى الهندية ، كتاب الوقف ، الباب الثانى عشر ، ۲ / ۴۷۱ ط . ماجدية)

اموات کے لئے وقف تو ہے مگر اب اس میں دفن اموات ممکن نہیں مثلاً حکومت نے منع کر دیا اور وہاں دفن کرنے کو قانونی جرم قرار دے دیا تو اس صورت میں قبروں کو برابر کر کے اس کو مسجد میں شامل کر لینا مباح ہے مگر قبروں کو کھودنا جائز نہیں۔(۱) اور اگر قبرستان کی زمین وقف نہیں ہے بلکہ کسی کی مملوکہ ہے تو مالک کی اجازت سے اس کو مسجد میں شامل کر لینا جائز ہے(۲) اور جو قبریں اتنی پرانی ہوں کہ ان میں اموات کی لاشیں مٹی ہو گئی ہوں ان کو کھود کر برابر کر دینا بھی جائز ہے(۳) اور جو قبریں نئی ہوں یعنی ابھی ان کی لاشوں کا مٹی ہو جانا متیقن نہ ہو ان کو کھودنا جائز نہیں ویسے ہی مٹی ڈال کر برابر کر دیں اور اوپر مسجد بنا لیں تو مباح ہے۔
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

....

(۱) امراة جعلت قطعة ارض لها مقبرة (الی ان قال) واخرجتها من یدها. ودفنت ابنها وتلك الارض لا تصلح للمقبرة لغلبة الماء عندها فیصیبها فساد ، فارادت بیعها ، ان کانت الارض بحال لا یرغب الناس من عن دفن الموتی لقلة الفساد لیس لها البیع وان کانت یرغب الناس عن دفن الموتی فیها لکثرة الفساد فلها البیع فاذا باعتها فللمشتری ان یا مرها برفع ابنها کذافی المضمرات ناقلاعن الکبری(الفتاوی الهندیة ، کتاب الوقف، الباب الثانی عشر ، ۲/ ۴۷۱ ط . ماجدیة)
(۲،۳) ولو بلی المیت وصارترابا جاز دفن غیره فی قبره ، وزرعه والبناء علیه (هندیة ، کتاب الصلاة الباب الحادی و العشرون فی الجنائز ، الفصل السادس ، ۱/ ۱۶۷ ط . ماجدیة)

پانچواں باب
تولیت وانتظام

متولی بنانے اور وقف کی اشیاء کو استعمال کرنے کا اختیار کس کو ہے؟

(سوال) کسی مسجد میں امام مقرر کرنے کا شرعاً کسے اختیار ہے؟

(جواب ۱۳۸) اگر مسجد کا بانی معلوم ہو اور موجود ہو تو امام و مؤذن اور متولی مقرر کرنے اور مرمت وغیرہ کرانے کا اختیار خود بانی کو ہے۔ رجل بنی مسجداً لله تعالیٰ فهوا حق الناس بمر مته وعمارته وبسط البواری والحصر والقنا دیل والا ذان والا قامة والا مامة ان کان اهلاً لذلك فان لم یکن فالرای فی ذالك الیه(قاضی ج ۱ صفحہ ۶۵ علی ہامش الہندیہ وکذا فی فتاویٰ الہندیہ ج ۱ صفحہ ۱۱۷)(۱) وکذلك لو نازعه اهل السکة فی نصب الامام والمؤذن کان ذلك الیه (فتاوی قاضی خان ج ۳ صفحہ ۳۲۸ علی ہامش الہندیہ) (۲) لیکن اگر بانی موجود یا معلوم نہ ہو تو اس نے اگر کسی کو متولی بنا کر اختیارات مذکورہ اسے دے دیئے ہوں تو اسے نصب امام وغیرہ کا اختیار ہوگا۔ اور اگر بانی نے کسی کو متولی مقرر نہ کیا ہو تو متولی مقرر کرنے کا اختیار قاضی یعنی حاکم اسلام کو ہے وہ جسے مناسب سمجھے متولی مقرر کرے۔ ومع هذا لا یکون لا هل المسجد نصب القیم والمتولی بدون استطلا ع رأ ی القاضی (قاضی خاں علی هامش الهندیة (۳) ج ۳ صفحہ ۳۲۸) لیکن جس جگہ حاکم اسلام نہ ہو تو پھر اہل مسجد قائم مقام قاضی کے ہیں وہ متولی مقرر کر سکتے ہیں۔ اسی طرح نصب امام ومؤذن کا اختیار رکھتے ہیں۔ اهل مسجد باعوا غلة المسجد اونقض المسجد ان فعلوا ذلك بامر القاضی جاز وان فعلوا بغیر امره لایجوز الا ان یکون فی موضع لم یکن هناك قاض انتهی مختصراً (قاضی خان ج ۳ صفحہ ۳۴۲ ہندیہ)(۴) لیکن بانی یا متولی یا اہل مسجد کا اختیار اسی وقت راجح ہوگا کہ لائق شخص مستحق امامت کو امام مقرر کریں ورنہ اگر بانی یا متولی کسی غیر مستحق کو امام بنانا چاہے اور اہل مسجد کسی لائق شخص کو تو اہل مسجد کا حق راجح ہوگا۔ الا ذا عین البانی لذلك رجلا وعیّن اهل السکة رجلا اخر اصلح ممن عینه البانی فحینئذ لایکون البانی اولی (قاضی خاں(۵) ج ۳ صفحہ ۳۲۸ ہندیہ)اما اذا کان البانی موجودا فنصب الا مام الیه وهو مختار الا سکاف رحمه الله قال ابوالليث وبه ناخذ الا ان ینصب شخصا والقوم یریدون من هوا صلح منه(عنایہ(۶) علی ہامش فتح القدیر جلد نمبر ۸ صفحہ ۳۳۹ طبع مصر)اور

---

(۱)(الفتاوى الخانية، اعنى فتاوىٰ قاضى خان ، كتاب الطهارة ، باب التيمم ، فصل فى المسجد، ۱/ ۶۸،۶۷ ط . ماجدية)

(۲)(فتاوىٰ قاضى خان ، كتاب الوقف ،باب الرجل يجعل داره مسجدا ، ۳/ ۲۹۷ ط . ماجدية)

(۳) (ايضاً)

(۴) (فتاوىٰ قاضى خان ، كتاب الوقف ، باب الرجل يجعل داره مسجدا ، فصل فى وقف المنقول ، ۳/ ۳۱۲ ، على هامش الهنديه ، ۳ / ۳۱۲ ط . ماجدية)

(۵)(الفتاوى الخانية ، كتاب الوقف، باب الرجل يجعل داره مسجدا، ۲۹۷/۳ على هامش الهندية ۳ / ۲۹۷ ط . ماجدية)

(۶)(شرح العناية على هامش تكملة فتح القدير ، كتاب الجنايات ، باب مايحدث الرجل فى الطريق قبيل فصل فى الحائط المائل ۸/ ۳۳۹ ، ط . مصر)

اگر اہل مسجد کسی امام کے مقرر کرنے میں دو فریق ہو جائیں تو جس فریق کا تجویز کردہ امام زیادہ لائق ہو وہ راجح ہوگا اور دونوں فریق کے امام لائق ہوں تو بڑے فریق کا امام راجح ہوگا۔ رجلان فی الفقه و الصلاح سواء الا ان احدهما اقرء فقدم اهل المسجد غیر الاقرأ فقد اساء واوان اختار بعضهم الا قرء و اختار بعضهم غیره فالعبرة للاکثر. کذا فی السراج الوهاج (فتاویٰ عالمگیری ج ا صفحہ ۸۸)(۱) والله تعالیٰ اعلم تبہ الا واه محمد المد عو بکفایت اللہ عفا عنہ مولاہ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

متولی کو بلاوجہ تولیت سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا

(سوال) حاجی خواجہ بخش نے ایک مسجد بنانی چاہی کچھ تو روپیہ اپنے پاس سے اور کچھ چندہ جمع کیا اور زمین علی بخش خاں راجپوت نے للہ وقف کر دی اور چندہ جمع کیا ہوا ڈاکٹر ظہور الدین کے پاس رکھا گیا اور انہوں نے یہ کہہ دیا تھا کہ باقی ماندہ روپیہ میں اپنے پاس سے چندہ دوں گا۔ مسجد بنانے کے بعد کنواں و غسل خانہ و حمام وغیرہ بنائے گئے جس میں ڈاکٹر صاحب کا چندہ شامل نہیں ہوا اور مسجد کا فرش بہت کم تھا جس سے نمازیوں کو تکلیف ہوتی تھی۔ دو تین سال کے بعد فرش بڑھایا گیا اور سائبان ڈالا گیا اور کچھ زمین بھی علی بخش خاں صاحب سے لے کر دکان بنائی گئی اور نئے غسل خانے بنائے گئے۔ اب ایک حمام ریت کا اور دوسرا پتھر کا بنا دیا گیا ہے۔ اس تعمیر میں کسی محلہ قلعہ والے کا ایک پائی بھی شامل نہیں ہوا اور آج تک پیش امام کا انتظام اور چوہڑا اور سقا، تیل مٹی، تیل سرسوں، ڈول رسی، لوٹے، دری، صفوف اور سردی میں گرم پانی کا انتظام و پردہ غرض کہ جو کچھ ضروریات ہے یہ سب اشیاء حاجی خواجہ بخش چندہ سے کرتے ہیں اور ڈاکٹر صاحب نے اپنی حیات میں کبھی تولیت نہیں کی۔ ان کے انتقال کے بعد بعض عزیز اور وارث تولیت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اب اس صورت میں حاجی خواجہ بخش متولی ہو سکتے ہیں یا کوئی اور؟

المستفتی مولوی عبدالوہاب صاحب مولوی فاضل از رہتک

(جواب ۱۳۹) سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ حاجی خواجہ بخش ابتداء سے مسلم متولی ہیں اور اصل مالک زمین اور معطیان چندہ کسی کی طرف سے ان کے تصرفات پر کوئی اعتراض نہیں ہوا۔ اور وہی مسجد کے خبر گیر اور اس کی اصلاح و درستی کے نگران حال ہیں۔ پس وہی تولیت کے مستحق ہیں اور بلاوجہ ان کو تولیت سے علیحدہ کرنے کا کسی کو حق حاصل نہیں ہے۔(۲) والله اعلم بالصواب. کتبہ کفایت اللہ عفا عنہ مولاہ۔ ۷ ربیع الاول ۱۳۴۳ھ

متولی کے تصرف میں وقف کا مکان ہو تو اسے خالی کرانے کا حکم

(سوال) ایک شخص محمد حسین بساطی کے والد حاجی کریم بخش نے ایک مسجد اپنے ایک عزیز کے روپے سے

(۱) (الفتاوی العالمگیریه، کتاب الصلوة ، الباب الخامس ، الفصل الثانی ، ۱/ ۸۴ ط. ماجدية) وكذا فی قاضی خان ، کتاب الصلاة ، باب افتتاح الصلاة ، فصل فيمن يصلح الا قتداء به، ۱/ ۹۲ ط . ماجدية)

(۲) (ولاية نصف القيم الى الواقف ثم لوصيه ثم للقاضی)(تنوير، كتاب الوقف، مطلب ولاية نصب القيم الى الواقف، ۴/ ۴۲۱، ۴۲۴ ط. سعيد) اذا كان للوقف متول من جهة الواقف اومن جهة غيره من القضاة لايملك القاضی نصب متول آخر بلاسبب موجب لذالك وهو ظهور خيانة الاول اوشئی آخراه

تیار کرائی اور اپنی زندگی میں اس مسجد کا وہ متولی رہا۔ اس کے بعد اس کا لڑکا محمد حسین متولی ہے اور منتظم و متدین بھی ہے۔ مسجد کے نیچے ایک دکان واقع ہے کہ جس کی نسبت ہنوز یہ طے نہیں ہوا کہ وہ وقف ہے یا غیر وقف۔ لیکن اگر یہ وقف ہو تو متولی مسجد سے ایسے لوگوں کو دکان خالی کرانے کا جو نہ برادری کے ہیں نہ ہم محلّہ ہیں شرعاً منصب ہے یا نہیں ؟

(جواب ۱٤٠) دکان زیر مسجد کے متعلق اگر یہ بات طے ہو جائے کہ وقف ہے اور ظاہر یہی ہے تاہم کسی ایسے متولی کو جو صوم و صلوٰۃ کا پابند ہو اور اس سے مال وقف میں کوئی خیانت ظاہر نہ ہوئی ہو کسی کو بر طرف کرنے کا حق حاصل نہیں۔ فان طعن فی الوالی طاعن لم یخرجه القاضی من الولا یة الا بخیانة ظاهرة انتهی (ہندیہ ج ۲ صفحہ ۴۲۰)(۱) اور متولی کے ہوتے ہوئے دوسروں کو انخلائے دکان کے دعوے کا استحقاق نہیں۔ مگر یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ خود متولی نے اس دکان پر قبضہ کس طرح کر رکھا ہے اگر دکان پر قبضہ اس طرح ہے کہ اپنے بساط خانے کا سامان اس دکان میں رکھ چھوڑا ہے تو اس سے یہ دکان علیحدہ کی جاسکتی ہے۔ لیکن اگر مقدار کرایہ سے زیادہ کرایہ ادا کرے تو پھر کوئی مضائقہ نہیں۔ وفی جامع الفصولین لو اجر دارالوقف من ابنه البالغ او ابیه لم یجز عند ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ الا بالکثر من اجر المثل وکذا متول اجر من نفسه لو خیرا صح و الا لا وبه یفتی کذا فی البحر الرائق (ہندیہ ج ۲ صفحہ ۴۱۶)(۲)

متولی واقف کی بتلائی ہوئی ترتیب پر مقرر ہوں گے

(سوال) ایک شخص اسحاق کے چار فرزندوں (حاجی عبدالشکور، نور محمد، عثمان، عبدالحبیب) نے اپنے ذاتی مال میں سے روپیہ لے کر ایک مدرسہ عربی یعنی دینیات کا بنایا اور وقف کر دیا اور متولی اپنے برادر عبدالحبیب کو مقرر کیا مگر بچند شروط۔ اول یہ کہ جب تک عبدالحبیب زندہ ہے تو یہ متولی ہے بعد اس کی وفات کے برادروں میں سے جو واقف ہیں جس پر اتفاق رائے ہو وہ متولی ہوگا۔ یہاں تک کہ جو بھائی بعد میں سب بھائیوں کے زندہ رہے وہ متولی قرار دیا جائے گا اور اگر چاروں برادروں میں سے کوئی زندہ نہ رہے تب چاروں بھائیوں کی اولاد جو موجود ہو گی وہ متولی ہوں گے۔ اب عبدالحبیب کا انتقال ہو گیا ہے، جو برادران کی طرف سے متولی تھا اور ایک بھائی اس متولی کا جو واقف بھی ہے زندہ ہے۔ عبدالحبیب اپنے لڑکوں کے نام تولیت نامہ لکھ کر مر گیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ تولیت مدرسہ کی حسب شرائط واقفین موجودہ برادر کو (جو واقف بھی ہے) ملے گی یا عبدالحبیب کے فرزندوں کو جو ان کے باپ نے تولیت نامہ لکھ دیا ہے حق تولیت مدرسہ پہنچے گا اور یہ سوال بھی ہے کہ جب ایک کو متولی ہر چار برادروں نے قرار دے دیا تو خیانت اس کی دیکھیں اور انتظام مدرسہ کا پورا نہ کر سکے تو اس کو تولیت سے

---

(۱) (الهندیة، کتاب الوقف، الباب الخامس فی ولایة الوقف وتصرف القیم فی الاوقاف مطلب لایعزل المتولی بمجرد الطعن من غیر ظهور خیانة، ۲/۴۲۵ ط، ماجدیة)
(۲) (الهندیة، کتاب الوقف، الباب الخامس، قبیل مطلب لایجوز البناء من غیر زیادة الاجرة الا اذا کان لایرغب فیه الا بهذا الوجه ۲/۴۲۱ ط، ماجدیة)

علیحدہ کر سکتے ہیں یا نہیں ؟
(جواب ۱٤۱) صورت مسئولہ میں واقف چار شخص ہیں اور چاروں نے باتفاق تولیت کی ترتیب یہ مقرر کی تھی کہ فی الحال عبدالحبیب متولی ہو اور اس کے انتقال کے بعد بھائیوں میں سے جو زندہ ہو وہ متولی ہو اور یہ شرط صحیح اور جائز ہے۔لہذا واجب العمل ہو گی اور چونکہ واقف چار شخص ہیں ان میں سے ایک شخص کو شروط وقف میں تغیر و تبدل کا اختیار نہ ہو گا اور عبدالحبیب کا وصیت نامہ دربارۂ تولیت حق اپنے بیٹے کے غیر معتبر ہو گا بلکہ موافق شرط واقفین جو بھائی زندہ ہے حق تولیت اسی کا ہے -اگر متولی کی خیانت ثابت ہو جائے تو اسے معزول کرنا واجب ہے- فی انفع الوسائل عن اوقاف ھلال ونصه اذا شرط الواقف ولاية هذه الصدقة الى عبدالله ومن بعد عبدالله الى زيد فمات عبدالله واوصى الى رجل ايكون للوصى ولاية مع زيد قال لايجوز له ولاية مع زيد اھ وقال بعد ذلك وفى فتاوىٰ شيخ اسمعيل التفويض المخالف لشرط الواقف لايصح اه (ردالمحتار)(۱) وينزع وجوباً بزازيه لوالواقف (درر) فغيره بالاولى غير مامون اوعاجزا الخ (درمختار)(۲) محمد کفایت اللہ غفر لہ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

وقف کب صحیح ہوتا ہے، اور متولی کو کب بر طرف کیا جا سکتا ہے؟

(سوال) وقف علی المساجد یا علی المقبرہ یا علی المدارس کب صحیح ہوتا ہے اور صحیح ہونے کے بعد واقف کی ملکیت اس سے زائل ہوتی ہے یا نہیں۔ در صورت زوال ملکیت واقف یا ورثائے واقف شئی موقوف کو کسی سے بیع یا ہبہ کرے تو جائز ہے یا باطل ؟ اور متولی یا کوئی والی ظلماً مساجد یا مدارس یا مقابر کو بند کر دے اور ذکر اللہ سے لوگوں کو اس میں بند کرے تو وہ غیر مشروع کام کا کرنے والا اور گناہ گار ہو گا یا نہیں ؟ متولی یا ناظر جب خائن ثابت ہو تو اس کو بر طرف کرنا اور شئی موقوفہ اس کے قبضہ سے نکالنا جائز ہے یا نہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مساجد وغیرہ اوقاف کے مالک ہونے کا دعویٰ کیا ہے یا کوئی مسجد ظلماً بند کرا دی ہے یا نہیں ؟ اور جب حضرت علیؓ سے یہ کام سرزد نہیں ہوئے تو ان کے متبعین کو یہ کام کرنا کیسا ہے -بینوا توجروا۔
(جواب ۱٤۲) امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول کے مطابق صرف قول سے وقف صحیح ہو جاتا ہے اور بعد صحت وقف خود واقف کو یا اس کے ورثاء کو شئی موقوف کا ہبہ یا اس کی بیع کرنا جائز نہیں۔ اگر بیع یا ہبہ کرے گا تو باطل (۳) ہو گی۔ جو شخص مساجد وغیرہ کو ظلماً بند کرا دے وہ شخص بہت بڑا گناہ گار ہو گا۔ ومن اظلم ممن منع مساجد الله ان يذكر فيها اسمه وسعى فى خرابها۔(۴) متولی جب تک خیانت ظاہر نہ کرے ولایت وقف

---

(۱) (ردالمحتار، المعروف بفتاوى الشامى، كتاب الوقف، مطلب شرط الواقف النظر لعبدالله ثم لزيد الخ ٤ / ٤٢٧ ، ط. سعيد)
(۲) (الدر المختار، كتاب الوقف، مطلب يأثم بتولية الخائن، ٤ / ٣٨٠)
(۳) (سورة البقرة، الجزأ الاول رقم الاية نمبر ١١٤)
(٤) (الفتاوىٰ العالمگيرية المعروف بالفتاوىٰ الهندية، كتاب الوقف، الباب الخامس فى ولايه الوقف، مطلب لايعزل المتولى بمجرد الطعن من غيرظهور خيانة، ٢/ ٤٢٥/ ط، ماجدية)

سے اس کا علیحدہ کرنا جائز نہیں۔ لیکن بعد ظہور خیانت اس کو ولایت سے الگ کرنا ضروری ہے۔فان طعن فی الوالی طاعن لم یخرجه القاضی من الولایة الابخیانة ظاهرة انتهی (هندیه)(۱) وینزع وجوباً لو غیرمامون (در مختار)(۲)قوله وینزع وجوباً مقتضاه اثم القاضی بترکه والاثم بتولیة الخائن ولا شك فيه. بحرانتهی (ردالمحتار)(۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف کسی وقف کی ملکیت کا دعویٰ کرنے یا کسی مسجد کو ظلماً بند کرا دینے کی نسبت محض غلط اور اتہام ہے۔انہوں نے ہر گز ایسا نہیں کیا بلکہ جو ایسی نسبت کرے وہ درحقیقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دشمن اور ان کو بدنام کرنے والا اور ظالم ٹھہرانے والا ہے۔

(۱) چندہ سے بنائی گئی وقف شدہ مسجد میں قفل ڈالنے کا حکم
(۲) کیا محلّہ کے قبرستان میں محلّہ والے مردے دفن کر سکتے ہیں؟
(۳) نماز جنازہ کی اجرت لینے کا حکم
(۴) متولی کی تعریف اور اس کی ذمہ داریاں

(سوال)(۱) جو مسجد چندہ سے بنائی گئی ہو وہ وقف ہے یا نہیں۔اگر وقف ہے تو اس کا کوئی مسلمان مالک ہے یا کسی کو یہ حق ہے کہ اس میں قفل ڈال دے۔ اگر قفل ڈال دیا جائے تو دوسرے کو کیا حق ہے؟ قفل ڈالنے والے کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے۔

(۲) وہ قبرستان جو مسجد محلّہ کے ساتھ وقف ہو اس میں اہل محلّہ یا دیگر مسلمانوں کا حق ہے یا نہیں؟ اور عام مسلمان بلا روک ٹوک اپنی میت کو دفن کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر دفن کر سکتے ہیں تو کیوں؟ زمین قبر کے دام لینا یا کچھ بھی مقررہ دام لینا مسلمانوں کو جائز ہے یا نہیں؟ کیا اس قبرستان وقف میں کسی نزاع کے سبب نگران یا متولی قفل ڈال سکتا ہے؟ اور دفن مسلمان سے روک سکتا ہے؟

(۳) نماز جنازہ کی اجرت لینا دینا مؤذن مسجد وقف جو جائیداد وقف سے تنخواہ پاتا ہو اگر وہ میت کے کام میں نہ لیا جائے اور دوسرے آدمی سے کام لیا جائے تو کیا اس مؤذن کو وہ حق دیا جا سکتا ہے جو نگران مسجد نے مقرر کر لیا ہو۔ اگر وہ حق نہ دیا جائے تو نگران مسجد و قبرستان، قبرستان میں میت دفن کرنے سے مانع ہوتا ہے۔یہ مانع ممانعت کا حق شرعی رکھتا ہے؟

(۴) متولی کسے کہتے ہیں؟ متولی کو مسجد و قبرستان میں کیا حق حاصل ہے؟ کیا وہ مسلمانوں کو ان دونوں مسجد و قبرستان وقف کے نفع عامہ جبراً روک سکتا ہے اور مانع ہو سکتا ہے؟ اگر روک سکتا ہے تو کیوں؟ کیا مسلمانوں کو حق ہے کہ اس نگران یا متولی وقف کو خارج کر دیں جو جبراً حقوق قائم کر کے جائیداد وقف بڑھاتا ہو۔یا اس رقم

---

(۱) (الدرالمختار، کتاب الوقف، مطلب یاثم بتولیة الخائن، ٤/ ٣٨٠

(٢) (ردالمحتار، المعروف بفتاوی الشامی للعلامة الشامی ابن عابدین علی الدرالمختار، کتاب الوقف، مطلب یاثم بتولیة الخائن، ٤/ ٣٨٠/ ط. سعید)

(٣) وجعله ابویوسف کالاعتاق، قوله : وجعله ابویوسف کالاعتاق فلذلك لم یشترط القبض والافراز، ای فیلزم عند بمجرد القول کالاعتاق بجامع اسقاط الملك (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الوقف، ج :٤/ ٣٤٩، سعید) فاذا تم ولزم لایملك ولا یملك ولا یعار ولایرهن. (تنویرالابصار، کتاب الوقف، ج : ٤/ ٣٥١، ٣٥٢)

سے جو حق مسجد یا حق مؤذن وامام کے نام سے موسوم کر کے مسلمانوں پر قائم کی ہے یا کرتا ہے۔ کیا مسلمانوں پر اس رقم کے ادا کرنے کا کوئی شرعی حق ہے۔ اگر مسلمانان محلّہ نہ ادا کریں تو قبرستان میں میت دفن نہ کریں یا حق مقررہ نہ دیں تو بھی نہ دفن کر سکیں۔ ایسا حکم شرعی لازم ہے؟

کیا شرعاً اجازت ہے اور جائز ہے کہ وقف قبرستان اسی مسلمان کے لئے ہے جو جماعت میں داخل ہو۔ جو داخل جماعت نہ ہو اس کے واسطے قبرستان بند ہے۔ وقف عامہ میں ہر مسلمان برابر ہے یا تخصیص ہے؟

(جواب ۱۴۳) (۱) مسجد چندہ سے بنائی جائے یا کوئی ایک شخص بنائے، دونوں وقف ہیں کسی کی ملکیت نہیں اور کسی کو اس میں مالکانہ تصرف کا حق نہیں۔(۱) اگر متولی مسجد کا اسباب چوری اور تلف ہونے سے محفوظ رہنے کے خیال سے نماز کے علاوہ فارغ وقتوں میں قفل ڈال دے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔(۲) لیکن اگر قفل نماز کے اوقات میں پڑا رہتا ہو جس کی وجہ سے نمازیوں کو دقت ہوتی ہو یا چوری وغیرہ کا اندیشہ نہ ہو۔ بے ضرورت قفل ڈالا جائے تو اس کا متولی کو کوئی حق نہیں۔ اس کے متعلق اس سے باز پرس کی جا سکتی ہے۔(۳)

(۲) جو قبرستان کہ عام مسلمانوں کے لئے وقف ہو خواہ وہ مسجد محلّہ کے ساتھ ہو یا علیحدہ اس میں دفن کرنے سے روکنے کا اختیار متولی کو حاصل نہیں۔ اگر وہ کسی میت کو اس میں دفن کرنے سے روکے تو ظالم ٹھہرے گا۔ نیز متولی کو ایسے قبرستان میں جو ہر مسلمان کے لئے وقف ہو کسی سے قبر کی زمین کی قیمت یا اور کوئی رقم لینا ناجائز ہے۔ اسی طرح اس میں قفل ڈال کر دفن سے روکنا ظلم ہے۔(۴)

لیکن اگر قبرستان عام مسلمانوں کے لئے وقف نہ ہو بلکہ کسی خاص جماعت یا خاندان یا کسی خاص محلّہ کے لوگوں کے لئے وقف ہو تو ان لوگوں کو جن کے لئے وقف ہے اس قبرستان میں وہی حقوق حاصل ہیں جو عام مسلمانوں کو وقف عام میں ہوتے ہیں لیکن ان موقوف علیہم کے علاوہ دوسرے لوگوں کو اس میں دفن کرنے کا حق نہیں اور نہ متولی کسی سے کچھ رقم لے کر ایسے قبرستان میں دفن کی اجازت دے سکتا ہے کیونکہ قبرستان اس کی ملک نہیں ہے بلکہ وہ موقوف علیہم کا حق ہے اور اس حالت میں بھی وہ جماعت کے لئے قبرستان وقف ہے کسی دوسری میت کو دفن کرنے کی اجازت دے سکتی ہے۔ لیکن قیمت زمین کی اسے لینا جائز نہیں۔(۵)

(۳) نماز جنازہ کی اس طرح اجرت لینا دینا کہ نماز پڑھائی اور اجرت لے لی ناجائز ہے۔ ہاں اگر کسی کو نماز جنازہ پڑھانے کے لئے ملازم رکھ لیا جائے اور تنخواہ مقرر کر دی جائے تو مضائقہ نہیں۔(۶) مسجد کا امام یا مؤذن جو تنخواہ مسجد سے پاتا ہے اس میں نماز جنازہ پڑھانے کی شرط بھی داخل ہے یا نہیں۔ اگر ہے اور جس وقف سے اس کو تنخواہ دی جاتی ہے اس میں بھی ایسی شرط کرنے کی گنجائش ہو تو یہ ملازمت صحیح ہے۔(۷) پھر اگر یہ شخص اتفاقی طور سے

---

(۱) (۴)(۵) اذا صح الوقف لم یجز بیعه ولا تملیکه (الهدایة، کتاب الوقف، ۲/ ۶۴۰ ط شرکة علمیة)

(۲)(۳) کره (غلق باب المسجد) الالخوف علی متاعه، به یفتی (الدرالمختار) هذآ اولی من التقیید بالزمان لان المدار علی خوف الضرر، فان ثبت فی زماننا فی جمیع الاوقات ثبت کذالك الا فی احکام المسجد (ردالمحتار ۱/ ۶۵۶ ط سعید)

(۶) ومشایخ بلخ جوز والاستئجار علی تعلیم القرآن اذا ضرب لذالك مدة...... وکذاجواز الاستئجار علی تعلیم الفقه ونحوه والمختار للفتوی فی زماننا قول هئولاء (الهندیة، کتاب الاجارة، الباب السادس عشر، مطلب الاستئجار علی الطاعات ۴/ ۴۴۸ ط ماجدیة)

(۷) اما شرائط الصحة : فمنها رضا المتعاقدین، ومنها ان یکون المعقود علیه وهوالمنفعة معلوما علما یمنع المنازعة (الهندیة کتاب الاجارة، الباب الاول، مطلب شروط الاجارة، ۴/ ۴۱۱ ماجدیة)

کسی جنازے کی نماز نہ پڑھائے تو اس کا اثر تنخواہ پر نہ پڑے گا۔ہاں اگر یہ عادت کرلے کہ نماز جنازہ نہ پڑھایا کرے تو تنخواہ کا مستحق نہ ہوگا۔(۸)اس تنخواہ کے علاوہ کوئی اور حق اولیائے میت سے لینے کا اسے اختیار نہیں کیونکہ ان سے کوئی خاص عقد اجارہ نہیں کیا گیا ہے اور تبرع کے طور پر دیا جائے تو اس میں جبر نہیں ہو سکتا۔ان کی خوشی ہے دیں یا نہ دیں۔اگر اولیائے میت مسجد کے امام یا مؤذن کو کچھ نہ دیں اور صرف اس وجہ سے متولی مسجد ان کو قبرستان میں میت دفن کرنے سے روکے تو یہ متولی کا صریح ظلم ہے۔(۱)

(۴) متولی وہ شخص جو وقف کی نگرانی اور انتظام کے لئے واقف یا قاضی یا جماعت مسلمین کی طرف سے مقرر کیا جاتا ہے۔وہ صرف حفاظت وانتظام آمدنی وخرچ کا استحقاق رکھتا ہے کوئی مالکانہ حیثیت اسے حاصل نہیں ہوتی۔نہ کسی ایسے تصرف کا حق ہوتا ہے جو غرض واقف کے خلاف ہو یا شریعت سے اس کی اجازت نہ ہو۔بلکہ ایسے متولی کو جو مالکانہ قبضہ کرلے یا غرض واقف کے خلاف کرے یا ناجائز تصرفات کرے علیحدہ کیا جا سکتا ہے۔(۲)واللہ اعلم۔

مسجد کی رقم جو مقدمہ پر خرچ کی گئی ہے اس کے ذمہ دار متولی ہیں

(سوال) کسی مسجد کے متولیوں سے اہل محلہ نے کہا کہ مسجد کا موجودہ انتظام کافی نہیں لہذا مسجد کے لئے کوئی اسکیم (یعنی قوانین) تجویز ہونی چاہئے۔جس کے مطابق مسجد کی ضروری کارروائی عمل میں آتی رہے۔متولیوں نے اس قسم کی اسکیم سے انکار کیا جس پر اہل جماعت نے عدالت سے چارہ جوئی کی کہ مسجد کا موجودہ نظام عمل قابل اطمینان نہیں۔کوئی اسکیم ایسی ہونی چاہئے جس کی رو سے عام مسلمانوں کو اطمینان ہو۔اس چارہ جوئی میں اہل جماعت کامیاب ہوئے جس کی رو سے ہر جماعت کے مسلمانوں کو مسجد کے معاملے میں عمل دخل کا حق واجبی ثابت ہوا۔اس مقدمہ میں متولیوں کا تقریباً پچیس ہزار روپے سے بھی زائد صرف ہوا جو سب کا سب مسجد کے فنڈ سے خرچ کیا گیا۔اس کے بعد متولیوں نے اس مقدمہ کی اپیل لندن کی پریوی کونسل میں دائر کی جس کے اخراجات کے لئے متولیوں نے خاص اپنی جماعت میں چندہ کرکے کئی ہزار روپے جمع کیا جو ٹرسٹیوں کے قبضہ میں رہا۔جس میں سے اپیل کے جملہ ضروری اخراجات ادا ہوتے رہے۔فہرست چندہ کے عنوان پر یہ مضمون لکھا گیا:

رنگون کی سورتی جامع مسجد کی اپیل پریوی کونسل ولایت میں لے جانے کے خرچ کے لئے حسب ذیل اصحاب نے مندرجہ ذیل رقوم عطا فرمائیں۔

ایک عرصہ کے بعد مقدمہ فیصل ہوا۔اپیل کے جملہ اخراجات پورے ہو جانے کے بعد ایک معقول

---

(۱) الاجر لایملك بنفس العقد ولایجب تسلیمه به عندنا...... ثم الاجرة تستحق باحدمعان ثلاثة...... باستیفاء المعقود علیه...... فان عرض فی المدة مایمنع الانتفاع...... سقطت الاجرة بقدر ذالك (الفتاوی العالمگیریة، کتاب الاجارة الباب الثانی فی بیان انه متی تجب الاجرة ۴/۴۱۲، ۴۱۳ ط ماجدیة)

(۲) (ینزع، وجوبا (لو) الواقف (غیر مامون)(الدرالمختار) مقتضاه اثم القاضی...... بتولیة...... الخائن (الی قوله) ان امتناعه...... خیانة (الشامیة، کتاب الوقف مطلب یاثم بتولیة الخائن ۴/۳۸۰ سعید)

(۳) اذان کان ناظر اعلی اوقاف متعددة وظهرت خیانته فی بعضها افتی المفتی ابوالسعود بانه یعزل من الکل...... فی الجواهر: القیم اذا لم یراع الواقف یعزله القاضی...... لو سکن الناظر دار الواقف ولو باجر المثل له عزله لانه نص فی خزانة الاکمل انه لایجوز له السکنی ولا باجر المثل اه (ردالمحتار، کتاب الوقف، مطلب فیما یعزل به الناظر، ۴/۳۸۰ ط. سعید)

رقم پس انداز ہوگئی جو متولیوں کے قبضہ میں بطور امانت ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ جو روپیہ مقدمہ میں بیس ہزار سے بھی زائد خرچ ہوا ہے اس کے ذمہ دار کون ہوں گے۔ آیا مسجد کے خزانہ سے دینا جائز ہے یا نہیں ؟ دوم اگر بعض اہل چندہ پس انداز رقم میں سے اپنے چندہ کی رقم کے مواقف حصہ رسد واپس لینا چاہیں تو شرعاً انہیں واپس لینے کا حق ہے یا نہیں ؟ سوم جن متولیوں کے قبضہ میں یہ روپیہ موجود ہے وہ لوگ اپنے اختیار سے کسی کار خیر میں چندہ دہندگان کی رائے کے خلاف صرف کرنا چاہیں تو یہ تصرف ان کا شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

(جواب ۱۴۴) مسجد کا جو روپیہ اس مقدمہ میں صرف ہوا ہے اس کے ذمہ دار متولی ہیں۔ مسجد کے فنڈ پر اس کا بار نہیں پڑے گا۔ یہ اس صورت میں کہ اہل جماعت کا مطالبہ واجبی ہو اور وہ اس مطالبہ میں حق بجانب ہوں۔

جو روپیہ اپیل کے لئے باہمی چندہ سے جمع کیا گیا تھا اس میں سے جو کچھ بچا ہوا ہے وہ ٹرسٹیوں کے ہاتھ میں امانت ہے اور چندہ دہندگان کی ملک ہے اور اس کو بقدر ان کے حصہ کے واپس کیا جائے۔ مثلاً دس ہزار روپیہ تھا اس میں سے پانچ ہزار خرچ ہو گیا اور پانچ ہزار باقی ہے تو جس شخص نے سو روپے چندہ میں دیئے تھے وہ پچاس روپے واپس لے سکتا ہے اور جس نے ہزار روپے دیئے تھے وہ پانچ سو واپس لے سکتا ہے۔ **ولو ان قوما بنوا مسجد اوفضل من خشبهم شئی قالوا يصرف الفاضل فی بنائه ولا يصرف الی الدهن والحصير هذا اذا سلموه الی المتولی والايكون الفاضل لهم يصنعون به ماشاء واكذافی البحر الرائق ناقلاعن الاسعاف (عالمگیری)**(۱) اور یہاں اگرچہ تسلیم الی المتولی ہے لیکن اخراجات مقدمہ کے لئے ہے نہ کہ صرف فی المسجد کے لئے۔ اس لئے بعد ادائے اخراجات اپیل دینے والوں کو بقیہ روپے کی واپسی کا حق ہے۔

متولیوں کو بغیر اجازت چندہ دہندگان اپنی رائے سے اس روپے کو کار خیر میں صرف کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ نہ وہ اس روپے کے مالک ہیں اور نہ سوائے اخراجات اپیل کے کسی دوسرے کام میں صرف کرنے کے لئے وکیل بنائے گئے ہیں۔ واللہ اعلم۔

تولیت میں وراثت کے متعلق متفرق سوالات

(سوال)(۱) تولیت وقف عام میں شرعاً وراثت ہو سکتی ہے یا نہیں ؟

(۲) اگر واقف تولیت کو میراث قرار نہ دے بلکہ بجائے اس کے کوئی دوسر امتغلب قبضہ و تصرف پا کر کسی خاندان کو تولیت کے لئے مقرر کر دے تو اس وراثت کا شرعاً اعتبار ہے یا نہیں ؟ اور اس وراثت سے اس خاندان کو بہ نسبت دوسروں کے محض اس وجہ سے ترجیح ہو گی یا ترجیح باعتبار تقویٰ و صلاح ہو گی ؟

(۳) بادشاہ اسلام کی اراضی وقف پر اگر چندروزہ کسی غیر مسلم قوم کا عارضی تسلط ہو جائے، اس طرح کہ قبل

(۱) (الفتاوى العالمگيرية، كتاب الوقف، الباب الحادى عشر، الفصل الثانى ۲/ ٤٦٤)

استحکام اس کے تسلط کا خاتمہ بھی ہو جائے ایسی حالت میں وہ غیر مسلم متغلب اگر اوقاف پر کسی خاندان کو تولیت کے لئے مخصوص کردے تو اس کے تسلط کے فنا ہونے کے بعد بھی اس کا یہ حکم ناطق قرار دیا جاسکتا ہے یا نہیں ؟

(۴) غیر مسلم کے تسلط کے اٹھ جانے کے بعد بھی اصلی واقف کے جانشینوں نے بذریعہ سرکار انگریزی اس کی ان اسناد کو منسوخ قرار دیا جو متولی نے دربارۂ تولیت اس سے حاصل کیں۔ یہ نسخ قابل نفاذ ہے یا نہیں ؟

(۵) واقف نے خود بہ نفس نفیس تولیت کے لئے کسی خاندان کو مخصوص نہیں کیا۔ اس کے بعد اس کے کسی قائم مقام نے محض اپنی رائے سے کسی شخص کو متولی قرار دے کر تولیت اس کی میراث کردی۔ اس کے واسطے شرعاً کیا حکم ہے ؟

(۶) قوم مرہٹہ جس کا کسی زمانے میں ہندوستان کے بعض اطراف پر آندھی کی طرح تسلط ہوا اور آندھی کی طرح رخصت ہو گیا اس کے احکام و اسناد بمقابلہ فرامین شاہان اسلام و احکام سرکار قابل نفاذ ہو سکتے ہیں یا نہیں ؟

(۷) ایک شخص کی اولاد میں یکے بعد دیگرے اتفاقات زمانہ سے کچھ عرصہ تک تولیت رہی تو کیا محض اس وجہ سے یہ تولیت اس خاندان کے ساتھ خاص ہو جائے گی۔ درآنحالیکہ واقف نے نہ اس کو متولی کیا اور نہ اس کی اولاد کو بلکہ زمانہ دراز تک تولیت مختلف خاندانوں میں گردش کرتی رہی۔ اسی طرح وقف کے صحیح جانشینوں نے بھی کسی خاندان کو مخصوص نہیں کیا۔ صرف ایک شخص غیر مسلم نے اثنائے سفر میں چند روزہ عارضی تسلط کے زمانے میں اس شخص کو تولیت سپرد کردی۔ ایسی بے بنیاد سند پر تولیت اس شخص کے خاندان کے ساتھ مخصوص ہو سکتی ہے یا نہیں ؟

(۸) واقف نے متولی کے حق الخدمت کے لئے بجائے تنخواہ ایک گاؤں یا کسی زمین کی آمدنی مقرر کردی تو کیا یہ جائیداد متولی کی موروثی ہو سکتی ہے ؟

(۹) تنخواہ دار ملازمین ایک زمانہ دراز کے بعد کیا اس تنخواہ کے وارث قرار دیئے جاسکتے ہیں کیا وہ تنخواہ اس کی میراث ہو جائے گی اور نسلاً بعد نسل ملتی رہے گی۔ بینوا توجروا۔

(جواب ۱۴۵) بادشاہان اسلام نے جو زمین کسی کام کے لئے وقف کی ہے وہ دو حال سے خالی نہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ وہ ان کی خود خرید کردہ مملوکہ ہو۔ دوسرے یہ کہ جس طرح تمام ملک کی زمین ان کے قبضہ میں ہے اسی زمین میں سے (یعنی بیت المال کی زمین کا) کچھ حصہ وقف کیا ہو۔ پہلی صورت کا جب کہ زمین بادشاہ کی مملوکہ ہو یہ حکم ہے کہ وہ وقف صحیح ہے اور اس میں کسی دوسرے کو تصرف کا حق نہیں اور نہ اس کا کوئی تصرف شرعاً نافذ ہوگا۔ **وان وصلت الارض الی الواقف بالشراء من بیت المال بوجه مسوغ فان وقفه صحیح لانه ملکها ویراعی فیها شروطه سواء کان سلطانا او امیرا اوغیرهما الخ (ردالمحتار)**(۱) لیکن اگر وہ زمین مملوکہ بادشاہ کی نہ ہو بلکہ بیت المال کی ہو تو وہ بھی دو حال سے خالی نہیں۔ اول یہ کہ ان کاموں کے لئے وقف ہو جن کا بیت المال میں حق ہے۔ دوم یہ کہ کسی ایسے کام پر وقف ہو جس کا بیت المال میں کوئی حق نہیں۔ اول

(۱) (کتاب الوقف، مطلب مهم فی وقف الاقطعات ، ۴/ ۳۹۳ ط. ایچ ایم سعید)

صورت کا حکم یہ ہے کہ یہ وقف بھی تام ہے اور کسی کو اس میں تصرف کا حق نہیں اور نہ کسی کا ناجائز تصرف اس میں نافذ ہوگا۔ السلطان لو وقف ارضامن بیت مال المسلمین علی مصلحة عامة للمسلمین جاز قال ابن وھبان لانه اذا ابده علی مصرفه الشرعی فقد منع من یصرفه من امراء الجور فی غیر مصرفه (ردالمحتار)(۱) لیکن اگر بادشاہ نے کسی مصلحت عامہ پر وقف نہ کی ہو بلکہ کسی ایسے کام پر وقف کی ہو جس کا بیت المال میں کوئی حق نہیں تو یہ زمین وقف نہیں بلکہ ارصاد ہے۔دوسرے بادشاہ کو اس میں تغیر و تبدل کا حق ہے۔وہ چاہے تو قائم رکھے اور چاہے تو باطل کردے۔اوقاف السلاطین من بیت المال ارصادات لااوقاف حقیقة وان ماکان منها علی مصارف بیت المال لاینتقض بخلاف ماوقفه السلطان علی اولاده اوعتقاء ه مثلا وانه حیث کانت ارصاد الا یلزم مراعاة شروطها لعدم کونها وقفا صحیحا فان شرط صحته ملك الواقف والسلطان بدون الشراء من بیت المال لایملکه الخ۔ (ردالمحتار)(۲)

صورت مسئلہ میں یہ زمین موقوفہ اگر بادشاہ کی خرید کردہ مملوکہ ہو یا بیت المال کی ہو لیکن مصلحت عامہ پر وقف ہو تو یہ وقف بدستور قائم ہے۔لیکن اگر بیت المال کی ہو اور کسی ایسے کام پر وقف ہو جس کا بیت المال پر کوئی حق نہیں تو یہ وقف ہی صحیح نہیں ہوا اور وہ زمین بیت المال کی زمین ہے۔کسی دوسرے بادشاہ کو اختیار ہے کہ وہ اس کو حقوق شرعیہ کی طرف واپس کردے۔

اصل واقف نے جب کہ کسی خاندان کو متولی نہیں بنایا تو جو شخص تولیت کی اہلیت رکھتا ہو وہی متولی ہو سکتا ہے۔مسلمانوں کو جائز ہے کہ متولی کے مرنے کے بعد بجائے اس کی اولاد کے کسی اور کو متولی بنادیں۔ہاں اگر اولاد واقف میں کوئی شخص تولیت کے قابل ہو تو وہ غیروں سے افضل ہے اور اگر واقف نے تولیت کو اپنے خاندان کے لئے مخصوص کردیا ہو تو جب تک اس کے خاندان میں تولیت کی اہلیت رکھنے والا شخص مل سکے کسی غیر کو متولی بنانا جائز نہ ہوگا۔(۳)

متولی کے لئے جو رقم معاوضہ خدمت مقرر کی گئی ہو وہ خواہ کسی مخصوص حصہ کی آمدنی ہو خواہ تنخواہ ہو، اس کی ولایت تک ہے۔جس وقت تولیت کسی اور کی طرف منتقل ہو گی وہ حق بھی منتقل ہو جائے گا۔(۴) واللہ اعلم۔

---

(۱) (کتاب الجهاد، باب العشر والخراج والجزیة، مطلب علی ماوقع للسطان من ارادته نقض اوقاف بیت المال، ۱۸۴/۴ ط سعید)

(۲) (کتاب الجهاد، باب العشروالخراج والجزیة، مطلب علی ماوقع للسلطان بوقوف من ارادته نقض اوقاف بیت المال، ۱۸۴/۴ ط سعید)

(۳) قال فی الشامیة: لایجعل القیم فیه من الاجانب ماوجدفی ولدالواقف واهل بیته من یصلح لذالك ...... وفی الهندیة عن التهذیب والافضل ان ینصب من اولاد ...... الواقف ...... یفیدانه لو نصب اجنبیا مع وجود من یصلح من اولادالواقف یصح ...... انه لو شرط الواقف کون المتولی من اولاده واولادهم لیس للقاضی ان یولی غیرهم بلاخیانة ولو فعل لایصیر متولیا اه (الشامیة، کتاب الوقف، مطلب لایجعل الناظر من غیر اهل الوقف، ۴/ ۴۲۴، ۴۲۵ ط، سعید)

(۴) ثم الاجرة تستحق ...... باستیفاء المعقود علیه ...... فان عرض فی المدة مایمنع الانتفاع ...... سقطت الاجرة بقدر ذالك (الفتاوی الهندیة، کتب الاجارة، الباب الثانی فی بیان انه متی تجب الاجرة، ص ۴۱۲، ۴۱۳)

ھندہ کا بھتیجا زید کی تولیت کو ختم نہیں کر سکتا

(سوال) ہندہ نے ایک سکونتی مکان کو مسجد بنانے کا ارادہ کیا تو زید جو اس کی برادری کا ایک شخص ہے اور پڑوس میں رہتا ہے اس کو مسجد کی تعمیر کا منتظم کر دیا۔ زید نے اپنے اہتمام سے مسجد کی تعمیر شروع کر دی۔ مسجد قریب نصف کے تعمیر ہوئی تھی کہ ہندہ کے پاس روپیہ ختم ہو گیا۔ ہندہ نے زید سے کہا کہ میرے پاس روپیہ نہیں رہا اب تم اپنے پاس سے روپیہ لگا کر مسجد کی تعمیر پوری کرا دو اور مسجد کی نگرانی وانتظام بھی باقاعدہ رکھو۔ زید نے ہندہ کا کہنا منظور کیا اور اپنے پاس سے معقول روپیہ صرف کر کے مسجد کی تعمیر مکمل کرا دی۔ اور زید مسجد کے تمام کام بخوبی انجام دیتا رہا۔ چونکہ مسجد کی کوئی آمدنی نہیں تھی اور زید اس مسجد کا متولی و منتظم تھا۔ بدین وجہ زید نے اپنا ذاتی مکان اس مسجد کے لئے وقف کیا اور اس کی آمدنی سے امام و مؤذن کی تنخواہیں اور روشنی آبیانہ وغیرہ کے اخراجات ادا کرتا رہا۔ ہندہ و نیز تمام اہل محلّہ زید کے انتظام و نگرانی و تولیت سے خوش رہے۔ ہندہ کے انتقال کے بعد بھی پانچ سال سے برابر بدستور سابق مسجد مذکور کی نگرانی و اخراجات و انتظام کر رہا ہے۔

اب چند روز سے مسائل مختلفہ میں جھگڑا شروع ہوا۔ زید انتظام مسجد کا ذمہ دار تھا اس لئے اس نے کہا کہ مسجد میں کسی قسم کا جھگڑا نہ ہونا چاہئے۔ مسجد مذکور میں صرف لوگ نماز ادا کریں، تلاوت قرآن شریف کریں۔ بجز اس کے اور کچھ نہ ہونا چاہئے۔ جس کے باعث ہندہ کا بھتیجا اپنی تولیت کا دعویٰ کرتا ہے اور زید کو تولیت سے علیحدہ کرنا چاہتا ہے۔ پس جب کہ ہندہ نے اپنے سامنے زید کو متولی و منتظم کیا اور زید نے اپنی ذات سے تعمیر مسجد نصف کے قریب کی اور ایک مکان بھی اس کے لئے وقف کیا اور جب سے اب تک ہر طرح کا خرچ اور انتظام کرتا رہا ہے تو کیا شرعاً زید کو تولیت سے علیحدہ کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ اور ہندہ کے بھتیجے کا دعوائے تولیت درست ہے یا نہیں؟ جو امر حق ہو اس کے متعلق جواب مرحمت فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

(جواب ۱۴۶) تولیت مسجد کا حق بانی اور واقف کو (۱) ہے۔ اگر بانی مسجد اپنے لئے یہ حق محفوظ رکھے تو کوئی دوسرا شخص اس کی مزاحمت نہیں کر سکتا۔ اور اگر وہ اپنی زندگی میں کسی کو متولی کر دے یا اپنے بعد کسی کو تولیت کے لئے نامزد کر جائے تو وہ شخص متولی ہو جاتا ہے۔ بانی کے مقرر کئے ہوئے متولی کو کوئی شخص بدون ثبوت خیانت موقوف نہیں کر سکتا۔ صورت مسئولہ میں اگر زید نے مسجد کی تعمیر میں بحیثیت منتظم تعمیر کے اپنی بھی ایک معقول رقم خرچ کی ہے تو وقف بنا میں وہ بھی من وجہ شریک ہے اور پھر جب کہ ہندہ نے بھی اس کو تولیت کے اختیارات تفویض کر دیئے تو وہ ہندہ کی جانب سے بھی متولی ہو گیا اور جب کہ ایک مدت دراز سے وہ تولیت کے فرائض انجام دے رہا ہے اور اہل محلّہ اور نمازیان مسجد اس کے انتظام اور متولیانہ استعمال اختیارات سے خوش رہے تو اب اس کو تولیت سے کوئی شخص معزول نہیں کر سکتا۔ فلو ماموا نالم تصح تولية غيره (اى غير الواقف) اشباه (ردالمحتار) لايجوز للقاضى عزل الناظر المشروط له النظر بلاخيانة ولو عزله لايصير الثانى متوليا ويصح عزل الناظر بلاخيانة لو منصوب القاضى اى لا الواقف(۱) (ردالمحتار) کتبہ محمد کفایت اللہ

---

(۱) قال فى التنوير : (ولاية نصب القيم الى الواقف ثم لوصيه ثم للقاضى) (كتاب الوقف، مطلب ولاية نصب القيم، ۵۲۱/۴ ط سعيد)

(۲) درمختار مع ردالمحتار (كتاب الوقف، مطلب فى عزل الناظر، ۳۸۲/۴ ط سعيد

(۱) تولیت کا حق واقف کی اولاد کا ہے نہ کہ متولی کے وارثوں کا
(۲) کیا متولی کی اولاد وصیت کے مطابق خرچ کر سکتی ہے ؟

(سوال) ایک شخص نے اپنی ملکیت کی آمدنی میں سے آٹھواں حصہ آمدنی کا وقف کیا اور وصیت نامہ لکھا جس میں واقف نے اس کے خرچ کرنے کی تفصیل بھی بتائی اور اس کے دو متولی مقرر کئے۔ خرچ کی تفصیل یہ ہے - مکہ معظمہ میں پچیس روپے سالانہ، مدینہ منورہ میں پچیس روپے سالانہ بھیجے جائیں۔ اس کے علاوہ جو حصہ آمدنی کا زائد رہے اس کو طالب علم، کنواں و دیگر کار خیر میں یعنی ثواب کے کاموں میں خرچ کیا جائے اور اس کا اختیار مقرر کردہ متولیان کو دیتا ہوں کہ مقرر کردہ آمدنی کو جمع خرچ مطابق کریں اور اگر ان میں سے ایک کی یا دونوں کی موت و حیات ہو تو ان کو اختیار ہے کہ یہ اپنی جانب سے کسی کو متولی مقرر کریں۔ شخص مذکور یعنی واقف کے انتقال کے بعد دونوں متولیوں نے موقوفہ آمدنی کو اپنے قبضہ میں لے کر وصیت نامہ کے مطابق جمع خرچ اور اس کی دیکھ بھال کی۔ متولیان میں ایک تو واقف کا لڑکا تھا اور ایک بھتیجا۔ ان میں سے ہر دو متولیان نے یکے بعد دیگرے انتقال کیا۔ دونوں میں سے کسی ایک نے بھی اپنی جانب سے کسی کو متولی مقرر نہیں کیا، بلکہ وہ موقوفہ آمدنی کا حصہ بعد انتقال متولی ثانی کے جو واقف کا بھتیجا ہوتا تھا اس کی اولاد نے اپنے قبضہ میں لے کر اس کی آمدنی کو وصول کر کے اپنے اختیار سے وصیت نامہ کے خلاف کہ جس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے آمدنی کو خرچ کیا۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ متولی قابل تسلیم ہیں یا نہیں ؟ اور یہ ان کا خرچ کرنا خلاف وصیت نامہ کے جائز ہے یا نہیں ؟ اگر جائز نہیں ہے تو انہوں نے جو آمدنی وصول کر کے وصیت نامہ کے خلاف خرچ کر دی ہے اس کا بار ان کے ذمہ ہے یا نہیں ؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ اس وقت واقف کے وارث یعنی اولادیں موجود ہیں۔ ان کو یہ اختیار ہے یا نہیں کہ موجودہ متولی جو خود بخود بنے ہوئے ہیں اور خلاف وصیت نامہ اپنے اختیار سے خرچ کر رہے ہیں ان کے قبضہ سے لے کر کسی دوسرے کو متولی بنائیں یا خود متولی بنیں۔ دیگر یہ کہ موجودہ متولیوں نے اپنے اختیار سے واقف کے رشتہ داروں کو خلاف شرط وصیت نامہ سب جگہ سے بند کر کے ان کو اپنے اختیار سے رقم کثیر دے دی۔ آیا یہ جائز ہے یا نہیں ؟ دیگر یہ کہ دھرماده کام کے لفظ سے ثواب کے کام مراد ہیں یا نہیں اس کی تفصیل سے بھی مطلع فرمائیں۔ نیاز محمد محمد یوسف مچھا (راندیر)

(جواب ۱۴۷) جب کہ واقف کے مقرر کئے ہوئے متولی وفات پاگئے اور انہوں نے اپنی جانب سے کسی کو متولی نہیں بنایا تو اب تولیت کا استحقاق واقف کی اولاد کو ہے۔ واقف کی اولاد میں سے جو شخص امین اور معتمد علیہ ہو اور وقف کی شرائط کو پوری طرح انجام دینے کی صلاحیت رکھتا ہو وہ متولی بنائے جانے کے لائق اور تولیت کا مستحق ہے (۱)۔

(۱) (ردالمختار کتاب الوقف، مطلب فی عزل الناظر، ص ۳۸۲ ج ۴ سعید)

(۲) اذا مات المشروط له بعد موت الواقف ولم يوص لاحد فولاية النصب (للقاضى ومادام احديصلح للتولية من اقارب لايجعل المتولى من الاجانب) (الدرالمختار) وفى الشامية : لايجعل القيم فيه من الاجانب ماوجد فى ولد الواقف، واهل بيته من يصلح لذالك (الشامية، كتاب الوقف مطلب لايجعل الناظر من غير اهل الوقف، ٤/ ٤٢٤ ط، سعيد)

پچیس پچیس روپے سالانہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں فقراء کو تقسیم کیلئے بھیجنے کی اگر شرط ہے تو اسے پورا کرنا لازم ہے۔ اس کے بعد متولیوں کو اختیار ہے کہ وہ اپنی صوابدید سے امور خیر مثلاً کنواں اور مسجد و مدرسہ کی تعمیر یا طالب علموں کی امداد وغیرہ میں خرچ کریں۔ واقف کے غریب و نادار رشتہ داروں کو بھی بقدر حاجت دیا جاسکتا ہے (۱)۔ اور اس متولی پر جو کسی کی جانب سے باقاعدہ بنایا ہوا متولی نہیں ہے خود بخود وقف اور اس کی آمدنی میں تصرف کرنے لگا ہے۔ خلاف وصیت واقف خرچ کرنے کا ضمان لازم ہوگا۔ (۲) ہاں جو مصارف کو شرط کے موافق کئے ہوں ان کا ضمان استحساناً (۳) لازم نہ ہوگا۔

دھرمادہ کا لفظ ہمارے اطراف میں تو امور مذہبی کے معنی میں مستعمل ہے۔ ہمیں معلوم نہیں کہ یہ لفظ آپ کے یہاں کس معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔ محمد کفایت اللہ غفر لہ، مدرسہ امینیہ دہلی۔

قانون وراثت کا انکار کرنے کا حکم

(سوال) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس جماعت کے بارے میں جو کچھ عرصے سے مسلمان ہوئے ہیں اور تمام احکام شریعت کو تسلیم کرتے ہیں مگر قانون وراثت شرعی کو بالکل نہیں مانتے اور اپنے آبائے قدیم ہنود کے قانون کے صراحۃً اپنا قانون بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اپنے آبائے ہنود کے اس قانون وراثت کو نہیں چھوڑ سکتے۔ لہذا اس آیت شریفہ کا حکم ان پر عائد ہو سکتا ہے یا نہیں؟ **ومن لم يحكم بما انزل الله فاولئك هم الكفرون**۔ (۴)

(جواب ۱٤۸) قانون وراثت کا اکثری حصہ صریح نص قرآن سے ثابت ہے۔ اس ثابت شدہ کے کسی جزو کو تسلیم نہ کرنا یا کسی دوسرے قانون کو اس پر ترجیح دینا قطعاً کفر ہے۔ پس جو لوگ کہ یہ کہتے ہیں کہ شریعت محمدی کے قانون وراثت کو ہم تسلیم نہیں کرتے وہ کافر ہیں۔ اور جب وہ کافر ہیں تو اوقاف شرعیہ کی تولیت کا انہیں کوئی استحقاق نہیں۔ **في البزازية انكر اٰية من القران اوسخر باٰية منه يكفر. انتهى**۔ (۵) **وفي اعلام بقواطع الاسلام ويكفر من كذب بشئى مما صرح به القران من حكمٍ اوخبر اوجملة التوراة والانجيل وكتب الله المنزلة اوكفربها اولعنها اوسبها اواستخفها. انتهى**۔ (۶) **وفي الفصول العمادية اذآ انكر اية من القران اوسخر باٰية منه كفر**۔ الخ (۷)

(۱) قال في الهندية : فان كان الوقف معينا على شئى يصرف اليه بعد عمارة البناء كذافى الحاوى القدسى (الهندية، كتاب الوقف، الباب الثالث فى المصارف ۲/ ۳٦۸ ط ماجدية)

(۲) ولواشترى القيم بغلة المسجد ثوبا ودفع الى المساكين لايجوز وكان عليه ضمان مانقد من مال الوقف (الفتاوى الخانية على هامش الهندية كتاب الوقف، باب الرجل يجعل دار مسجدا، ۳/ ۲۹۷ ط ماجدية)

(۳) وقف صحيح على مسجد ...... فاجتمع اهل المسجد وجعلوارجلا متوليا بغير امرا لقاضى، فقام هذا المتولى بعمارة المسجد من غلات وقف المسجد ...... لايكون هذا المتولى ضامنا لما انفق فى العمارة من غلات الوقف، (قاضيخان، كتاب الوقف، باب الرجل يجعل داره مسجدا ۳/ ۲۹٦ ط. ماجدية)

(٤) سورة المائده، رقم الايه ٧٤

(۵) (البزازية المجلد الثالث على هامش الهندية ص ۳٤۲ كتاب الفاظ تكون اسلاما اوكفرا الفصل التاسع فيما يقال فى القران)

(٦) (جامع الفصولين، الفصل الثامن والثلاثون فى مسائل كلمات الكفر ۲/ ۳۰٤ ط اسلامى كتب خانه علامه بنورى ٹاؤن)

(۷) (الاعلام بقواطع الاسلام، الفصل الثالث فيما يخشى عليه الكفر، ص ۱۵۱ بهامش الزواج ۲/ ۱۵۱ ط مصر)

منتظم مسجد کو محض ضدو عناد کی وجہ سے معزول نہیں کیا جاسکتا

(سوال) ایک شخص کسی مسجد کی خدمت وانتظام کو ذریعہ نجات سمجھ کر اپنی زندگی اور جان ومال کو وقف کر کے ہمہ وقت مسجد میں حاضر رہتا ہے اور نماز جماعت اور تمام ضروریات مسجد کا مدت دراز سے نہایت خوش اسلوبی سے انتظام کرتا ہے اور اہل محلّہ نیز بیرونی عام چندوں سے اپنے انتظام ونگرانی میں مسجد کی متعلقہ عمارات خوشنماو عالی شان بنوا تا رہتا ہے اور امام، مؤذن اور خادمان مسجد کی تنخواہوں کا بھی متکفل ہے۔ اب چند سال سے امراض درد گردہ وغیرہ میں مبتلا ہو کر نیز زخم ناسور سے ہر وقت مواد نکلتے رہنے کی وجہ سے جماعت میں شامل ہونے سے معذور ہو گیا ہے - نماز پنجگانہ اور اپنے اوراد ووظائف کا پابند ہے۔ کیا ایسے شخص کو جواب تک سالہا سال سے خوش اسلوبی کے ساتھ انتظام کر رہا ہے چند وہ لوگ جو نا تجربہ کار وجاہت پسند ہیں اس پر ہر قسم کا افترا و بہتان لگا کر علیحدہ کرنے کا حق رکھتے ہیں اور حسن انتظام کو بد نظامی اور دنگا فساد اور رات دن کے لڑئی جھگڑوں میں تبدیل کرنا شرعاً جائز اور پسندیدہ ہے یا شرعاً ممنوع وناجائز ہے ؟

المستفتی محمد صدیق دہلی۔ ۹ شوال ۵۲ھ

(جواب ۱۴۹) غالباً اس میں تو کسی کو خلاف نہ ہو گا کہ اگر سوال میں بیان کئے ہوئے واقعات صحیح ہیں تو ایسے شخص کو کون علیحدہ کرنے پر تیار ہو گا۔ اور اگر کوئی شخص ذاتی اغراض کی بناء پر افترا و بہتان لگائے تو اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ مسجد کے نمازیوں کی مجمع میں معاملہ کو پیش کر دیا جائے کہ نمازی اور اہل محلّہ حالات سے واقف ہوں گے اور فریقین کے بیانات کو جانچ سکیں گے کہ کون حق پر ہے اور کس کی زیادتی ہے - اور محلّہ کے نمازیوں کی اکثریت کے فیصلہ کو فریقین تسلیم کر لیں۔ اس سوال میں بیان کردہ کیفیت کو سلجھانے کا صرف یہی طریقہ ہے اور ان حالات میں حکم شریعت یہی ہے۔ فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

اوقاف اسلامیہ کو حکومت کے قبضہ میں دینا شرعاً درست نہیں

(سوال) اسلامی اوقاف جو اس وقت ہندوستان میں متولیوں کے ہاتھ میں ہیں اظہار شکایات کے بعد گورنمنٹ کا اپنے ہاتھ میں لے لینا اور ایک ایک جزئیہ میں اجازت حکومت کا ضروری ہونا شرعاً کیسا ہے ؟

المستفتی نمبر ۲۵۰ محمد سفیان صدر انجمن اسرائیلی۔ علی گڑھ۔ ۴ ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ م ۲۰ مارچ ۱۹۳۴ء

(جواب ۱۵۰) اوقاف اسلامیہ کو حکومت کے قبضہ میں دے دینا اور متولیوں کے اختیارات حکومت کو تفویض کر دینا شرعاً درست نہیں ہے - متولیوں کی بے اعتدالی کو روکنے کے لئے حساب فہمی تو کی جاسکتی ہے (۱) لیکن ان کے شرعی اختیارات جو واقف نے دیئے ہیں سلب نہیں (۲) کئے جاسکتے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

---

(۱) ولا تلزم المحاسبة فی کل عام، ویکتفی القاضی منه بالاجمال لو معروفا بالامانة، ولو متهما یجبره علی التعیین شیأ فشیأ ولا یحبسه بل یهدده، ولو اتهمه یحلفه (ردالمحتار، کتاب الوقف ، مطلب فی محاسبة المتولی، ۴ / ۴۴۸ ط سعید)

(۲) لایجوز للقاضی عزل الناظر الشروط له النظر بلاخیانة، ولو عزله لایصیر الثانی متولیا (الشامیه کتاب الوقف، مطلب لیس للقاضی عزل الناظر، ص ۴۳۸/۴، ط سعید)

ضامن اپنے باپ کی جگہ متولی نہیں بن سکتا؟

(سوال) مسمی موج حسین خاں نے ایک جائیداد وقف کی اور وقف نامہ میں یہ شرط لکھی کہ میرے مرنے کے بعد میرے بجائے ضامن حسین خاں متولی نہ ہو سکے گا۔ (ضامن حسین خان صلبی بیٹا موج حسین خاں کا ہے) کیا ضامن حسین خاں موج حسین خاں متولی کی جگہ متولی ہو سکتا ہے؟ زید کہتا ہے کہ ہو سکتا ہے کیونکہ جو شرط حکم شرع کے مخالف ہوتی ہے وہ باطل رہتی ہے اس پر قاضی و حاکم پابندی نہیں کر سکتا۔ چونکہ شرعاً بیٹے کو حق ولایت حاصل ہے اس لئے اس حق کے خلاف شرط قابل عمل نہیں۔ بینوا توجروا۔

المستفتی نمبر ۴۰۳ ضامن حسین خاں۔ سندیلہ ضلع ہردوئی ۲۱ جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ م یکم اکتوبر ۱۹۳۴ء

جواب ۱۵۱) بیٹے کو تولیت کا حق ہوتا ہے مگر جب کہ باپ واقف نے تصریح کردی کہ میرے بعد ضامن حسین بوجوہات متولی نہ ہو سکے گا تو اب ضامن حسین کا وہ حق جو بحیثیت پسر وقف واقف ہونے کے تھا ساقط ہو گیا۔(۱) اب اگر آٹھ متولی اس امر پر متفق ہو جائیں کہ ضامن حسین کو ٹرسٹیوں میں شامل کرنا وقف کے مفاد کے لئے ضروری ہے یا وقف کے لئے مضر نہیں ہے تو اس کو ان آٹھ میں سے ایک کے طور پر شامل کر سکتے ہیں کہ وقف نامہ میں اس کی نفی نہیں ہے۔ صرف نفی اس حیثیت کی ہے جو موج حسین خاں کو حاصل تھی۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

مسجد کی منتظم کمیٹی کا امام کو معزول کرنا

(سوال) ایک مسجد میں زید امامت کے فرائض انجام دیتا تھا۔ منتظمہ کمیٹی کے چند افراد نے زید پر بے دخلی امامت کا دعویٰ دائر کر دیا اور بذریعہ حکم امتناعی منجانب سینئیر جج صاحب زید کو تا فیصلہ عدالت فرائض امامت سے رکوا دیا۔ مسلمانان محلّہ اور دیگر مسلمانان مضافات ماسوائے چند افراد مذکور منتظمہ کمیٹی سب کی دلی تمنا ہے کہ زید امامت کے فرائض انجام دے۔ ایک مقامی عالم نے حاضر عدالت ہو کر بیان دیا ہے کہ متولیان یا منتظمہ کمیٹی کو شرعاً اختیار ہے کہ زید کو امامت سے علیحدہ کر دے۔ نمازیان و اہل محلّہ کو تقرر و علیحدگی امام کا کوئی حق نہیں۔ مقامی عالم کا یہ بیان درست ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۴۹۸ حافظ ضیاء اللہ عثمانی (شملہ) ۲۱ ربیع الاول ۱۳۵۴ھ ۲۴ جون ۱۹۳۵ء

(جواب ۱۵۲) اگر مسجد کی کوئی منتظمہ کمیٹی مقرر ہے اور اس کے اختیارات نصب و عزل ملازمین و امام و مؤذن پر حاوی ہیں تو اس کو امام کے معزول کرنے کا اختیار ہے۔ عوام مسلمین کمیٹی کے اختیارات میں مداخلت کرنے کا حق نہیں رکھتے۔(۳) البتہ اگر کمیٹی امام کے معزول کرنے میں ظلم کی مرتکب ہو تو کمیٹی کو عوام معزول کر سکتے ہیں اور ان کی جگہ جدید کمیٹی منتخب کی جا سکتی ہے۔ فقط(۴)

---

(۱) مفادہ تقدیم اولاد الواقف ...... ثم لایخفی ان تقدیم من ذکر المشروط بقیام الاہلیة فیہ (الشامیہ، کتاب الوقف مطلب لایجعل الناظر من غیر اہل الوقف ۴/ ۴۲۴، ۴۲۵ ط سعید)

(۲) نعم لہ ان یدخل معہ غیرہ بمجرد الشکایة والطعن کماحررہ ...... ان طعن علیہ فی الامانة لاینبغی اخراجہ الا بخیانة ظاہرة، واما اذا ادخل معہ رجلا فاجرہ باق الخ (الشامیة، کتاب الوقف ۴/ ۴۳۹، ط سعید) اقول: وجہ الاستدلال انہ علم بہذا جواز الحاق من یصلح للتولیة مع من لایصلح لہا کذا جاز عکسہ خاصة اذا کان فیہ مفاد للوقف

(۳)(۴) عن الخانیة اذا عرض للامام من المباشرة ...... فللمتولی ان یعزلہ ویولی غیرہ (الشامیہ، مطلب للواقف عزل الناظر ۴/ ۴۲۷ ط سعید)

متولی کا قاضی کو معزول کرنے کا حکم

(سوال) متولی جامع مسجد اپنے ساتھیوں کی مدد سے بغیر کسی شرعی سبب کے قاضی کو معزول قرار دے اور نئے قاضی کا تقرر کرے تو اہل شہر کو کس قاضی کا ساتھ دینا چاہئے۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ پہلا قاضی تمام اہل شہر سے منتخب کیا گیا ہے اور بیس سال سے قضاۃ کر رہا ہے۔

المستفتی نمبر ۵۱۲، ۴ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ م ۶ جولائی ۱۹۳۵ء

(جواب ۱۵۳) متولی جامع مسجد کے اختیار میں قاضی کو معزول کرنا داخل ہو تو عزل صحیح ہوا، لیکن اگر اس نے بلا سبب معزول کر دیا ہے تو وہ مؤاخذہ دار ہو گا اور اگر اس کے اختیارات میں یہ داخل ہی نہیں تھا تو قاضی معزول نہیں(۱) ہوا اور اس صورت میں لوگوں کو اس کا ساتھ دینا چاہئے۔ محمد کفایت اللہ

مسجد میں دوسری جماعت کا حکم

(سوال) یہاں ایک مسجد میں تولیت کے فرائض انجام دینے کے لئے زیر فیصلہ عدالت ایک کمیٹی پانچ اراکین کی مقرر ہے جس میں تین ممبر عوام کثرت رائے سے منتخب کر لیتے ہیں۔ ایک ممبر یہاں کی ایک مقامی جماعت کا نامزد کردہ ہوتا ہے اور ایک تاحیات عدالت کی طرف سے مقرر ہے۔ (یہ شخص دراصل سابق متولی ہے) اس کمیٹی میں باہم اختلافات ہو جانے کی وجہ سے ایک منتخب ممبر نے استعفیٰ دے دیا ہے مگر کمیٹی نے اس شرط پر اس کا استعفیٰ قبول کیا ہے کہ تا انتخاب ممبر جدید وہ بدستور اپنی جگہ پر قائم رہے اور انتخاب جدید ممبر کا ابھی تک نہیں ہوا ہے۔ مستقل ممبر یعنی سابق متولی نے انہیں اختلافات کے باعث کمیٹی سے کنارہ کشی اختیار کی ہوئی ہے۔ بقیہ اراکین میں سے دو شخصوں نے بغیر باقاعدہ کمیٹی کا جلسہ منعقد کئے ہوئے امام مسجد کو علیحدہ کر دیا ہے۔ لیکن عام مسلمان ان (امام صاحب) سے عقیدت رکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ وہی امامت کرتے رہیں۔ کمیٹی کے ان دو افراد نے عدالت سے حکم امتناعی لے کر ان کو امامت کے فرائض سے روک دیا ہے اور ایک دوسرا امام ان کی جگہ مقرر کر دیا ہے۔ مسلمانوں کی ایک بہت بڑی جماعت کمیٹی کے اس فعل کو ناجائز تصور کرتے ہوئے امام جدید کے پیچھے نماز پڑھنا پسند نہیں کرتی۔ چنانچہ امام جدید کے پیچھے صرف وہی پانچ سات آدمی شریک جماعت ہوتے ہیں جو یا تو کمیٹی کے ممبر ہیں یا ان کے زیر اثر ہیں اور ایک دوسری جماعت مسجد کے بیرونی حصہ میں ایک اور صاحب کے پیچھے جماعت اول کے بعد ہوتی ہے جس میں کم از کم تیس چالیس آدمی شریک ہوتے ہیں۔ عدالت کے فیصلہ کے ماتحت عام مسلمانوں کو بد نظمی کی صورت میں کمیٹی کو معزول کرنے کا حق بھی حاصل ہے اور اس کی رو سے ایک عام جلسہ میں یہ کمیٹی معزول ہو چکی ہے اور نئی کمیٹی کے تقرر کی تاریخ مقرر کی جا چکی ہے۔ لیکن خیال یہ ہے کہ معزول شدہ کمیٹی عوام کے اس فیصلہ کو بغیر عدالتی چارہ جوئی کے تسلیم نہیں کرے گی۔ جس میں فیصلہ قدرے مدت کے بعد ہو گا۔ اس اثناء میں کیا ان مسلمانوں کو جو امام سابق کی برخاستگی کو ناجائز خیال کرتے ہوئے معزول

(۱) لایجوز للقاضی عزل الناظر اشترط له النظر بلاخیانة، ولو عزله لایصیر الثانی متولیا. (ردالمختار، کتاب الوقف، مطلب لیس للقاضی عزل الناظر، ج: ۴ / ۴۳۸، سعید)

شدہ کمیٹی کے مقرر کردہ امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے جائز ہے کہ وہ بدستور مسجد کے بیرونی یا اندرونی حصہ میں کسی دوسرے شخص کے پیچھے علیحدہ جماعت کریں۔ اس سلسلہ میں یہ بھی عرض کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اگر مسلمان کمیٹی کے مقرر کردہ نئے امام کی اقتداء میں نماز پڑھنے لگیں تو کمیٹی اس امر سے عدالت میں فائدہ اٹھا سکتی ہے اور یہ کہہ سکتی ہے کہ امام سابق کے ساتھ عام مسلمانوں کو کوئی خاص ہمدردی اور عقیدت نہیں۔ بینوا توجروا۔ المستفتی نمبر ۵۱۴ غلام نبی (شملہ) ۵ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ م، جولائی ۱۹۳۵ء

(جواب ۱۵۴) بصورت موجودہ جماعت ثانیہ کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ دوسری جماعت بہر صورت مکروہ اور موجب فساد ہے۔ امام ثانی اگر مفضول بھی ہو جب بھی وہ مقرر کردہ امام ہے۔ اور اگر جماعت مسلمین اس سے ناخوش ہے تو ناخوشی کی وجہ شرعی نہیں ہیں بلکہ آپس کا اختلاف و خلاف ہے۔ امام اول کے طرفدار یا تو حکم امتناعی نکلوا کر اس کو بھی تا فیصلہ عدالت امامت سے باز رکھیں اور کسی تیسرے شخص کو امامت کے لئے مقرر کر کے تا فیصلہ اس کے پیچھے نماز پڑھیں یا کسی دوسری مسجد میں جماعت میں شریک ہو جایا کریں۔ اسی مسجد میں دوبارہ جماعت قائم کرنا فتنہ عثمانؓ کے زمانے میں بھی صحابہ و تابعین نے نہیں کیا۔ حالانکہ یہاں کا امام ثانی امام فتنہ سے زیادہ قابل گرفت نہ ہوگا۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

دو بہنوں کو نکاح میں رکھنے والے اور سود خور کو متولی بنانا

(سوال) ایک شہر کی جامع مسجد اور اس کی ملحقہ جائیداد وقف کے لئے ایک ایسا شخص تولیت کا امیدوار ہے جس نے اپنی زوجیت میں دو حقیقی بہنوں کو رکھا ہوا ہے اور سود خوار بھی ہے اور چند مسلمان اس کو متولی کمیٹی کا صدر بنانا چاہتے ہیں۔

المستفتی نمبر ۵۳۴ محمد عظیم اللہ دہرہ دون ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ م ۱۳ جولائی ۱۹۳۵ء

(جواب ۱۵۵) وقف کی تولیت کے لئے نیک اور معتمد علیہ شخص ہونا چاہئے۔ جو شخص کہ سود خواری اور دو بہنوں کو نکاح میں رکھنے کی حرمت میں خدا کا خوف نہیں کرتا حالانکہ دونوں حرمتیں کتاب اللہ میں صراحۃً موجود ہیں اس پر مال وقف میں دیانت داری کا کب بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

---

(۱) ویکرہ تکرار الجماعة ... فی مسجد محلة (الدرالمختار) (قوله: یکره) ای تحریما القول الکافی لایجوز والمجمع لایباح، وشرح الجامع الصغیر انه بدعة (الشامیة کتاب الصلاة، مطلب فی تکرار الجماعة ۱ / ۵۵۲ ط سعید)

(۲) ثم لایخفی ان تقوم من ذکر مشروط بقیام الا هلیة فیه حتی لو کان خائنا یولی اجنبی حیث الم یوجد فیهم اهل، لانه اذا کان الواقف نفسه یعزل بالخیانة فغیره بالاولی (الشامیة، کتاب الوقف مطلب لایجعل الناظر من غیر اهل الوقف ۴ / ۴۲۴ ط سعید)

کیا مسجد کا متولی امام اور موذن رکھنے میں خود مختار ہے؟

(سوال) امام مسجد اور موذن یا خادم مسجد رکھنے میں کیا صرف متولی مسجد ہی کی رائے کافی ہے یا باقی نمازی مسجد اور ممبران مسجد بھی رائے دہی کا حق رکھتے ہیں؟

المستفتی نمبر ۶۱۶ حکیم عطا حسین (جالندھر) ۱۹ جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ م ۱۸ ستمبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۱۵۶) مسجد کا متولی تعیین امام و مؤذن کا اختیار رکھتا ہے۔ اگر اس کے اختیارات میں یہ بات داخل ہو یا وہ خود بانی مسجد ہو۔ ورنہ اس کو جماعت کی رائے سے رکھنا پڑے گا۔ اور پہلی صورت میں بھی مشورہ جماعت سے رکھے تو بہتر ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

(۱) مذہبی اور تعلیمی ادارہ میں ایک شخص کو متولی بنانے کا حکم
(۲) مہتمم کی خصوصیات
(۳) مدرسے کے معاملات کے بارے میں مجلس شوریٰ فیصلہ کر سکتی ہے

(سوال) (۱) کسی قومی اور مذہبی ادارہ میں اور خصوصاً دارالعلوم دیوبند جیسے مرکزی اور مذہبی ادارہ میں مطلق العنان سرپرستی (ڈاکٹیٹر شپ) کس حد تک درست ہے یا نہیں؟ ممبران دارالعلوم ڈکٹیٹر شپ کے حامی ہیں ان کے متعلق کیا رائے عالی ہے؟

(۲) دارالعلوم دیوبند جیسے قومی و مذہبی ادارہ میں مہتمم کی کیا خصوصیات ہونی چاہئیں؟ اور مولانا محمد طیب صاحب اہتمام کے اہل ہیں یا نہیں؟

(۳) مولانا محمد شفیع صاحب مفتی دارالعلوم جن کے رسالہ (مساوات اسلامی) کی وجہ سے ہندوستان کی بہت بڑی مسلم آبادی کے قلوب مجروح ہوئے ہیں اور دارالعلوم کو ہزارہا روپے کا نقصان برداشت کرنا پڑا ہے، دارالعلوم میں رکھنے کے قابل ہیں یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۶۶۴ ناظم دفتر جمعیۃ الطلبہ دارالعلوم دیوبند ۲ شعبان ۱۳۵۴ھ ۱۳۱ کتوبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۱۵۷) (۱) اگر اہل شوریٰ اور معاونین دارالعلوم کی اکثریت کسی ایک شخص کو تمام اختیارات تفویض کردینے کے حق میں ہو تو مضائقہ نہیں۔ لیکن فی زمانہ قومی اداروں کا نظم و نسق جماعت کے ہاتھ میں رہنا اوفق بالمصالح ہے۔(۲)

(۲) مہتمم ایک ذی رائے متدین تجربہ کار مستقل مزاج قادر علی النظم ہونا چاہئے۔ شخصیت کی تعیین اہل شوریٰ کے سپرد کرنی چاہئے۔(۳)

---

(۱) (البانی للمسجد (اولی) من القوم (بنصب الامام والمؤذن فی المختار الا اذاعین القوم (اصلح ممن عینہ البانی (الدرالمختار، کتاب الوقف المنقطع، ۴/ ۴۳۰ ط. سعید) اذا عرض للامام والمؤذن عذر منعہ من المباشرۃ فللمتولی ان یعزلہ ویولی غیرہ. (الشامیۃ، مطلب للواقف عزل الناظر، ۴/ ۴۲۷ ط. سعید)
قلت امر نصب الامام اسہل من العزل، فاذا جاز للمتولی عزل الامام فنصبہ یجوز بالطریق الاولی والدلیل علی ذالک ما فی الدر المختار: (اراد المتولی اقامۃ غیرہ مقامہ ...... صح ولا یملک عزلہ الا اذا کان الواقف جعل التفویض والعزل (الدرالمختار، کتاب الوقف، مطلب للناظر ان یوکل غیرہ، ۴/ ۴۲۵ ط. سعید)
(۲) (اراد المتولی اقامۃ غیرہ مقامہ ..... صح) (تنویر الابصار، کتاب الوقف، مطلب للناظر ان یوکل غیرہ، ۴/ ۴۲۵ ط. سعید)
(۳) لا یولی الا امین قادر بنفسہ او بنائبہ، لان الولایۃ مقیدۃ بشرط النظر، ولیس من النظر تولیۃ الخائن لانہ یخل بالمقصود وکذا تولیۃ العاجز، لان المقصود لا یحصل بہ (الشامیۃ، کتاب الوقف، مطلب فی شروط المتولی، ۴/ ۳۸۰ ط. سعید)

(۳) دار العلوم کو ایسی باتوں سے محفوظ رکھنا جو اس کی حالت مالیہ وانتظامیہ اور وقار کے لئے مضر ہوں اہل شوریٰ کا فرض ہے۔ اور یہ فیصلہ کرنا کہ فلاں امر دار العلوم کے لئے مضر ہے یا نہیں یہ بھی اہل شوریٰ کا منصب ہے، میں اشخاص کے متعلق اظہار رائے بھی مفتی کے منصب سے خارج سمجھتا ہوں۔ چہ جائے کہ حکم شرعی لگانا۔
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

(۱) کیا متولی وقف شدہ چیز دوسری جگہ منتقل کر سکتا ہے؟
(۲) وقف کو باطل یا تبدیل کرنے کو شرائط کے ساتھ معلق کرنا
(۳) وقف کے بعد ابطال اور وصیت کا حکم

(سوال) ایک شخص نے اپنی جائیداد انجمن اسلامیہ انبالہ کیمپ کے نام وقف کی اور وقف نامہ کو عدالت میں رجسٹری کرادیا گیا۔ جس کی نقل مطابق اصل ارسال خدمت ہے۔ ایک عرصہ کے بعد واقف نے اس وقف نامہ کا ابطال کر کے مدرسہ دیوبند کے نام وصیت کردی جس کو رجسٹری کرادیا گیا۔ ابطال نامہ وقف اور وصیت نامہ کی نقول بھی ارسال خدمت ہیں۔ لہذا عندالشرع تصدیق طلب امور مندرجہ ذیل ہیں :۔
(۱) کیا واقف ایک مرتبہ وقف کرنے کے بعد اس کو کسی دوسری جگہ منتقل کر سکتا ہے جب کہ واقف نے اپنے وقف نامہ میں کوئی اس قسم کا اختیار اپنے لئے محفوظ نہ رکھا ہو۔
(۲) کیا واقف اپنے وقف نامہ میں اس قسم کی شرائط جو وقف نامہ مورخہ ۷ دسمبر ١٩١٨ء میں تحریر ہے لگا سکتا ہے؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو اس کی شرائط و قیود قائم رہنے کی صورت میں اس کو وقف نامہ کے ابطال کا یا بذریعہ وصیت نامہ وقف نامہ کو تبدیل کرنے کا حق پہنچتا ہے یا نہیں؟
(۳) منسلکہ وقف نامہ میں مندرجہ ذیل امور کی شرائط و قیود قائم کی ہیں۔ اول مصرف آمدنی وقف تعلیم القرآن ہے جو انجمن اسلامیہ کی جانب سے آج تک اسی پیمانہ پر برابر جاری ہے۔ دوم انجمن کے نگرانی کنندگان وارکین فلاں شخص نمبر ۱، ۲، ۳، ۴، ۵ ہوں جن میں سے نمبر ۱، نمبر ۲ وفات پاچکے اور نمبر ۱ کے فرزند انجمن کے نگراں ہیں۔ نمبر ۳ و نمبر ۴ و نمبر ۵ اور دیگر حضرات موجودہ انجمن ہذا کے ارکین و منتظمین میں تا ایں دم شریک ہیں۔ سوم واقف کی بیوہ ہنوز اپنے خاوند کے نام پر بیٹھی ہوئی ہے اور اس کے کوئی اولاد دختری و پسری بھی نہیں ہوئی ہے۔ نیز واقف نے ابطال نامہ سے پیشتر وقف نامہ کی تحریر کے مطابق عرصہ تک انجمن اسلامیہ کو دس روپے ماہوار تنخواہ مدرس قرآن برابر ادا کی ہے۔
اگر مندرجہ بالا اور نمبر ۱ و نمبر ۲ کا جواب نفی میں ہے تو نمبر ۳ کے تمام امور کی موجودگی میں واقف کا وقف نامہ عندالشرع صحیح ہو گیا یا ابطال نامہ اور وصیت نامہ جو بعد میں تحریر کیے گئے۔
المستفتی نمبر ۷۳۵ سکریٹری انجمن معین الاسلام انبالہ چھاؤنی ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ م ۶ فروری ١٩٣٦ء
(جواب ۱۵۸) وقف نامہ اور ابطال نامہ اور وصیت نامہ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ وقف لوجہ اللہ ہے۔ موقوف علیہ اول تو خود واقف کی ذات اور اس کی زوجہ اور بقدر نمبر ۱۰ روپے ماہوار کے قرآنی تعلیم ہے۔ زوجہ کا انتقاع نکاح

ثانی نہ کرنے کے ساتھ مشروط ہے اور اسی شرط کے ساتھ اس کو وقف نامہ میں حق تولیت بھی دیا تھا۔ ابطال نامہ کے ذریعہ سے واقف نے کارکنان انجمن اسلامیہ اور اپنی زوجہ اور اولاد نرینہ ہونے کی صورت میں اولاد کو جو حق تولیت دیا تھا اسے منسوخ کیا ہے۔ نیز زوجہ کو جائیداد موقوفہ کی آمدنی اپنے صرف میں لانے کا حق بھی منسوخ کر دیا ہے۔ مگر اصل وقف اور قرآن مجید کی تعلیم کے لئے دس روپے ماہوار دینا ان دونوں امور پر ابطال نامہ کا کچھ اثر نہیں۔ حق تولیت میں تبدیل و تغیر کرنا واقف کے اختیار میں ہے (۱) اس لئے ابطال نامہ کا یہ جزو بلا شبہ جائز ہے۔ زوجہ واقف اور کارکنان انجمن اسلامیہ کا حق تولیت باطل ہو چکا ہے اور تولیت کا حق واقف کی وفات کے بعد مہتمم مدرسہ دیوبند کو ہے۔ وصیت نامہ کے مطابق وہ عمل کریں گے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

(۱) عاق شدہ اولاد اور ان کی اولاد تولیت کا حق رکھتی ہے
(۲) حق تولیت میں اولاد کے لئے ترجیحی مقام ہوتا ہے

(سوال) زید نے دو شادیاں کیں۔ ایک مسماۃ رجن سے اور دوسری مسماۃ نجو سے۔ مسماۃ رجن سے ایک لڑکا پیرو اور مسماۃ نجو سے عبدالغفور، قمر الدین اور لڑکیاں۔ عبدالغفور اور پیرو کو ان کی بد چلنی سے زید نے عاق کر دیا۔ اب صرف قمر الدین رہا۔ زید نے اپنی کل جائیداد مورخہ ۴ مئی ۱۹۰۴ء بذریعہ رجسٹری وقف نامہ کے وقف فی سبیل اللہ کر دیا۔ بعد وقف کے حسب وقف نامہ عمل میں لاتا رہا۔ بعد انتقال اس کا چھوٹا لڑکا قمر الدین حسب دفعہ نمبر ۲، ۳ اہل ذکور سے متولی ہوا۔ مورخہ ۲۰ نومبر ۱۹۳۵ء قمر الدین لاولد فوت ہوا۔ اب صرف وہی دو اولاد عبدالغفور و پیرو کہ جن کو زید نے عاق کر دیا تھا باقی ہیں اور ان دونوں میں سے ایک ایک اولاد ہے۔ از بطن مسماۃ رجن۔ پیرو۔ اس کا لڑکا برکت اللہ۔ از بطن مسماۃ نجو۔ عبدالغفور۔ اس کا لڑکا عبدالشکور۔ اب دریافت طلب امور ذیل ہیں:

(۱) عاق کی اولاد سلسلہ ذکور میں متصور ہو کر متولی ہو سکتی ہے یا نہیں اور اس عاق کا اثر اس کی اولاد پر ہو گا یا نہیں۔ جب کہ سوائے اس کے سلسلہ ذکور ختم ہو چکا ہے اور عاق کے مابعد ان کی اولاد کے متعلق وقف نامہ میں کوئی ذکر نہ ہو۔

(۲) اگر اولاد مذکورہ متولی ہو سکتی ہے تو دفعہ ۲ و ۳ کی رو سے مسماۃ نجو کی اولاد یعنی عبدالشکور کو ترجیح ہو گی یا مسماۃ رجن کی اولاد برکت اللہ کو؟ ان دونوں میں تولیت کا مستحق کون ہو گا؟

المستفتی نمبر ۷۳ عبدالشکور مدرسہ اسلامیہ کانپور۔ ۴ ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ م ۸ فروری ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۵۹) عاق شدہ لڑکوں کی اولاد محروم التولیت نہ ہو گی بلکہ وہ بشرط صلاحیت اولاد ذکور کے مفہوم میں

---

(۱) (ولایة نصب القیم الی الواقف) قال فی البحر قدمنا ان الولایة ثابتة مدةحیاته وان لم یشترطها وان له عزل المتولی (الشامیة، کتاب الوقف مطلب ولایة نصب القیم الی الواقف، ٤ / ٤٢١ ط سعید)

(۲) قال فی الدرالمختار: (ولایة نصب القیم الی الواقف ثم لوصیه) لقیام مقامه (کتاب الوقف، مطلب الوصی یصیر متولیا بلانص، ٤/٤٢٢ ط سعید)

داخل ہو کر متولی ہوگی۔ اگر برکت اللہ اور عبدالشکور دونوں ایک درجہ کی صلاحیت رکھتے ہوں تو عبدالشکور کو ترجیح ہوگی۔(۱) محمد کفایت اللہ

وقف میں ابطال وصیت یا تنسیخ کا حکم

(سوال) حاجی حسین بخش صاحب نے اپنی جائیداد واقعہ چھاؤنی انبالہ ۱۹۱۸ء میں وقف کی اور خود کو تاحیات متولی مقرر کیا اور بعد اپنی وفات کے اپنی زوجہ مسماۃ حفیظاً کو بہ شرائط وقف نامہ ۱۹۱۸ء تاحیات اس کو متولی کیا۔ مسماۃ مذکور کی وفات کے بعد انجمن اسلامیہ کیمپ انبالہ و مدرسہ عربیہ دیوبند کو متولی گردانا۔ نقل وقف نامہ ۱۹۱۸ء برائے ملاحظہ ارسال خدمت ہے۔

مگر واقف مذکور نے وقف نامہ ۱۹۱۸ء کو ۱۹۲۳ء میں بروئے ابطال نامہ مسترد کر کے بذریعہ وصیت نامہ ۱۹۲۳ء کی رو سے جائیداد مذکورہ بحق مدرسہ عربیہ دیوبند وقف کی اور بموجب تحریر وصیت نامہ ۱۹۲۳ء مبلغ دس روپے ماہوار تنخواہ ایک حافظ کی عرصہ تک مدرسہ عربیہ دیوبند کو ارسال کی نقل ابطال نامہ و وصیت نامہ ۱۹۲۳ء برائے ملاحظہ ارسال خدمت ہے۔

واقف نے وقف نامہ ۱۹۱۸ء میں تحریر کیا ہے کہ انجمن اسلامیہ کیمپ انبالہ کے موجودہ کارکنان میں تبدیلی واقع ہو تو کارکن نمبر ایک کا فرض ہوگا کہ وہ مدرسہ عربیہ دیوبند کے کارکنان کو اطلاع دے کہ وہ جائیداد مذکورہ پر قابض و دخیل ہو جائیں اور آمدنی جائیداد موقوفہ کی کار خیر میں صرف کریں۔ انجمن اسلامیہ کیمپ انبالہ کے کارکنان نمبرا و نمبر ۲ میں تبدیلی ہوگئی ہے۔ واقف مذکور وصیت نامہ ۱۹۲۳ء میں تحریر کرتا ہے کہ میں وقف ۱۹۱۸ء کی ترمیم و تنسیخ نہایت ضروری اور فائدہ مند خیال کرتا ہوں اور مجھ کو ازروئے شرع و قانون گورنمنٹ سلسلہ تولیت کو بدلنے اور اس کو از سر نو قائم کرنے کا حق و اختیار حاصل ہے۔ جب کہ کارکنان انجمن اسلامیہ کیمپ انبالہ میں تبدیلی ہو چکی ہے۔ بشرائط وقف مذکور تو ایسی صورت میں انجمن اسلامیہ کیمپ انبالہ کا کوئی حق باقی رہا یا نہیں؟ بموجب تحریر وصیت نامہ و ابطال نامہ ۱۹۲۳ء واقف کو ازروئے شرع وقف نامہ ۱۹۱۸ء کو مسترد کر کے دوسری جگہ منتقل کرنے کا حق و اختیار باقی ہے یا نہیں؟ مکرر آنکہ وقف نامہ ۱۹۱۸ء میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس سے یہ مفہوم ہوتا ہو کہ جائیداد محض انجمن اسلامیہ کیمپ کے نام وقف ہے۔ کیا واقف کو یہ حق حاصل ہے کہ وقف اور اس کے مصرف کو بحالہ برقرار رکھتے ہوئے پہلے مقام کو دوسرے مقام کے ساتھ مخصوص کردے۔ یعنی یہ کہ پہلے مدرسہ انجمن اسلامیہ کیمپ انبالہ کو دس روپے ماہوار دینے تجویز کئے تھے۔ اس کو منسوخ کر کے مدرسہ دربیہ دیوبند میں مدرس قرآن کے لئے اس کو تعین کرنے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۷۵۲ مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند ۸ ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ م ۱۲ فروری ۱۹۳۶ء

---

(۱) لایجعل القیم فیه من الاجانب ماوجدفی ولدالواقف، واهل بیته من یصلح لذالك (الشامیة، كتاب الوقف، مطلب لایجعل الناظر من غیر اهل الوقف، ۴/ ۴۲۴ ط سعید)

(جواب ۱۶۰)وقف نامہ اور ابطال نامہ اور وصیت نامہ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ وقف لوجہ اللہ ہے موقوف علیہ اول تو خود واقف کی ذات اور اس کی زوجہ اور بقدر دس روپے ماہوار کے قرآنی تعلیم ہے۔ زوجہ کا انتفاع نکاح ثانی نہ کرنے کے ساتھ مشروط ہے اور اسی شرط کے ساتھ اس کو وقف نامہ میں حق تولیت بھی دیا تھا۔ ابطال نامہ کے ذریعہ سے واقف نے کارکنان انجمن اسلامیہ اور اپنی زوجہ اور اولاد نرینہ ہونے کی صورت میں اولاد کو جو حق تولیت دیا تھا اسے منسوخ کر دیا تھا۔ مگر اصل وقف اور قرآن مجید کی تعلیم کے لئے دس روپے ماہوار دینا ان دونوں امور پر ابطال نامہ کا کچھ اثر نہیں۔ حق تولیت میں تغیر و تبدل کرنا واقف کے اختیار میں ہے۔(۱) اس لئے ابطال نامہ کا یہ جزو بلا شبہ جائز ہے۔ زوجہ واقف اور کارکنان انجمن اسلامیہ کا حق تولیت باطل ہو چکا ہے اور تولیت کا حق واقف کی وفات کے بعد مہتمم مدرسہ دیوبند کو ہے۔ وصیت نامہ کے مطابق وہ عمل کریں گے۔(۲) وقف نامہ میں انجمن اسلامیہ کے مدرسہ کا ذکر نہیں ہے۔ صرف یہ مذکور ہے کہ دس روپے ماہوار قرآن مجید کی تعلیم پر خرچ کرنے کے لئے انجمن اسلامیہ کو دیئے جائیں۔ اس میں انجمن کو حق تھا کہ وہ اپنے مدرسے کے مدرس قرآن پر خرچ کرے یا کسی اور مدرس قرآن پر صرف کرے۔ مصرف تعلیم قرآن ہے نہ انجمن نہ مدرسہ۔ اس لئے مصرف بدلنے یا مقام بدلنے پر سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

مسجد کی انتظامیہ کمیٹی کو ذاتی فائدے کی خاطر برطرف نہیں کیا جا سکتا

(سوال) آٹھ دس سال کا عرصہ گزرا کہ ایک مسجد کے متولیان برضا و رغبت خود ایک جلسہ عام میں مجلس انتظامیہ مسجد مذکور کی تاسیس مسلم پبلک کے ایماء و مشورہ سے عمل میں لائے اور فوراً تمام انتظامات مسجد مجلس مذکور کو تفویض کر دئے۔ مجلس مذکور یوم تاسیس سے اب تک تمام انتظامات مسجد کو سرانجام دے رہی ہے۔ لیکن اب ایک اس خاص جماعت کی شہ پر جس کے افراد کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے اور جو مساجد شملہ پر خلاف مرضی مسلمانان شملہ قابض و متصرف ہونا چاہتی ہے متولیان مذکور مجلس متذکرہ بالا کے خلاف ہو گئے۔ متولیان کی خفگی کی حقیقی وجہ یہی ہے کہ وہ خود اور ان کے رشتہ دار مسجد مذکور کے مقروض ہیں اور جب ان سے روپے کا مطالبہ ہوتا ہے تو وہ کبیدہ خاطر ہو کر نامناسب طرز عمل اختیار کر لیتے ہیں۔ تو کیا ایسی مجلس انتظامیہ جو کہ متولیان اور مسلم پبلک کے صلاح و مشورے سے پبلک جلسہ میں قائم ہوئی تھی کسی ایسے متولی یا متولیان کو جو آٹھ دس سال سے مسجد کی خدمت سے عہدہ بر آ ہے برطرف کرنے کا اختیار حاصل ہے؟ نیز کیا ایسی مجلس انتظامیہ کو جسے مسلم پبلک نے جلسہ عام میں متولیان کے مشورے سے منتخب کیا تھا اور جو اب تک امور مسجد کو انجام دیتی رہی آئندہ بھی معاملات مسجد میں متولیانہ حقوق استعمال کرنے کا شرعاً حق حاصل ہے یا نہیں؟ متولیان مذکور کے مخالفانہ طرز عمل سے جو انہوں نے اختیار کر رکھا ہے مسجد کو مالی و انتظامی نقصان پہنچ رہا ہے اور آئندہ

---

(۱) کذافی الشامیة : (ولایة نصب القیم الی الواقف) قال فی البحر قدمنا ان الولایة ثابتة مدة حیاته وان لم یشترطها، وان له عزل المتولی (ردالمحتار، کتاب الوقف، مطلب ولایة نصب القیم إلی الواقف ٤/ ٤٢١، سعید)
(۲) ولایة نصب القیم الی الواقف ثم لوصیه (تنویر الابصار، کتاب الوقف مطلب الوصی یصیر متولیا ٤/ ٣٢٢ ط سعید)

پہنچنے کا اندیشہ ہے- یہاں یہ بات کر دینا بھی ناگزیں ہے کہ متولیان مذکور میں سے ایک کے خلاف اس ایک جلسہ عام میں جو متولی مذکور کا اپنا بلایا ہوا تھا عدم اعتماد کی قرار داد پاس ہو چکی ہے اور دوسرا متولی ان پڑھ اور قطعاً ان پڑھ ہے اور اپنی تقرری کے زمانے سے اب تک مسجد کے کسی کام میں کوئی حصہ نہیں لیتا رہا ہے۔ بر عکس ازیں جلسہ متذکرہ میں مجلس انتظامیہ پر کلی اعتماد کی قرار داد منظور ہو چکی ہے۔ بینوا توجروا۔

المستفتی نمبر ۷۵۵ شیخ ریاض الدین صاحب (شملہ) ۱۹ ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ م ۱۳ فروری ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۶۱) جب کہ انتظامیہ کمیٹی کا تقرر متولیان کی رضامندی اور اشتراک عمل سے ہوا ہے تو اب متولیوں کو انتظامیہ کمیٹی کے تقرر کے خلاف کچھ کہنے کا حق نہیں ہے۔(۱) ارکان کمیٹی کی ذاتیات اور ذاتی اعمال کے خلاف کوئی واقعی شکایات ہوں تو ان کا فیصلہ پبلک جلسہ میں کیا جا سکتا ہے۔ اور اگر یہ واقعہ ہو کہ متولیان مسجد نے ضوابط کے خلاف مسجد کی رقم خود قرض لے رکھی ہے یا رشتہ داروں کو دے رکھی ہے تو یہ فعل ان کا بجائے خود موجب اعتراض ہے اور اگر متولیوں کے طرز عمل سے مسجد کو نقصان پہنچ رہا ہو تو ان کو اپنے طرز عمل کی اصلاح کرنی یا استعفیٰ دے دینا لازم ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

مسجد کی تولیت کے لئے اہلیت ضروری ہے

(سوال) ایک مزار کے متصل ایک مسجد عرصہ دراز سے چلی آتی ہے جس کی ترمیم و تجدید اور عزل و نصب امام وغیرہ کا انتظام ہمیشہ نمازیان محلّہ کرتے رہے ہیں۔ اب کچھ عرصہ سے بعض مجاورین مزار جو کہ تمام بدعات کے ارتکاب کے باوجود دائمی بے نمازی ہیں بہ دعوائے تولیت انتظام و اہتمام مسجد سے مانع ہیں۔

المستفتی نمبر ۸۲۵ اکبر حسین، انوار حسین (لدھیانہ) ۸ محرم ۱۳۵۵ھ یکم اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۶۲) اگر ان کو بقاعدہ شرعیہ پہلے سے اہتمام و تولیت کے حقوق حاصل نہیں ہیں تو اب ان کو تولیت کے دعوے کا کوئی حق نہیں ہے۔(۳) اور اگر پہلے سے یہ حقوق حاصل ہوں تو بوجہ تارک الصلوٰۃ ہونے کے ان کو علیحدہ کرنا لازم ہے- نمازیان اہل محلّہ بھی اس صورت میں اہتمام و تولیت کے اختیارات برت سکتے ہیں۔(۴)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

---

(۱) (ارادالمتولی اقامة غیره مقامه فی حیاته ان کان التفویض له عاماصح) ولا یملك عزله (الدرالمختار، کتاب الوقف، مطلب للناظر ان یئوکل غیره، ٤/٤٢٥ ط سعید) لایملك القاضی التصرف فی الوقف مع وجودناظر ولومن قبله (ردالمحتار کتاب الوقف مطلب لایملك القاضی التصرف فی الوقف، ٤/ ٣٧٤ ط سعید)
(۲) (ینزع) وجوبا (لو) الواقف درر فغیره بالاولی (غیر مامون) اوعاجزا اوظهر به فسق (الدرالمختار، کتاب الوقف ٤/ ٣٨٠ اذا کان ناظرا علی اوقاف متعددة وظهرت خیانته فی بعضها افتی المفتی ابوالسعود بانه یعزل من الکل...... وفی الجواهر القیم اذآ لم یراع الوقف یعزله القاضی...... ومن الثانی لو سکن الناظردار الوقف ولو باجرالمثل له عزله (ردالمحتار، کتاب الوقف، مطلب فیما یعزل به الناظر ٤/ ٣٨٠ ط سعید)
(۳) (ینزع) وجوبا (لوغیر مامون) اوظهربه فسق کشرب خمر اونحوه فتح (الدرالمختار، کتاب الوقف مطلب سابق ٤/ ٣٨٠ ط سعید)
(٤) الصالح للنظر من لم یسال الولایة للوقف ولیس فیه فسق یعرف هکذا فی فتح القدیر، والاسعاف : لایولی الا امین قادر بنفسه اوبنائبه (عالمگیریه، کتاب الوقف، الباب الخامس ج : ٣/ ٤٠٨ ، ماجدیه)

سود کو جائز کہنے والے اور حج وزکوٰۃ کی فرضیت کے منکر کو مسجد کا متولی بنانا

(سوال) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس شخص کے بارے میں جس کا عقیدہ اور عمل حسب ذیل ہیں :
(۱) سود لینا از روئے شریعت جائز قرار دیتا ہے۔ اور اس بناء پر دوسرے کاروبار کو بند کر کے صرف سود کا بیوپار علی الاعلان شروع کیا ہے۔ اسی پر موقوف نہیں بلکہ عوام کو چند احادیث سے استدلال کر کے اپنے اس فعل ناجائز کو جائز بتا کر بھکاتا ہے۔
(۲) اس کا عقیدہ ہے کہ چونکہ ہم لوگ برٹش گورنمنٹ کے ماتحت ہیں اور انکم ٹیکس ہم کو دینا پڑتا ہے اس لئے ہم پر زکوٰۃ دینا فرض نہیں ہے۔
(۳) نیز اس کا عقیدہ ہے کہ مسلمان عورت پر حج کرنا فرض نہیں ہے بلکہ صرف مالدار مرد پر حج فرض ہے ؟ عقیدہ کا یہ حال اور عمل کا یہ پوچھنا ہی نہیں۔ کیا ایسے شخص کو مسجد یا جماعت کا ٹرسٹی مقرر کر سکتے ہیں ؟
المستفتی نمبر ۱۰۳۳ خطیب محمد ابراہیم صاحب معدن العلوم۔ (وانم باڑی) ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ م ۴ جولائی ۱۹۳۶ء
(جواب ۱۶۳) چاروں کام اور عقیدے غلط اور روایات اسلام کے خلاف ہیں۔ ایسا شخص رہبر یا مصلح قوم کہلانے کے قابل نہیں اور مسجد کا ٹرسٹی بننے یا بنائے جانے کا مستحق نہیں۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

کیا واقف کے لئے شرط کے مطابق کسی کو متولی بنایا جائے گا؟

(سوال) ایک شخص نے اپنی کچھ ملکیت وقف کی تھی جس کی تولیت کے لئے اس نے خود پانچ آدمی نامزد کئے تھے۔ وقف نامہ میں یہ تحریر کیا ہے کہ ان پانچ میں سے جو شخص مر تا جائے تو اس کی جگہ میرے کٹم میں سے دوسرا آدمی مقرر ہوتا رہے۔ واقف تو گذر گیا اور اب ان پانچ مقرر متولیوں میں ایک شخص گزر گیا ہے۔ جس کی جگہ پُر کرنے کے لئے واقف کی لڑکیوں کی اولاد میں سے ایک شخص استحقاق کا دعویٰ کرتا ہے۔ جس سے واقف کے لڑکوں کی اولاد انکار کرتی ہے کہ کٹم سے اولاد ذکور مراد ہیں نہ اناث تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ واقف کے لڑکوں کا یہ انکار حق بہ جانب ہے یا نہیں۔ اور مذکورہ صورت میں لڑکیوں کی اولاد بھی تولیت کا استحقاق رکھتی ہے یا نہیں۔ دوم یہ کہ شامی کی کتاب الوقف کے آخر میں جو وقف اولاد میں اولاد اناث کے دخول کو راجح لکھا ہے تو کیا اس پر تولیت کا مسئلہ بھی قیاس کر کے اولاد اناث کو بھی داخل کر سکتے ہیں کہ نہیں۔ سوم کٹم کنبہ کے متعلق گجراتی جوڈڑی کوش (لغتہ گجراتی) ایک باپ کی سلسلہ وار اولاد لکھتا ہے (لغات اربعہ) لکھتا ہے۔ کٹم خاندان عشیرہ عائلہ۔ ہندوستانی لغات از آرہائنس کٹم خاندان۔ کنبہ رشتہ داری لکھتا ہے۔
المستفتی نمبر ۱۱۳۰ مولانا محمد ابراہیم صاحب۔ راندیر ضلع سورت ۲۶ جمادی الاول، ۱۳۵۵ھ، ۱۵ اگست ۱۹۳۶ء

---

(۱) لایولی الامین قادر بنفسه (ردالمحتار، کتاب الوقف، مطلب فی شروط المتولی، ٤/ ٣٨٥ ط سعید) (قوله نزع وجوبا) مقتضاه اثم القاضی بترکه، والاثم بتولیة الخائن، ولاشك فیه (ردالمحتار، کتاب الوقف مطلب یاثم بتولیة الخائن، ص ٣٨٥/٤ ط سعید)

(جواب ١٦٤) کثم کے مفہوم میں لڑکیوں کی اولاد شامل ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اگر لڑکوں کی اولاد بھی صالح للتولیہ اشخاص موجود ہوں توان کو مقدم رکھنا مناسب ہے لیکن لازم و فرض نہیں۔ اور اگر لڑکوں کی اولاد میں صالح للتولیہ موجود نہ ہوں اور لڑکیوں کی اولاد میں موجود ہوں توان کو ٹرسٹی بنانا لازم ہوگا۔ فقط(۱)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

متولی نہ ہونے کی صورت میں نمازیوں کو امام و موذن مقرر کرنے کا حق ہے

(سوال) کسی بستی میں امام کی تنخواہ اور مسجد کا نفقہ وغیرہ محلّہ والوں سے لیا جاتا ہے اور متولی بھی گذر گیا اور امام رکھنا ضروری ہے، اس حال میں تمام مصلیوں کی اجازت چاہئے یا نہیں یا آدھا راضی اور باقی ناراض یا اکثر ناراض اور چند آدمی راضی ہو کر جبراً امام رکھ دینا جس سے فساد و جنگ و جدال برپا ہو۔ اب شرعاً امام مقرر کرنے میں مقتدیوں کی طرف سے کیا مشورہ لینا چاہئے۔
المستفتی نمبر ۱۱۵۷ محمد اسماعیل صاحب اے بی ایم اسکول (برما) ۱۱ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ م ۳۰ اگست ۱۹۳۶ء

(جواب ١٦٥) جس مسجد کا کوئی متولی نہ ہو نہ کوئی منتظمہ کمیٹی ہو اس کے نمازیوں کو امام و مؤذن مقرر کرنے کا حق ہے۔ اگر ان میں باہم اختلاف ہو جائے تو اہل تقویٰ و صلاح کی رائے مقدم ہوگی۔ اگر اہل تقویٰ و صلاح بھی باہم متفق نہ ہوں توان کی اکثریت کی رائے راجح ہوگی۔ فقط(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

کیا متولی اپنی زندگی میں تولیت منتقل نہیں کر سکتا؟

(سوال) ایک مسجد ہے جس کی تولیت منجانب واقف ہمارے خاندان میں نسلاً بعد نسل چلی آتی ہے۔ چنانچہ والد مرحوم نے بھی اپنی حیات میں میرے نام تولیت منتقل کر دی تھی۔ ان کی جانب سے ایک شخص مسمی حسین علی جو کہ ہمارے خانگی جائداد کا بھی منتظم تھا وہی مسجد مذکور کی جائداد موقوفہ کا بھی انتظام کرتا تھا۔ عرصہ چھ سال تک یعنی والد صاحب مرحوم کی وفات کے بعد تک یہی انتظام قائم رہا۔ اس کے بعد منتظم مذکور کی بد انتظامی اور خیانت سے ہمیں نقصان پہنچا۔ بنا بریں میں نے اپنی جانب سے اپنے خالہ زاد بھائی حکیم علی حسین خاں کو متولی مقرر کر دیا جس کو اس وقت عرصہ سات یا آٹھ سال کا ہوا۔ حکیم صاحب اس شخص کے ذریعہ جس کو ہم نے اپنے یہاں سے علیحدہ کر دیا تھا کام انجام دیتے رہے۔ اب جب کہ انہوں نے بھی آٹھ نو ماہ سے شخص مذکور

(۱) لایجعل القیم فیه من الاجانب ماوجود فی ولدالوقف واهل بیته من یصلح لذالك...... لوشرط الواقف کون المتولی من اولاده و اولادهم لیس للقاضی ان یولی غیرهم بلاخیانة (ردالمختار کتاب الوقف، مطلب لایجعل الناظر من غیر اهل الوقف، ٤ / ٤٢٤، ٤٢٥ ط سعید)
(۲) الاولی بالامامة اعلمهم باحکام الصلاة هکذا فی المضمرات ...... فان اجتمعت هذه الخصال فی رجلین یقرع بینهما اوالخیار الی القوم (الهندیة، کتاب الصلاة، الباب الخامس فی الامامة، الفصل الثانی ص ۸۳/۱ ط ماجدیة) وان اختار بعض القوم لهذا وللبعض لهذا فالعبرة لاجتماع الاکثر ...... رجل ام قوماوهم له کارهون...... ان کان هوا حق لایکره لان الجاهل والفاسق یکره العالم الصالح (الفتاوی الخانیة کتاب الصلاة، فصل فیمن یصح الاقتداء به ۹۲/۱ ط ماجدیة)

کو علیحدہ کر کے اپنا عمل دخل کرنا چاہا تو اہل محلّہ نے ایک درخواست صاحب کلکٹر بہادر کی خدمت میں اس مضمون کی گزاری ہے کہ یہ انتقال تولیت ازروئے شرع محمدی ناجائز ہے اور چونکہ متولی صاحب گوالیار رہتے ہیں وہ مسجد کی نگرانی وانتظام نہیں کر سکتے لہذا ان کو تولیت سے علیحدہ کر کے موجودہ کمیٹی جو بغیر تنخواہ کام کرے گی اسکی جگہ مقرر و منظور فرمایا جائے۔ اہل محلّہ نے پانچ چھ اشخاص جو بازار بلیماران کے بااثر اور ذمہ دار آدمی ہیں نام پیش کئے ہیں کہ ان کی ایک کمیٹی نامزد و منظور کی جائے۔ اب سوال یہ ہے۔ (۱) کہ کیا میری تولیت منتقل کرنا بحالت اپنی صحت و تندرستی کے جائز ہے جب کہ والد صاحب مرحوم نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ (۲) یہ کہ میرے لئے کمیٹی مذکورہ بالا کے حق میں تولیت سے دستبردار ہونا بہتر ہوگا۔ جب کہ مجھ کو یہ خواہش ہرگز ہرگز نہیں کہ مسجد وقف کا روپیہ برباد جائے یا کسی کی شخصی ملکیت بن جائے۔ مجھ کو اپنی عاقبت کی فکر ہے۔ کہ وہاں باز پرس نہ ہو جس سے ہر مسلمان ڈرتا ہے جس کو خدا اور اس کے رسول اور قیامت کا ڈر ہے۔ چونکہ میں معذور ہوں۔ یعنی بینانہ ہونے کی وجہ سے انتظام مسجد از خود انجام نہیں دے سکتا۔ ورنہ یہ ظاہر ہے کہ یہ نوبت نہ آتی۔

المستفتی نمبر ۱۳۰۷ حافظ سید محمد نذیر الدین صاحب (کھاری باؤلی۔ دہلی) ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ م ۳ مارچ ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۶۶) متولی کو اگر واقف کی طرف سے یہ اختیار دیا گیا ہو کہ وہ جسے چاہے متولی بنادے تو اس کو تولیت منتقل کرنے کا حق ہوتا ہے۔ (۱) اور اگر یہ اختیار نہ دیا گیا ہو تو وہ اپنی صحت کے زمانہ میں انتقال تولیت نہیں کر سکتا۔ (۲) ہاں تولیت سے دستبردار ہو جانے کا اسے ہر وقت حق ہے اور اس کی دستبرداری کے بعد قاضی کسی فرد یا افراد کو متولی بنا سکتا ہے۔ جس صورت میں کہ مسجد کی جائداد اور آمد و خرچ کا انتظام درستی اور خوبی سے جاری رہ سکے۔ ایسا انتظام کر دینا قاضی کو لازم ہے۔ (۳) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

جب متولی دیانت دار ہوں تو ان پر نگراں کی تنخواہ مسجد کی آمدنی سے نہیں دی جا سکتی

(سوال) ایک مسجد کے متعلق موقوفہ جائداد پر عدالت کی جانب سے چند مسلمان نگراں مقرر ہیں جو بلا کسی معاوضہ کے بہتر سے بہتر کام انجام دے رہے ہیں۔ اب عدالت ہائی کورٹ کی طرف سے اس پر ایک تنخواہ دار رسیور مقرر کرنے کا حکم ہوا ہے تو کیا ایسی صورت میں اس وقف کی آمدنی سے رسیور کی تنخواہ دی جا سکتی ہے؟

المستفتی نمبر ۱۴۹۴ محمد شریف متعلم مسجد فراشخانہ (دہلی) ۵ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ م ۱۵ جون ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۶۷) اگر مسجد کے موجودہ نگراں صحیح طور پر مسجد کی خدمات اور اس کے متعلقہ اوقاف کی حفاظت و نگرانی کے فرائض انجام دیتے ہیں تو تنخواہ دار ملازم مقرر کرنا درست نہیں اور اس کی تنخواہ بار مسجد پر نہیں ڈالا جا سکتا۔ فقط (۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) (ارا دالمتولی اقامة غیره مقامه فی حیاته) وصحته (ان کان التفویض له عاما صح) (الدر المختار ، کتاب الوقف، مطلب للناظران یوکل غیره ٤ / ٤٢٥ ط . سعید)

(۲) فی القنیة : للمتولی ان یفوض فیما فوض الیه ان عمم القاضی التفویض الیه والا فلا .(ردالمحتار ، کتاب الوقف مطلب للناظران یوکل غیره ٤ / ٤٢٥ ط. سعید)

(۳) ولا یة نصب القیم الی الواقف ثم لوصیه ثم للقاضی (تنویر الا بصار ، کتاب الوقف، مطلب ولایة نصب القیم الی الواقف ٤ / ٤٢١، ٤٢٣٤ ط. سعید)

(۴) (لیس للقاضی ان یقررو ظیفة فی الوقف الخ) یعنی وظیفة حادثة ثم یشتر طها الواقف . (ردالمحتار ،کتاب الوقف، مطب لیس للقاضی ان یقرر و ظیفة ، ٤ / ٤٣٥ ط. سعید)

تولیت اور وقف میں ردوبدل اور ترمیم کی شرط لگانا

(سوال) نقل عبارت وقف نامہ متعلق تولیت شرائط متعلق تولیت جائیداد موقوفہ حسب ذیل قرار دیتی ہوں اور مجھ کو یہ حق حاصل رہے گا کہ شرائط متعلقہ وقف میں مناسب وقت پر ترمیم وردوبدل کر سکوں۔ اگر میں کوئی ترمیم یا ردوبدل کروں تو وہ بذریعہ دستاویز رجسٹری شدہ عمل میں رہے گی۔ شرائط متعلق تولیت یہ ہیں میرے والد عبدالجمیل خاں و میرے شوہر کے دادا محمد عبدالجلیل خاں حقیقی بھائی تھے۔ میں تولیت کے متعلق یہ تجویز کرتی ہوں کہ تاحیات میں خود متولی جائیداد موقوفہ کی رہوں گی اور حسب شرائط وقف نامہ ہذا اہتمام وانتظام جائداد موقوفہ ومصارف وآمدنی جائداد موقوفہ کرتی رہوں گی۔ میرے بعد میرے شوہر خلیل احمد خاں متولی جائداد موقوفہ کے ہوں گے اور وہ تاحیات خود اہتمام وانتظام جائیداد موقوفہ ومصارف حسب شرائط وقف نامہ کرتے رہیں گے۔ ہم دونوں کے بعد میرے اولاد ذکور میں سے اگر کوئی ہو تو وہ متولی ہوگی اور اگر کوئی اولاد از جنس ذکور نہ ہو اناث ہو تو وہ متولی ہوگی اور اگر ایک سے زیادہ ہوں تو جو سب سے بڑا یا بڑی ہو متولی ہوگا یا ہوگی جیسی صورت ہو اسی طرح سلسلہ تولیت نسلاً بعد نسل جاری رہے گا، لیکن سلسلہ اناث میں تولیت در صورت انقطاع سلسلہ ذکور جائے گی۔ بحالت موجودگی سلسلہ اولاد ذکور میری کے سلسلہ اناث میں نہیں جائے گی۔ میرے شوہر کو یہ بھی اختیار ہوگا کہ بحالت نہ موجود ہونے میری اولاد ذکور واناث کے اپنے بعد کے واسطے کسی مناسب شخص کو میرے داداخو شوقت علی خاں مرحوم کے سلسلہ اولاد ذکور میں سے متولی نامزد کریں۔ کاش اگر میرے شوہر اپنی حیات میں کسی کو متولی نامزد نہ کریں بھی سلسہ توالیت اولاد خوشوقت علی خاں میں آئے گا اور اس صورت میں جو سب سے بڑی اولاد تو ذکور میں سے ہوگا وہ متولی ہوگا اور سلسلہ تولیت اس کے اولاد سے لیا جائے گا اور اس کی انقطاع نسل کی حالت میں بروقت انخلا عہدہ تولیت جو سب سے بڑا اور لائق اولاد اناث خوشوقت علی خاں سے ہوگا وہ متولی ہوگا۔ غرض کہ اس طرح نسلاً بعد نسل تقرری ونامزدگی متولی وقف در صورت عدم نامزدگی بر طریق متذکورہ بالا سلسلہ اولاد ذکور واناث داوا مقررہ سے ہوتا رہے گا۔ اگر کوئی متولی اپنے بعد کے واسطے نامزد متولی نہ کرے یا نامزد کردہ متولی وقت خالی ہونے عہدہ تولیت کے بقید حیات نہ ہو یا اس میں متولی ہونے کے ہی اہلیت باقی نہ رہے اور سلسلہ اولاد ذکور واناث میرے دادا میں سے کوئی باقی نہ رہے اس وقت وہ شخص متولی ہوگا جس کو اہل خاندان شروانی ساکنان کناوہ و یرمرہ پرگنہ بلرم ضلع ایٹہ منتخب کریں گے اور آئندہ متولی کا انتخاب اسی طریقہ پر ہوتا رہے گا۔ اگر کاش کسی وقت کوئی شخص میرے دادا کی اولاد باقی نہ رہے اور منتخب کنندگان اپنا حق انتخاب عمل میں نہ لائیں تو حاکم وقت جو منتظم اوقاف مسلمان ہوگا وہ کسی شخص کو جو خاندان شروانی میں اس عہدہ کے قابل حنفی المذہب ہو اس کو متولی مقرر کرے گا۔

اب سوال یہ ہے کہ ہندہ اور عمر ایک ہی دادا کی اولاد ہیں۔ ہندہ نے اپنی جائیداد وقف کی اور سلسلہ تولیت اس جائیداد کا اس طرح ٹھہرایا گیا۔ (۱) جب تک میں زندہ ہوں میں متولی۔ (۲) میرے بعد عمر متولی۔ (۳) عمر کے بعد میری اولاد متولی (۴) جب میری اولاد میں سے کوئی بھی نہ رہے تو اس وقت وہ متولی ہوگا جس کو عمر اپنی حیات میں تولیت کے لئے نامزد کرے گا۔ اور اگر عمر اپنی حیات میں کسی کو نامزد نہ کرے تو پھر اس

صورت میں دوسرا انتظام تحریر ہے جس کا سوال ہذا سے کوئی تعلق نہیں ہے۔(۵)اس وقف نامہ میں تولیت کی ان شرائط کے متعلق یہ تحریر کیا گیا ہے کہ (الف) مجھ کو یہ حق رہے گا کہ شرائط متعلقہ وقف میں مناسب وقت پر ترمیم وردوبدل کر سکوں (ب) اگر میں کوئی ترمیم یاردوبدل کروں گی تو وہ بذریعہ دستاویز رجسٹری شدہ عمل میں رہے گی (۶)اس وقف نامہ کی رجسٹری کے ایک عرصہ کے بعد واقف نے ایک اور دستاویز کی رجسٹری کرائی جس میں تحریر تھا کہ مجھ کو اب کوئی حق نہیں کہ میں شرائط مندرجہ وقف نامہ میں کوئی ترمیم کر سکوں میں اس ترمیم کے حق کو باطل کرتی ہوں۔(۷)اس کے ایک عرصہ کے بعد واقف نے سلسلہ تولیت کے متعلق ایک ترمیم ایک پرچہ پر لکھوا کر عمر کے پاس بغرض اطلاع بھیجی اور وہ ترمیم نمبر ۴ کے اندر تھی اور وہ یہ تھی کہ عمر اپنے بعد کے لئے اپنی اولاد میں سے اس شخص کو متولی نہیں کر سکتا کہ جو شخص عمر کی موجودہ بیوی سے پیدا ہو اس کے سوائے کسی دوسرے کو کر سکتا ہے۔(۸) اس کے ایک عرصہ کے بعد واقفہ کا انتقال ہو گیا۔ مگر اس ترمیم کی رجسٹری واقف نے نہیں کرائی۔(۹)واقف کے انتقال کے بعد اس وقف کا عمر متولی ہوا ہے تو اب دریافت طلب یہ ہے کہ ترمیم جو بلا رجسٹری شدہ ہے عمر کیلئے قابل عمل ہو گی یا نہیں اور اس ترمیم کے قابل عمل نہ ہونے کا شبہ یوں نہیں ہے کہ واقفہ نہیں ہندہ اپنے ترمیم کے اختیارات کو باطل کر چکی تھی (کیونکہ شرعاً یہ ابطال معتبر نہ تھا) اور نہ یوں شبہ ہے کہ کسی ترمیم کی رجسٹری کرانا شرعاً ضروری ہے۔بلکہ اس ترمیم کی رجسٹری نہیں کرائی گئی تو اب عمر کے لئے یہ ترمیم واجب العمل ہو گی یا نہیں۔اگر واجب العمل نہیں تو جائز العمل بھی ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۹۱۸ خلیل احمد علی گڑھی۔ تھانہ بھون (ضلع مظفر نگر) ۱۹ شعبان ۱۳۵۶ھ م ۲۵ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۶۸)اول تو وقف نامہ کی عبارت منقولہ کے الفاظ یہ ہیں کہ "اور مجھ کو یہ حق حاصل رہے گا کہ شرائط متعلقہ وقف میں مناسب وقت پر ترمیم وردوبدل کر سکوں۔"اس میں لفظ شرائط متعلقہ وقف ہے شرائط متعلقہ تولیت نہیں ہے اور اس فقرے سے پہلے اور اس کے بعد دو مرتبہ شرائط متعلقہ تولیت آیا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ واقفہ نے لفظ شرائط متعلقہ وقف کو لفظ شرائط متعلقہ تولیت کے مقابلہ میں استعمال کیا ہے اس لئے یہ مطلب صحیح ہو سکتا ہے کہ تولیت کے مستحقین تو بالترتیب یہی ہیں جو مذکور ہیں مگر ان متولیوں میں سے ایک واقفہ بھی ہے اور وہ اپنے کو اتنا امتیاز دینا چاہتی ہے کہ متولیوں کی جماعت میں سے میں اس امر میں ممتاز ہوں گی کہ وقف کے شرائط میں ترمیم و تنسیخ کر سکوں اس عبارت کا اثر ان شرائط پر پڑے گا جو تولیت کے علاوہ ہوں گے۔رہا تولیت میں تغیر و تبدل کا حق تو وہ اس میں شامل نہ ہو گا۔ وہ اصل وقف کی رو سے واقف کو حاصل ہے اور بلا شرط حاصل ہے(۱)اس لئے واقفہ کی ترتیب و شرائط تولیت میں ہر ترمیم قابل قبول اور واجب العمل ہو گی۔ رجسٹری شدہ دستاویز کی شرط اس سے متعلق نہ ہو گی بلکہ یہ شرط ایسے تغیرات کے حق میں معتبر ہو گی جو تولیت

(۱)(قوله للواقف عزل الناظر مطلقا) ای سواء کان بجنحة اولا، وسواء کان شرط له العزل اولا (رد المحتار، کتاب الوقف، مطلب للواقف عزل الناظر ، ٤ / ٤٢٧ ط. سعید)

کے علاوہ ہیں۔ اگر واقفہ شرائط وقف (ماورائے تولیت) میں کوئی ترمیم کرتی تو وہ بدون رجسٹری شدہ دستاویز کے معتبر نہ ہوتی مگر تولیت کی ترتیب وشرائط کی ترمیم رجسٹری شدہ دستاویز کی محتاج نہیں ہے۔(۱) واللہ اعلم
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مسجد کی آمدنی اپنی موروثی ملک کہہ کر کمانے والے کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم

(سوال) اس شخص کی امامت کے متعلق کیا حکم ہے کہ جو مسجد کی سرکاری اور غیر سرکاری اوقاف کی ملک کو اپنی موروثی ملک کہہ کر اس کی آمدنی مسجد کے کاموں میں صرف کرنے کی جگہ خود کھاتا ہے جو نماز ایسے شخص کے پیچھے پڑھی جائے کیا وہ جائز ہے اور باوجود جاننے کے جو شخص ایسے شخص کی اقتدا کرے اس کے متعلق خدا اور رسول کا کیا حکم ہے؟

المستفتی نمبر ۱۹۵۸ عبدالرحیم صاحب میسوری ۲۴ شعبان ۱۳۵۶ھ م ۳۰ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۶۹) جو شخص مسجد کی آمدنی خود خرد برد کرے اور مسجد پر خرچ نہ کرے وہ خائن فاسق ہے۔ نہ وہ تولیت وقف کی صلاحیت رکھتا ہے(۲) اور نہ امامت کے لائق ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔(۳)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

واقف اپنے شریک واقف کی اولاد سے تولیت کا زیادہ حق دار ہے

(سوال) تین بھائیوں نے اپنی تقسیم جائیداد کے وقت اپنی دیگری جائیدا تقسیم کرتے وقت ایک قطعہ اراضی اور مبلغ تیرہ ہزار روپے برائے وقف بہ نیت تعمیر جائیداد متعلقہ مسجد و تعمیر مسجد مشترکہ فنڈ سے علیحدہ رکھا تھا لیکن انہیں تین بھائیوں میں سے جو بڑا تھا وہ اس وقف پر قابض بن بیٹھا اور خود ساختہ متولی ہو گیا۔ اب وہ متولی خود ساختہ فوت ہو گیا ہے اور اس نے ۲۱ دسمبر ۱۹۳۴ء کو مرنے سے تقریباً دس ماہ پیشتر ایک رجسٹری کی رو سے اپنے لڑکے رحمت الٰہی کو متولی مقرر کر دیا حالانکہ باقی وقف کنندگان رحمت الٰہی کو پسند نہیں کرتے کیونکہ رحمت الٰہی غبن کے مقدمہ میں سزا یافتہ ہے اور اس کی دیانت و امانت مشتبہ ہے۔ کیا مہر الٰہی اپنے لڑکے کو کسی دستاویز کی رو سے مقرر کر سکتا ہے اور وہ جائز متولی سمجھا جا سکتا ہے۔ جو تحریری رجسٹری بابت تولیت نامہ لکھی گئی ہے اس پر سوائے مہر الٰہی خود ساختہ متولی کے اور کسی وقف کنندہ کے دستخط نہیں ہیں۔

المستفتی نمبر ۲۰۴۱ شیخ نصیب الٰہی صاحب (انبالہ) ۱۳ رمضان ۱۳۵۶ھ م ۱۸ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۷۰) موقوفہ جائیداد کی تولیت کا حق پہلے تو خود واقف کو ہوتا ہے۔ اس کے بعد اسے جس کو واقف

---

(۱) جاز (شرط الاستبدال به ارضا اخرى او شرط (بيعه ويشترى بثمنه ارضا اخرى اذا شاء فاذا فعل صارت الثانية كالا ولى فى شرائطها ان لم يذكوها ثم لا يستبدلها) بثالثه (الدر المختار، كتاب الوقف ، مطلب فى استبدال الوقف ، ٤/ ٣٨٤ ط . سعيد)
(٢) الصالح للنظر من لم يسال الولاية للوقف وليس فيه فسق يعرف هكذا فى فتح القدير ، وفى الا سعاف لا يولى لا امين قادر بنفسه او بنا ئبه. (الهندية، كتاب الوقف،الباب الخامس ، ٤٠٨/٣ ط. ماجدية)
(٣) قال فى ملقى الا بحر : وتكره امامة العبدو الا عربى والا عمى والفاسق (ملتقى الا بحر مع شرحه مجمع الا نهر ، كتاب الصلاة ، فصل فى الجماعه سنة مئو كدة ، ١٠٨/١ ط . بيروت) فى شرح المنية على ان كراهة تقديمه (اى الفاسق) كراهة تحريم لما ذكرنا ، قال: ولذا لم تجز الصلاة خلفه اصلا عند مالك ورواية عن احمد . (ردالمحتار ، كتاب الصلاة ، قبيل مطلب البدعة خمسة اقسام ، ٥٦٠/٤ ط . سعيد)

متعین کرے۔(۱) صورت مسئولہ میں واقف تین شخص ہیں ان میں سے بڑے بھائی نے تولیت کا کام سنبھال لیا اور دوسرے بھائیوں نے تعرض نہیں کیا تو خیر وہ بھی درست تھا۔ لیکن اس کے انتقال کے بعد دوسرے بھائیوں کو جو واقف ہیں تولیت کا حق ہے۔ ان میں سے کسی کی موجودگی میں وہ دوسرے کو متولی بنانے کا حق نہیں رکھتا تھا۔ پھر جب کہ رحمت الٰہی کے افعال و اخلاق بھی معتمد نہیں ہیں اور اس کی دیانت داری پر اعتماد نہیں تو اس کو متولی بنانا درست ہی نہیں۔ **لایولی الامین قادر بنفسه اوبنائبه.**(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مسلمان کے لئے شراب اور خنزیر کی تجارت مطلقاً ناجائز ہے
شراب اور خنزیر کے تاجر کو مسجد کا متولی نہ بنایا جائے
شراب اور خنزیر کے تاجر کا طیب مال مسجد پر لگایا جا سکتا ہے

(سوال)(۱) زید اپنی دوکان میں علاوہ اور اشیاء کے شراب اور خنزیر کا گوشت فروخت کرتا ہے، تو شراب اور خنزیر کا گوشت فروخت کرنا شرعاً کیسا ہے۔(۲) زید کے لئے شرعاً کیا حکم ہے باوجود اس کے کہ حج بھی ادا کیا ہوا ہے اور شرعی حکم بھی معلوم ہے اگر وہ کوئی مجبوری دکھائے کہ شراب اور خنزیر نہیں رکھوں گا تو بیوپار میں نقصان ہوتا ہے۔(۳) ایسے شخص کو کسی مسجد کا متولی یا کسی مدرسہ کا پریذیڈنٹ یا کسی انجمن کا صدر بنانا کیا حکم رکھتا ہے۔(۴) ایسے شخص سے امداد لے کر مسجد میں خرچ کرنے کا شرعاً کیا حکم ہے؟

المستفتی نمبر ۲۰۴۲ احمد صدیقی صاحب (کراچی) ۱۳ رمضان ۱۳۵۶ھ م ۱۸ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۷۱)(۱) مسلمان کے لئے شراب اور خنزیر کے گوشت کی تجارت حرام ہے۔(۲) یہ عذر کافی نہیں ہے۔(۳) (۳) اگر کوئی دوسرا شخص متقی اور پرہیزگار مل جائے جو انتظام کی قابلیت بھی رکھتا ہو تو اس کو مقدم رکھنا چاہئے(۴) (۴) مسجد میں اس کا طیب مال لے کر خرچ کیا جائے تو مضائقہ نہیں مخلوط اور مشتبہ مال مسجد کو بچایا جائے۔(۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) (قوله ولاية نصب القيم الى الواقف) (ثم لوصيه ثم للقاضى) قال فى البحر : قدمنا ان الولاية ثابتة للواقف مدة حياته وان لم يشترطها .(رد المحتار ، كتاب الوقف، مطلب ولاية نصب القيم الى الواقف، ۴/۴۲۱ ط. سعيد)

(۲) ولا يولى الا امين قادر بنفسه اوبنائبه لان الولايه مقيدة بشرط النظر وليس من النظر توليه الخائن لا نه يخل بالمقصود .(رد المحتار ، كتاب الوقف ، مطلب فى شروط المتولى، ۴/۳۸۰ ط. سعيد

(۳) وفى الشامية : ويجوز بيع سائر الحيوانات سوى الخنزير وهوا لمختار ،ردالمحتار كتاب البيوع ۵/ ۶۹ سعيد والحاصل ان جواز البيع يدور مع حل الا نتفاع.(الدر المختار ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد، مطلب بيع دودة القرمز ۵/ ۶۹ ط. سيعد)

(۴) لايولى الا امين قادر بنفسه او بنا ئبه لان الولاية مقيدة بشرط النظر وليس من النظر توليه الخائن. لا نه يخل بالمقصود وكذا تولية العاجز .(ردالمحتار كتاب الوقف، مطلب فى شروط المتولى ، ۴/ ۳۸۵ ط . سعيد) أبي الافضل القبول اومات يكون لمن يليه على الترتيب (رد المحتار ، كتاب الوقف، مطلب فى شرط التولية للا رشد فالا رشد، ص ۴/ ۴۵۷ ط. سعيد)

(۵) (قوله بما له الحلال) قال تاج الشريعة : اما لو انفق فى ذالك مالا خبيثا ومالا سببه الخبيث والطيب فيكره .(ردالمحتار ، كتاب الصلاة ، مطلب كلمة لا بأس دليل على ان المستحب غيره ، ۱/ ۶۵۸ ط . سعيد)

وقف کرنے والے فرخ کے انتقال کے بعد ان کی اولاد تولیت کی زیادہ حق دار ہے

(سوال)(١) ایک مسجد ہے فرخ کے نام سے موسوم ہے جس کی وجہ یہ کہ کوئی بزرگ فرخ تھے ان کے انتقال ہو جانے کے بعد ان کی اولاد میں سے ڈپٹی نجف علی نے از سر نو پختہ اور بڑی مع دو کانوں کے تعمیر کرائی نجف علی تا زندگی اس کے متولی رہے۔ اس کے بعد ان کے بیٹے حافظ محمد حسین متولی رہے اب ان کے بعد چند آدمی متولی بنے ہوئے ہیں جن میں سے ایک حافظ محمد حسین کا ابعد رشتہ دار بھی ہے جیسے زائد حسن، ناظر حسن۔ باقی غیر لہذا قابل دریافت یہ امر ہے کہ جب کہ محمد حسین کا لڑکا محمد حسن موجود ہے علاوہ لڑکے کے اقرب رشتہ دار بھی موجود ہیں تو متولی شرعاً کون بنے گا۔ (٢) فرخ بزرگ کے پسری و دختری دونوں اولادیں ہیں۔ ان میں سے حق تولیت شرعاً کس کو ہے۔ (٣) اگر محمد حسن متولی بننے سے انکار کرے تو پھر کوئی خود ہی متولی بن جائے یا دوسروں کے مشورے سے متولی بنایا جائے یا محمد حسن کو اختیار ہے کہ وہ کسی کو متولی بنائے ؟

المستفتی نمبر ٢٠٦٣ صوفی دوست محمد (سہارنپور) ١٨ رمضان ١٣٥٦ھ م ٢٣ نومبر ١٩٣٧ء

(جواب ١٧٢) ڈپٹی نجف علی یا فرخ بزرگ کی اولاد پسری و دختری تولیت کی دوسرے لوگوں سے زیادہ مستحق ہے اور حافظ محمد حسین صاحب کا لڑکا محمد حسن اور لوگوں سے زیادہ مستحق ہے۔(١) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

زید (واقف) کی بیان کی ہوئی شرط کے مطابق ان کا بیٹا عبد اللہ تولیت کا حق دار ہے

(سوال)(١) زید نے اپنی جائیداد فی سبیل اللہ وقف کر کے منجملہ ١٦ حصوں کے ١٤ حصے آمدنی اخراجات مدرسہ و مساجد خاص اور ٢ آمدنی غیر قرابت مند ان کی امداد کے لئے متعین کیا اور تقرر متولی کے لئے وقف نامہ میں یہ شرط مقرر کردی کہ مسلمانان شہر واقف اور واقف کے بھائی اور بھتیجوں میں سے اس شخص کو متولی مقرر کریں جو متدین اور صوم و صلوٰۃ کا پابند خوش اطوار اور ذاتی و علمی صلاحیت و قابلیت بھی رکھتا ہو اور جس میں سرکاری مال گذاری ادا کرنے کی استطاعت بھی ہو اور وقف نامہ میں یہ بھی لکھ دیا کہ اگر متولی مدات متعینہ و سرکاری مال گذاری و دیگر مطالبات ادا نہ کرے تو مسلمانان شہر کو ایسے متولی کو عہدہ تولیت سے برطرف کر دینے کا پورا حق حاصل ہوگا۔

(٢) عمرو زید کا بھتیجا صوم و صلوٰۃ کا پابند نہیں اور متدین بھی نہیں اور نہ اس میں کوئی ذاتی صلاحیت و علمی قابلیت ہے اور وہ جائیداد موقوفہ پر سولہ سال تک غصباً قابض رہا اور منشاء واقف کو نظر انداز کرتا ہوا جائیداد موقوفہ کی آمدنی کو اپنی ذات میں صرف کرتا رہا اور عدالت سے عہدہ تولیت کے حاصل کرنے کی کوشش میں نادار اور مفلس ہو گیا اور پھر بھی ناکام رہا۔ اور واقف کا ایک دوسرا بھتیجا رمضانی شہر کے انتخاب اور عدالت کے فیصلہ سے متولی مقرر ہو گیا اور تقریباً ١٢ سال تک متولی رہ کر وفات کر گیا۔

(٣) جائز متولی مرحوم کی وفات کے بعد عمرو مذکور زید کا بھتیجا جو ازروئے فیصلہ عدالت، غاصب و نااہل و غیر

(١) فی الدر المختار: (مادام احد یصلح للتولیة من آقارب الواقف لا یجعل المتولی من الا جانب) لا نہ اشفق (کتاب الوقف، مطلب لا یجعل الناظر من غیر اھل الوقف ٤ / ٤٢٤ ط. سعید)

متدین ثابت ہو چکا ہے۔ پھر عمدہ تولیت کا مدعی ہے اور بعد ممات سابق متولی مرحوم اس نے دو سال تک نہ مال گذاری سرکاری آٹھ اقساط جائیداد موقوفہ کی ادا کی اور نہ اخراجات مساجد و مدرسہ کی طرف توجہ کی اور اس پر بھی مسلمانان شہر سے کھلم کھلا کہتا ہے کہ میرے افلاس اور عزت پر رحم و کرم کر کے آپ لوگ مجھے متولی منتخب کریں تاکہ میں اپنی مالی حالت درست کر سکوں۔

(۴) عبداللہ پسر متولی مرحوم نے دو سال تک سرکاری مطالبات و مال گذاری ادا کر کے جائیداد موقوفہ کو صدمہ نیلام سے بچایا اور وہ متدین و خوش اخلاق اور صوم و صلوٰۃ کا پابند بھی ہے اور کافی ذاتی صلاحیت و علمی قابلیت بھی رکھتا ہے اور مدات مدرسہ و مساجد تا امکان دو سال تک قائم رکھا تو ایسی حالت میں عمرو بمقابلہ عبداللہ کسی طرح بھی عہدۂ تولیت کا حقدار ہو سکتا ہے؟ اور عمرو کے حق میں بمقابلہ عبداللہ رائے دہندگان کی بابت کیا حکم ہے؟

المستفتی نمبر ۲۰۹۱ حافظ سید عبدالرؤف صاحب (ضلع گیا) ۳ شوال ۱۳۵۶ھ م ۶ دسمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۷۳) ان حالات کے صحیح ہونے کی صورت میں عبداللہ کو متولی مقرر کرنا لازم ہے اور عمرو ہرگز تولیت کا اہل نہیں ہے۔ اس کو متولی مقرر کرنا گناہ ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

اصلح اور اورع تولیت اور سجادگی کے لئے متعین کرنا چاہئے

(سوال) (۱) ایک شخص آبکاری کی ملازمت ایک مدت تک کر چکا ہے اور منشی اشیاء شراب وغیرہ کی خرید و فروخت میں اس کی آمدنی میں کافی انتظام کر چکا ہے۔ ایسا شخص کسی بزرگ کی درگاہ شریف کا متولی اور سجادہ نشین ہو سکنے کی صلاحیت رکھتا ہے یا نہیں بالخصوص جب کہ درگاہ کے متولی ہونے کے لئے اورع اور اصلح ہونا شرائط سجادگی میں ہو۔ ایسی صورت میں شخص مذکور اورع و اصلح اور متقی و پرہیزگار میں شمار ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) دوسرا شخص جس میں مذکورہ عیب نہ ہوں اور عام مسلمان ان کو عزت اور وقار کی نگاہ سے دیکھتے ہوں ایسے شخص کے دیکھتے ہوئے مذکورۂ بالا سجادگی اور تولیت کا دعویٰ کرے تو دونوں شخصوں میں سجادگی اور تولیت کے لئے بہتر اور افضل کون ہو سکتا ہے؟

المستفتی نمبر ۲۲۰۷ سید زین۔ سید علی (سورت) ۱۹ ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ ۲۳ جنوری ۱۹۳۸ء

(جواب ۱۷۴) جب کہ اصلح اور اورع کی شرط بھی ہے تو اصلح اور اورع شخص ہی تولیت اور سجادگی کے لئے متعین کرنا چاہئے۔(۲) گزشتہ اعمال سے اگر توبہ صادقہ کر لی جائے تو وہ قابل مواخذہ نہیں رہتے مگر شرط یہ ہے کہ توبہ صحیح اور سچی ہو گئی ہو۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

(۱) ولایجعل القیم فیه من الاجانب ماوجدفی الواقف واهل بیته من یصلح لذالك..... ثم لایخفی ان تقدیم من ذکر مشروط بقیام الاهلیة فیه حتی لو کان خائنا یولی اجنبی حیث لم یوجد فیهم اهل، لانه اذا کان الواقف نفسه یعزل بالخیانة فغیره اولی (ردالمحتار، کتاب الوقف مطلب لایجعل الناظر من غیر اهل الواقف، ۴/ ۴۲۴،۴۲۵ ط سعید)

(۲) لایولی الامین قادربنفسه اوبنائبه (الهندیه، کتاب الوقف، الباب الخامس، ۲/ ۴۰۸ ط ماجدیه) وفی الشامیه لو شرط الواقف کون المتولی من اولاده واولادهم لیس للقاضی ان یولی غیرهم، ولوفعل لا یصیرمتولیا (کتاب الوقف، مطلب لایجعل الناظر من غیر اهل الواقف، ۴/ ۴۲۵ ط سعید)

(۳) لایجعل القیم فیه من الاجانب ماوجد فی ولدالواقف من یصلح لذالك، فان لم یجد فیهم من یصلح لذالك فجعله الی اجنبی ثم صارفیهم من یصلح له صرف الیه..... وافتی ایضابان من کان من اهل الوقف لایشترط کونه مستحقا بالفعل بل یکفی کونه مستحقا بعد زوال المانع وهوظاهر ردالمحتار، کتاب الوقف، لایجعل الناظر من غیراهل الواقف ۴/ ۴۲۴ ط سعید)

مسجد کی رقم دبانے والا خائن اور فاسق ہے

(سوال) مسمی یوسف ولد بھولو قوم رائیں سکنہ تنگا نہری تحصیل و ضلع لدھیانہ کے پاس کچھ روپیہ مسجد کا بطور امانت عرصہ آٹھ یا نو سال سے ہے۔ اس سے کئی دفعہ دریافت کیا گیا کہ روپیہ دے دو تاکہ مسجد کا بقایا حصہ تعمیر کیا جاسکے مگر وہ ہمیشہ لیت و لعل کر کے ٹالتا رہا۔ بروز عید الفطر مجمع عام میں اس سے روپے طلب کئے گئے تو وہ گالیاں دینے لگا' دوسری دفعہ پھر چند روز کے بعد میں نے اس سے اسی طرح مجمع عام میں دریافت کیا۔ اس نے پھر بھی گالیاں دیں اور روپیہ دینے سے انکاری ہے۔ بموجب شرع شریف شخص مذکور کے حق میں کیا حکم ہے؟

(نوٹ) مندرجہ ذیل اشخاص موقع کے گواہ ہیں۔ عبداللہ ولد قادر بخش، محمد علی ولد علی بخش، رحمت ولد سہنا، یوسف ولد کالو، خیر الدین ولد اکبر علی، دین محمد ولد نتھو۔

المستفتی نمبر ۲۲۸۳ محمد بخش صاحب (لدھیانہ) ۴ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ م جون ۱۹۳۸ء

(جواب ۱۷۵) جس شخص کے پاس مسجد کی رقم ہو اور مسجد کی ضرورت کے وقت وہ رقم واپس نہ دے اور رقم مانگنے پر گالیاں دے وہ خائن اور فاسق ہے۔ مسلمان اس سے بذریعہ عدالت رقم واپس لے سکتے ہیں۔(۱) اور اس کی ناشائستہ حرکت پر اس کو برادری سے نکال سکتے ہیں۔ جب تک توبہ نہ کرے اس کو برادری میں نہ ملائیں۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

زید (متولی) مسجد کے ذمہ پر مسجد کی آمدنی کا حساب کتاب رکھنا ضروری ہے

(سوال) زید کے پاس آمدنی مسجد کی جمع ہے جس کا زید باقاعدہ حساب نہیں لکھتا نہ مردمان محلّہ کو حساب سمجھاتا ہے اور بلا اجازت جملہ مردمان اس آمدنی کو دو تین آدمی اپنی میل جول کے کہنے سے خرچ کر دیتا ہے۔ یہ فعل زید کا کیسا ہے؟

المستفتی نمبر ۲۲۹۵ عبدالحکیم۔ نارنول۔ ۶ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ م ۶ جون ۱۹۳۸ء

(جواب ۱۷۶) مسجد کی آمدنی حسب ضرورت مسجد میں خرچ کرنا لازم ہے۔(۳) اور اس کا باقاعدہ حساب رکھنا اور نمازیوں کو مطمئن کر دینا بھی زید کے ذمہ لازم ہے۔(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

---

(۱) ولو ترك العمارة وفي يده من غلته مايمكنه ان يعمره فالقاضي يجبره على العمارة، فان فعل والا اخرجه من يده كذافي المحيط. (الفتاوىٰ الهنديه، كتاب الوقف، الباب الخامس، ۲/۴۰۹ ط ماجدية)

(۲) وعلى الثلاثة الذين خلفوا حتى اذا ضاقت عليهم الارض بمارحبت وضاقت عليهم انفسهم (سورة التوبه، الجزا الحادى عشر، رقم الآيه نمبر ۱۱۸) قوله (حتى اذا ضاقت عليهم الارض بمارحبت) قال المفسرون : معنا : ان النبى عليه السلام صار معرضا عنهم ومنع المومنين من مكالمتهم وامرازواجهم باعتزالهم وبقواعلى هذه الحاله خمسين يوما وقيل اكثر (التفسير الكبير، سورة التوبة الجزأ الحادى عشر، رقم الآيه نمبر ۱۱۸ الاعلام الاسلامى)

(۳) ويجب صرف جميع مايحصل من نماء وعوائد شرعية وعرفية لمصارف الوقف الشرعية (الدرالمختار، كتاب الوقف، مطلب فيما ياخذه المتولى من العوائد العرفية، ۴/۴۵۰ ط سعيد)

(۴) لايلزم المحاسبة فى كل عام، ويكتفى القاضى منه بالاجمال لومعروفا بالامانة، لومنهما يجبره على التعيين شيئا فشيا ... ولواتهمه يحلفه، قنية (الدرالمختار) (كتاب الوقف، مطلب فى محاسبة المتولى، ۴/۴۴۸ ط سعيد)

(۱) کیا اولاد میں اہلیت نہ ہونے کی وجہ سے انہیں متولی سے ہٹایا جا سکتا ہے؟
(۲) واقف اور اس کی اولاد واقف کے بھائیوں اور ان کی اولاد سے تولیت میں مقدم ہوگی

(سوال) (۱) واقف کے گھر والوں میں سے مسجد کی تولیت و خدمت کے قابل کوئی ایک شخص بھی موجود رہنے کی صورت میں کسی اجنبی غیر شخص کو متولی مقرر کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اگر واقف کے اہل خاندان میں سے کوئی لائق و قابل شخص موجود نہ ہونے کے سبب سے کسی غیر شخص کو حاکم نے یا گھر والوں نے متولی مقرر کیا تھا۔ اس کے بعد واقف کے خاندان سے کوئی ایک شخص خدمت تولیت کے قابل عاقل و بالغ امانت دار پایا گیا تو اس اجنبی غیر شخص کو اس خدمت سے علیحدہ کر کے واقف کے خاندانی شخص کو متولی مقرر کرنا جائز ہے یا نہیں؟
(۲) واقف کے بیٹے یا پوتے بہ نسبت بھائیوں اور بھتیجوں کے تولیت کا زیادہ استحقاق کون رکھتے ہیں؟

المستفتی نمبر ۲۴۱۵ مولی غلام رسول صاحب (بلہاری) ۲۵ رجب ۱۳۵۷ھ م ۲۱ ستمبر ۱۹۳۸ء

(جواب ۱۷۷) جب تک واقف کے خاندان میں تولیت کے لائق کوئی شخص مل سکے تو وہی متولی بنایا جائے اور اگر کوئی اجنبی متولی ہو اور واقف کے خاندان میں سے کوئی مستحق تولیت مل جائے تو اس کو متولی بنا دینا اور اجنبی کو علیحدہ کر دینا چاہئے۔

ولايجعل القيم فيه من الاجانب ماوجد في ولدالواقف واهل بيته من يصلح لذالك فان لم يجد فيهم من يصلح لذلك فجعله الى اجنبي ثم صارفيهم من يصلح له صرفه اليه اھ (۱) (ردالمحتار نقلاً عن کافی الحاکم)

واقف کا بیٹا، پوتا، پڑپوتا، بھائیوں اور بھائیوں کی اولاد پر مقدم ہے۔
ومفاده تقديم اولاد الواقف (۲) (ردالمحتار) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

(۱) فقراء کیلئے وقف کی ہوئی آمدنی سے واقف کے حاجتمند، اولاد و اقارب کو دے سکتے ہیں
(۲) عورت متولی بن سکتی ہے
(۳) متولی کا اوقاف کی آمدنی سے معاوضہ لینا

(سوال) (۱) زید نے کچھ اراضیات و مکانات کی آمدنی مسجد کے اخراجات اور فقراء کی امداد کے لئے وقف کر ڈالا ہے۔ مذکور املاک کی آمدنی زید کے محتاج اقارب اور اولاد کو دینا جائز ہے یا نہیں؟
(۲) عورت کا متولی ہونا اور نیابۃً خدمت تولیت انجام دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟
(۳) متولی کا اوقاف کی آمدنی سے معاوضہ حق السعی لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۴۱۶ مولوی غلام رسول صاحب (بلہاری) ۲۵ رجب ۱۳۵۷ھ م ۲۱ ستمبر ۱۹۳۸ء

(جواب ۱۷۸) (۱) ہاں فقراء کی امداد کی مد سے واقف کے حاجتمند اقارب و اولاد کو دینا جائز ہے۔ (۳)

---

(۱) (۲) (ردالمحتار، كتاب الوقف، مطلب لايجعل الناظر من غير اهل الوقف، ٤/ ٤٢٤ ط، سعيد)
(۳) اذا جعل ارضا صدقة موقوفة على الفقراء والمساكين فاحتاج بعض قرابته او احتاج الواقف، ان احتاج الواقف لايعطى له من تلك الغلة شئى عندالكل ...... فان احتاج بعض قرابته، اوولده الى ذالك الوقف ...... ينظر الى الاقرب ...... وهوولد الصلب اولاً ثم ولدالولد ...... فان لم يكن ...... اوفضل اعطى فقراء القرابة (الهندية، كتاب الوقف، الباب الثالث، الفصل الثامن فيما اذا وقف على الفقراء، ٢/ ٣٩٥ ط سعيد)

(۲) عورت بھی متولی ہو سکتی ہے بشرطیکہ وہ اپنے نائب سے وقف کا انتظام کرا سکے۔(۱)
(۳) متولی اوقاف کی آمدنی سے حق السعی لے سکتا ہے جب کہ واقف نے مقرر کیا ہو یا حکم کی اجازت سے۔(۲)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

شراب خور اور محرمات شرعیہ کا مرتکب وقف کا متولی نہیں بن سکتا

(سوال) بعض حکومتوں نے قوانین وقف نافذ کئے ہیں جن کے لئے افسر اعلیٰ جو کمشنر اوقاف کے نام سے موسوم ہوتا ہے اور حکومت کی طرف سے اوقاف کے متعلق مکمل اختیارات ملتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا شرعاً ایسا شخص افسر اعلیٰ ہو سکتا ہے جو ہمیشہ شراب خوری اور محرمات شرعیہ میں مبتلا ہو۔

المستفتی نمبر ۲۶۱۷ ایچ ایچ محی الدین (کلکتہ) ۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۹ھ م ۱۳ جون ۱۹۴۰ء

(جواب ۱۷۹) فاسق و فاجر مرتکب کبائر ایسے عہدوں کا اہل نہیں ہے۔ جن میں شرعی ضوابط و قوانین کی پابندی سے کام کرنے کی اہمیت زیادہ ہو۔ ولایولی الامین قادر بنفسه اوبنائبه (۳)(ردالمختار) ان الناظر اذا فسق استحق العزل ولا ینعزل کالقاضی (ردالمحتار کتاب الوقف مطلب عزل الناظر)(۴)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔
الجواب صحیح۔ حبیب المرسلین عفی عنہ نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی۔

طویل رخصت کی ابتداء میں رخصت معروفہ کی تنخواہ کا حکم

(سوال) زید ایک مدرسہ کا سرپرست ہے۔ عمرو اس کا مہتمم ہے اور بکر اس مدرسہ میں تالیف و تصنیف کے کام پر ملازم ہے۔ اس مدرسہ کا قانون مطبوعہ نہیں اور جو غیر مطبوعہ ہے وہ صرف مہتمم کے پاس ہے۔ ملازمین کے پاس اس کی نقل نہیں ہے۔

اب صورت یہ پیش آئی کہ بکر کی ایک دوسری جگہ سے طلبی آگئی جس کو بکر نے زید کے مشورہ سے منظور کر لیا اور مدرسہ مذکورہ سے ایک سال کی رخصت زبانی لی۔ استعفیٰ نہیں دیا اور زمانہ رخصت کے لئے بکر نے مدرسہ کا کام سرپرست اور مہتمم کی رضامندی اور اجازت سے اپنے ساتھ لیا کہ اوقات فرصت میں یہ کام پورا کر دیا جائے گا۔ اگرچہ اس کا معاوضہ پہلے معاوضہ سے مختلف ہوگا اور تاریخ روانگی ۱۲ ذی الحجہ مقرر کی۔ مدرسہ مذکورہ میں ۹ ذی الحجہ سے ۱۲ ذی الحجہ تک عیدالاضحیٰ کی تعطیل ہوتی ہے۔ جب بکر نے اپنی روانگی ایام تعطیل ہی میں مقرر کی تو سرپرست مدرسہ نے بکر سے زبانی کہا کہ عمرو مہتمم مدرسہ کو ایام تعطیل کی تنخواہ دینے میں تردد ہے

(۱) فی الاسعاف لایولی الامین قادر بنفسه او بنائبه ویستوی فیه الذکر والانثی وکذاالاعمی والبصیر (الهندیة، کتاب الوقف، اوائل الباب الخامس، ۲/۴۰۸ ط ماجدیة)
(۲) فی الدرالمختار : ان للمتولی اجر مثل عمله (وفیه) لیس للمتولی اخذ زیادة علی ماقرر له الواقف اصلا، (قوله قلت لکن الخ) ......لیس للمتولی اخذ زیادة علی ماقرره له الواقف ...... وماسیجیء فی الوصایا...... فیمن نصبه القاضی ولم یشترط له الواقف شیئاً...... لوعین له الواقف اقل من اجر المثل فللقاضی ان یکمل له اجر المثل بطلبه (ردالمحتار کتاب الوقف، مطلب فیما یاخذه المتولی من العوائد العرفیه ۴/۴۵۰،۴۵۱ ط سعید)
(۳) (۴) (ردالمختار، کتاب الوقف، مطلب فی شروط المتولی، ۴/۳۸۰ ط سعید)

کیونکہ اب تک ایسی نظیر نہیں پیش آئی کہ کسی ملازم مدرسہ نے ایام تعطیل میں رخصت لی ہو اور اس کو ایام تعطیل کی تنخواہ دی گئی ہو۔ اس لئے اس صورت کے متعلق مدرسہ میں کوئی قانون بھی نہیں ہے۔ بحر نے کہا کہ اگر عمرو کو تردد ہے تو اس تردد کی حاجت نہیں۔ میں ایام تعطیل کی تنخواہ نہیں لوں گا بلکہ ۸ ذی الحجہ تک کی تنخواہ لے لوں گا۔

اس کے بعد اتفاق سے بحر کی روانگی اپنی کسی ضرورت سے ۱۲ کو ملتوی ہو گئی اور ۱۷ کو قرار پائی اور اس التواء کی اطلاع زید و عمرو دونوں کو کر دی گئی۔ اس کے بعد بحر نے ایام تعطیل میں بھی (حسب عادت) اور ایام تعطیل کے بعد بھی مدرسہ کا کام کیا اور ۱۵ ذی الحجہ کو عمرو مہتمم کے نام اس مضمون کا خط لکھا۔ عمرو مہتمم مدرسہ کو اس خط کے الفاظ اور مضمون کی صحت کا اقرار ہے۔

"مہربان مولوی......... صاحب السلام علیکم ورحمتہ اللہ

تم کو ایام تعطیل کی تنخواہ دینے میں اس لئے تردد تھا کہ میں تعطیل کے اندر جانے کا ارادہ کر چکا تھا مگر اب میں ۱۲ ذی الحجہ کو نہیں گیا بلکہ تعطیل کے بعد بھی ۱۵ ذی الحجہ تک کام کر چکا ہوں۔ اس صورت میں اگر تم کو ایام تعطیل کی تنخواہ دینے میں تردد نہ ہو اور قانون مدرسہ کے مطابق اب میں ۱۵ ذی الحجہ تک تنخواہ کا مستحق ہوں تو دی جائے ورنہ حق سے زیادہ ایک پیسہ لینا نہیں چاہتا۔"

اس پر عمرو نے ۱۵ ذی الحجہ تک کی تنخواہ بحر کو بھیج دی۔ جس کو بحر نے یہ سمجھ کر لے لیا کہ عمرو نے قانون کے مواقف (اگر وہ تھا) عمل کیا ہے اور اس نے قانون سے مجھے مستحق سمجھا ہے۔ پھر ۱۶ ذی الحجہ کو جب بحر عمرو سے رخصتی ملاقات کرنے اس کے مکان پر گیا تو زبانی یہ بھی کہہ دیا کہ ایام تعطیل کی تنخواہ کے متعلق حضرت سرپرست سے بوجہ علالت (کیونکہ وہ بیمار ہو چکے تھے) استصواب نہیں ہو سکا۔ بعد میں استصواب کر لیا جائے۔ اگر ان کو اس رقم کے معاملے میں تردد ہو تو میں یہ رقم واپس کر دوں گا یا آئندہ اس کام کے حساب میں لگالی جائے گی جو میں اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں، لہذا اس وقت تک کہ سرپرست سے استصواب کیا جائے اس کو قرض سمجھا جائے۔ جب زید سرپرست مدرسہ کو بعد صحت اس کا علم ہوا کہ بحر نے ایام تعطیل کی تنخواہ لے لی ہے تو انہوں نے بحر کے اس فعل کو (یہاں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ زید نے اس معاملہ کی تحقیق صرف عمرو سے کی اور اس کے بیان پر بحر کو مورد الزام قرار دیا۔ بحر سے اس معاملہ کی تحقیق نہیں کی گئی۔ حالانکہ عمرو نے بحر کا وہ خط بھی بجنسہ زید کے سامنے پیش نہیں کیا تھا اور غالباً وہ زبانی گفتگو بھی پیش نہیں کی تھی جو عمرو کے مکان پر آخری ملاقات کے وقت بحر کہہ آیا تھا۔ عمرو کو اس کا اقرار ہے کہ اس نے وہ خط بجنسہ پیش نہیں کیا بلکہ اپنی یاد سے اس کا مضمون لکھ کر زید کو دے دیا تھا۔) (اکل مال بالباطل اور ارتکاب خیانت قرار دیا جس کی وجوہ حسب ذیل تحریر کیں۔

(۱) بحر نے پہلے یہ کہا تھا کہ ایام تعطیل کی تنخواہ نہ لوں گا۔ پھر اس کو ان ایام کی تنخواہ لینا جائز نہ تھا۔

(۲) مدرسہ کی ملازمت کا تعلق اسی وقت ختم ہو گیا تھا جب بحر نے ۱۲ ذی الحجہ کو روانگی طے کر دی تھی۔ اس کے بعد جو روانگی ملتوی ہوئی وہ مدرسہ کی مصلحت سے نہیں بلکہ اپنی ضرورت سے ہوئی اور ایام تعطیل میں یا اس کے

بعد جو کام کیا گیا وہ پہلی ملازمت کے تعلق سے نہیں ہوا بلکہ دوسرے تعلق سے ہوا۔ اگر پہلے تعلق سے کام کرنا تھا تو اس کیلئے مستقل اجازت کی ضرورت تھی۔ بکر نے اس کے جواب میں ایام تعطیل کی تنخواہ فوراً خوشی واپس کردی اور الزام خیانت اور اکل مال بالباطل کے جواب میں وہ یہ کہتا ہے :

(الف) زید نے ایام تعطیل کی تنخواہ کے متعلق مجھ سے تردد یا اپنی رائے کو بیان نہیں کیا تھا بلکہ عمرو مہتمم کا تردد نقل کیا تھا کہ اس کو ان ایام کی تنخواہ دینے میں تردد ہے تو صورت ثانیہ پیدا ہونے پر میں نے مہتمم ہی سے قانون کی تحقیق ضروری سمجھی اور اولاً جو یہ کہا تھا کہ ایام تعطیل کی تنخواہ نہ لوں گا اس کی وجہ بھی ساتھ ہی بتلادی تھی کہ اگر مہتمم کو تردد ہے تو میں ان ایام کی تنخواہ نہ لوں گا اور مہتمم کے تردد کا منشاء ایام تعطیل کے بعد عمل کا نہ ہونا تھا۔ پھر ان ایام کی تنخواہ اس وقت لی گئی جب خود ایام تعطیل میں اور پھر ایام تعطیل کے بعد کام کر کے مہتمم کو صاف صاف لکھ دیا گیا تھا کہا گر اب تم کو تردد نہ ہو اور تم مجھے قانون مدرسہ سے ان ایام کی تنخواہ کا مستحق سمجھتے ہو الخ لہذا میرے قول و فعل میں کوئی تعارض نہیں۔

(ب) مدارس کا عرف یہ ہے کہ زبانی رخصت لینے اور تاریخ روانگی مقرر کردینے پر رخصت کے احکام مرتب نہیں ہوتے بلکہ رخصت عمل سے شروع ہوتی ہے یعنی جب رخصت لینے والا مدرسہ سے چلا جاوے۔ اپنے کام کو مہتمم کے حوالے کردے۔ اپنے دفتر یا درسگاہ کی کنجی اس کو دے دے۔ البتہ استعفٰی اور عزل کا اثر اس وقت سے شروع ہو جاتا ہے جب کہ استعفٰی دے یا عزل کا تحقق ہو اور صورت واقعہ میں نہ استعفٰی ہوا ہے نہ عزل بلکہ رخصت لی گئی ہے۔ اور میں نے ۱۵ ذی الحجہ سے پہلے دفتر کی کنجی مہتمم کے حوالے نہیں کی نہ اپنا گزشتہ کام ۱۵ سے پہلے اس کے سپرد کیا۔ چنانچہ باقاعدہ تحریری درخواست رخصت بھی اس سے پہلے نہیں دی گئی لہذا ۱۲ ذی الحجہ کو تاریخ روانگی مقرر کردینے سے میں مدرسہ کے تعلق سابق سے بے تعلق قرار نہیں دیا جا سکتا۔ مدارس کا یہ عرف عام ہے۔ خواہ التواء مدرسہ کی ضرورت سے ہو یا اپنی کسی ضرورت سے ہو۔ ایک شخص رخصت لے کر ریل چھوٹ جانے یا کسی اور ناگہانی سبب پیش آنے سے روانہ نہ ہو سکے اور وقت پر کام پر حاضر ہو جائے اور مہتمم کو اپنی روانگی کے التواء سے مطلع کردے تو وہ حاضر شمار ہوتا ہے اور تعلق سابق ہی پر حاضر شمار ہوتا ہے لہذا جب تک کسی مدرسہ میں اس عرف عام کے خلاف قانون نہ ہو اس وقت تک اس عرف ہی کے مطابق عمل ہو گا اور اس پر عمل کرنے والے کو خائن یا آکل مال بالباطل قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ایام بطالت شرعاً ایام ماضیہ سے ملحق ہوتے ہیں یا ایام مستقبلہ سے ؟

(ج) جب میں نے مہتمم کو صورت اول کے بدلنے پر صاف لکھ دیا تھا کہ اگر اب تم کو تردد نہ ہو اور قانون مدرسہ سے ایام تعطیل کی تنخواہ کا مجھے مستحق سمجھتے ہو تو دی جائے ورنہ نہیں۔ اور اس کے بعد زبانی بھی اس سے کہہ چکا تھا، حالانکہ یہ ضروری نہیں تھا کیونکہ خود سرپرست نے (موقع بیان میں) اپنے کسی تردد کا تو اظہار ہی نہیں کیا تھا۔ یہ صرف مزید احتیاط کے لئے کیا گیا کہ اگر سرپرست کو اس میں کسی وقت تردد ہو تو اس کو عمل مستقبل کی اجرت معجلہ قرار دے لی جائے یا مجھ سے واپس منگالی جائے تو اب مجھے خائن یا اکل مال بالباطل کیونکر کہا جا سکتا ہے کیونکہ اس تحریر کے بعد مہتمم کا ۱۵ ذی الحجہ تک کی تنخواہ بھیج دینا بکر کے استحقاق کو قانون مدرسہ سے تسلیم کرلینا

ہے اور یہ کہ اب مہتمم کو وہ تردد نہیں رہا جو پہلے تھا۔ اس صورت میں بکر کو یہ سمجھ کر ان ایام کی تنخواہ لینا جائز تھا کہ رخصت کے احکام محض زبانی رخصت لینے اور تاریخ روانگی مقرر کر دینے سے شروع نہیں ہوتے بلکہ عمل سے شروع ہوتے ہیں۔

اگر اس مدرسہ میں یہ قانون نہ تھا تو عمرو کا فرض تھا کہ بکر کو قانون سے مطلع کرتا جب کہ وہ اپنی تحریر میں قانون مدرسہ کے موافق عمل کرنے کی تاکید کر چکا تھا۔ چنانچہ جب زید کی تحریر سے بکر کو علم ہوا کہ اس مدرسہ میں رخصت اور عزل واستعفیٰ میں فرق نہیں کیا جاتا تو فوراً وہ رقم واپس کر دی گئی - پس علمائے کرام فیصلہ فرمائیں کہ صورت مسئولہ میں ایام تعطیل کی تنخواہ لینے میں بکر شرعاً خائن وآکل، مال بالباطل تھا یا نہیں ؟ اور اگر تھا تو آیا تنہا وہی مجرم تھا یا عمرو مہتمم مدرسہ بھی مجرم تھا جس نے اپنے عمل سے بکر کو یہ دھوکا دیا کہ وہ سوچ سمجھ کر قانون مدرسہ کے موافق ان ایام کی تنخواہ دے رہا ہے اور اب اس کو کچھ تردد نہیں ہے۔

المستفتی نمبر ۲۶۵۲ احقر عمر احمد عثمانی عفی عنہ مدرسہ اشرف العلوم (ڈھاکہ) ۲ شعبان ۱۳۵۹ھ م ۵ ستمبر ۱۹۴۰ء

(جواب ۱۸۰) اس معاملہ میں کئی باتیں قابل غور و تصفیہ ہیں۔ اول یہ کہ بکر جو مدرسہ میں تصنیف و تالیف کے کام پر ملازم ہے وہ غالباً اجیر خاص یا اجیر وحد کی حیثیت سے ملازم ہوگا۔ اجیر مشترک کی حیثیت نہ رکھتا ہوگا۔ دوم یہ کہ اجیر وحد وقت و مدت کے لحاظ سے ملازم ہوتا ہے عمل کی نوعیت تو متعین ہوتی ہے مگر عمل کی مقدار معین نہیں ہوتی اور استحاق اجرت کے لئے تسلیم نفس فی المدۃ المتعینہ ضرورت ہے نہ تحقیق عمل۔(۱) سوم یہ کہ تعطیلات معروفہ یا مشروطہ میں بغیر تسلیم نفس اور بغیر عمل کے بھی وہ اجرت کا مستحق ہوتا ہے۔ اسی طرح فرائض وواجبات شرعیہ کی ادائیگی میں جس قدر وقت صرف ہو اس کی اجرت کا بھی مستحق ہوتا ہے۔(۲) چہارم یہ کہ رخصت دو طرح کی ہے۔ ایک بلا وضع تنخواہ۔ دوسری بوضع تنخواہ۔ اول الذکر یعنی رخصت بلا وضع تنخواہ بطالہ معروضہ یا مشروطہ کے حکم میں ہے۔ یعنی جس طرح بطالہ معروفہ یا مشروطہ (تعطیلات معروفہ یا مشروطہ) کا عقد اجارہ کے بقا پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور اجارہ بحالہا قائم وممتد باقی رہتا ہے۔ اسی طرح رخصت بلا وضع تنخواہ کا اجارے کے بقاو قیام وامتداد الی مابعد الرخصتہ پر اثر نہیں پڑتا۔(۳) اور ثانی الذکر یعنی رخصت بوضع تنخواہ کا حکم مختلف ہے۔ اس کا مطلب اجارۂ سابقہ کو ختم کر دینا ہوتا ہے اور رخصت کے بعد پھر ملازم کو کام پر آجانے کی اجازت دینا گویا اجارۂ متجددہ منعقد کرنا ہوتا ہے۔ یعنی رخصت بوضع تنخواہ دیتے وقت مستاجر عقد اجارۂ سابق کو ختم کرنے کے ساتھ آئندہ کے لئے اجیر سے وعدہ کرتا ہے کہ بعد انقضاء رخصت تم کام پر آؤ گے تو میں رکھ

(۱) کما یجب الاجر باستیفاء المنافع بالتمکن من استیفاء المنافع اذا کانت الاجارۃ صحیحۃ (الھندیۃ، کتاب الاجارۃ، الباب الثانی فی بیان انہ متی تجب الاجرۃ، ۴ / ۴۱۳ ط ماجدیہ) والاجیر الخاص من یستحق الاجر بتسلیم نفسہ وبمضی المدۃ ولا یشترط العمل فی حقہ لاستحقاق الاجر، (الھندیۃ، کتاب الاجارۃ الباب الثانی فی بیان انہ متی تجب الاجر، ۴ / ۴۱۳ ط ماجدیۃ)

(۲) اذااستاجر رجلا یوما لیعمل کذا فعلیہ ان یعمل ذالک العمل الی تمام المدۃ، ولا یشتغل بشئی آخر سوی المکتوبۃ ولہ ان یؤدی السنۃ ایضا (الفتاوی العالمگیریۃ، کتاب الاجارۃ، الباب الثالث فی الاوقاف التی یقع علیھا عقد الاجارۃ، ۴/ ۴۱۶، ۴۱۷ ط ماجدیۃ)

(۳) وھل یاخذایام البطالۃ کعید و رمضان؟ لم ارہ وینبغی الحاقہ ببطالۃ القاضی، واختلفوا فیھا والاصح انہ یاخذ...... وفی الشامیۃ: فقال فی المحیط انہ یاخذ لانہ یستریح للیوم الثانی...... وفی المنیۃ: القاضی یستحق الکفایۃ من بیت المال فی یوم البطالۃ فی الاصح (الدرالمختار، کتاب الوقف، مطلب فی استحقاق القاضی والمدرس الوظیفۃ فی یوم البطالۃ، ج: ۴/ ۳۷۲، سعید)

لوں گا مگر اس رخصت کے زمانہ میں وہ مستاجر سابق کا اجیر نہیں ہے ورنہ وہ کسی دوسری جگہ اجیر وحد کی حیثیت سے کام نہیں کر سکتا۔

صورت مسئولہ میں بکر کا اجیر وحد ہونا تو اس وجہ سے کہ منازعت استحقاق اجرت ایام میں ہے نہ استحقاق اجرت عمل میں تقریباً متعین ہے اور میں قرائن سے یہ بھی متعین کر لیتا ہوں کہ رخصت جو لی گئی ہے وہ رخصت بوضع تنخواہ ہے۔ جس کا مطلب عقد اجارۂ سابق کو ختم کر دینا ہوتا ہے۔ پس بکر نے عمرو مہتمم سے رخصت لیتے وقت اگر ۱۲ ذی الحجہ سے رخصت لی یعنی ۱۲ ذی الحجہ رخصت میں شامل ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اجارۂ سابقہ ۱۱ ذی الحجہ پر ختم کر دیا گیا اور اگر مہتمم مدرسہ رخصت دینے میں مستقل ہے یعنی اس کا عمل سرپرست کی رضامندی اور تنقیدی اجازت پر مبنی یا موقوف نہیں تو یہ معاملہ ختم ہو گیا۔ اب ۱۱ ذی الحجہ تک بکر مدرسہ کا بدستور ملازم ہے۔ اگر مدرسہ میں کوئی قانون ایسا موجود ہو کہ رخصت بوضع تنخواہ اگر اثناء تعطیل سے یا تعطیل کے بعد متصل شروع ہو تو ایام تعطیل کی تنخواہ نہ ملے گی یعنی ایسی صورت میں عقد اجارہ ایام عمل کے آخری دن پر ہی ختم ہو جانا قرار دیا جائے گا۔ خواہ منظوری رخصت کے وقت اس کی تصریح کی جائے یا نہ کی جائے یا مہتمم نے بوقت منظوری رخصت تصریح کی ہو کہ آپ کی ملازمت ۸ ذی الحجہ پر ختم قرار دی جائے گی تو ان دونوں صورتوں میں بکر کو صرف آٹھ تاریخ تک کی تنخواہ کا حق ہوتا۔ لیکن سوال میں یہ تصریحات ہیں۔

(الف) زید سرپرست مدرسہ کا یہ قول "اس لئے اس صورت کے متعلق مدرسہ میں کوئی قانون بھی نہیں۔"

(ب) بکر کے خط میں جو عمرو مہتمم مدرسہ کے نام لکھا گیا یہ صراحت "اگر تم کو ایام تعطیل کی تنخواہ دینے میں تردد نہ ہو اور قانون مدرسہ کے مطابق اب میں ۱۵ ذی الحجہ تک تنخواہ کا مستحق ہوں تو دی جائے۔" ان تصریحات سے اگر ان کی واقعیت مسلم ہو۔ یہ ثابت ہے کہ نہ ایسا کوئی قانون موجود ہے نہ مہتمم نے منظوری رخصت کے وقت ۸ ذی الحجہ تک ملازمت کی تحدید اور ۹ سے ترک تعلق کی تصریح کی تھی لہذا ۱۱ ذی الحجہ تک کی تنخواہ کا بکر بوجہ عقد سابق اور ۹، ۱۰، ۱۱ ذی الحجہ تک تعلق ملازمت قائم ہونے اور ان ایام کا بطالہ معروفہ بلکہ مشروطہ میں داخل ہونے کی وجہ سے مستحق ہے اور اگر ۱۲ ذی الحجہ رخصت مستقبلہ میں داخل نہ ہو تو ۱۲ ذی الحجہ کی تنخواہ کا بھی مستحق ہے۔

لیکن اگر مہتمم مدرسہ رخصت دینے میں مستقل اور با اختیار نہ ہو بلکہ اس کا فعل سرپرست مدرسہ کی رضامندی اور اجازت پر موقوف ہوتا ہو تو مہتمم کی اور بکر کی زبانی گفتگو پر معاملہ ختم نہیں ہوا بلکہ سرپرست کی اجازت پر موقوف رہا اور جب بکر کی صدر سے یعنی سرپرست سے گفتگو ہوئی اور اس میں بکر نے یہ تسلیم کر لیا کہ میں ۸ ذی الحجہ تک تنخواہ لے لوں گا تو آخری بات یہی ہوئی کہ ۸ ذی الحجہ پر عقد اجارۂ سابق ختم ہو گیا اور اب وہ ۸ ذی الحجہ تک کی تنخواہ کا مستحق رہا۔ اس صورت میں سرپرست مدرسہ کا تردد کو عمرو کی طرف منسوب کرنا یا عمرو کا بکر کو ۱۵ تک کی تنخواہ بھیج دینا موثر نہ ہو گا کیونکہ اس میں بنیادی چیز اختیار ہے۔ وہ اگر سرپرست کے ہاتھ میں مستقل طور پر ہے یا مہتمم اور سرپرست کی رائے کا اجتماع قطعی فیصلہ کے لئے ضروری ہے یا سرپرست کا فیصلہ آخری فیصلہ ہے تو جو بات صدر یعنی سرپرست کے سامنے طے ہوئی وہی آخری بات ہو گی۔ اور وہ یہی ہے کہ ۸ ذی الحجہ پر ملازمت سابقہ ختم ہو گئی اور ۹ ذی الحجہ سے بکر عقد سابق کے ماتحت ملازم نہ رہا۔ اس بات کی تنقیح کہ

حقیقتاً مستاجر کون ہے آیا صرف مہتمم یا صرف سرپرست یا دونوں مدرسہ کے قانون سے یا متعاقدین کی باہمی قرارداد سے یا تعامل سے ہو سکتی ہے اور جو امر تنقیح سے ثابت اور منقح ہو گا وہی حکم کا مدار ہو گا۔

اس کے بعد اس رقم کا معاملہ سامنے آتا ہے جو بکر نے مہتمم سے ۱۵ ذی الحجہ تک کی تنخواہ کے نام سے لی ہے تو اس بات سے قطع نظر کر کے وہ ۸ ذی الحجہ تک کی تنخواہ کا مستحق تھا یا ۱۱ ذی الحجہ تک یا ۱۲ ذی الحجہ تک کا (کیونکہ اس کا فیصلہ تو حقیقی مستاجر کی تعیین ہو جانے اور رخصت کی ابتداء ۱۲ ذی الحجہ سے تھی یا ۱۳ ذی الحجہ سے تھی، معلوم ہونے پر ہو گا) یہ قطعی ہے کہ ۱۳، ۱۴، ۱۵ ذی الحجہ کی تنخواہ کا بکر عقد اجارۂ سابق کے ماتحت مستحق نہیں ہے کیونکہ وہ عقد تو لامحالہ زیادہ سے زیادہ ۱۲ ذی الحجہ پر ہی ختم ہو گیا۔ ۱۲ سے آگے تو اس کا وجود کسی طرح بھی نہیں۔ بکر کے ۱۴ کو روانہ نہ ہونے اور ایام مذکورہ میں کام کرنے بلکہ اپنی عدم روانگی کی زید اور عمرو کو اطلاع دے دینے سے بھی اجارۂ سابقہ ختم شدہ بحال نہیں ہو جاتا اور اس کام کی اجرت اجارۂ سابقہ ختم شدہ کے ماتحت پانے کا وہ حقدار نہیں ہوتا کیونکہ اس کا ختم ہو جانا تو رخصت کی منظوری سے متحقق ہو گیا اور از سر نو قائم ہونا فریقین کی رضامندی پر موقوف تھا جو مفقود ہے۔ بکر کی جو تحریر عمرو کے نام ہے اور جو زبانی گفتگو عمرو سے رخصتی ملاقات کے وقت کی ہے اس سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ عمرو ختم شدہ اجارہ کو از سر نو قائم کرنے پر راضی ہو گیا بلکہ اس کے برخلاف اس امر پر دال ہے کہ خود بکر بھی اس تصور سے تہی دماغ تھا کہ اجارۂ سابقہ کو از سر نو قائم کیا جا رہا ہے۔ وہ تصریح کر رہا ہے کہ اگر سرپرست کی رائے میں اس مدت کی اجرت کا مستحق نہیں ٹھہرا تو واپس کر دوں گا یا اگلے کام کی اجرت معجلہ قرار دے دی جائے گی اور تا تصفیہ یہ قرض سمجھی جائے۔ یہ تقریر تجدید اجارۂ سابقہ کے تصور کے منافی ہے۔ اس سے زیادہ سے زیادہ بکر کا یہ خیال سمجھا جاتا ہے کہ وہ اجارہ سابقہ کے امکان امتداد کا تصور رکھتا تھا لیکن اجارۂ سابقہ جب منظوری رخصت کے وقت فسخ ہو چکا تو اب اس کے امتداد کا تصور بے معنی اور غیر موثر ہے۔ اب صرف یہ بات باقی رہی کہ بکر نے ۱۵ ذی الحجہ تک تنخواہ جو وصول کر لی اس کا یہ فعل اکل مال بالباطل یا خیانت میں داخل ہے یا نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر واقعہ یہ ہے کہ بکر نے :

(الف) عمرو مہتمم کو خط میں یہ لکھا "مگر اب میں ۱۲ ذی الحجہ کو نہیں گیا بلکہ تعطیل کے بعد بھی ۱۵ ذی الحجہ تک کام کر چکا ہوں۔ اس صورت میں اگر تم کو ایام تعطیل کی تنخواہ دینے میں تردد نہ ہو اور قانون مدرسہ کے مطابق اب میں ۱۵ ذی الحجہ تک تنخواہ کا مستحق ہوں تو دی جائے ورنہ حق سے زیادہ ایک پیسہ لینا نہیں چاہتا۔"

(ب) اور رخصتی ملاقات کے وقت زبانی یہ کہا کہ ایام تعطیل کی تنخواہ کے متعلق حضرت سرپرست سے بوجہ علالت استصواب نہیں ہو سکا ہے۔ بعد میں استصواب کرا لیا جائے اگر ان کو اس رقم کے معاملہ میں تردد ہو تو میں یہ رقم واپس کر دوں گا یا آئندہ اس کام کے حساب میں لگا لی جائے گی جو میں ساتھ لے جا رہا ہوں۔ لہذا اس وقت تک کہ سرپرست سے استصواب کیا جائے اس کو قرض سمجھا جائے۔ بکر کی تحریر اور زبانی گفتگو اس بات کی دلیل ہے کہ اس نے اس رقم کو قطعی اپنا حق قرار دے کر طلب نہیں کیا اور نہ اس حیثیت سے قبضہ کیا بلکہ خط میں تو قانون مدرسہ کے موافق ہونے اور عمرو کو دینے میں تردد نہ ہونے کی شرط لگائی اور زبانی گفتگو میں سرپرست کی رائے کو حکم قرار دیا۔ اور واقعہ یہ ہے کہ عمرو نے یہ رقم بکر کو اس کی تحریر پر بھیج دی اور رخصتی ملاقات کے وقت

بھی جب بکر نے سرپرست کی رائے استحقاق کے حق میں نہ ہونے پر رقم کی واپسی کا ارادہ ظاہر کیا اس سے رقم واپس نہ مانگی تو خلاصہ یہ ہوا کہ بکر نے یہ رقم خود کہیں سے نہیں اڑائی کہ قبض ناجائز ہو اس نے عمرو سے اس شرط پر طلب ضرور کی کہ اگر تم میرا حق سمجھو اور قانون مدرسہ کے خلاف نہ ہو تو دے دو اس پر مہتمم نے رقم بھیج دی تو اگر اس میں بکر نے قبضہ کر لیا تو عمرو کی تسلیط سے کیا اور اگر یہ رقم بکر کا حق نہ تھی تو ناحق دینے میں عمرو ملزم ہے۔ بکر تو اس شبہ میں معذور ہو سکتا ہے کہ عمرو کے نزدیک قانون مدرسہ کے موافق میں اس کا مستحق ہوں جبھی تو عمرو نے بھیج دی تو اس کا قبضہ قبض بشبہۃ الاستحقاق ہو گا جس کو خیانت یا اکل مال بالباطل نہیں کہا جا سکتا۔ اگر اس قبض کے صحیح ہونے میں اس کو شبہ تھا اور اس بناء پر اس کو قبض نہ کرنا چاہئے تھا یہ بات عمرو پر بدرجہ اولیٰ عائد ہوتی ہے کہ اسے سرپرست سے استصواب کئے بغیر دینا نہیں چاہئے تھا۔ اگر وہ جانتا تھا کہ میرا کوئی اس قسم کا تصرف سرپرست کی اجازت اور منظوری کے بغیر درست نہیں تو رقم دینے میں اس کو حد اختیار سے تجاوز کا مجرم قرار دیا جا سکتا ہے اور اگر اس تجاوز کو لاابالی پن یا بدنیتی کے ساتھ ملتبس قرار دیا جا سکے تو اس پر خیانت کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ بکر خیانت یا اکل مال بالباطل کے ساتھ موصوف نہیں ہو سکتا۔ اس نے اپنے قبض کو تین صورتوں میں دائر کیا تھا۔

(۱) اگر میں ان ایام کی تنخواہ کا مستحق ہوں تو یہ میرا حق ہے۔

(۲) اگر مستحق نہ ہوں تو واپس کر دوں گا۔

(۳) یا اس کو آئندہ کام کی اجرت معجلہ شمار کر لیا جائے گا اور سردست میرے ذمہ یہ رقم قرض سمجھی جائے۔ اور قرض تسلیم کر کے اپنے ذمہ ہر وجوب تسلیم کر لینا خیانت یا اکل مال بالباطل کی نیت کے صریحاً منافی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ ۲ شعبان ۱۳۵۶ء

کیا مجلس شوریٰ ملازمین کی رخصت متعین کرنے میں خود مختار ہے ؟

(سوال) (۱) دارالعلوم کی مجلس شوریٰ جو اس کے لئے قوانین و ضوابط انتظام بنانے کی مجاز ہے اس نے حضرات مدرسین و ملازمین دارالعلوم کے لئے ایک سال میں ۱۵ یوم و ایک ماہ علی الترتیب رعایتی رخصت اور ایک ماہ سالانہ بیماری کی رخصت بلاوضع تنخواہ مقرر کی ہے۔ یہ رخصتیں دوران سال میں یکدم اور باقساط مل سکتی ہیں اور اختتام سال کے ساتھ حق رخصت بھی ختم ہو جاتا ہے۔

مدرسین و ملازمین دارالعلوم کی خواہش پر اگر ان کو سفر حج کی رخصت بھی بلاوضع تنخواہ دی جائے تو کیا مجلس شوریٰ اس رخصت کو منظور کرنے کی مجاز ہے یا نہیں ؟

(۲) ہر سال استحقاقی رخصت (رعایتی و بیماری) مذکورہ جو حالیہ تعامل کے ماتحت عدم استفادہ کی صورت میں سال بسال سوخت ہوتی رہتی ہے۔ کیا مجلس شوریٰ اس کی مجاز ہے کہ اس حق کو سوخت نہ کرتے ہوئے قائم رکھے جس سے ملازم اگر چاہے تو دوران ملازمت یا ختم ملازمت پر جمع شدہ حق کو استعمال کر سکتے۔

المستفتی نمبر ۲۷۱۰ جناب مولانا مولوی محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند ۷ صفر ۱۳۶۱ھ م ۱۶ مارچ ۱۹۴۲ء

(جواب ۱۸۱) ہاں مجلس شوریٰ مجاز ہے کہ سفر حج کے لئے بھی ایک معینہ مدت کی رخصت بلاوضع تنخواہ منظور کردے۔یامدرس یاملازمین نے اگر رخصت رعایتی وبیماری سے استفادہ نہ کیا ہو تواس کو سفر حج کی رخصت کے متعلق کالعدم نہ کرے بلکہ سفر حج کی متعینہ مدت،اس رخصت میں شمار کرے۔ مجلس شوریٰ اس کی بھی مجاز ہے کہ صرف رعایتی رخصت کو عدم استفادہ کی صورت میں سال بہ سال کالعدم کرے اور ایک سال کی رخصت عدم استفادہ کی صورت میں دوسرے یا تیسرے سال تک دے دے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ،دہلی۔(۱)

مسجد کی کمیٹی یا نمازی امام یا نائب امام مقرر کر سکتی ہے

(سوال)(۱) جس ملک میں سلطان یا نائب سلطان موجود نہ ہوں لیکن شرعی امور کی طرف ان کی بالکل توجہ نہ ہو توامام یا نائب امام مقرر کرنے کا حق شرعاً کس کو حاصل ہے ؟
(۲) اگر مصلیان و کمیٹی مسجد ایک ایسے متدین شخص کو نیابت کے لئے مقرر کریں جس پر جمہور مصلیان حسن اعتقاد رکھتے ہوں اور امام نیابت کے لئے کسی اور غیر معتبر شخص کو پیش کرے تو کیا مصلیان امام کا حکم ماننے پر مجبور ہیں۔
(۳) شامی جلد اول ص ۵۶۱ (۲) میں ہے۔ **هو صريح فى جواز استنابة الخطيب مطلقا او كالصريح**۔اور ص ۵۶۲ ج ۱ (۳) میں ہے **لوصلى احد بغير اذن الخطيب لايجوز** اور ص **۵۶٤ ج ۱** (۴) میں ہے۔ **ونصب العامة الخطيب** غیر معتبر۔ بعض ظاہر بین عالم مذکورہ بالا فقہی روایات سے استدلال کرتے ہیں کہ نائب امام مقرر کرنے کا حق شرعاً صرف امام کو ہے۔

المستفتی عبدالوہاب سکریٹری مسجد کمیٹی۔

(جواب ۱۸۲)(۱) اگر مسجد کی کوئی کمیٹی ہے تو وہ امام یا نائب امام مقرر کرنے کی مستحق ہے (۵) لیکن اگر کمیٹی نہیں ہے تو مسجد کے نمازیوں کی جماعت کا حق (۶) ہے۔
(۲) نائب امام وہی ہوگا جس کو مسجد کی کمیٹی یا نمازیوں کی کثرت رائے سے مقرر کیا گیا ہے۔ صرف امام کو تنہا اس کا اختیار نہیں ہے۔ خصوصاً جب کہ امام خود بھی امامت کا تنخواہ دار ملازم ہو۔(۷)

---

(۱) اومالوشرط شرطا تبع كحضور الدرس ايام معلومه...... فلايستحق المعلوم الامن باشر خصوصا اذا قال قطع معلومه فيجب اتباعه وتمامه فى البحر (ردالمحتار، كتاب الوقف، مطلب فى الغيبة التى يستحق بها العزل عن الوظيفة، ٤/ ٤١٩ ط سعيد) واما شرائط الصحه (اى صحة الاجارة) فمنها رضا المتعاقدين...... ومنها بيان المدة (الفتاوى الهندية، كتاب الاجارة ، اوائل الباب الاول ط ماجديه) فحيث كانت البطالة معروفة فى يوم الثلاثاء والجمعة وفى رمضان والعيدين يحل الاخذ (ردالمحتار كتاب الوقف، مطلب فى استحقاق القاضى والمدرس الوظيفة فى يوم البطالة ٤/ ٣٧٢ ط سعيد)
(۲) (ردالمختار : كتاب الصلاة، باب الجمعة مطلب فى جواز استنابة الخطيب ٢/ ١٤٠ ط سعيد)
(۳) (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الجمعة، ٢/ ١٤٢)
(٤) (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الجمعة، ٢/ ١٤٣)
(٥) (البانى) للمسجد (اولى من القوم بنصب الامام والموذن) الدرالمختار، كتاب الوقف، قبيل مطلب فى الوقف المنقطع، ٤/ ٤٣٠ ط سعيد)
(٦) (نصب العامة) الخطيب (غير معتبر مع وجود من ذكر) امامع عد مهم فيجوز للضرورة (الدرالمختار) (قوله فيجوز للضرورة) ومثله مالومنع السلطان اهل مصر...... فلهم ان يجمعوا على رجل يصلى بهم الجمعة (كتاب الصلاة، باب الجمعة، ٢/ ١٤٣ ط سعيد)
(٧) ان اختار بعض القوم لهذا والبعض لهذا فالعبرة لاجماع الاكثر (قاضيخان، كتاب الصلاة فصل فيمن يصح الاقتداء به، ١/ ٩٢ ط ماجديه، وفى الخلاصه ان الامام يجوز استخلافه بلا اذن بخلاف القاضى وعلى هذا لاتكون وظيفة شاغرة، وتصح النيابة (كتاب الوقف، مطلب فى الغنيمة يسحق بهاالعزل على الوظيفة ومالايستحق ٤/ ٤٢٠ ط سعيد)

(۳) خطیب سے تنخواہ دار خطیب مراد نہیں ہے کیونکہ تنخواہ دار خطیب تو ملازم مستاجر ہے۔ اس کے اوپر احکام استیجار کے نافذ ہوں گے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی۔

واقف کی وصیت کے خلاف کرنے والا مسجد کا سکریٹری بننے کا اہل نہیں

(سوال) بعد وفات حضرت خطیب صاحب مسجد قاسم علی خاں ان کے فرزند کبیر حضرت مولانا مولوی صاحب کو جمیع مسلمانان پشاور و مضافات نے ہزارہا کی تعداد میں حضرت مرحوم کا جانشین قرار دے کر دستار فضیلت ایک خلافت کمیٹی دوسری مسلم آزاد پارٹی کی جانب سے مولانا موصوف کے سرباندھی۔ کسی فرد بشر نے اس وقت اختلاف نہیں کیا۔ مگر مسجد مذکور کے عارضی اوقاف کمیٹی کی سکریٹری خان بہادر عبدالحکیم خان صاحب وبعض اراکین نے جمہور اہل اسلام خصوصاً مسلمانان پشاور کی رائے کے خلاف مولانا موصوف کو ایک نوٹس کے ذریعہ لکھا کہ آپ کسی سیاسی کام میں حصہ نہ لیں اور نہ کسی سیاسی جماعت سے تعلق رکھیں اور نہ کسی ایسی جماعت یا شخص کو ملیں جو حکومت کے مخالف ہو یا حکومت کو اپنا مخالف سمجھتی ہو۔ اس نوٹس نے مسلمانان پشاور میں سخت ہیجان پیدا کر دیا اور مسلم آزاد پارٹی کے زیر قیادت کئی ایک جلسوں میں سکریٹری صاحب موصوف اور ان کی عارضی کمیٹی کے خلاف اظہار نفرت وملامت کے ریزولیشن پاس ہوئے۔ حتیٰ کے جمعیۃ العلماء صوبہ سرحد نے تحریری فتویٰ دیا کہ سکریٹری صاحب اور ان کی عارضی اوقاف کمیٹی کا مولوی صاحب موصوف کو اس قسم کا نوٹس دینا شرعاً ناجائز ہے۔ بلکہ اراکین اوقاف کمیٹی کو نااہل قرار دے کر کمیٹی سے برطرف کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ مگر چونکہ مسلمانوں کا سیاسی اقتدار نہیں ہے اور نہ اجزائے احکام شرعیہ کا ذریعہ اس لئے یہ تمام چیخ پکار صدا بصحرا یا آواز در گنبد ثابت ہوئی اور سکریٹری صاحب نے مولوی صاحب کا وظیفہ تقریباً ڈھائی سال سے اس بہانہ پر کہ وہ کانگریس اور بھارت سبھا وغیرہ جماعتوں سے تعلق رکھتے ہیں بند کر رکھا ہے۔ بایں ہمہ رنج والم مولانا موصوف اپنے والد امجد مرحوم ومغفور کی وفات کے بعد محض خدا اور رسول ﷺ کی رضاجوئی اور اعلائے کلمۃ اللہ اور کلمۃ الرسول کے لئے دل وجان سے روز وشب مصروف اور اولاد اسلام کی خدمت وصحیح معنوں میں تربیت کا وظیفہ ہمہ وقت درس وتدریس وافتا سے ایفا فرما رہے ہیں۔

(۲) مسجد خوردہ فروشان کی امامت کے لئے اس بازار کے تمام مسلمان اپنے دستخطوں سے سکریٹری صاحب و اراکین اوقاف کمیٹی کو درخواست دیتے ہیں کہ مولانا حافظ عبدالقیوم صاحب کو امام مقرر کیا جائے مگر سکریٹری صاحب ایک اور شخص کو جو قرآن وحدیث وفقہ سے بے خبر ہے امام مقرر کر دیتے ہیں۔

(۳) بارہ وفات کی تقریب میں خلافت کمیٹی کے زیر اہتمام مولود شریف کی مجلس میں شیرینی وغیرہ کے مصارف پر مبلغ ۲۰ روپے مسجد کے اوقاف فنڈ سے صرف کئے جاتے ہیں۔ حالانکہ ایک مسجد کا روپیہ دوسری مسجد پر خرچ کرنے کی شرعاً ممانعت کہتے ہیں مگر یہ صرف اس لئے کہ خلافت کمیٹی کے مختار و نائب صدر مرزا محمد سلیم خاں، خان بہادر عبدالحکیم خاں سکریٹری کے بھائی ہیں۔ سکریٹری صاحب واراکین اوقاف کمیٹی کی اس قسم کی غلطیوں پر مسلمان اعتراض کرتے ہیں اور جواب کے لئے سکریٹری صاحب تحریری بیان پر پمفلٹ کے ذریعہ

...... مسجد کے اوقاف فنڈ سے خرچ کر ڈالتے ہیں۔ کیا ایسا شخص جو جمہور اہل اسلام واجماع امت محمدی اور وصیت متولی وواقف کے خلاف کرتا ہو اوقاف مسجد پر قابض و متصرف رہ سکتا ہے؟

(جواب ۱۸۳) سکریٹری صاحب کے یہ افعال جو غرض واقف اور منشائے وقف اور رضامندی اہل اسلام کے خلاف ہیں۔ قابل مؤاخذہ و موجب ضمان ہیں۔ جمہور مسلمین کو حق ہے کہ وہ سیکریٹری صاحب کی جگہ کسی دوسرے امین و معتمد شخص کو منتخب کرلیں۔(۱)　　محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی۔

(منقول از اشتہار مطبوعہ سٹیم پریس۔ پشاور)

مسجد کی کمیٹی کے حصص بیچنے والے پر ان کی قیمت لازم ہے متوقع منافع کا ضامن نہیں

(سوال) ایک متولی اول مسجد نے مسجد کے پاس ایک ہزار روپیہ نقد اور دیگر ماہانہ آمدنی مستقل ہونے کے باوجود مسجد کے کسی کمپنی کے تقریباً ایک ہزار روپے کے شیئر (حصص) نہ صرف بلا اجازت و بلا قرارداد مصلیان بلکہ مصلیان کی لاعلمی میں فروخت کر ڈالے مصلیان مسجد اور متولی ثانی کو اس بات کا علم اس وقت ہوتا ہے جب کہ پانچ سال کے بعد متولی اول کے عزل اور سبکدوش کرنے کا موقع آتا ہے۔ وہ بھی اس وقت جب کہ حساب کتاب کے رجسٹروں کی جانچ پڑتال کرنے کے بعد متولی اول متولی ثانی کو مسجد کا چارج سپرد کر دیتا ہے اور متولیان وغیرہ فارغ ہو کر اپنے اپنے گھر چلے جاتے ہیں تو متولی ثانی کو ایک واقف کار شخص توجہ دلاتا ہے کہ فلاں کمپنی کے تین شیئر مسجد کے تھے۔ ان کے کاغذات بھی آپ نے سنبھال لئے یا نہیں؟ تب یہ متولی ثانی اس واقف کار شخص کے ہمراہ متولی معزول کے مکان پر جاتے ہیں اور اس کمپنی کے حصص کے کاغذات طلب کرتے ہیں تو وہ بطور تجاہل عارفانہ کے کہتا ہے کہ "ایں" کیا ان حصوں کا روپیہ جمع نہیں ہے؟ وہ تو میں نے پانچ سال ہوئے بیچ ڈالے۔ او ہو ان کا روپیہ جمع کرنا تو میں بالکل بھول گیا۔ خیر رجسٹر کھاتہ وغیرہ لائے ہیں؟ اب جمع کئے دیتا ہوں۔ چنانچہ متولی ثانی نے اس کے پاس کھاتہ کے رجسٹر وغیرہ بھیجے تب اس نے ان روپوں کو کھاتے میں یہ عبارت لکھ کر جمع کیا کہ ۱۹۳۲ء میں فلاں کمپنی کے حصے فروخت کئے اور ان کی رقم کو جمع کرنا بھول گیا تھا وہ آج جمع کرتا ہوں۔ اب چونکہ متولی معزول کے پاس ان فروخت شدہ حصص کی رقم موجود نہیں تھی اور نہ ایک ہزار روپیہ نقد جو کھاتے کی رو سے اس کے ذمہ نکل رہا تھا لہذا اس نے بیرون ہند کسی سیٹھ کا حوالہ دلا کر جمع کیا۔ ان تمام باتوں سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ متولی معزول نے یقیناً خیانت کی ہے جس کو دوسرے الفاظ میں غصب سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اگر یہ خائن متولی ان حصص کو فروخت نہ کرتا اور اگر فروخت کئے تھے تو ان کی قیمت سے کسی اور کمپنی کے حصے خرید کرتا یا کسی دوسری صورت سے اس رقم کو آمدنی کا ذریعہ بناتا تو اس پانچ سال کے عرصہ میں صرف ان حصص کی رقم کی آمدنی اور منافع تخمیناً چار پانچ سو روپے ہوتا۔ اور آج کل فروخت شدہ حصص کی قیمت بھی دوگنی ہے۔

---

(۱) (وینزع وجوباً (لو) الواقف درر فغیرہ بالاولی (غیر مامونا) اوعاجزا او ظھربہ فسق کشرب خمرونحوہ فتح، واو کان یصرف مالہ فی الکیمیاء نھر (الدرالمختار) (قولہ فغیرہ بالاولی)...... استفیدمنہ ان للقاضی عزل المتولی الخائن غیر الواقف بالاولی (ردالمحتار، کتاب الوقف، مطلب فیما یعزل بہ الناظر، ۴/۳۸۰ ط سعید)

اب سوال یہ ہے کہ اس خائن متولی پر جس نے خیانت کر کے پانچ سال تک منافع وقف کا جو نقصان کیا اس کا ضمان واجب ہے یا نہیں ؟ چونکہ قضیہ عدالت میں در پیش ہے لہذ احوالہ کتب کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں۔

المستفتی محمد عبدالرحیم حوالدار کٹھور ضلع سورت

(جواب ۱۸٤) اس تمام روداد سے متولی اول کی بد انتظامی اور تصرف بے جا اور خیانت تو ثابت ہوتی ہے تاہم منافع مستہلکہ کا ضمان اس کے اوپر واجب نہیں۔ صرف حصص کی قیمت فروخت اس کے ذمہ واجب الادا ہے اور متولی حال کو حق ہے کہ وہ رقم اس سے مانگے اور حوالہ قبول نہ کرے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

منافع کو ہلاک کرنے کی ضمان نہ آنا عدم غصب کی وجہ سے ہے

(سوال) کل حضور اقدس کا ایک فتویٰ اوقاف کے منافع مستہلکہ کے ضمان کے عدم وجوب کا نظر سے گزرا۔ فتوے کی صحت میں تو بھلا کسے کلام اور شبہ ہو سکتا ہے۔ لیکن در مختار اور شامی کی عبارت سے کچھ دل میں کھٹک سی ہے۔لہذا اس عبارت کا صحیح محمل اور توجیہ بیان فرمائیں تو ذرہ نوازی ہوگی۔ عبارت یہ ہے : فی الدر المختار (۱) (و) **بخلاف** (منافع الغصب استوفاها او عطلها) فانهالاتضمن عندنا ووجد فی بعض المتون ومنافع الغصب غیر مضمونة الخ (الا) فی ثلاث فیجب اجرالمثل علی اختیار المتاخرین (ان یکون) المغصوب (وقفا) للسكنی اوللاستغلال فی الشامی اقول اولغیرهما كالمسجد الخ (شامی (۲) مصری واستنبولی جلد خامس ص ۱۷۹) اس عبارت سے کچھ وہم سا ہو رہا ہے کہ اوقاف کے منافع مستہلکہ مضمون باجر المثل ہیں۔

(جواب ۱۸۵) فتویٰ مرسلہ میں عدم ضمان کا حکم اس امر پر مبنی ہے کہ متولی اول کا قبضہ قبض غصب نہیں تھا، قبض تولیت تھا۔ اگرچہ اس نے عمل ایسا کیا جو وقف کی بہبود کے خلاف تھا۔ تاہم حقیقی طور پر وہ غاصب نہیں تھا۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

کیا متولی کا وقف میں تصرف غصب شمار ہوگا؟

(سوال) چند یوم کا عرصہ ہوا کہ حضور اقدس نے فتویٰ دیا تھا کہ ”مسجد کے منافع مستہلکہ کا ضمان متولی کے ذمہ نہیں ہے۔“ اس استفتا کو حضور کی خدمت میں پیش کرنے سے پہلے جامعہ ڈابھیل کے مفتی صاحب مولانا اسماعیل محمد بسم اللہ کی خدمت میں بھی پیش کیا گیا۔ سو انہوں نے پہلے تو وجوب ضمان کا فتویٰ دیا تھا۔ لیکن یہ حضور کا فتویٰ جب انہیں دکھایا گیا تو اپنے فتوے سے رجوع فرمالیا۔ لیکن یہ رجعت اس وقت تک سکوت کے درجہ میں ہے کیونکہ اسی سلسلہ میں احقر ان کی خدمت میں ڈابھیل گیا اور نئے سرے سے ان کی خدمت میں گجراتی زبان میں استفتا پیش کیا اور عرض کیا کہ جب حضور نے رجوع فرمالیا ہے تو پھر کیا حرج ہے کہ اب حضور عدم وجوب ضمان کا فتویٰ دیں۔ اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ حرج تو کچھ بھی نہیں لیکن چونکہ معاملہ ہے عدالت کا اور باوجود از حد تلاش کے کوئی صریح جزئیہ کسی جگہ ملا نہیں۔ اور حضرت مفتی صاحب (استاذی مدظلہ) نے جو

(۱) الدر المختار، كتاب الغصب، مطلب فی ضمان منافع الغصب، ٦/ ٢٠٥، ٢٠٦ سعید)
(۲) (ردالمحتار، كتاب الغصب، مطلب فی ضمان منافع الغصب، ٦/ ٢٠٦ ط سعید)

دلیل تحریر فرمائی ہے کہ عدم وجوب ضمان کا حکم قبضہ تولیت کی وجہ سے ہے۔ قبضہ غصب کی وجہ سے نہیں۔ سو اس دلیل اجمالی کی وجہ سے شش و پنج میں ہوں کہ آخر قبضہ تولیت کی وجہ سے غصب ثابت کیوں نہیں ہوتا۔ اگر اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہو کہ چونکہ قبضہ تولیت دراصل قبضہ لبداع ہے۔ اس وجہ سے قبضہ غصب موثر نہیں ہوتا تو یہ بھی فقہا کی تصریحات کے خلاف ہے۔ کیونکہ کتب فقہیہ کا جزئیہ ہے کہ اگر کوئی شخص امانت کا انکار کر دے تو وہ غاصب کہلائے گا۔ اگر حضور والا اس اجمال کو قدرے تفصیل کے ساتھ بیان فرمائیں کہ قبضہ تولیت کے ہوتے ہوئے غصب کیوں نہیں ثابت ہوتا تو مفتی بسم اللہ صاحب کو بھی اطمینان ہو جائے اور ہم لوگ فریقین کو سہولت کے ساتھ راضی کر کے عدالت سے مقدمہ کو واپس کرالیں اور شریعت مطہرہ کے موافق فیصلہ کرادیں۔ امید کہ حضور اقدس معتدبہ اطمینان بخش تفصیل فرما کر ہم سب کو ممنوع فرمائیں گے۔

خادم دیرینہ حوالدار مورخہ ۷ امحرم ۱۳۶۴ھ

(جواب ۱۸۶) فتویٰ مرسلہ کی نقل یہاں نہیں ہے اس لئے اس کے متعلق مزید استفسار کے ساتھ وہ فتویٰ یا اس کی پوری نقل مع سوال وجواب آنی چاہئے۔ یہ صحیح ہے کہ مودع ودیعت کا انکار کر دے تو انکار کے بعد اس کا قبضہ ودیعت بدل کر قبضہ غصب ہو جاتا ہے لیکن متولی کا قبضہ قبضہ ودیعت نہیں ہے۔ مودع ودیعت میں تصرف کا حق نہیں رکھتا۔ صرف محافظ ہوتا ہے اور متولی تصرف کرتا ہے اور تصرف کا حق رکھتا ہے تو جب تک وہ کسی شرط وقف کی صراحتاً مخالفت نہ کرے اس وقت تک اس کو غاصب قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اگر کوئی تصرف اس کی رائے میں وقف کی شرائط کے خلاف نہ ہو اور وہ کر ڈالے اور دوسرے لوگ اس کو وقف کے لئے مضر سمجھیں تو زیادہ سے زیادہ اس کو آئندہ کے لئے تولیت سے معزول کرنے کا حق ہوگا۔(۱) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔**

فتویٰ مرسلہ کی نقل مع سوال وجواب ہمیں موصول ہو چکی ہے۔ اس لئے اس فتوے کا تفصیلی جواب حسب ذیل ہے۔

ھوالموفق۔ مسئلہ مسئول عنہا درحقیقت اصل وقف کے متعلق نہیں ہے بلکہ مال وقف سے خریدے ہوئے شیئرز کے متعلق ہے۔ یعنی مسجد کے جمع شدہ سرمایہ سے شیئرز خرید لئے گئے تھے تاکہ ان کی آمدنی ہو جائے۔ شیئرز میں متولی کو ہر وقت اختیار ہوتا ہے کہ ان میں فائدہ کم دیکھے تو فروخت کر دے۔ یعنی شیئرز کی بیع اس کے اختیارات تولیت میں داخل ہے بلکہ مسجد کسی وقف کی آمدنی جو جائیداد خریدی جائے اس کو بیع کرنے کا متولی کو حق ہوتا ہے۔ اس مسئلہ کی دلیل یہ ہے :۔ **متولی المسجد اذا اشتری بمال المسجد جانوتا اوداراً ثم باعها جاز اذا كانت له ولاية الشراء هذه المسئلة بناء على مسئلة اخرى ان متولى المسجد اذا اشترى من غلة المسجد دارا اوحانوتا فهذه الدار وهذه الحانوت هل تلحق بالحوانيت الموقوفة على المسجد ومعناه هل تصير وقفا. اختلف المشائخ رحمهم الله تعالى قال الصدر الشهيد المختار انه لاتلتحق ولكن تصير مستغلا للمسجد كذافى المضمرات۔** (عالمگیری(۲) جلد دوم ص ۴۱۳ مصری) یہ بھی واضح رہے کہ اگر یہ شیئرز مسجد کی رقم سے خریدے ہوئے نہ ہوں بلکہ کسی نے براہ

(۱) (قوله ليس للقاضى عزل الناظر) قيد بالقاضى لان الواقف له عزله ولو بلاجنحة...... نعم له ان يدخل معه غيره بمجرد الشكايه والطعن (ردالمحتار، كتاب الوقف، مطلب ليس للقاضى عزل الناظر ۴ / ۴۳۸، ۴۳۹ ط سعيد)
(۲) (الفتاوى العالمگيريه كتاب الوقف، الباب الثالث، مطلب اذا اراد القيم بيع بعض الحزب، ۲ / ۴۱۷ ماجدية)

راست مسجد کو دیئے ہوں توان کا حکم بھی یہی ہوگا کہ ان کی بیع ممنوع نہیں بلکہ متولی کے اختیار میں ہوگی۔اس کا حکم اعیان موقوفہ کا نہ ہوگا۔ کیونکہ کسی کمپنی کے حصص اعیان موقوفہ نہیں ہیں۔ پس جب کہ متولی نے یہ حصص فروخت کئے تو اس نے اپنے حدود اختیار سے تجاوز نہیں کیا اور بیع جائز ہوگئی۔ نفس بیع اس کی خیانت کو مستلزم نہیں۔اب اس کے پاس مسجد کی رقم ہوگئی۔اس رقم کو اس نے کسی آمدنی کے کام میں نہیں لگایا تو یہ اس کی سود تدبیری تو کہی جاسکتی ہے مگر خیانت نہیں کہی جاسکتی۔ہاں اس کا پانچ سال تک اس رقم کو مسجد کے حساب میں جمع نہ کرنا خیانت ہے جس کی بناء پر وہ عزل کا مستحق ہو سکتا ہے۔(۱)اور قیمت حصص اس سے وصول کی جاسکتی ہے-اگر اس رقم جمع نہ کرنے کو غصب بھی قرار دیا جائے تو یہ غصب رقم کا ہے نہ کہ وقف کا۔اور رقم کے غصب پر منافع مستہلکہ کا ضمان واجب نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ خالص رہا ہوگا۔اگر کوئی شخص مسجد کا روپیہ غصب کرلے اور دو چار سال تک نہ دے تو اس کے ذمہ صرف غصب شدہ روپیہ ہی واجب الادا ہوگا۔اس رقم کا مدت غصب کا منافع نہیں لیا جاسکتا۔

وقف کے منافع مستہلکہ یا معطلہ کا ضمان جو غاصب سے لیا جاتا ہے وہ منافع وہ ہیں جو عقد اجارہ میں معقود علیہ بننے کی صلاحیت رکھتے ہوں جیسے دار موقوفہ کی سکونت یا ارض موقوفہ کی زراعت۔(۲) لیکن رقم کے وہ منافع جو اس کو کسی کام میں لگانے سے بطور ربح حاصل ہوتے ہوں ان منافع میں داخل نہیں ہیں جن پر عقد اجارہ واقع ہو سکے۔اس لئے رقم کے منافع مضمون نہیں ہیں۔واللہ اعلم۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، ۱۱صفر ۱۳۶۴ھ

دونوں جوابوں کے درمیان فرق کے شبہ کا ازالہ

(سوال) حضور اقدس کے سابقہ فتوے اور آخری مفصل تحریر میں ہر دو کے عنوان میں کچھ تعارض سا معلوم ہوتا ہے- سابقہ فتوے کے جواب میں تحریر ہے کہ ان حصص کو بیچنا اگر متولی کا ذاتی فعل ہے (یعنی نمازیوں کے مشورے سے نہیں) تو یہ فعل ناجائز ہے اور متولی کا یہ فعل غلط ہے اور آخری فتوے میں علی الاطلاق بیع اور خرید و فروخت کو جائز قرار دیا ہے- نیز یہاں کی جملہ مساجد کا قدیم سے یہ عرف اور دستور چلا آرہا ہے کہ متولی اگر کوئی جائیداد یا شیئرز بیچنا یا خریدنا چاہے تو جمعہ کے دن یا اور کسی مناسب موقع پر مصلیان مسجد کو جمع کر کے مشورہ لیتا ہے اور یہ کارروائی باقاعدہ مجلس شوریٰ کے رجسٹر میں درج کی جاتی ہے اور اس پر حاضرین کے دستخط بھی لئے جاتے ہیں۔اگر مصلیان راضی ہوں اور متولی کو اجازت دیں تو متولی خرید و فروخت کر سکتا ہے۔ نمازیوں کے بلا مشورے کے متولی اس قسم کی خرید و فروخت کا مجاز نہیں۔ حضور اقدس کے دونوں فتوؤں کا مآل تو واحد ہے- یعنی دونوں صورتوں میں یعنی اگر بیع ناجائز ہو تو یا جائز رکھی جائے تو منافع مستہلکہ کا ضمان واجب نہیں۔ لیکن یہاں کا عرف قائم مقام شرط او قاف کے ہے- سو یہاں کے ماحول کے مطابق ہر دو شق متعین ہو کر جواب منقح ہو جائے تو فیصلہ

---

(۱) (ينزع) وجوباً (لوغير مامون) الدر المختار، كتاب الوقف، مطلب يأثم بتوليه الخائن، ٤/ ٣٨٠ ط سعيد)
(۲) (ان غصب عقاره) اوسكنه انسان بغير امر الواقف او القيم (يختار) للفتوى (وجوب الضمان) فيه وفي اتلاف منافعه ولو غير معدللاستغلال وبه يفتي (الدر المنتقى في شرح الملتقى، كتاب الوقف، ١/ ٧٥٣،٧٥٢ ط بيروت)

کے صدور میں بہت زیادہ سہولت ہو۔

(جواب ۱۸۷) دونوں جوابوں میں تعارض نہیں۔ پہلے جواب میں بیع کو ناجائز اور متولی کے فعل کو غلط اس معنی میں کہا ہے کہ اس نے اختیار تولیت کو ناجائز اور غلط طور پر استعمال کیا اور دوسرے جواب میں ایسی املاک وقف کی آمدنی سے خریدی گئی ہوں ان کی بیع جائز ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان میں بیع کئے جانے کی صلاحیت ہے۔ اگر متولی اپنے حدود اختیار میں رہ کر بیع کرے تو بیع بالکل جائز اور صحیح ہو گی اور اپنے اختیارات کا غلط استعمال کرے تو بیع ہو جائے گی۔ اور متولی کے حق میں اس کا یہ فعل ناجائز قابل مؤاخذہ ہوگا۔ اور اس کو معزول کئے جانے کا مستحق بنا دے گا۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

(۱) واقف کی اولاد تولیت کی زیادہ حقدار ہے
(۲) کیا مسجد کی مرمت اور تقسیم وغیرہ متولی کی سرپرستی میں ہو گی؟
(۳) عقائد میں اختلاف کی صورت میں متولی کی ذمہ داری
(۴) کیا متولی دوسرے کو متولی بنا سکتا ہے؟

(سوال) (۱) ایک شخص نے اپنی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ وغیرہ سے کوئی مکان برائے مسجد وقف کر کے مسجد اپنے مصارف سے تعمیر کی۔ بعد ؤہ وہ فوت ہو گیا۔ ایسی صورت میں متولی مسجد کون ہو گا؟
(۲) اس مسجد کی مرمت و تعمیر و عزل و نصب خدام مسجد و ترمیم و تعمیر عمارت میں کس کی اجازت و سرپرستی سے ہونی چاہئے؟
(۳) بصورت اختلاف عقائد تقلید و غیر تقلید وغیرہ متولی کو کیا کیا حقوق انسدادی حاصل ہیں؟
(۴) انتقال تولیت حسب اجازت متولی ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(جواب ۱۸۸) (۱) جب تک واقف کی اولاد اور اقارب میں کوئی شخص تولیت کے قابل مل سکے تو اسی کو متولی بنانا چاہئے اور جب اس کی اولاد و اقارب میں کوئی اہل نہ ہو تو پھر اجانب میں سے کسی لائق و متدین شخص کو متولی بنایا جائے۔(۲)
(۲) اگر واقف کوئی وصیت کر گیا ہو اور کسی شخص یا جماعت کے سپرد یہ کام کر گیا ہو تو اس کی وصیت و ہدایت کی تعمیل کرنی چاہئے اور کوئی وصیت نہ ہو تو پھر جو شخص حسب قاعدہ متولی قرار پائے گا مرمت و تعمیر و عزل و نصب خدام وغیرہ تمام انتظامات اسی کی رائے کے مواقف ہوں گے۔(۳)
(۳) مسجد کا بانی جس فریق سے تعلق رکھتا تھا تولیت و اہتمام کے اختیارات تو اسی فریق کو حاصل ہوں گے (۴) اور

---

(۱) (ینزع) وجوبا (لو غیر مامون) (الدر المختار، کتاب الوقف، مطلب یاثم بتولیۃ الخائن، ۴/ ۳۸۰ ط سعید)
(۲) لایجعل القیم من الاجانب ماوجد فی ولد الواقف، واھل بیتہ من یصلح لذالك (کتاب الوقف، مطلب لایجعل الناظر من غیر اھل الوقف، ۴/ ۴۲۴ ط سعید)
(۳) (۴) (قولہ ولایۃ نصب القیم الی الواقف) قال فی البحر قدمنا ان الولایۃ للواقف ثابتۃ مدۃ حیاتہ وان لم یشترطھا وان لہ عزل المتولی (ردالمختار، کتاب الوقف، مطلب ولایۃ نصب القیم الی الواقف، ۴/ ۴۲۱ ط سعید)

مسجد میں نماز پڑھنے کا حق تمام مسلمانوں کو حاصل ہے۔ نماز پڑھنے سے متولی اور خود بانی بھی کسی کو نہیں روک سکتا۔ ہاں شر و فساد کرنے سے روکنے کا حق (۱) حاصل ہوتا ہے۔
(۴) اگر متولی کو یہ حق دیا گیا ہو کہ وہ اپنی جگہ دوسرے شخص کو بھی متولی بنا سکتا ہے تو اس صورت میں وہ دوسرے کو متولی بنا سکتا ہے۔ اور اگر اسے یہ حق نہیں دیا گیا ہو تو اسے اپنی زندگی اور صحت میں کسی کو متولی بنانے کا حق نہیں۔ ہاں مرض الموت میں کسی دوسرے کے لئے وصیت کر سکتا ہے اور اس وصیت کے موافق دوسرا شخص متولی کے انتقال کے بعد متولی ہو جائے گا۔ (۲) باقی عارضی طور پر اپنے اختیارات کسی دوسرے کو اجرائے عمل کے لئے تفویض کر دینے کا متولی کو ہر وقت اختیار ہے۔ (۳) محمد کفایت اللہ غفرلہ، مدرسہ امینیہ دہلی۔

نمازی مسجد کی منتظم کمیٹی کے رویہ سے مطمئن نہ ہوں تو اسے معزول کر دیا جائے یا نہیں؟

(سوال) آج مجھے بالوگنج مسجد کے متعلق منسلکہ مجموعہ فتاویٰ ملا کیونکہ میرا بھی اس قضیہ سے تعلق ہے۔ مجھے افسوس ہوا کہ یہاں کے اصحاب نے واقعات کو بہت مسخ کر کے آپ حضرات سے استفتا طلب کیا جس سے بالوگنج کے مسلمانوں پر برا اثر پڑا ہے۔ جس مقصد کے لئے آپ کو تکلیف دی گئی تھی وہ ان لوگوں کو حاصل نہیں ہوا۔ دونوں جماعتیں جاری ہیں۔ اب میں مجملاً آپ کی خدمت میں بالوگنج مسجد کے حالات عرض کرتا ہوں تاکہ آپ پر حقیقت آشکار ہو جائے۔ میں واقف راز ہوں۔ گزشتہ کمیٹی کا معتمد تھا۔

مسجد مذکورہ پہلے ایک متولی کے ہاتھ میں تھی۔ لوگ اس سے مطمئن نہ تھے۔ عدالتی چارہ جوئی متولی کے خلاف کی۔ ایک عرصہ کے بعد باہمی فیصلہ ہو گیا۔ متولی صاحب نے ایک کمیٹی منظور کر لی جس میں متولی صاحب ممبر تاحین حیات۔ ایک نمائندۂ انجمن اسلامیہ شملہ اور تین دیگر ممبر جو بالوگنج اور مضافات کے مسلمانوں سے منتخب ہوں، یعنی کل پانچ حضرات کی کمیٹی مقرر ہوئی۔ عدالت نے ابتداء میں ایک عارضی کمیٹی کو خود نامزد کر دیا جو صرف چھ ماہ کے لئے تھی۔

اس عدالتی کمیٹی نے ایک امام کو مقرر کیا۔ اس امام کو آئے ہوئے چند دن ہی ہوئے تھے کہ ایک دو حضرات نے اس کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کر دیا۔ وجہ اختلاف یہ بتائی گئی کہ امام بالوگنج کی ایک پارٹی کی حمایت کرتا ہے جس کی امام نے تردید کی۔ عارضی کمیٹی کی مدت ختم ہونے پر مستقل کمیٹی کا انتخاب ہوا۔ انتخاب میں دھڑے بندی زوروں پر تھی۔ تین آدمی منتخب ہوئے۔ انجمن اسلامیہ نے غلطی یہ کی کہ ایک پارٹی کے سرغنہ کو اپنا نمائندہ مقرر کر دیا۔ اس سے دوسری پارٹی والے بہت بگڑ گئے۔ ابھی تک ایک پارٹی کا دوسری پارٹی سے معاملہ تھا مگر جب ایک پارٹی نے امام کو نشانہ بنایا تو لوگ متحدہ طور سے امام کی طرف ہو گئے۔ امام کے خلاف ایک گمنام

---

(۱) قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: "ومن اظلم ممن منع مساجدالله ان يذكر فيها اسمه وسعى فى خرابها" سورة البقره

(۲) (ارادالمتولى اقامة غيره مقامه فى حياته) وصحته (ان كان التفويض له) بالشرط (عاماصح) (والا) فان فوض فى صحته (لا) يصلح وان فى مرض موته صح (الدرالمختار. كتاب الوقف، مطلب للناظر ان يوكل غيره، ٤/ ٤٢٥ ط سعيد)

(۳) (قوله ارادالمتولى اقامة غيره مقامه) اى بطريق الاستقلال امابطريق التوكيل فلايتقيد بمرض الموت (ردالمحتار، كتاب الوقف، مطلب للناظران يوكل غيره ٤/ ٤٢٥ ط سعيد)

عرضی ابتداءحکام ضلع کے پاس بھیجی گئی جس میں لکھا تھا کہ امام کانگریسی خیالات کا ہے اور خلافت کی تحریک میں عملی حصہ لیتا رہا ہے۔ وغیرہ ۔اس عرضی پر امام کا کچھ نہیں بگڑا بلکہ نمائندہ انجمن کی طرف لوگوں کا عام خیال تھا کہ یہ ان کی حرکت تھی۔ اس کے بعد مختلف منصوبے امام کو علیحدہ کرنے کے لئے کئے گئے جس کا اثر یہ ہوا کہ منتظمہ کمیٹی کی طرف سے لوگ بد دل ہوتے گئے اور امام کی حمایت میں ایک کثیر جماعت ہو گئی۔ آخر میں مقطع کا بند یہ ہوا کہ "زمیندار" کی ضمانت کی ضبطی جو قادیانی کی وجہ سے ہوئی تھی اس کے متعلق امام نے بھی لوگوں کے کہنے پر اپیل کی۔ اس پر صدر صاحب کو خوب بھڑکایا گیا۔ وہ بے چارے کانوں کے کچے بھرے میں آ گئے اور امام سے الجھ پڑے۔ تو تو میں میں اور سخت کلامی تک نوبت آئی۔ غصہ میں صدر صاحب نے فوراً تھانے میں رپٹ لکھوادی اور دوسرے دن صبح سپر نڈنٹ پولیس اور ڈپٹی کمشنر صاحب سے امام کے خلاف سخت شکایت کی۔ جاڑے کا موسم تھا۔ دفاتر دہلی میں تھے۔ کمیٹی کے پانچ ممبران میں سے صرف دو وہاں موجود تھے۔ یعنی صدر اور ایک ممبر۔ صدر صاحب نے اپنی دو ممبروں کی کمیٹی میں امام کو علیحدگی کی قرارداد منظور کرالی۔ اور ایک وکیل کی معرفت امام کو ایک ماہ کی میعاد کے بعد علیحدگی کا نوٹس دے دیا۔ امام صاحب نے وہ نوٹس مجھے بحیثیت کریٹری کے بھیج دیا۔ میں نے اس کا جواب وکیل صاحب کو یہ دیا کہ جو نقائص امام میں بتائے جاتے ہیں وہ غلط ہیں۔ امام نے اپنے اقرار کے خلاف کچھ نہیں کیا بلکہ کمیٹی نے عہد شکنی کی ہے کہ مقرر شدہ تنخواہ میں بھی تخفیف کی اور رہائش مکان حسب اقرار نامہ جو ملنا چاہئے تھا وہ نہیں دیا۔ امام نے مسجد کی امامت کے وقار کو بڑھادیا ہے اور یہ کہ کمیٹی پبلک کا اعتماد کھو چکی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ کمیٹی ایک عام جلسہ میں مسلمانوں کا اعتماد حاصل کرے۔ وغیرہ۔ نوٹس کی میعاد گزر گئی۔ کمیٹی نے امام صاحب کی تنخواہ بند کر دی مگر تین چار ماہ تک کسی امام کا تقرر نہیں کیا۔ وہی امام نماز پڑھاتا رہا۔ جب دفاتر شملہ واپس آئے اس وقت شر میں اضافہ ہوا۔ امام کی عدم موجودگی میں اس کا سامان نکال کر حجرۂ مسجد کے باہر رکھ دیا۔ لوگ سخت غصہ میں تھے۔ مگر کمیٹی نے پولیس کی آڑ لے رکھی تھی۔ پبلک کی مطلق پر وانہ کی۔ اب امام کے خلاف عدالتی چارہ جوئی کی ہے اور عارضی حکم امتناعی حاصل کر لیا ہے کہ امام مسجد میں نماز نہ پڑھائیں۔ اس پر لوگ آگ بگولہ ہو گئے اور مسجد کے امام سے عدم تعاون اور بالکل مقاطعہ کر دیا۔ ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے بلکہ ایک الگ جماعت کرتے ہیں۔ اس عدالتی چارہ جوئی کا پبلک نے ایک یہ بھی جواب دیا کہ ایک جلسہ عام میں ایک تحقیقاتی کمیشن مقرر کی کہ کمیٹی مذکورہ کے خلاف جو شکایات ہیں ان کی پڑتال اور تفتیش کرے۔ ان کی رپورٹ منسلک ہے۔ کمیٹی نے کمیشن سے عدم تعاون کیا۔ پبلک نے ایک عام جلسہ میں کمیشن کی رپورٹ کو منظور کیا اور کمیٹی مذکور کو معزول کر کے دوسری کمیٹی مقرر کر دی۔ اب سابق کمیٹی اڑی ہوئی ہے اور ان کی بہ دولت مسلمانوں کا روپیہ عدالت اور عدالتی چارہ جوئی کی نذر ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ حکم امتناعی کے علاوہ ایک اور دعویٰ امام پر دائر کر دیا ہے کہ وہ مسجد میں بچوں کو قرآن کی تعلیم نہ دے۔ بالوگنج کے مسلمانوں کے کوئی بیس پچیس لڑکے حافظ صاحب سے قرآن پڑھتے ہیں اور تمام بچوں کے والدین بالکل مطمئن ہیں۔ خود صدر صاحب نے ایک چٹھی میں اعتراف کیا ہے کہ حافظ صاحب بہترین قرآن شریف پڑھتے اور پڑھاتے ہیں۔ مگر ان کو وہاں سے بھی الگ کرنا چاہتے ہیں۔

مندرجہ بالا حالات میں کیا جزو کمیٹی جس میں خاص امام کے متعلق اختلاف ہو وہ متولی کی شرعی حیثیت رکھتی ہے یا نہیں ؟ اور وہ جزو کمیٹی امام کو بر طرف کرنے میں جب کہ ان پر یہ اچھی طرح سے آشکار اور واضح ہے کہ عام مسلمان اور خصوصاً نمازی مسجد امام کو رکھنا چاہتے ہیں کہاں تک حق بجانب ہے - مزید بر آں جب دنیاوی قانون یعنی عدالتی حکم امتناعی عارضی ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ کمیٹی مذکور کو ابھی ثبوت دینا ہے کہ ان کی امام کی بر طرفی حق بجانب ہے۔ کیا شرعاً امام معزول اور بر طرف سمجھا جاسکتا ہے ؟ خصوصاً جب کہ صدر نے سکریٹری کی چٹھی کا کوئی جواب ابھی تک نہیں دیا۔ جس میں سکریٹری نے امام کی علیحدگی کو خلاف قاعدہ بتایا تھا۔

رہا ایک مسجد میں دو جماعتوں کا ہونا اس میں تو کوئی اختلاف نہیں۔ واقعی ایسا نہیں ہونا چاہئے مگر عام لوگ مندرجہ بالا واقعات کے ہوتے ہوئے کہتے ہیں کہ امام بر طرف ہوا ہی نہیں۔ کیونکہ اس میں کوئی شرعی نقص نہیں ہے - اور نہ بر طرفی مفاد مسجد میں کہی جاسکتی ہے بلکہ صدر اور ان کے رفقاء کی ضد اور ہٹ دھرمی ہے۔ خصوصاً جب کہ امام صاحب اور صدر میں جو رنجش اور سخت کلامی ہوگئی تھی وہ آپس میں ملاپ ہونے کے بعد شرعی طور پر رفع دفع ہو جانی چاہئے۔ اور لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ کدورت صاف ہوگئی ہے مگر صدر کے احبا اور حمایتی ان کو اس عدالتی چارہ جوئی کے لئے اکساتے رہتے ہیں اور معاملات کی اصلاح نہیں ہونے دیتے۔

بدیں حالات کمیٹی اور ان کے رفقاء کا رویہ شرعی حیثیت سے کیسا ہے ؟ اور جب کہ کمیٹی کو عام مسلمانوں نے معزول کر دیا ان کا بھی اڑے رہنا اور مسلمانوں کی رائے کی پروانہ کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں ؟

(ونڈر میر۔ سرہل شملہ) ۱۵ جولائی ۱۹۳۵ء

(جواب ۱۸۹) اگر یہ واقعات صحیح ہیں تو ان سے ثابت ہوتا ہے کہ کمیٹی نے اخلاقی طور پر نامناسب رویہ اختیار کیا ہے اور زیادتی اس کی جانب سے ہے - تاہم اس کے جس جلسہ میں امام کو معزول کیا گیا تھا اگر وہ جلسہ قواعد و آئین کے موافق جائز تھا یعنی کورم پورا تھا اور جلسہ کے انعقاد کے اصول طے شدہ کی کوئی خلاف ورزی اس میں نہیں کی گئی تھی تو اس جلسہ کا فیصلہ قاعدہ کی رو سے نافذہ ہوگا۔ اگرچہ اخلاقاً وہ فیصلہ مذموم اور قابل اعتراض ہو۔ اور غالباً یہی وجہ ہوگی کہ عدالت سے بھی امام معزول کے خلاف حکم امتناعی جاری ہو گیا۔ عام پبلک اگر کمیٹی سابق کے فیصلے اور اس کے ارکان کے رویہ کے خلاف ہے تو اس کو چاہئے کہ اس کمیٹی کو معزول کر کے علیحدہ کر دے اور جدید کمیٹی جب قبضہ لے لے اس وقت اپنی رائے کے موافق بہتر انتظام کرے اور امام سابق کو مقرر کر دے لیکن تا فیصلہ یہ مزاحمت اور تکرار جماعت مستحسن نہیں ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ، دہلی۔

(۱) کیا جائیداد کی تقسیم کئے بغیر ایک وارث کی اجازت سے وقف ہو سکتی ہے ؟
(۲) سجادگی اور تولیت کا حق اولاد کے بعد قریب ترین قرابت والے کو ہوگا

(سوال) مورث اعلیٰ خواجہ احمد علی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے دو صاحبزادے تھے۔ خواجہ خدا بخش صاحب،

---

(۱) ویکرہ تکرار الجماعۃ باذان واقامۃ فی مسجد محلۃ لہ فی مسجد طریق اومسجد لاامام لہ ولا مؤذن (الدرالمختار) (قولہ ویکرہ) ای تحریما لقول الکافی لایجوز، والمجمع لایباح وشرح الجامع الصغیرانہ بدعۃ (الشامیۃ، کتاب الصلوۃ باب الامامۃ، مطلب فی تکرار الجماعۃ فی المسجد، ۱/ ۵۵۲ ط سعید)

خواجہ تاج محمد صاحب، ان دونوں صاحبزادوں کے دو سلسلے علیحدہ علیحدہ ہوگئے۔ خواجہ خدا بخش صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے سلسلہ میں حق سجادگی ان کے صاحبزادے خواجہ فخر الدین پر منتقل ہوا۔ اس وقت کوئی جائیداد موقوفہ نہیں تھی بلکہ خواجہ خدا بخش صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی شخصی مملوکہ جائیداد تھی جس کے مستحق ان کے شرعی وارث ہوئے۔ خواجہ فخر الدین رحمتہ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد ان کے بھائی خواجہ غلام فرید صاحب سجادہ نشین ہوئے۔ ان کے بعد ان کے صاحبزادے خواجہ محمد بخش صاحب سجادہ نشین ہوئے۔ ان کے بعد ان کے صاحبزادے خواجہ معین الدین رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے بعد ان کے صاحبزادے خواجہ قطب الدین سجادہ نشین ہوئے۔ یہاں تک یہ سلسلہ سجادگی خواجہ خدا بخش کے سلسلہ میں باقاعدہ جاری رہا۔ خواجہ فخر الدین کے زمانے کے بعد خواجہ غلام فرید کے عہد میں بعض جائیدادیں خانقاہ کے نام سے وقف کی گئیں اور خواجہ غلام فرید اور ان کے جانشین سجادے بھی رہے اور موقوفہ جائیدادوں کے متولی بھی قرار پائے۔ خواجہ قطب الدین کے بعد چونکہ خواجہ خدا بخش صاحب کے سلسلہ میں اولاد ذکور نہیں تھی اس لئے دوسرے سلسلے یعنی خواجہ تاج محمود کے سلسلہ میں دو شخصوں کو سجادگی و تولیت کے لئے تجویز کیا گیا۔ ایک خواجہ احمد علی پسر خواجہ شریف محمد صاحب دوسرے خواجہ فیض احمد صاحب پسر خواجہ امام بخش صاحب۔ یہ دونوں باعتبار عصوبت کے ایک ہی درجہ کے عصبہ تھے۔ مگر خواجہ احمد علی کو یہ ترجیح تھی کہ وہ خواجہ قطب الدین کی پھوپھی کے لڑکے تھے اور خواجہ فیض احمد خواجہ قطب الدین کے والد کی پھوپھی کے لڑکے تھے اور اس لحاظ سے بہ نسبت خواجہ احمد علی کے ابعد تھے۔

مگر خواجہ احمد علی کا استحقاق باعتبار قرابت کے راجح ہوتے ہوئے بھی خواجہ فیض احمد کو اس لئے مقدم کیا گیا کہ خواجہ احمد علی کمسن تھے اور زیر تعلیم تھے اور خواجہ فیض احمد عمر میں بڑے اور ہوشیار تھے۔ اب کہ خواجہ فیض احمد کا انتقال ہوگیا ہے اور انہوں نے اپنی ایک لڑکی اور ایک حمل اور دو علاتی بھائی چھوڑے ہیں۔ دوسری طرف خواجہ احمد علی صاحب موجود ہیں جو باعتبار علم و فضل اور بزرگی و تقدس کے ہر طرح اہل ہیں اور باعتبار قرابت عصوبت کے خواجہ فیض احمد کے مساوی اور قرابت من جہتہ الام میں ان سے اقرب اور راجح ہیں اور سلسلہ کے اہل الرائے اور معتقدین ان کو ہی ارشاد و تلقین اور تولیت و اہتمام کے لئے پسند کرتے ہیں۔

ان واقعات کے بعد حسب ذیل سوالات کا جواب مطلوب ہے:۔

(۱) خواجہ خدا بخش کی شخصی اور مملوکہ جائیداد جو وراثتہً منتقل ہوتی چلی آئی ہے وہ اسی طرح منتقل ہوتی رہے گی یا کسی حاکم کے اس لکھ دینے سے کہ تمام جائیداد وقف ہے اس کا حکم جائیداد موقوفہ کا ہو جائے گا؟ واقعہ یہ ہے کہ خواجہ قطب الدین کی وفات کے بعد ایک سرکاری عہدیدار نے تمام جائیداد کو وقف قرار دینے کی تجویز کی اور خواجہ قطب الدین کی والدہ نے لکھ دیا کہ تجویز سرکار منظور ہے تو اس سے تمام جائداد وقف ہو جائے گی یا صرف بیوہ خواجہ معین الدین (یعنی والدہ خواجہ قطب الدین) کے حصہ پر اس کا اثر پڑے گا۔

(۲) خواجہ فیض احمد صاحب کے بعد سجادگی اور تولیت کا استحقاق خواجہ احمد علی پسر خواجہ شریف محمد کو ہے یا خواجہ فیض احمد کی لڑکی یا اس کے بچے کو جو حمل میں ہے یا ان کے علاتی بھائیوں کو؟ جب کہ خواجہ احمد علی صاحب ہر طرح لائق اور اہل اور مرجع خواص و عوام اور مرکز تلقین وارشاد ہیں اور قرابت کے لحاظ سے بھی من جہتہ الاب

مساوی درجہ کے اور من جہتہ الام خواجہ فیض احمد سے اقرب ہیں اور خواجہ فیض احمد کو صرف خواجہ احمد علی کی کم عمری کی بناء پر ترجیح دی گئی تھی۔ ورنہ یہ ان سے بھی راجح اور مقدم تھے تو ان کے انتقال کے بعد خواجہ احمد علی کو ان کا حق دیا جائے گا۔ بینوا توجروا۔

(جواب ۱۹۰) سوال کے جواب سے پہلے یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ چند روز پیشتر ایک سوال جو غالباً اسی واقعہ سے متعلق تھا میرے پاس آیا تھا اور میں نے اس کا جواب تحریر کر دیا تھا۔ اس سوال میں جو واقعات بیان کئے گئے تھے وہ سوال ہذا کے مندرجہ واقعات سے مختلف تھے۔ پس جواب سابق اور جواب ہذا میں جو اختلاف دیکھا جائے اس کو اختلاف سوال پر محمول کیا جائے اور دونوں سوالوں میں سے جس سوال کے مندرجہ واقعات صحیح ہوں۔ اس کے جواب کو واقعہ کا صحیح جواب قرار دیا جائے اس کے بعد چند مقدمات سمجھ لینے ضروری ہیں۔

(الف) کسی جائیداد کے وقف ہونے کے لئے ضروری ہے کہ واقف اس جائیداد موقوفہ کا مالک ہو۔ من شرائطه الملك وقت الوقف، انتهى(۱) (کذافی الفتاوی اللکنویة نقلا عن البحر الرائق (۲) وفیها عن الخانیة) لوقال اذا ملکت هذه الارض فهی صدقة موقوفة لایجوز لانه تعلیق والوقف لایقبل التعلیق انتهی (۳) وفی الفتاویٰ العالمگیریة منها الملك وقت الوقف حتی لو غصب ارضاً فوقفها ثم اشتراها من مالکها ودفع الثمن الیه او صالح علی مال دفعه الیه لاتکون وقفا کذافی البحرالرائق انتهی۔(۴)

(ب) حاکم کو ہرگز یہ حق حاصل نہیں کہ وہ دوسرے لوگوں کی مملوکہ جائیدادوں کو وقف قرار دے دے کیونکہ وقف مالک جائیداد ہی کر سکتا ہے اور حاکم دوسروں کی جائیداد کا مالک نہیں۔ اس لئے اس کا کسی شخص مملوکہ جائیداد کو وقف قرار دینا باطل ہے۔ اس کی دلیل کے سلسلہ میں عبارات مندرجہ الف ملاحظہ فرمائی جائیں۔ نیز مندرجہ ذیل عبارت اس کی صریح دلیل ہے :۔

لوان سلطانا اذن لقوم ان یجعلواارضاً من اراضی بلدة حوانیت موقوفة علی المسجد اوامرهم ان یزیدوافی مسجد هم قالوا ان کانت البلدة فتحت عنوة ینفذ لانها تصیر ملکاللغانمین فیجوز امرالسلطان فیها واذا فتحت صلحاتبقی علی ملك ملاکها فلاینفذ امره فیها اه قلت(۶) ومفاد التعلیل ان المراد بالمفتوحة عنوة التی لم تقسم بین الغانمین اذ لوقسمت صارت ملکالهم حقیقةً فتامل (ردالمحتار ۳/ ۲۹ (۵) قلت مراده(۷) ان الارض اذا قسمت بین الغانمین وصارت ملکا لهم حقیقةً لم ینفذ امرا لسلطان فیها من جهة انه تصرف فی ملك الغانمین ولا یجوزله هذا۔

---

(۱) مجموعه فتاوی لکهنوی علی هامش خلاصة الفتاوی، کتاب الوقف، ۴/ ۴۲۶ امجد اکیڈمی لاهور
(۲) (البحرالرائق، کتاب الوقف، ۵/ ۲۰۳ ط بیروت)
(۳) (البحرالرائق، اوائل کتاب الوقف ۵/ ۲۰۲ ط بیروت لبنان)
(۴) (العالمگیریه، کتاب الوقف، الباب الاول، ۲/ ۳۵۳ ماجدیة)
(۵) (ردالمحتار، کتاب الوقف، مطلب فی اوقاف الملوك، ۴/ ۳۹۴ ط سعید)
(۶) هذا من کلام العلامة الشامیی
(۷) هذا من کلام المفتی الاعظم مصنف هذا الکتاب

(ج) وقف کے لئے متولی مقرر کرنا واقف کا حق ہے دوسرے لوگوں کو بلکہ حاکم کو بھی یہ حق نہیں کہ واقف کی مرضی کے بغیر یا اس کی مرضی کے خلاف متولی مقرر کردے۔ **ولایۃ نصب القیم الی الواقف ثم لوصیہ ثم للقاضی** (درمختار) (۱)

(د) سجادہ نشینی در حقیقت خدمت ارشاد و تلقین میں شیخ کی قائم مقامی کا نام ہے اور ظاہر ہے کہ اس میں نہ شرعاً وراثت جاری ہوتی ہے۔ نہ عقلاً ہو سکتی ہے۔ بلکہ اس کے لئے اہلیت و صلاحیت ضروری ہے۔ اہلیت و صلاحیت کے لئے ضروری شرائط یہ ہیں :۔ **شرط من یاخذ البیعۃ امور (۱) احدھا علم الکتاب والسنۃ وانما شرطنا العلم لان الغرض من البیعۃ امرہ بالمعروف ونھیہ عن المنکر وارشادہ الی تحصیل السکینۃ الباطن وازالۃ الرذائل واکتساب الحمائد فمن لم یکن عالماً کیف یتصور منہ ھذا (۲) والشرط الثانی العدالۃ والتقوی فیجب ان یکون مجتنبا عن الکبائر غیر مصر علی الصغائر (۳) والشرط الثالث ان یکون زاھداً فی الدنیا راغبا فی الاٰخرۃ مواظبا علی الطاعات المؤکدۃ والاذکار الماثورۃ فی صحاح الاحادیث (٤) والشرط الرابع ان یکون امرًابالمعروف وناھیا عن المنکر مستبداً برایہ ذامروۃ وعقل تام لیعتمد علیہ (۵) والشرط الخامس ان یکون صحب المشائخ وتادب بھم دھرا طویلا واخذمنھم النور الباطن والسکینۃ** (کذافی القول الجمیل للشیخ ولی اللہ المحدث الدھلوی طاب ثراہ باختصار)۔ یعنی مرشد اور صاحب تلقین وارشاد کے لئے چند شرائط ہیں :۔ (۱) شرط اول یہ ہے کہ وہ کتاب اللہ اور احادیث نبویہ کا عالم ہو۔ عالم ہونے کی شرط اس لئے ہے کہ بیعت لینے کی اصل غرض یہ ہے کہ مرشد امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرے اور مریدین کو سکینت باطنیہ یعنی ایقان قلبی کا راستہ اور طریقہ بتائے اور ان کے ملکات رذیلہ دور کرے اور اوصاف حمیدہ حاصل کرنے کی راہیں تعلیم کرے اور ظاہر ہے کہ جو شخص عالم نہ ہو اس سے یہ کام متصور نہیں ہو سکتے۔ (۲) شرط دوم یہ کہ مرشد یعنی صاحب سجادہ متقی اور پرہیزگار ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ کبیرہ گناہوں سے مجتنب ہو اور صغیرہ گناہوں پر بھی اصرار نہ کرتا ہو۔ (۳) شرط سوم یہ کہ حکام دنیا سے کنارہ کش اور آخرت کی طرف راغب ہو۔ جن عبادتوں کو شریعت نے ضروری قرار دیا ہے ان کو مواظبت کے ساتھ ادا کرتا ہو اور جو اذکار کہ آنحضرت ﷺ سے صحیح حدیثوں میں ماثور ہیں ان کو پابندی سے پڑھتا ہو۔ (۴) شرط چہارم یہ کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہے اور اپنی مستقل رائے رکھتا ہو۔ ضعیف الرائے اور کانوں کا کچا نہ ہو۔ مروت اور عقل کامل سے موصوف ہو کہ اس پر اعتماد اور بھروسہ کیا جا سکے۔ (۵) شرط پنجم یہ کہ زمانہ دراز تک مشائخ کرام کی خدمت میں رہ کر آداب طریقت سیکھے ہوں اور اطمینان و سکینت حاصل کی ہو اور نور باطن کا استفادہ کیا ہو۔

(ہ) متولی وہ شخص مقرر کیا جا سکتا ہے جو امین یعنی دیانتدار ہو اور انتظام و نگہداشت وقف کی صلاحیت رکھتا ہو۔ **لایولی الا امین قادر بنفسہ اوبنائبہ ویشترط للصحۃ بلوغہ وعقلہ کذا فی البحر الرائق** (فتاویٰ

---

(۱) (الدر المختار، کتاب الوقف، مطلب ولایۃ نصب القیم الی الواقف ثم لوصیہ ثم للقاضی، ٤ / ٤٢١، ٤٢٤ ط ایچ ایم سعید)

عالمگیری)(۱)یعنی وقف کا صرف ایسا ہی شخص متولی بنایا جائے جو امانت دار اور انتظام کی بذاتہ یا اپنے نائب کے ذریعہ سے قدرت رکھتا ہو اور صحت تولیت کے لئے متولی کا بالغ اور عاقل ہونا شرط ہے۔

(و) اگرچہ بعض فقہاء نے نابالغ بچہ کو متولی بنا دینا جائز بتایا ہے مگر اس جواز کے لئے شرط یہ ہے کہ واقف نے یہ شرط کردی ہو کہ متولی میری اولاد میں سے ہی ہوا کرے گا اور اس کی اولاد میں کوئی بالغ موجود نہ ہو اور اس نابالغ کا حق فائق ہو اور اس صورت میں اس کے بلوغ تک کسی امین معتمد علیہ کو متولی کی خدمات ادا کرنے کے لئے معین کرنا لازم ہوگا۔ اگر نابالغ کے لئے واقف کی شرط یا وصیت نہ ہو یا شرط و وصیت کے موافق بالغ متدین اور منتظم متولی مل سکتے ہوں تو نابالغ کو محض وراثت کے طور پر متولی بنانا باطل ہے- کیونکہ تولیت میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔ یہ بھی یاد رہے کہ واقف کے سوا کسی اور متولی کی وصیت کا نابالغ کے حق میں اعتبار نہ ہوگا۔

ولو اوصی الی صبی فی وقفه فهو باطل فی القياس ولكنی استحسن ان تكون الولاية اليه اذا كبر انتهى۔ (۲) وبهذا تعلم ان ماشاع فی زماننا من تفويض نظر الاوقاف لصغير لايعقل وحكم القاضی الحنفی بصحة ذلك خطاء محض انتهى (كله من ردالمحتار)(۳) ان مقدمات کو ذہن نشین کرنے کے بعد سوال کا جواب یہ ہے :۔

(۱) خواجہ خدا بخش رحمتہ اللہ علیہ کی وہ مملوکہ جائیداد جو ان کے وارثوں پر باقاعدہ وراثت منتقل ہوتی چلی آتی ہے وارثوں کی مملوکہ ہی رہے گی اور جب تک اس کے حصہ داروں میں سے کوئی حصہ دار اپنے حصہ مملوکہ کو وقف نہ کرے وہ کسی حاکم کی تجویز سے یا کسی ایک یا چند حصہ داروں کی تحریر سے کہ ہمیں حاکم کی تجویز منظور ہے۔ شرعاً وقف نہیں ہو جائے گی۔ بلکہ وہ بقاعدہ وراثت حصص شرعیہ اور سہام مقررہ پر تقسیم ہو کر ہر مستحق کو ملتی رہے گی۔ حاکم کی تجویز کی وراثت یعنی جائیداد موروثہ کو وقف قرار دیا جائے۔ کی حصہ دار کے حق پر اس لئے اثر انداز نہیں کہ حاکم جائیداد موروثہ کا مالک نہیں اور بغیر ملک وقف صحیح نہیں۔ دیکھو مقدمہ حرف الف و ب۔ ہاں بعض وارثوں کا یہ لکھ دینا کہ ہمیں حاکم کی تجویز وقف منظور ہے- صرف ان کے حصہ پر اثر انداز ہوگا کہ ان کا حصہ وقف ہو جائے گا۔ دیگر حصہ داروں کے حصوں پر اس کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ مقدمہ حرف الف و ب کی عبارتیں اس کی دلیل ہیں۔

(۲) واقعات مندرجہ سوال سے ظاہر ہے کہ خواجہ احمد علی صاحب خلف خواجہ عاقل محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے بعد ان کے دو صاحبزادوں یعنی خواجۂ خدا بخش و خواجہ تاج محمود صاحب نے اپنے اپنے حلقہ ہائے ارشاد و تلقین جدا جدا قائم کر لئے۔ پہلے سلسلہ یعنی خواجہ خدا بخش کے سلسلہ میں حق سجادہ نشینی ان کی اولاد ذکور میں خواجہ قطب الدین مرحوم تک بلا نزاع منتقل ہوتا رہا۔ خواجہ قطب الدین کی وفات کے بعد خواجہ احمد علی خلف خواجہ شریف محمد صاحب سجادہ نشین اور تولیت اوقاف مابعد کے اس لئے مستحق تھے کہ وہ اسی سلسلہ میں

(۱) (الفتاوى العالمگيريه، كتاب الوقف، الباب الخامس فی ولاية الوقف وتصرف القيم فی الاوقاف ۲/ ٤٠٨ ط ماجديه)
(۲) (ردالمحتار، كتاب الوقف، مطلب فی تولية الصبی، ٤/ ٣٨١ ط سعيد)
(۳) (ردالمحتار، كتاب الوقف، مطلب فيما شاع فی زماننا من تفويض نظر الاوقاف للصغير، ٤/ ٣٨١ ط سعيد)

خواجہ محمد بخش رحمتہ اللہ علیہ کی صاحبزادی بی بی جیونوں کے لڑکے تھے۔ یعنی اولاد اناث میں داخل تھے اور آخری سجادہ نشین یعنی خواجہ قطب الدین مرحوم سے قرابت قریبہ رکھتے تھے مگر چونکہ وہ صغیر السن تھے اس لئے اصول وراثت (یعنی تقدیم اقرب) کو نظر انداز کرتے ہوئے خواجہ فیض احمد مرحوم کو جو آخری سجادہ نشین خواجہ قطب الدین سے قرابت بعیدہ من جہتہ الاناث رکھتے تھے سجادہ نشین بنادیا گیا۔ ان امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے سوال ثانی کا جواب یہ ہے کہ خواجہ فیض احمد مرحوم کے بعد خواجہ احمد علی خلف خواجہ شریف محمد صاحب بوجوہ متعددہ سجادہ نشینی اور تولیت کے مستحق ہیں۔

اول اس لئے کہ وہ حسب بیان سائل ہر طرح لائق اور اہل اور صاحب ارشاد و تلقین ہیں۔ دوم اس لئے کہ اس سلسلہ کے متوسلین بھی ان کو ہی ارشاد و تلقین کے لئے پسند کرتے ہیں۔ سوم اس لئے کہ وہ اس سلسلہ کے اولاد دختری ہونے کی جہت سے ایک رکن ہیں۔ چہارم اس لئے کہ وہ اس سلسلہ کے آخری سجادہ نشین خواجہ قطب الدین مرحوم سے قرابت قریبہ رکھتے ہیں کیونکہ عصوبت کی جہت سے وہ خواجہ فیض احمد مرحوم کے مساوی درجہ میں ہیں اور قرابت امومیت میں وہ خواجہ فیض احمد مرحوم سے اقرب و مقدم ہیں۔ چاہئے تو یہ تھا کہ خواجہ فیض احمد مرحوم کو اسی وقت ہٹا کر خواجہ احمد علی صاحب کو ان کا حق دے دیا جاتا۔ جس وقت خواجہ احمد علی بالغ اور صالح ہوگئے تھے لیکن اگر ایسا نہیں کیا گیا تو خواجہ فیض احمد مرحوم کی وفات کے بعد خواجہ احمد علی صاحب کی کوئی مزاحمت نہیں کر سکتا۔ خواجہ فیض احمد مرحوم کا بچہ اگر حمل سے لڑکا پیدا ہو سجادگی کا تو قطعاً مستحق نہیں کہ اس میں وراثت تو جاری نہیں ہو سکتی اور ایک نو مولود بچہ فرائض سجادگی ادا کرنے اور ارشاد و تلقین کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا اور شرائط سجادہ نشینی جو مقدمہ (د) میں مذکور ہیں اس کے اندر پائے جائیں یہ مقصود نہیں۔

اسی طرح تولیت کا بھی مستحق نہیں کہ واقف کی اول تو کوئی شرط وصیت ثابت نہیں اور واقف کے سوا کسی متولی کی وصیت معتبر نہیں۔ دوسرے یہ کہ سلسلہ اولیٰ میں خواجہ احمد علی صاحب اس بچہ سے اولیٰ، اصلح، ارشد، اقرب اور اہل موجود ہیں اور اصول وراثت اس میں جاری نہیں ہو سکتے۔ خود خواجہ فیض احمد مرحوم زیارت استحقاق کی بناء پر سجادہ نشین نہیں بنے تھے بلکہ خواجہ احمد علی کی کم سنی کی بناء پر بنائے گئے تھے۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ خواجہ فیض احمد صاحب کے بچہ کی کم سنی بلکہ لاتعلقی کی بناء پر خواجہ احمد علی صاحب کو سجادہ نشینی کے لئے منتخب نہ کیا جائے حالانکہ وہ وجوہ استحقاق میں اولیٰ اور اقدم ہیں۔

خواجہ فیض احمد مرحوم کے علاتی بھائیوں کا استحقاق کوئی معنی نہیں رکھتا۔ کیونکہ عصوبت میں وہ خواجہ احمد علی صاحب سے اقوی نہیں اور قرابت امومیت ان کو حاصل نہیں۔ لہذا ان کو ترجیح دینے کی کوئی وجہ جواز نہیں۔

خلاصہ جواب یہ ہے کہ بحالات موجودہ و نظر بر واقعات مذکورہ خواجہ احمد علی صاحب سجادہ نشینی اور تولیت کے مستحق ہیں۔ خواجہ فیض احمد مرحوم کا نو مولود بچہ یا ان کے علاتی بھائی یا ان کی موجودہ لڑکی سجادہ نشینی و تولیت کی مستحق نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ الراجی رحمۃ مولاہ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی ۴ جمادی الاخری ۱۳۵۴ھ
الجواب صحیح فقیر احمد سعید کان اللہ لہ، خدا بخش عفی عنہ مدرس امینیہ، فقیر عبدالماجد غفرلہ ناظم جمعیۃ علماء، محمد عبدالاول راسخ غفرلہ، دفتر جمعیۃ، بندہ ضیاء الحق غفرلہ مدرسہ امینیہ، خادم العلماء سلطان محمود عفی عنہ مدرسہ فتحپوری دہلی، محمد شریف اللہ غفرلہ، مدرسہ فتحپوری دہلی، اشفاق غفرلہ مدرس مدرسہ فتحپوری محمد سجادہ حسین بقلم خود مدرس فتحپوری، بندہ ناگناہ محمد حسن شاہ مدرس مدرسہ رحیمیہ، احقر ترین محمد سراج الدین خلف مولانا مفتی محمد اکرام صاحب ڈیرہ اسماعیل خانی، حبیب المرسلین نائب مفتی مدرسہ امینیہ سکندر دین عفی عنہ مدرسہ امینیہ دہلی۔)

(۱) باہمی رضامندی سے طے کیا ہوا معاہدہ درست ہے
(۲) شرائط پر عمل کرنے کو معاہدہ کی خلاف ورزی قرار نہیں دیا جاسکتا

(سوال) رنگون میں دو فریقوں نے باہمی مصالحت کے لئے بطور ذیل ایک معاہدہ لکھ کر اپنے اپنے دستخط کر دیئے۔

نقل معاہدہ :۔ ہم دستخط کنندگان ذیل اس تحریر سے اظہار کرتے ہیں کہ ہم فریقین میں جو اختلاف چل رہا تھا اس کو جناب مولانا احمد اشرف صاحب نے بیچ میں پڑ کر فریقین میں حسب ذیل مصالحت کرادی۔
دارالعلوم تھمائنگ و دیگر مدارس و مکاتب متعلقہ جمعیۃ علمائے صوبہ برما و نیز جمعیۃ علماء کے جملہ ارکین و ذمہ داران اور سورتی محمڈن قبرستان تاموے کے دارالعلوم عربیہ کے جملہ منتظمین اور عہدیداران اس مصالحت کے بعد فریقین صلح و آشتی کے ساتھ اپنے اپنے زیر تحت مدارس کا انتظام جاری رکھیں گے اور ہر ایک مدرسہ میں تعلیم کی غرض سے جن مدرسین کا تقرر ہوا ان کو و نیز طلبہ کو و نیز جمعیۃ کے دیگر ملازموں کو کسی ایک مدرسہ سے کھینچ نہیں لیا جائیگا۔ ایسے ہی کسی ایک مدرسہ سے جن مدرسین و طلبہ و ملازمین کو خارج کیا ان سب کو فریقین آپس میں ایک دوسرے کی اجازت کے بغیر اپنے اپنے مدارس میں داخل نہ کیا جائے اور نہ ملازمین خارج شدہ کو ملازم رکھا جائے۔ ختم شد۔

پس ارشاد ہوا کہ (۱) نفس معاہدہ مذکور شرعاً کیسا ہے ؟ (۲) تعلیمی سال تمام کے بعد شروع سال تعلیمی میں کسی فریق کے مدرسہ کا طالب علم دوسرے فریق کے مدرسہ میں داخل ہونا چاہئے تو اس دوسرے فریق کو اپنے مدرسہ میں اس کو داخل کرلینا معاہدہ مذکور کی رو سے اور شرعاً درست ہے یا نہیں ؟ اسی طرح دوران سال میں ایسا کرنے کا کیا حکم ہے ؟ (۳) کسی فریق کے مدرسہ کا طالب علم یا مدرس یا دیگر ملازم کسی وقت میں بغیر خارج کئے ہوئے خود بخود اس سے علیحدہ ہو جائے اور دوسرے فریق نے اس کو بھڑکایا بھی نہ ہو تو پس آیا اس دوسرے فریق کو بروئے معاہدہ اور شرعاً یہ جائز ہے کہ اپنے مدرسہ میں اس کو رکھ لے۔ (۴) اگر کسی فریق کا کوئی طالب علم ایسا ہے کہ اس کا دل بوجہ عدم مناسبت یا خرابی تعلیم وغیرہ اس کے مدرسہ میں نہ لگتا ہو اور اس لئے وہ دوران سال یا شروع سال تعلیمی میں اس مدرسہ کو چھوڑ دے اور فریق ثانی کے مدرسہ میں منتظمین سے اپنے داخل ہونے کی خواہش ظاہر کرے لیکن یہ منتظمین اس بناء پر اس کو اپنے یہاں داخل نہ کریں کہ فریق مقابل

حضرات اس کو معاہدہ کے خلاف قرار دیتے ہیں اور بلا تحقیق بھڑ کانے کا الزام لگاتے ہیں بلکہ بھڑ کانے سے قطع نظر مطلقاً کسی فریق کا کسی کو اپنے مدرسہ میں رکھ لینا بالکل معاہدے کے خلاف سمجھتے ہیں اور اس طرح وہ طالب علم پڑھنا ترک کردے اور تحصیل علم دین سے محروم رہ جائے۔ پس اس صورت معروضہ میں فریق اول کا اس طالب علم کو فریق ثانی کے مدرسہ میں داخل ہونے سے روکنا شرعاً درست ہے یا نہیں ؟ اور فریق ثانی کا اپنے مدرسہ میں اس کو داخل کر لینا درست تھا یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

المستفتی نمبر ۲۴۴۲ حاجی داؤد ہاشم یوسف صاحب رنگون۔ مورخہ ۳۰ ذیقعدہ ۱۳۵۷ھ م ۲۲ جنوری ۱۹۳۹ء

(جواب ۱۹۱) یہ معاہدہ خود اباحت میں ہے مگر اس میں آخری فقرہ ذرا اصلاح طلب ہے۔ یعنی اگر کسی طالب علم یا مدرس کو ایک مدرسہ سے کسی خطایا قصور پر خارج کیا گیا ہو تو اس کے حق میں یہ معاہدہ صحیح ہے لیکن اگر کوئی مدرسہ کسی طالب علم یا مدرس کو اپنی مالی کمزوری کی بناء پر یا کسی ذاتی مخاصمت کی بناء پر نکال دے تو اس کے حق میں یہ معاہدہ صحیح نہیں ہے - نیز جو طلبہ کہ کسی مدرسہ سے اس بناء پر چلے آئیں کہ وہاں تعلیم کا انتظام حسب دلخواہ نہیں ہے۔ ان کو دوسرا مدرسہ اپنے یہاں داخل کر سکتا ہے - اس میں معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں ہو گی۔ کیونکہ معاہدہ یہ ہے کہ دوسرے مدرسہ کے طلبہ کو کھینچ نہ لیا جائے۔ خود آنے والے طلبہ اس میں شامل نہیں ہیں۔ اور الله يعلم المفسد من المصلح۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

متفرق احکام متعلقہ تولیت وانتظام

(۱۹۲) قاضی کو یہ اختیار نہیں کہ وہ ناظر وقف (متولی) کو صرف مستحقین وقف کی شکایت پر معزول کردے تاوقتیکہ مستحقین وقف متولی کی خیانت ثابت نہ کردیں وہ معزول نہیں ہو سکتا۔ ليس للقاضي عزل الناظر بمجرد شكاية المستحقين حتى يثبتوا عليه خيانة (درمختار برحاشية ردالمحتار ص ۴۵۷/ج ۳)(۲) قد صرح العلماء بانه لايجوز عزل الناظر ولا عزل صاحب وظيفة مابغير جنحة ولوعزله الحاكم لاينعزل بغير جنحة(۳) (خيريه ص ۱۵۳/ج ۱) ان طعن عليه فى الامانة لاينبغى اخراجه الا بخيانة ظاهرة(۴) (ردالمحتار ص ۴۵۷/ج ۳) قال فى اخراوقاف الخصاف ماتقول ان طعن عليه فى الامانة فراى الحاكم ان يدخل معه اخراويخرجه من يده ويصيره الى غيره قال امااخراجه فليس ينبغى ان يكون الا بخيانة ظاهرة مبينة (۵)(البحرالرائق ص ۲۵۲/ج ۵)

متولی کے ہوتے ہوئے قاضی کو وقف میں کوئی تصرف کرنے کا اختیار اور حق نہیں۔ لايملك

---

(۱) (سورة البقرة، الجزء الثانى، رقم الآية نمبر ۲۲۰)
(۲) (الدرالمختار، كتاب الوقف، مطلب ليس للقاضى عزل الناظر، ص ۴/ ۴۳۸ ط سعيد)
(۳) (الفتاوى الخيرية، على هامش الفتاوى الحامديه، كتاب الوقف، مطلب لايجوز عزل صاحب وظيفة لامن السلطان والامن وكيل ۱/ ۲۵۱ ط قندهار، افغانستان)
(۴) (ردالمحتار، كتاب الوقف، مطلب للقاضى ان يدخل مع الناظرغيره بمجرد الشكاية ص ۴/ ۴۳۹ ط سعيد)
(۵) (البحر الرائق، كتاب الوقف ۴/ ۲۵۲ ط بيروت)

القاضی التصرف فی الوقف مع وجود ناظر ولومن قبله(۱)(ردالمحتار ص ۴۱۵/ج ۳)
ولایة القاضی متاخرة عن المشروط له ووصیه (۲) (ردالمحتار ص ۴۱۵/ج ۳)
متولی سے ہر سال حساب لیناضروری نہیں ہے- یعنی متولی پر لازم نہیں کہ وہ ہر سال حساب پیش کرے- لاتلزم المحاسبة فی کل عام (۳)(ردالمختار ص ۴۶۳/ ج ۳)
متولی سے (جب کہ اس کی خیانت ثابت نہ ہویا متہم نہ ہو) اجمالی حساب لیا جاسکتا ہے- تفصیل پیش کرنے کا مطالبہ نہیں کیا جاسکتا- ویکتفی القاضی منه بالاجمال لو معروفا بالامانة (در مختار (۴) ص ۴۶۳/ ج ۳)
جب وقف کے مصارف (معینہ من جہۃ الواقف) معلوم نہ ہوں (قبالہ وقف کے ضائع ہوجانے کی وجہ سے) تو متولین سابقین کے دستور العمل کے موافق عمل کرنا چاہئے- سئل شیخ الاسلام عن وقف مشهو راشتبهت مصارفه وقدرما یصرف الی مستحقیه قال ینظر الی المعهود من حاله فیما سبق من الزمان من ان قوامه کیف یعملون فیه والی من یصرفونه فیبنی علی ذلك لان الظاهرانهم کانوا یفعلون ذلك علی موافقة شرط الوقف وهو المظنون بحال المسلمین فیعمل علی ذلك اه (ردالمحتار (۵) ص ۴۴۰/ج ۳ سئل فی وقف اشتبهت مصارفه کیف یفعل عن غلته اجاب ان لم یوقف علی شرط واقفه یعمل فیه بما کانت تفعله القوام سابقا(۶) (خیریه ص ۱۱۶/ج۱) صرح علماؤنابان الوقف اذا اشتبهت مصارفه بضیاع کتابه ینظرالی المعهود من القوام فیما سبق فیبنی علیه (۷) (خیریه ص ۱۶۷/ج۱) ویعتبر تصرف القوام السابقین(۸) (فتاوی حامدیه ص ۱۱۰/ج ۱) فان لم یعرف له شرط یعمل ماعمل من قبله(۹) (فتح القدیر ص ۶۸/ج ۵) وان لم یعرف شرط الواقف ذلك ینظر هذا القیم الی من کان قبله فان کانوایشترون من اوقاف المسجد الدهن والحصیر والحشیش والاجروماذکرنا کان للقیم ان یفعل ذلك والافلا-(۱۰) (قاضی خان کشوری ص ۳۰۰/ج ۴)
جب کسی وقف کا متولی موجو ہو خواہ واقف کا مقرر کیا ہوا یا کسی اور کا (مثلاً قاضی یا حکومت کا مقرر کیا

(۱) (ردالمحتار، کتاب الوقف، مطلب لایملك القاضی التصرف الخ ص ۴/ ۳۷۴ ط سعید)
(۲) (وکذافی ۴/ ۴۲۳ مطلب ولایة القاضی الخ)
(۳) (کتاب الوقف، مطلب فی محاسبة المتولی وتحلیفه، ۴۴۸/۴ ط سعید)
(۴) ایضاً
(۵) ردالمحتار، کتاب الوقف، مطلب فی حکم وقف القدیم المجهولة شرائطه و مصارفه، ۴/ ۴۱۲ ط سعید)
(۶) الفتاوی الخیریة، اول کتاب الوقف، مطلب ادعی رجل استحقا قافی وقف اشتبهت مصارفه، ص ۱/ ۱۹۱ ط کمال پرنٹنگ پریس، دهلی)
(۷)(الفتاوی الخیریة، کتاب الوقف مطلب اذا اشتبهت مصارف الوقف ینظر الی المعهود من القوام فیما سبق، ۱/ ۲۷۴ ط کمال پرنٹنگ پریس)
(۸) الفتاوی الحامدیة، اول کتاب الوقف، الباب الاول فی وقف تقادم امره الخ ص ۱/۱۱۰ ط کمال پرنٹنگ پریس
(۹) فتح القدیر، کتاب الوقف، الفصل الاول فی المتولی، ۶/۲۴۰، بیروت
(۱۰) (قاضی خان علی هامش الهندیة، کتاب الوقف، اواخرباب الرجل یجعل داره مسجدا الخ ۳/ ۲۹۷ ط ماجدیة)

ہوا) تو قاضی کو یہ اختیار نہیں کہ وہ بلاوجہ دوسرا متولی مقرر کردے۔ جب تک پہلے متولی کی خیانت ثابت نہ ہو یا اور کوئی ایسا ہی سبب نہ ہو۔ (مثلاً متولی سابق مجنون یا ناقابل انتظام یا فاسق ہو جائے) اذا کان للوقف متول من جهة الواقف اومن جهة غيره من القضاة لايملك القاضى نصب متول اخربلاسبب موجب لذلك وهو ظهور خيانة الاول اوشئى اخر (ردالمختار ص ۴۲۰/ج ۴)(۱)

ملازمین کو تنخواہ نہ دینا یا کم دینا شرعی اور قانونی جرم ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۶ اد سمبر ۱۹۲۸ء)

(سوال) جو شخص اپنے آپ کو مسلم کہتا ہو اگر وہ اس غرض سے کہ اسکول کی گرانٹ (امداد جو گورنمنٹ کی طرف سے ملتی ہے) میں اضافہ ہو جائے۔ (۱) اسکول کے ادنیٰ ملازمین کو بالکل تنخواہ نہ دے مگر ان کی تنخواہ اسکول کے رجسٹروں میں دکھائے اور ان کے جعلی دستخط یا انگوٹھے لگوالے (۲) بعض ملازمین کے دستخط تو زیادہ تنخواہ پر کرائے مگر دراصل تنخواہ کم دے۔ (۳) اسکول کے سائز اخراجات میں فرضی بل بنوا کر درج کرے۔ ایسا شخص مجرم ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو شریعت نے اس کے لئے کیا سزا مقرر کی ہے ؟

(جواب ۱۹۳) یہ خلاف واقع فرضی کارروائیاں کرنا شرعاً قانوناً اخلاقاً ہر طرح جرم ہے۔ اور مرتکب مجرم ہے۔ اس کی تعزیر حاکم و قاضی کی رائے پر محول ہے۔(۲)　　　　محمد کفایت اللہ غفرلہ

متولی کی موت کے بعد مسجد کا چوری کیا ہوا روپیہ اس کے وارثوں سے نہیں لیا جاسکتا

مرسلہ محمد صغیر خاں صاحب مقام اوسیا ضلع غازی پور

(سوال) مسجد کا روپیہ ایک شخص جو کہ متولی مسجد بھی تھے ان کے پاس امانۃً رکھا گیا۔ امین صاحب نے مسجد کا روپیہ اور اپنے گھر کا روپیہ اور مدرسے کے نام کا روپیہ علیحدہ علیحدہ ایک ہی بکس میں تالا لگا کر رکھ دیا۔ امین صاحب کے بھتیجے نے دو غیر آدمیوں کے ساتھ مل کر کنجی چرا کر تالا کھولا اور مسجد والا روپیہ چوری کر لیا۔ جب امین صاحب کو چوری کا حال معلوم ہوا تو تھانے میں جا کر رپورٹ لکھوائی اور دیہاتی دستور کے موافق کچھ نام نکلوائے تو معلوم ہوا کہ امین صاحب کا بھتیجا اور دو غیر شخص نے مل کر یہ کام کیا ہے۔ مگر گاؤں والوں نے اس وقت سکوت اختیار کیا۔ امین صاحب سے روپیہ کا مطالبہ نہیں کیا اور نہ کوئی قسم کا ارادہ ظاہر کیا۔ امین صاحب بہت پرہیزگار و امانت دار شخص تھے۔ کچھ ہی دن بعد اچانک موت (ہارٹ فیل) ہو گیا۔ لوگوں کا خیال ہے کہ اس چوری ہی کے غم میں مرے۔

اب دو برس کے بعد گاؤں والوں نے ان کے وارثوں پر عدالت میں استغاثہ پیش کیا ہے اور مقدمہ چل

---

(۱) (ردالمحتار، كتاب الوقف، مطلب فى عزل الناظر، ۴/ ۳۸۲ ط سعيد)
(۲)(لا يحده سيده بغير اذن الامام) ...... لقولهم لكنه (اى الحد) اقامة الا مام . نهر . (الدر المختار كتاب الحدود ، ۴ /۱۳ ط. سعيد) وثبت ذالك عند الا مام ...... (فيقطع (الامام) ان اقربها مرة) الدرالمختار . (قوله ثبت ذالك الخ) ...... هو شرط للقطع كما افاد بقوله فيقطع ان اقر مرة او شهد فلان (رد المحتار ، كتاب السرقة، ص ۴/ ۸۵ ط. سعيد)

ہا ہے۔ کیا امین صاحب کے وارثوں سے گاؤں والے روپیہ وصول کرنے کا حق رکھتے ہیں ؟

المستفتی محمد صغیر خاں میانجی۔ مقام اوسیا ضلع غازی پور اگست ۱۹۵۲ء

جواب ۱۹٤) امین صاحب کے وارثوں سے یہ روپیہ طلب کرنے کا گاؤں والوں کو حق نہیں ہے۔ نہ وہ یہ رقم ادا کرنے کے ذمہ دار ہیں۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

کردار اور واقف کے دور کے رشتہ دار کی بجائے امین اور قریبی رشتہ داروں کو متولی بنایا جائے

(الجمعیۃ مورخہ ۲۰ فروری ۱۹۳۵ء)

سوال) زید مرحوم نے ایک حقیقت مجملہ ۳۰ کے ۱۹، اپنی ذاتی مشترکہ غیر منقسمہ اور دوسری ۳۳ وقف فی سبیل اللہ کر کے اپنی زوجہ کو تاحیات اس کے متولیہ مقرر کیا۔ اب متولیہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ وقف نامہ کی شرط ہے کہ بعد وفات متولیہ کے ایک ایسا شخص متدین سنی حنفی متولی کیا جاوے جس کو علمائے وقت منتخب کریں۔ اس پر دو شخص خالد اور بکر تولیت کے خواستگار ہیں جن کی صفات ذیل میں درج ہیں۔

خالد۔ واقف کا حقیقی بھتیجا ہے۔ واقف لاولد تھا۔ یہ اچھا زمیندار و مال گذار ہے۔ گورنمنٹ سے ایک معزز عہدہ و اعلیٰ خدمات و نیک چلنی کی بنا پر پنشن پا رہا ہے۔ سنی حنفی ہے۔ مسلم معززین اس کی دیانت قابلیت انتظام اور مذکورہ صفات کی وجہ سے اس کو متولی ہونے کا اہل سمجھتے ہیں۔

بکر۔ اس کا واقف سے قریبی رشتہ نہیں ہے۔ واقف اس کے پھوپھا تھے۔ ذریعہ معاش اس کا بہ ظاہر کوئی نہیں ہے۔ متولیہ مرحومہ کی حیات میں ان کا کارکن رہا ہے بہ دوران کارکنی اس نے قریب چار ہزار گز اراضی موقوفہ اعلیٰ درجہ کی لب سڑک پختہ بلا تقسیم کرائے فروخت کر دی۔ واقف نے لکھا ہے کہ اشخاص مستحقین مندرجہ وقف نامہ میں سے جو جو مرتا جاوے اس کا روپیہ مدرسۂ دیوبند کو بھیجا جاوے۔ تین شخص فوت ہو گئے مگر ان کا بچا ہوا روپیہ دیوبند نہیں بھیجا گیا۔ ایک یتیم خانہ کو چار سال سے اور ایک مدرسہ کو دو سال سے کچھ نہیں دیا گیا غرباء کے لئے سالانہ کھاتہ ...... روپے کا کبھی تیار نہیں کرایا۔ ایک سرائے موقوفہ مشترکہ بلا تقسیم کرائے فروخت کر دی اور مشتریان کو قابض کرا دیا۔

جواب ۱۹۵) خالد تولیت کا مستحق ہے اور اگر بکر وقف پر بصیغہ تولیت قابض ہو جیسا کہ اس کی صفات کے بیان سے مترشح ہوتا ہے تو اس کو معزول کرنا واجب ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

(۱) لحدیث الدار قطنی : " لیس علی المستودع غیر المغل ضمان" "المغل" ھو الخائن. (سنن دارقطنی ، ۳/ ٤۱ من حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ)

(۲) لا یولی الا امین قادر بنفسہ او بنا ئبہ (الھندیۃ ، کتاب الوقف، الباب الخامس فی ولا یۃ الوقف ۲/ ٤۰۸ ، ط. ماجدیۃ) (وینزع) وجوبا (لو غیر مامون) . (الدر المختار ، کتاب الوقف ، مطلب یاثم بتولیۃ الخائن ، ٤/ ۳۸۰ ط. سعید)

کیا بلا اختیار معزول کئے ہوئے قاضی کو برقرار رکھا جائے؟

(الجمعیۃ مورخہ ۱۳ جولائی ۱۹۳۵ء)

(سوال) متولی جامع مسجد اپنے ساتھیوں کی مدد سے بغیر کسی شرعی سبب کے قاضی کو معزول قرار دے اور نئے قاضی کا تقرر کرے تو اہل شہر کو کس قاضی کا ساتھ دینا چاہئے؟ خصوصاً ایسی حالت میں کہ پہلا قاضی تمام اہل شہر نے منتخب کیا ہے اور بیس سال سے قضاۃ کر رہا ہے۔ اور نیا قاضی بالاتفاق منتخب نہیں کیا گیا ہے۔

(جواب ۱۹۶) متولی جامع مسجد کے اختیارات میں قاضی کو معزول کرنا داخل ہو تو عزل صحیح ہوا۔ لیکن اگر اس نے بلا سبب معزول کر دیا تو وہ مواخذہ دار ہوگا۔ اور اگر اس کے اختیارات میں یہ داخل ہی نہیں تھا تو قاضی معزول نہیں ہوا۔ اور اس صورت میں لوگوں کو اس کا ساتھ دینا چاہئے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

(۱) اپنی اولاد کے لئے تولیت کی وصیت کرنے کی صورت میں میت کے بیٹوں کے بعد پوتے متولی نہیں ہوں گے
(۲) واقف کی شرط کے خلاف وقف کو استعمال کرنے والے متولی کا حکم
(۳) شراب خور نماز چھوڑنے والا تولیت کا مستحق نہیں
(۴) تولیت کی اہلیت نہ رکھنے والے کو متولی بنانے کی کوشش کرنے والا گنہگار ہوگا

(الجمعیۃ مورخہ ۹ ستمبر ۱۹۳۵ء)

(سوال) (۱) ایک شخص نے اپنی کچھ جائیداد وقف علی اللہ کی۔ وقف نامہ کی ایک شرط یہ ہے کہ تاحیات اپنی واقف خود اس جائیداد کا متولی ہوگا اور اس کی وفات کے بعد اس کی اولاد ذکور میں جو شخص لئیق ہو متولی ثانی ہوگا اور اسی طرح نسلاً بعد نسل وبطناً بعد بطن متولی ہوتا رہے گا۔ چنانچہ واقف کے انتقال کے بعد اس کا پسر اکبر متولی قرار پایا۔ اس متولی ثانی کے بعد متولی واقف کی اولاد میں سے کوئی شخص ہونا چاہئے یا متولی ثانی (واقف کے پسر اکبر) کی اولاد میں سے؟ اور اگر متولی ثانی کی اولاد اس عہدہ سے مستعفی ہو تو عہدہ تولیت واقف کے پسر دوم کو ملنا چاہئے؟ اس پر دوم کے بعد تولیت خود اس کی اولاد یعنی پسر دوم میں منتقل ہونی چاہئے یا واقف کے پسران میں جو کہ موجود ہیں۔

(۲) کیا کوئی ایسا شخص جو کہ اپنی اولاد کے انتقال کے بعد متوفی کی وصیت کے خلاف اس کے مال منقولہ کو بجائے مصرف خیر کے اپنے ذاتی تصرف میں لائے جائیداد مذکورہ بالا کا متولی ہونے کا مستحق ہے؟ کیا ایسی صورت کا پورا نہ کرنا امانت میں خیانت ہے یا نہیں؟

(۳) ایک شخص کہ شراب خور اور عیاش (یعنی بد اعمال ہو) اور سال بھر میں شاید ہی عیدین یا جمعۃ الوداع کی نماز پڑھ لیتا ہو اس جائیداد کا متولی ہو سکتا ہے؟

(۱) (ارادالمتولی اقامة غیره مقامه فی حیاته ان کان التفویض له عاما صح) ولا یملك عزله الا اذا کان الواقف جعل التفویض والعزل ، (الدرالمختار ، کتاب الوقف ، مطلب للناظر ان یوکل غیره ، ٤/٤٢٥ ط. سعید)

(۴) اگر آخر الذکر اشخاص میں سے ہر دو یا کوئی ایک متولی جائیداد مذکور نہ ہو سکتا ہو تو ایسے شخص کی امداد (اس غرض سے کہ وہ متولی ہو جائے) کرنے والا گنہگار ہو گا یا نہیں؟

(جواب ۱۹۷) (۱) اس شرط کا مطلب یہ ہے کہ تولیت واقف کی اولاد میں نسلاً بعد نسل و بطناً بعد بطن ہوتی رہے اور اس کا مقتضایہ ہے کہ جب تک واقف کی صلبی اولاد رہے متولی صلبی لڑکا ہی ہونا چاہئے۔ جب صلبی اولاد میں سے کوئی باقی نہ رہے تو دوسری نسل یعنی پوتوں کی باری آئے گی۔ جب پوتے نہ رہیں تو پڑپوتوں پر تولیت منتقل ہو گی اور ہر طبقہ میں واقف کی شرط کے موافق اکبر یعنی سب سے بڑا ترتیب وار متولی ہوتا رہے گا۔ اور بڑے کے ساتھ یہ قید بھی ملحوظ رہے گی کہ وہ متولی بننے کی اور وقف کا انتظام کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ (۲) متولی اگر وقف کی آمدنی کو شرط واقف کے خلاف اپنے ذاتی مصرف میں خرچ کرے وہ خائن ہے اور اس کو تولیت سے معزول کرنا واجب ہے۔(۱) (۳) شراب خور، عیاش، تارک الصوم والصلوٰۃ فاسق ہے اور فاسق پر امانت و دیانت کے ساتھ کام کرنے کا بھروسہ نہیں اس لئے وہ تولیت کا مستحق نہیں ہے۔ (۴) جو شخص متولی ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا اور اس کو متولی بنانا جائز نہیں ہے۔(۲) اس کی اس بارے میں امداد و اعانت کرنا بھی ناجائز ہے جو لوگ کہ امداد کریں گے وہ گنہگار اور ظالم ہوں گے۔ فقط (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

(۱) چند چیزوں کی تعین کر کے وقف کرنا
(۲) درگاہ شریف کے متعلق کاموں کا متولی کون ہو گا؟
(۳) کیا وقف کا متولی واقف کی غرض کے خلاف وقف کا مال استعمال کر سکتا ہے؟
(۴) وقف کی آمدنی خرچ کرتے ہوئے شرائط متولی کا لحاظ رکھنا ضروری ہے
(۵) تولیت موروثی حق نسبت ہے ایک کمیٹی کو بھی متولی بنایا جا سکتا ہے
(۶) کیا ایک آدمی کا متولی ہونا اور سارے کاموں کی نگرانی کرنا ضروری ہے؟

متعلقہ درگاہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اجمیر شریف

(الجمعیۃ مورخہ ۱۳ اپریل ۱۹۳۶ء)

(سوال) (۱) شاہ جہاں بادشاہ نے بیت المال سے چند مواضعات ایک بزرگ کی درگاہ شریف کے نام وقف کئے اور وقف نامہ میں اغراض وقف حسب ذیل معین کیں۔ "صرف عرس و لنگر و روشنائی و فروش و گل و ارباب مسجد و وظائف اصحاب استحقاق و حفاظ و صادر و وارد و سائر وجوہ خیرات و مبرات۔"

(۲) درگاہ شریف اور وقف مذکور کے عملہ انتظامی کے تقرر اور تمام امور متعلقہ کی سرانجامی کے متعلق خود

---

(۱) لو شرط الواقف كون المتولى من اولاده او اولادهم ليس للقاضى ان يولى غيرهم بلا خيانة . ولو فعل لا يصير متوليا ...... ثم لا يخفى ان تقديم من ذكر مشروط بقيام الا هلية فيه حتى لو كان خائنا يولى اجنبى حيث لم يوجد فيهم اهل لان اذا كان الواقف نفسه يعزل بالخيانة فغيره بالا ولى . (الشاميه ، كتاب الوقف، مطلب لا يجعل الناظر من غير الواقف ٤/٤٢٥ ط. سعيد)

(۲) قال فى الشامية : ولا يولى الا امين قادر بنفسه او بنا ئبه ، لا ن الولا ية مقيدة بشرط النظر و ليس من النظر تولية الخائن لا نه يخل بالمقصود (رد المحتار، كتاب الوقف ، مطلب فى شروط المتولى ، ج : ٤ ص ٣٨٠)

(۳) ولا تعاونوا على الا ثم والعدوان سورة المائده ، رقم الا يه : ۲

واقف اور اس کے جانشین سلاطین کا تعامل یہ رہا ہے کہ کل امور اپنے ہاتھ میں رکھے چنانچہ واقف اور اس کے جانشین سلاطین کے فرامین سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف درگاہ شریف کے عملہ انتظامی خادم متولی شاگرد پیشہ وغیرہ کا تقرر بلکہ ان کے حقوق و معاش کا تعین بھی ان سلاطین ہی کے احکام و فرامین سے ہوا۔ نیز اس درگاہ شریف کے مراسم، محافل سماع، تقسیم نذورات وغیرہ جملہ امور کے متعلق ہدایات بھی دربار شاہی سے جاری ہوتی رہیں۔ چنانچہ اس درگاہ پاک کے عملہ سے یا خادم اور کیا شاگرد پیشہ، فراش، باورچی، رکابدار، سگ زن ہر شخص جو کسی مستقل خدمت پر مامور ہے اپنے تقرر و حقوق کی تائید میں سند شاہی سے استناد کرتا ہے اور یہی حال بادشاہ دہلی اکبر شاہ ثانی کے شقہ مورخہ یکم جون ۱۸۲۷ء سے معلوم ہوتا ہے جس میں لکھا ہے کہ "تمام امور انتظام درگاہ شریف و عزل و نصب مردمان منتظم آن و خبر گیری ہر گونہ امور از جانب حضور بودہ آمدہ۔

(۳) عملہ انتظامی کے عہدیداروں میں سے ایک عہدیدار کو داروغہ بلغور خانہ یعنی متولی درگاہ کے نام سے بھی مقرر کیا جاتا ہے اور اس عہدیدار کے تقرر کے متعلق واقف کے ایک فرمان میں یہ لکھا ہے :۔ داروغہ بلغور خانہ یعنی متولی درگاہ ہر کسے کہ از سرکار مقرر شود۔" منشائے واقف کی اس تصریح کے علاوہ خود واقف اور اس کے جانشین سلاطین ماضیہ کا تعامل بھی اسی عمل کا مؤید ہے کہ عہدہ موسومہ بہ داروغہ بلغور خانہ یعنی متولی درگاہ کے تقرر کے لئے کبھی کوئی قوم و مذہب یا خاندان مخصوص نہیں کیا گیا۔ بلکہ والیٔ ملک نے بلا تخصیص خاندان، قوم و مذہب جسے چاہا اس عہدہ پر مامور کیا اور جسے چاہا اس عہدہ سے معزول کر دیا۔ چنانچہ خود واقف کے جانشین سلاطین اسلام نے مختلف مسلمانوں کے علاوہ اہل ہنود میں سے بھی چند افراد کو اپنے زمانہ میں اس عہدہ پر مامور کیا۔

(۴) اسلامی سلطنت میں ضعف آیا تو اس خطہ پر جس میں یہ درگاہ پاک او مواضعات موقوفہ واقع ہیں ہندو قوم مرہٹہ کا غلبہ و تسلط قائم ہو گیا۔ اور اس قوم کے حکمرانوں نے بھی سلطنت اسلامی کے تعامل کی پابندی کرتے ہوئے عہدیدار مذکور (داروغہ بلغور خانہ یعنی متولی درگاہ) کا عزل و نصب اپنے ہاتھ میں رکھا اور بلا تخصیص قوم و خاندان و مذہب جس میں ہندو یا مسلمان کو چاہا اس عہدہ پر مامور یا معزول کیا۔ ان لوگوں میں سے جنہیں مرہٹہ حکمرانوں نے اس عہدہ پر مامور اور اس سے معزول کیا چند وہ بھی ہیں جو اس درگاہ پاک کے موجودہ متولی "زید" کے اجداد کہے جا سکتے ہیں اور ان ہی چند میں سے صرف ایک "بکر" کو مرہٹہ حکمران دولت راؤ سندھیا نے سند تولیت نسلاً بعد نسل بھی عطا کر دی تھی۔ لیکن کچھ عرصہ بعد مرہٹوں کی حکومت کا خاتمہ اور انگریزی تسلط کا آغاز ہوا تو واقف کے جانشین اکبر شاہ بادشاہ دہلی نے غبن و خیانت کی بنا پر "بکر" کو معزول کیا اور اس کے حق میں دولت راؤ سندھیا کی سند اس بنا پر منسوخ کر دی کہ یہ سند از راہ فریب زر خطیر صرف کر کے تعامل سلاطین و منشائے واقف کے خلاف حاصل کی گئی تھی جیسا کہ اکبر شاہ بادشاہ دہلی کے شقہ مورخہ یکم جون ۱۸۲۷ء کی حسب ذیل عبارات سے ظاہر ہے :۔ (الف) اگر کسے اسناد مرہٹہ متولی معزول یعنی "بکر" پیش نماید ساقط از اعتبار است کہ فرمان حضور والا درین امر نیست و ہم متولی از راہ فریب از صرف کردن زر خطیر پیش مرہٹہ مختار شدہ بود۔" (ب) و تقرر متولی از طرف حضور معمول قدیم بودہ است۔" اکبر شاہ ثانی بادشاہ دہلی کے اس حکم کا نفاذ حکومت انگریزی نے خاطر خواہ کیا اور بکر نے اس شاہی حکم کی تنسیخ اور خود کو درگاہ پاک کا موروثی متولی قرار دلانے کے لئے

انگریزی عدالت دیوانی میں ایک دعویٰ کیا تو وہ بھی مع خرچہ خارج ہوا۔ اور پھر زندگی بھر "بکر" کو اس عہدہ پر بحال ہونا نصیب نہ ہوا۔ یہ بکر موجودہ متولی "زید" کا دادا تھا۔

(۵) مرہٹوں کے بعد انگریزوں نے اپنے دور حکومت کے اوائل ہی میں تعامل سلاطین ماضی کی تحقیقات سے یہ معلوم کیا کہ درگاہ پاک اور اس کے وقف مذکور کا جملہ انتظام و نیز عہدیدار موسوم بہ متولی کا عزل و نصب بلا تخصیص قوم و خاندان و مذہب ہمیشہ سے والیٔ ملک کے اختیار میں رہا ہے چنانچہ اس باب میں کرنل تھینیل الوس نے جو اس ضلع کا کمشنر تھا جس میں یہ درگاہ پاک واقع ہے اپنی تحقیقات کے خلاصہ کا اظہار اپنے روبکار مورخہ ۲۹ مارچ ۱۸۳۸ء میں حسب ذیل الفاظ میں کیا۔ "از کیفیت ہائے قانون گویان و دیوانجی و خدمہ درگاہ کہ ہمراہ روبکاری سپر نٹنڈنٹی مرقومہ ۱۲ فروری سہ حال رسیدہ مزین گردید کہ ہمیشہ برائے بندوبست امور درگاہ متولی از طرف والیٔ ملک مقرر شدہ۔ عزل و نصب متولی باختیار والیٔ ملک ماندہ و در ماموری برین عہدہ تخصیص کدام قوم و مذہب و خاندان ہم نبودہ۔" اس تحقیقات کی بنا پر درگاہ شریف مذکور اور کل وقف متعلقہ کے انتظام و جملہ امور کی سر انجامی مثل واقف وقف اور واقف کے جانشین سلاطین کے قائم مقام کی حیثیت سے حکومت انگریزی نے براہ راست زیر بنگال ریگولیشن نمبر ۱۹ ۱۸۱۰ء اپنے ہاتھ میں لی اور اس درگاہ پاک اور اس کے وقف کا انتظام نیز عہدیدار موسوم بہ متولی درگاہ کا عزل و نصب محکمہ بورڈ آف ریونیو کے فرائض میں داخل ہوا۔ چنانچہ بورڈ آف ریونیو نے درگاہ پاک کی انتظامی خدمات انجام دیں اور چند مختلف اشخاص کو اپنے حکم سے عہدہ تولیت پر بھی مامور کیا۔ جن میں سے دو شخص موجودہ متولی "زید" کے اجداد بھی تھے۔ ایک پردادا اور ایک والد۔ لیکن بورڈ آف ریونیو کے بھی کسی انگریزی حاکم نے بھی کبھی یہ عہدہ کسی قوم یا خاندان کے لئے مخصوص نہیں کیا۔

(۶) ۱۸۶۳ء میں حکومت انگریزی نے ایکٹ نمبر ۲۰ ۱۸۶۳ء پاس کر کے جملہ اوقاف مذہبی سے خود بے تعلقی اختیار کی اور درگاہ مذکورہ کے انتظام و اہتمام کے لئے اپنی جگہ مسلمانوں کی ایک کمیٹی قائم کر دی جس کو بورڈ آف ریونیو کا قائم مقام قرار دیا اور وہ کل اختیارات انتظام و نظارت امر و نہی و تصرف بشمول اختیار عزل و نصب عہدیدار موسوم بہ متولی جو بورڈ آف ریونیو کو بحیثیت قائم مقام واقف و جانشین سلاطین ماضی حاصل تھے اس کمیٹی کو تفویض کر دیئے۔ اس موقع پر "زید" کے باپ نے کوشش کی تھی کہ کمیٹی قائم نہ کی جائے بلکہ وقف درگاہ پاک کی تولیت اس کے خاندان میں ہمیشہ کے لئے موروثی قرار دے کر یہ وقف اس کے سپرد کر دیا جائے۔ لیکن گورنمنٹ نے یہ منظور نہ کیا۔ بلکہ عہدہ تولیت غیر موروثی قرار دے کر کمیٹی مقرر کی۔ یہ کمیٹی درگاہ کمیٹی کے نام سے موسوم اس وقت تک موجود ہے۔ اور اس نے بھی متعدد افراد کو کار تولیت مذکورہ بالا پر مینیجر یا نائب متولی کے لقب سے مقرر کیا ہے جن کی نظر میں خاندان تو خاندان مذہب کی بھی تخصیص نہیں برتی گئی ہے۔ اسی ذیل میں دو مرتبہ کمیٹی نے موجودہ متولی "زید" کو بھی مینجر یا نائب متولی مقرر کیا تھا۔ لیکن پہلی مرتبہ کمیٹی کے مقابلہ میں تمرد و سرکشی کی بنا پر اور دوسری مرتبہ خیانت مجرمانہ کے جرم میں سزا پانے کے باعث زید کو اس عہدے سے معزول کر دیا گیا۔ پھر بھی ۱۹۱۵ء میں ۹ دسمبر کو درگاہ کمیٹی نے تیسری مرتبہ "زید" کو عہدہ تولیت پر مامور کر کے ۱۹۲۱ء میں کاروبار متعلق درگاہ شریف سپرد کیا۔ کمیٹی نے زید کے تقرر سے ۷ ۳ برس پہلے زید کے بھائی "خالد" کو بھی

امتحاناً دو سال کے لئے اس عہدہ پر مامور کیا تھا لیکن وہ نااہل ثابت ہوئے اس لئے بر طرف کر دیئے گئے تھے۔ اور ان کی جگہ متعدد ہندو اور مسلمان بحکم و تجویز کمیٹی کار تولیت پر یکے بعد دیگرے مامور ہوئے۔

(۷) ایکٹ (۲۰) ۱۸۶۳ء جس کے ماتحت درگاہ پاک کا موجودہ نظام قائم ہے اس کی رو سے وقف درگاہ پاک کی قابض، منتظم و متصرف درگاہ کمیٹی مذکور ہے۔ اور اس کمیٹی کا مقرر کردہ عہدیدار جو عرف میں متولی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس کمیٹی کے ماتحت ملازم و منیجر کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کا فرض یہ ہے کہ صحیح طور پر حساب کتاب مرتب رکھے۔ اور کمیٹی مذکور کے روبرو حسابات پیش کر کے جانچ کراتا رہے۔ نیز جملہ امور انتظامی کے متعلق جو احکام منجانب درگاہ کمیٹی صادر ہوں ان کی پابندی و اجرا کرے اور بلا حکم و منظوری کمیٹی نہ کسی کام کا اجرا کرے نہ وقف کی کوئی رقم صرف کرے۔ ایکٹ نمبر ۲۰ ۱۸۶۳ء سے قبل بنگال ریگولیشن نمبر ۱۹ من ۱۸۱۰ء کے ماتحت جب کہ انتظام درگاہ شریف بورڈ آف ریونیو کے سپرد تھا اس وقت و نیز سلاطین ماضیہ کے دور میں بھی یہ عہدیدار ملازم سرکار شمار ہوتا تھا۔ اور سرکاری کاغذات و عدالتی فیصلہ جات و ریکارڈ میں اس عہدیدار کو ملازم سرکاری لکھا ہے۔ نیز خدمات مفوضہ کے عوض پہلے نقد یومیہ یا یکمشت ڈیڑھ سو روپے ماہوار ملتا تھا۔ کچھ عرصہ سے مواضعات موقوفہ میں سے ایک گاؤں کی آمدنی اس عہدیدار کے مشاہرے کیلئے مخصوص کر دی گئی ہے۔

(۸) درگاہ پاک اور وقف مذکور کے انتظام کے لئے جو کمیٹی اس وقت موجود ہے وہ پانچ ممبروں میں سے تین ممبر قوم خدام درگاہ سے اور ایک خاندان سجادہ نشین صاحب کی طرف سے مقرر ہوتا ہے اور شہر کی غالب اور بے لوث مسلمان آبادی کا صرف ایک نمائندہ اس کمیٹی میں بطور پریسیڈنٹ شریک ہوتا ہے۔ ہر ممبر کی مدت ممبری تازیست ہے۔ اور جب تک کوئی ممبر مر نہ جائے اس کی بجائے دوسرا ممبر منتخب نہیں ہو سکتا۔ تجربہ اور متعدد عدالتی فیصلے شاہد ہیں کہ چونکہ اس کمیٹی میں اکثریت ان لوگوں کی ہے جن کے ذاتی مالی مفاد وقف درگاہ پاک سے وابستہ ہیں۔ اور جنہیں مختلف خدمات کے عوض حقوق و مشاہرات اس وقف کی آمدنی سے ملتے ہیں اس لئے یہ لوگ مفاد درگاہ پاک پر اپنے ذاتی مفاد کو ترجیح دیتے ہیں جس کے باعث وقف و درگاہ پاک ان کے ہاتھوں ظلم و تباہی بربادی و بد دیانتی کا تختہ مشق بنی ہوئی ہے۔ اور تمام نظم و نسق درہم برہم ہے۔ عہدہ تولیت پر بھی محض جذبہ عصبیت اور ہم قوم و قرابتدار ہونے کی پاسداری کر کے ان لوگوں نے اکثر نااہل شخص کو مقرر کیا ہے۔ چنانچہ اس وقت بھی جو شخص (زید) اس عہدے پر ان کا مقرر کردہ موجود ہے وہ وہ ہے جو عہدے پر تقرر سے پہلے اسی درگاہ پاک کے مال میں خیانت کے جرم میں عدالت سے ایک مقدمہ میں سزا پا چکا تھا۔ اور دوسرے مقدمہ میں "حد درجہ کاہل و غفلت شعار کاروباری معاملات میں بے اصول اور دیانت داری کے لحاظ سے ہرگز شبہ سے بالاتر نہیں۔" قرار دیا جا چکا تھا۔ پھر بھی ثبوت خیانت و بد دیانتی کے باوجود اس کمیٹی کے خادم ممبروں نے اپنی اکثریت کی تائید سے اسی شخص "زید" کو عہدہ مذکور پر مقرر کیا۔

(۹) یہ محسوس کرتے ہوئے کہ درگاہ پاک مذکور اور اس کے وقف کی بد نظمی تباہی و بربادی کا باعث موجودہ درگاہ کمیٹی کی ناقص تشکیل ہے و نیز اس بد نظمی کو دور کرنے کے لئے کوئی دوسرا چارہ کار نہ دیکھ کر عالی جناب آنریبل راجہ غضنفر علی خان ممبر کونسل آف اسٹیٹ نے کونسل مذکور میں ایک مسودہ قانون پیش کیا ہے جس کا ترجمہ لف

ہذا ہے۔اس قانون کے ذریعہ موجودہ قانون میں دواہم تبدیلیاں پیدا کرنا مقصود ہیں۔اول یہ کہ خدام یاان موگوں کی بجائے جن کے ذاتی مال مفاد وقف درگاہ سے وابستہ ہیں درگاہ کمیٹی کے ممبران میں ان ممبروں کی اکثریت پیدا اور محفوظ کی جائے جو بے لوث و آزاد ہوں اور وقف سے کسی قسم کا ذاتی مال نفع نہ اٹھاتے ہوں۔دوئم یہ کہ موجودہ تازیست مدت ممبری منسوخ کر کے مسلمانوں کو حق دیا جائے کہ ہر پانچویں سال درگاہ کمیٹی کے ممبران کا انتخاب کیا کریں۔

(۱۰) یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ درگاہ کی موجودہ بد نظمی دور کرنے کی صرف یہی صورت ہے کہ کہ مسودہ قانون مذکور پاس کر لیا جائے اور اس قانون پاس کرنے میں مسلمانوں ہی کی رائے عامہ مؤثر ہو سکتی ہے۔ حکومت سے خط و کتابت کا جواب یہی ملا ہے کہ اصلاح وقف مسلمانوں کی رائے عامہ پر منحصر ہے وہ چاہیں تو کونسل سے اپنی مرضی کے مطابق مناسب مسئودہ قانون پاس کرالیں حکومت اس قانون کا نفاذ کر دے گی۔ جن مجالس میں یہ قانون پاس کیا جائے گا وہ بھی رائے عامہ سے منتخب ہوتی ہیں۔اور ان میں بھی مسلمانوں ہی کے منتخب کردہ مسلم ممبران کی رائے کا اس باب میں مؤثر ہونا متصور ہے۔

(۱۱) مندرجہ بالا واقعات وحالات کی موجودگی میں حسب ذیل سوالات کا جواب مطلوب ہے۔بینوا توجروا۔

(الف) وقف مندرجہ بالا شرعاً وقف خاص ہے یا وقف عام ؟ (ب) اب جب کہ اسلامی سلطنت موجود نہیں ہے وقف مذکور کے تحفظ واغراض کی تکمیل واصلاح نظم و نسق کے باب میں شرعاً مسلمانوں کا کیا حق اور فرض ہے (ج)۔ان حالات میں جب کہ تجربہ اور عدالتی فیصلوں کی رو سے وقف درگاہ مذکور کی تباہی و بربادی موجودہ انتظامی نقائص کے سبب پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے اور مسلمانوں کو اس بد نظمی اور بربادی کی اصلاح پر بھی قدرت حاصل ہے۔ مسلمانوں کو یہ حق ہے کہ وہ اپنی اس قدرت سے اصلاح کے واحد مؤثر ذریعہ کو استعمال کریں یعنی مجالس قانون ساز سے مسودہ قانون پیش کردہ راجہ غضنفر علی خان کو حسب ضرورت وصوابدید خود مناسب ترمیم ورد وبدل کے ساتھ پاس کرائیں ؟ کیا شرعاً اس باب میں مجالس قانون ساز ملکی کو جس کے بغیر مسلمان اپنی قدرت اصلاح وقف مذکور پر استعمال نہیں کر سکتے ذریعہ اصلاح بنایا جا سکتا ہے ؟ و نیز اگر یہ ذریعہ اصلاح غیر مسلم حکومت سے استمداد بھی قرار پائے تو کیا غرض مذکور کے لئے یہ استمداد شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟ اگر مسلمان وقف مذکور کی تباہی کے علم اور اس کی اصلاح پر قدرت کے باوجود ساکت رہیں اور کوئی اصلاحی اقدام نہ کریں یا اصلاحی اقدام میں مزاحم ہوں تو شرعاً ان کا یہ فعل کیا قرار دیا جائے گا ؟ (د)۔ کیا درگاہ بل پیش کردہ راجہ غضنفر علی خان منسلکہ ہذا میں کوئی ایسی بات موجود ہے جس کے باعث یہ بل مداخلت فی الدین قرار دیا جا سکے ؟ (ہ)۔ شریعت اسلامی میں متولی وقف کا تصور کیا ہے ؟ اور وقف درگاہ مذکور کے حالات پیش نظر رکھتے ہوئے اس وقف کے شرعی متولی کا مصداق کون ہے ؟ درگاہ کمیٹی یا وہ عہدیدار جو عرفاً متولی کہلاتا ہے اور جس کو واقف نے داروغہ بلغور خانہ بھی لکھا ہے۔ نیز شرعاً درگاہ کمیٹی کے مقابلہ میں اس عہدیدار (زید) کی کیا حیثیت ہے جو عرف میں اس درگاہ پاک کا متولی کہلاتا ہے۔(و)۔ کیا عہدیدار (زید) جو عرف میں متولی کہلاتا ہے اس درگاہ پاک کا

موروثی عہدیدار ہے اور کیا یہ عہدہ تولیت کسی خاندان کا موروثی عہدہ ہے ؟۔(ز)۔شرعاً خدمت تولیت میں تعدادافراد منافی تولیت ہے یا چند افراد کی ایک کمیٹی بھی متولی ہو سکتی ہے ؟(ح)اصلاح وقف درگاہ پاک کے سلسلہ میں گزشتہ وحال کی ابتری وتباہی پیش نظر رکھتے ہوئے یہ مناسب ہے کہ شرعی حیثیت سے تولیت وقف مذکور بدستور کمیٹی ہی کے سپرد رہے اور صرف قانون کے ذریعہ موجودہ کمیٹی کی تشکیل اور مدت ممبری میں مناسب تبدیلی وترمیم پر اکتفا کیا جائے جیسا کہ مسودہ قانون پیش کردہ راجہ غضنفر علی میں کیا گیا ہے۔یا یہ مناسب ہے کہ کمیٹی کو ایک دم منسوخ اور مسلمانوں کو انتخاب ممبران کمیٹی مذکور کے ذریعہ قومی مداخلت سے قطعاً بے تعلق و محروم کر کے ہمیشہ کے لئے اس وقف کا انتظام صرف ایک شخص متولی کے سپرد کر کے عہدہ تولیت دائمی طور پر نسلاً بعد نسل اس شخص کے خاندان میں محصور کر دیا جائے اور اس تولیت کے لئے شخص یہی "زید" معین کیا جائے جو خود بھی خائن اور غاصب ثابت ہو چکا ہے اور جس کے بعض اجداد بھی غبن وخیانت ہی کے الزام میں معزول ہو چکے ہیں۔(ط)۔آپ کی رائے میں درگاہ بل پیش کردہ راجہ غضنفر علی میں کیا کیا ترمیم ورد وبدل مناسب ہے۔ جس کے باعث یہ بل بہتر اور انسب صورت اختیار کر سکے۔ المستفتی مرزا عبدالقادر بیگ عفی عنہ

(جواب ۱۹۸)(ا)وقف خاص اور وقف عام شرعی اصطلاحیں نہیں ہیں۔اور اس حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ وقف کے لئے تابید شرط ہے اور اگر ابتداً میں کسی خاص فرد یا مخصوص خاندان کے لئے اس کے فوائد و منافع محصور بھی کر دیئے جائیں تاہم ضروری ہے کہ آخر میں وہ جہتہ غیر منقطعہ کے واسطے وقف قرار دیا جائے اور عام فقراء ومساکین کے لئے کر دیا جائے اور اس بنا پر یہ کہنا کہ ہر وقف کے لئے مآلاً عام ہونا لازم ہے۔ ویجعل آخرہ لجھة قربة لا تنقطع (تنویر الا بصار) (۱) والصحیح ان التابید شرط اتفاقا لکن ذکرہ لیس بشرط عند ابی یوسف و عند محمد لا بدان ینص علیه (رد المحتار)(۲) لیکن چونکہ قانونی طور پر موقوف علیہ کے مخصوص ہونے یا غیر معین ہونے کی جہت سے وقف خاص اور وقف عام کی اصطلاحیں مشہور ہو گئی ہیں تو اس جہت سے بھی اگر حسب بیان سائل واقف نے وقف نامہ میں یہ عبارت لکھی ہے۔"صرف عرس ولنگر وروشنائی وفرش وگل وارباب مسجد ووظائف اصحاب استحقاق وحفاظ وصادر دوارد وسائر وجوہ خیرات ومبرات" تو اس وقف کے وقف عام اور غیر منقطع جہات کے لئے ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہو سکتا۔

حاشیہ نمبر (۲) ردالمحتار، کتاب الوقف، مطلب فی الکلام علی اشتراط التابید ٤/ ۳٤۹ ط سعید

(۲)اوقاف کی نگرانی اور حفاظت اور ان کو خائنوں کی دستبرد سے بچانا اور مستحقین کو انکے حقوق پہنچانا بے شبہ قضاۃ اسلام کا کام تھا۔اب اسلامی سلطنت قائم موجود نہ ہونے کی وجہ سے قضاۃ اسلام بھی موجود نہیں اور ان حالات میں مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ وہ خود یا حکومت موجودہ کی معاونت سے اوقاف کی حفاظت کریں۔ کیونکہ جو اسلامی امور قضاۃ اسلام سے تعلق رکھتے تھے مثلاً صوم وافطار کا حکم کرنا جمعہ وعیدین کی نماز وجماعت قائم

---

(۱)(تنویر الا بصار، کتاب الوقف، مطلب فی الکلام علی اشتراط التابید، ٤/ ۳٤۸ ط. سعید)

کرنا وہ بتصریح فقہاء قضاۃ اسلام اور حکومت اسلامیہ کی غیر موجودگی میں مسلمانوں کے ہاتھ میں آگئے ہیں۔یقیمها (الجمعة) امیر البلد ثم الشرطی ثم القاضی ثم من ولاہ قاضی القضاۃ و نصب العامة الخطیب غیر معتبر (درمختار) (۱) فلو الولاۃ کفار یجوز للمسلمین اقامة الجمعة ویصیر القاضی قاضیابتراضی المسلمین ویجب علیهم ان یلتمسوا والیا مسلماً (ردالمحتار)(۲)

(۳) اگر وقف کی آمدنی کے متعلق اس امر کا ظن غالب یا یقین ہو کہ وہ غیر مصارف میں خرچ کی جاتی ہے یا اس میں خیانت اور تغلب ہو رہا ہے یا بد انتظامی کی وجہ سے وقف تباہ اور برباد ہو رہا ہے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ وقف کو غیر مصرف میں خرچ ہونے اور خیانت تغلب اور تباہ وبرباد ہونے سے بچانے کے لئے جو کچھ کر سکتے ہیں کریں۔ اگر اصلاح کا اور کوئی ذریعہ باقی نہ رہے یا موثر نہ ہو تو مسلمان مجالس قانون ساز میں ایسا مسودہ قانون پیش کر کے پاس کرا سکتے ہیں جو وقف کی محافظت اور اغراض وقف اور شرائط واقف کی رعایت و نگہداشت کا ضامن ہو۔ جس کا منشا صرف یہ ہو کہ وقف کے شرعی قانون کی تنفید کی قوت موجودہ گورنمنٹ سے حاصل کر لی جائے۔ مگر ایسے مسودہ قانون میں مفصلہ ذیل امور کی پابندی لازم اور واجب ہے :۔

(الف) بل کی کوئی دفعہ اوقاف کے شرعی قانون سے متصادم نہ ہو۔ (ب) اس کی کوئی دفعہ غرض واقف اور شرائط واقف کے خلاف نہ ہو۔ (ج) وہ بل واقف اور موقوف علیہم اور دیگر متعلقہ اشخاص کے حقوق پر مخالفانہ اثر نہ ڈالے۔ (د) وہ بل حکومت کا اقتدار اور تسلط وقف پر قائم نہ کرے۔ (ہ) قانون کے ذریعہ سے حکومت کو کسی تصرف کا حق حاصل نہ ہوتا ہو۔ جو واقف کی شرط یا غرض یا تصریح یا تعامل قدیم کے خلاف ہو۔

(۴) کسی بل پر مداخلت فی الدین کا الزام اسی وقت قائم کیا جا سکتا ہے جب کہ اس کی دفعات میں سے کوئی دفعہ اوقاف کے شرعی قانون کے خلاف ہو۔ لیکن اگر اس کا مقصد اوقاف کے لئے غیر شرعی قانون وضع کرنا نہ ہو بلکہ شرعی قانون متعلقہ اوقاف کی تنفیذی قوت حاصل کرنا ہو تو اس کو مداخلت فی الدین قرار دینا صحیح نہیں۔ راجہ غضنفر علی خاں کا مجوزہ بل باوجود یہ کہ بہت سی جزوی ترمیمات کا محتاج ہے اور اس میں سے وہ حصہ جو حکومت کے لئے ایک طرح کا اقتدار اور تسلط ثابت کرتا ہے حذف کر دینا واجب ہے۔ تاہم اس اصول پر کہ وہ شرعی قانون وقف کی مخالفت کا التزام نہیں کرتا اور اس کو صرف تحصیل قوت تنفیذیہ تک محدود رکھا جا سکتا ہے اور معزز محرک ایسی ترمیمات کو قبول کرنے پر آمادہ ہیں مداخلت فی الدین کے الزام کے ماتحت نہیں آسکتا۔

(۵) ان حالات و واقعات کی صحت کی بنا پر جو سوال میں ذکر کئے گئے ہیں یہ کہا جا سکتا ہے کہ عہدہ تولیت تو قدیم اور موروثی ہے اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ انتظام اوقاف کے لئے ایک متولی رہا ہے اور رہنا چاہئے۔ خواہ اس کو متولی کہا جائے یا داروغہ بلغور خانہ یا منیجر یا اور کسی لفظ سے موسوم یا ملقب کیا جائے اس شخص کو شرائط واقف کے ماتحت وقف کی آمدنی کو صحیح طور پر جائز مصارف میں خرچ کرنے کا حق ہوگا۔ اور اس کے عزل

(۱) (الدر المختار ، کتاب الصلاۃ ، بعید مطلب فی جواز استنابة الخطیب ، ۲/ ۱۴۳ ط. سعید)
(۲) رد المحتار ، کتاب الصلاۃ ، بعید مطلب فی جواز استنابة الخطیب ۲/ ۱۴۴ ط . سعید)

نصب کا اختیار واقف کو تھا اور اس کے بعد اس کے مسلم جانشینوں کو اور مسلم جانشین نہ رہنے کی صورت میں عامہ مسلمین کو یا ان کی مقرر کردہ کمیٹی کو۔

(۶) روداد مندرجہ سوال سے ظاہر ہے کہ عہدہ تولیت کسی فرد یا خاندان کے ساتھ مخصوص اور موروثی نہیں رہا ہے اور جب کہ شاہان اسلام کے زمانہ میں مختلف خاندانوں کے افراد اس عہدہ پر مامور اور مقرر و معزول ہوتے رہے ہیں تو اب اس عہدے کو کسی خاندان کے لئے موروثی سمجھنا غیر معقول اور غیر موجہ اور غیر مشروع ہے۔ تولیت کا عہدہ صرف واقف کے خاندان کے لئے جس کے لئے واقف نے شرط کردی ہو موروثی ہوتا ہے اور یہ بھی مشروط بالصلاح والدیانت ہے۔ اگر واقف کے خاندان کا کوئی متولی بلکہ خود واقف بھی یا اس کی جانب سے شرط کیا ہوا متولی بھی خائن ہو تو وقف کا اس کے ہاتھ سے نکال لینا اور اسے تولیت سے معزول کردینا اور کسی غیر کو جو اصلح اور متدین ہو متولی مقرر کردینا واجب ہوتا ہے۔(۱)

(۷) متولی کا فرد واحد ہونا لازم نہیں۔ اختیارات تولیت متعدد افراد کے سپرد کئے جاسکتے ہیں۔(۲)

(۸) اکثری حالات کی بنا پر فرد واحد کی جگہ کمیٹی کا انتظام اصلح للوقف ہوتا ہے۔ لیکن اس موقع مجوث عنہ میں تعامل قدیم سے عہدہ متولی کا ہمیشہ رہنا ثابت ہے اس لئے کمیٹی کی تشکیل بطور نگرانی اور مراقبہ وقف کے ہو اور متولی درگاہ کمیٹی کی ماتحتی میں کام انجام دے یہ صورت اصلح و اوفق و انسب ہے۔

(۹) راجہ غضنفر علی خاں کا پیش کردہ بل ترمیم و اصلاح کا محتاج ہے جس کے لئے جمعیۃ علمائے ہند نے ایک سب کمیٹی بنادی ہے جو عنقریب اس بل پر تفصیلی بحث و تنقید کر کے ترمیم و اصلاح کردے گی اور راجہ صاحب کی اور دیگر ممبران کونسل آف اسٹیٹ کی خدمت میں بھیجدیگی۔ **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ**، ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ

(۱) مسجد کی آمدنی پر بینک سے سود لینے کا حکم
(۲) کیا اوقاف مساجد کا بیمہ کرانا جائز ہے؟

(الجمعیۃ مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۹۳۶ء)

(سوال) (۱) جامع مسجد بمبئی کی آمدنی بنک میں رکھی جاتی ہے۔ اس کا سود لیا جائے یا نہیں؟ (۲) اوقاف مساجد کے حسابات چیک کرنے والے جو سرکار کی طرف سے آڈیٹر مقرر ہیں ان کی طرف سے متولیان مسجد پر زور دیا جا رہا ہے کہ بیمہ کراؤ ورنہ اس کے نقصان کا روپیہ تم کو دینا پڑے گا۔

(جواب ۱۹۹) (۱) مسجد کی رقم جو بنکوں میں جمع ہے اس کا سود بنک سے لے لینا چاہئے اور اس رقم کو فقراء و

---

(۱) لو شرط الواقف کون المتولی من اولادہ و اولادھم ...... لو کان خائنا یولی اجنبی حیث لم یوجد فیھم اھل لانہ اذا کان الواقف نفسہ یعزل بالخیانۃ فغیرہ الا ولی. (ردالمحتار ، کتاب الوقف، مطلب لایجعل الناظر من غیر اھل الوقف ۴/۴۲۵ ط. سعید)

(۲) اذا وقف ارضین علی قوم وجعل ولایۃ کل ارض الی رجل ثم اوصی بعد ذلک الی زید فلزید ان یتولی مع الرجلین. (ردالمحتار ، کتاب الوقف، مطلب نصب متولیاً ثم آخر اشترکا، ج : ۴ ص ۴۲۳، سعید)

مساکین کو دے دینا چاہئے۔(۱) (۲) مسجد کے متولی یا ٹرسٹی پر لازم نہیں کہ وہ خود نقصان برداشت کرے۔ بیمہ کرانا ناجائز ہے لیکن اگر سرکار کی طرف سے متولیان کو بیمہ کرانے پر مجبور کیا جائے تو وہ مجبوری میں کرا سکتے ہیں۔ ان کو نقصان کا ذمہ دار ٹھہرانا بھی مجبور کرنے میں داخل ہے۔(۲) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

کسی نمازی کو مسجد کے انتظام میں بلا اجازت دخل اندازی کا حق نہیں ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۱۰ مئی ۱۹۲۷ء)

(سوال) خالد دوسرے محلّہ کا رہنے والا اپنے آباواجداد سے ہے جہاں ہمیشہ سے مسجد بھی ہے۔ اب خالد دوسرے محلّہ میں آکر بسا اور یہاں بھی مسجد ہے اور اس مسجد اور اس کے متعلق کسی کام میں خالد نے اور اس کے باپ دادا نے مطلقاً مدد نہیں کی۔ اس بنا پر خالد کو اس مسجد میں نماز و عبادت کے علاوہ نظام و اہتمام مسجد وغیرہ امور میں جبراً دخل دینے کا حق ہے یا نہیں؟

(جواب ۲۰۰) اب کہ خالد اس محلّہ میں آباد ہو گیا تو مثل دوسرے افراد اہل محلّہ کے اس کو بھی اسی قدر حق ہو گیا جس قدر کہ اس محلّہ کے کسی دوسرے شخص کو ہے اور جس چیز کو کہ متولی(۳) یا اکثر جماعت پسند کرے اس کی پابندی خالد کو بھی کرنی ہو گی۔ کیونکہ ہر شخص کی ضد تو پوری ہو نہیں سکتی۔ لا محالا اکثریت کی رائے کا اعتبار ہو گا۔(۴) محمد کفایت اللہ غفر لہ،

کیا متولی مسجد خادم و امام کو مسجد کی آمدنی سے قرضہ دے سکتا ہے؟

(الجمعیۃ مورخہ ۲۸ ستمبر ۱۹۳۳ء)

(سوال) خادمان مسجد مثلاً مؤذن و امام بوقت ضرورت متولیان مسجد، مسجد کے وقف مال سے قرض حسنہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟

(جواب ۲۰۱) متولی مسجد کو اختیار ہے کہ وہ مسجد کے خادموں کو ان کی ضرورت رفع کرنے کے لئے مسجد کے فنڈ سے روپیہ قرض دے دے لیکن یہ شرط ہے کہ قرض کی وصولیابی کی طرف سے اطمینان ہو۔ ضائع ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔(۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

مسجد کی آمدنی کے چوری ہو جانے کا ضمان محافظ کی غفلت کی وجہ سے اس پر آئے گا

(سوال) سخاوت خاں کو لوگوں نے امانت دار سمجھ کر کچھ رقم مسجد انجیر تر کے خرچ کے لئے جمع کیا۔ انہوں نے اس کو اپنے گھر میں نہیں رکھا بلکہ خارج مسجد میں ایک کمرہ وضو کرنے کیلئے بنا ہے اس میں ایک الماری بنی ہے

---

(۱) مذکورہ مسئلے کی تفصیل گذر گئی ہے دیکھئے، مسجد کی رقم اور بینک سے سود لینا ص ۱۰۶-۱۰۷ قال اللہ تعالیٰ: تعاونو اعلی البرو التقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان. (سورۃ المائدۃ، الجزء السادس، رقم الآیہ ۲)

(۲) فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ. ان اللہ غفور رحیم. (سورۃ البقرۃ، رقم الآیہ ۱۷۳)

(۳) وقف لہ متول ومشرف لا یکون للمشرف ان یتصرف فی مال الوقف لا ن ذالک مفوض الی المتولی (الخانیۃ، کتاب الوقف، باب الرجل یجعل دارہ مسجدا، ۳/ ۲۹۷ ط. ماجدیۃ)

(۴) وان اختار بعضھم الا قرأ واختار بعضھم غیرہ فالعبرۃ للاکثر. (الفتاوی العالمگیریۃ) کتاب الصلاۃ، الباب الخامس، الفصل الثانی، ص ۸۴ ج. ۱ ط. ماجدیۃ)

(۵) لیسع للمتولی اقراض مافضل من غلۃ الوقف لو احرز ا ہ ...... للمتولی اقراض مال المسجد بامر القاضی (ردالمحتار کتاب القضاء مطلب للقاضی اقراض مال الیتیم وغیرہ ج: ۵، ۴۱۷. ط سعید)

جس میں روشنی کا سامان مانند لالٹین و تیل کڑوا و بتی بنانے کے لئے روئی وغیرہ رکھی جاتی ہے۔ اسی الماری میں وہ رقم رکھ کر تالا لگا کر اس کی کنجی کو مسجد کے دروازہ پر اندر کی جانب ایک طاق ہے جس پر تیمم کرنے کے لئے مٹی کا ایک گولہ رکھا تھا اس کے نیچے رکھ دی۔ کسی نے تالا کھول کر رقم مذکور کو نکال لیا۔ ایسی صورت میں سخاوت خاں پر ضمان آئے گا یا نہیں؟ المستفتی مولوی عبدالرؤف خان جگن پور ضلع فیض آباد

(جواب ۲۰۲) اس نے مسجد کی رقم اپنی تحویل اور اپنی حفاظت میں نہیں رکھی۔ لہذا رقم کا ضمان اس کے ذمہ واجب ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

کیا وقف کے دو متولیوں میں سے ایک دوسرے کو معزول کر سکتا ہے؟

(سوال) ہندہ نے اپنا مکان جو اس کو ورثہ میں ملا تھا تعمیر مسجد کے لئے وقف کیا۔ یہ تقسیم کے وقت ہندہ کے حصہ میں مکان مذکور پورا نہیں آتا تھا۔ لیکن بقیہ ورثا کو معلوم ہوا کہ ہندہ اس مکان میں مسجد بنائے گی تو انہوں نے تمام مکان ہندہ ہی کو دے دیا۔ ہندہ نے مسجد کی تعمیر کا ارادہ کیا تو زید جو اس کی برادری کا ایک شخص ہے اس کو تعمیر کا منتظم کر دیا۔ اور تقریباً نصف مسجد زید کے اہتمام و نگرانی سے ہندہ کا روپیہ تعمیر مسجد میں خرچ ہوا۔ اس کے بعد ہندہ کے پاس روپیہ نہیں رہا۔ تو اس نے زید سے کہا کہ میرے پاس روپیہ نہیں ہے اب تمہیں اختیار دیتی ہوں چاہے جس طرح تعمیر کرو۔ بقیہ تمام کام زید نے اپنی معقول رقم سے پورا کیا۔ جب ہندہ نے زید کو اس قدر مستعد اور اٹل دیکھا تو اس نے زید سے کہا کہ میرے بھتیجے کے ساتھ مل کر تولیت کے فرائض بھی تمہیں انجام دو۔ چنانچہ زید مسجد کے تمام کام کو باحسن وجوہ انجام دینے لگا۔ بلکہ جب زید نے یہ دیکھا کہ ہندہ نے مجھ کو مسجد کا مستقل متولی کر دیا ہے تو اس نے ایک مکان ذاتی اس مسجد کے لئے وقف کر دیا جس کی آمدنی مسجد میں خرچ کرتا ہے۔ زید ہندہ کے سامنے برابر تولیت کے فرائض انجام دیتا رہا ہے۔ ہندہ کے انتقال کے بعد بھی پانچ سال سے برابر خدمات مفوضہ انجام دے رہا ہے۔ زید باوجود متولی ہونے کے اس قدر احتیاط سے کام کرتا ہے کہ ہر کام میں برابر ہندہ کے بھتیجے سے مشورہ کرتا ہے اور ان کے مشورے سے ہر ایک کام انجام دیتا ہے۔ اب چند روز سے مسائل مختلفہ پر جھگڑا شروع ہو گیا جس کی وجہ سے ہندہ کا بھتیجا اپنی تولیت کا دعویٰ کرتا ہے اور زید کو تولیت سے علیحدہ کرنا چاہتا ہے۔

(جواب ۲۰۳) حق تولیت مسجد اصل بانی اور واقف کو ہوتا ہے۔ اگر وہ یہ حق اپنے لئے محفوظ رکھے تو اس سے کوئی مزاحم نہیں ہو سکتا۔ اور اگر وہ اپنی زندگی میں یا مابعد الموت کسی شخص کیلئے اس حق کو کر دے تو وہ متولی ہو جاتا ہے۔ اور بانی کے مقرر کئے ہوئے متولی کو کوئی شخص بدون ثبوت خیانت موقوف نہیں کر سکتا۔ صورت مسئولہ میں اگر زید نے تعمیر مسجد میں بحیثیت منتظم تعمیر کے اپنی بھی ایک معقول رقم خرچ کی ہے تو وقف بنا میں وہ بھی من وجہ شریک ہے۔ اور پھر جب کہ ہندہ نے اس کو تولیت کے اختیارات تفویض کر دیئے تو وہ ہندہ کی جانب

---

(۱) سلم المودع الدار التی فی بیت منها الودیعة الی آخر لحفظها ان كانت الودائع فی بیت مغلق حصین لا یمکن فتحه بغیر مشقة لا یضمن والا فیضمن .(عالمگیریة ، كتاب الودیعة ، الباب الرابع ، ۳۴۳/۴ ط . ماجدیة)

سے متولی ہو گیا۔ مگر چونکہ ہندہ نے اپنے بھتیجے کو بھی تفویض اختیارات میں شریک کیا ہے اس لئے دونوں شخص حقوق تولیت میں شریک رہیں گے اور ان میں سے کوئی ایک دوسرے کو معزول نہیں کر سکتا۔

فلوما مو نا لم تصح توليته غيره اشباه (درمختار) (۱) لا يجوز للقاضي عزل الناظر المشروط له النظر بلا خيانة ولو عزله يصير الثاني متوليا ويصح عزل الناظر بلا خيانة لو منصوب القاضي اى لا الواقف (ردالمحتار)(۲) ففي الواقف يشارك وفي القاضي يختص الثاني الخ (ردالمحتار)(۳)

محمد کفایت اللہ غفر لہ، مدرسہ امینیہ دہلی

الجواب صحیح۔ احمد علی عفی عنہ مدرس فتحپوری دہلی۔ محمد احکم عفی عنہ مدرس فتحپوری۔ بندہ احمد سعید واعظ دہلوی۔ محمد اسحق عفی عنہ مدرس مدرسہ حسینیہ، دہلی۔ محمد شفیع عفی عنہ مدرسہ عبدالرب دہلی۔ محمد میاں عفی عنہ مدرسہ حسین بخش دہلی۔ نورالحسن عفی عنہ مدرسہ حسین بخش۔ محمد عبداللہ عفی عنہ مدرسہ حسینیہ دہلی۔

چھٹا باب
جواز و صحت وقف

وقف کی آمدنی کو اپنے خرچ میں لانا

(سوال) اگر کوئی شخص وقف میں یہ شرط ٹھہرائے کہ جب تک میں زندہ ہوں اس وقف کی آمدنی خواہ سب کی سب یا آدھی تہائی اپنے خرچ میں لایا کروں گا۔ تو یہ شرط درست ہے یا نہیں ؟

(جواب ۲۰٤) اس قسم کی شرط جائز ہے اور واقف جب تک زندہ ہے خود صرف کرے گا اس کے بعد جو موقوف علیہ ہو اس پر صرف کیا جائے گا۔ **ولو قال وقفت على نفسي ثم من بعدي على فلان ثم للفقراء جاز عند ابي يوسف رحمه الله تعالىٰ كذافي الحاوى۔ (هنديه)(۱)**

(۱) کیا مسجد کا بصورت مسجد ہونا اور اس میں لوگوں کا نماز ادا کرنا وقف کے لئے کافی ہے؟
(۲) قبرستان کے وقف ہونے کے لئے صرف مردوں کا دفن ہونا کافی ہے
(۳) عوض لے کر مردہ دفن کی ہوئی زمین کھودنے کا حکم
(۴) قبرستان کی پرانی مسمار زمین پر اپنی ملک کا دعویٰ کرنا

(سوال) مسجد کا بصورت مسجد ہونا اور وہ بھی ایسے مقام پر جہاں عام لوگ نماز ادا کرتے ہوں یا کرتے رہے ہوں اس کے وقف ہونے کے لئے کافی ہے یا نہیں ؟ یا کسی اور تحریر کی ضرورت ہے۔ اگر وقف ہونے کے لئے صرف

(۱) (عالمگيرية ، كتاب الوقف، الباب الثالث، الفصل الثاني ، ۲ / ۳۷۱ ط ماجدية)

صورت مسجد کافی نہیں ہے تو ایسی مساجد کو کہ جو پرانی ہیں اور ان کے بانی بھی مدتہا مدت ہوئیں فوت ہو چکے ہیں اور اب نہ کوئی بانیان کا قائم مقام موجود ہے نہ کوئی اور تحریر وقف موجود ہے تو اس کو وقف کہا جائے گا یا مملوکہ ؟ مسجد کی طرح قبرستان کا بھی قبرستان ہونا اس کے وقف ہونے کے لئے کافی ہے ؟ اگر نہیں تو مقابر اولیائے کرام مثلاً حضرت خواجہ معین الدین چشتی و حضرت خواجہ علاء الدین صابر کلیری و حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین جن کے جوار رحمت میں صد ہا بندگان خدا دور دور کے مدفون ہیں وقف سمجھے جائیں یا نہیں ؟ اگر وقف سمجھے جائیں تو وقف کی کیا دلیل ہے ؟ کوئی مالک جس نے بزرگ اول کو دفن کرایا ہو موجود نہیں نہ کوئی تحریر ہے۔ ۱

(۳) ایک شخص اپنی مملوکہ اراضی میں بمعاوضہ یا بلا معاوضہ غیر مردوں کو دفن کرتا ہے لہذا یہ زمین کس کی مملوکہ سمجھی جائے گی۔ اصل مالک کی یا وارثان میت کی ؟ پھر اس زمین کو وارثان میت یا اصل مالک قبروں کے مسمار ہو جانے کے بعد بیع کر سکتے ہیں یا نہیں ؟

(۴) ایک قبرستان جس کے اکثر حصہ میں قبریں ہیں کچھ جزوی حصہ خالی ہے جس میں قبریں بہ سبب پرانی ہونے کے مسمار ہو گئی ہیں اور اس میں عام مسلمین کے مردے دفن ہیں، ایک شخص اپنی مملوکہ بتاتا ہے اور کوئی دلیل سوائے دعوائے زبانی اس کے پاس موجود نہیں جس سے مملوکہ ہونا معلوم ہو۔ لہذا ایسی صورت میں اس حصہ قبرستان کو مدعی کا مملوکہ سمجھا جائے گا یا موقوفہ ؟ مورث اعلیٰ اس کو موقوف بیان کرتا ہے۔ بینوا توجروا۔

(جواب) ۲۰۵ مسجد کا بصورت مسجد ہونا اور اس میں بلا روک ٹوک نماز ہونا ہی اس کے وقف ہونے کے لئے کافی ہے۔ کسی اور ثبوت کی ضرورت نہیں۔(۱) اور جو جگہ ایک مرتبہ مسجد ہو جائے پھر وہ کسی کی ملک میں نہیں آسکتی۔ وہ خداوند تعالیٰ کی ملک ہے۔(۲)

مسجد کی طرح قبرستان میں بھی عام اموات کا بلا روک ٹوک دفن ہونا اس کے وقف ہونے کے لئے کافی ہے۔ ہاں کسی خاص قبرستان کے لئے جس میں عام اموات کو دفن ہونے سے روکا جاتا ہو تاوقتیکہ یہ بات ثبوت کو نہ پہنچ جائے کہ یہ وقف ہے وقف نہیں کہا جا سکتا۔ ممکن ہے کہ کبھی کی ملکیت ان زمینوں پر ہو اور مالکان زمین نے بمعاوضہ بلا معاوضہ دیگر اموات کو دفن کرنے کی اجازت دے دی ہو۔(۳)

اگر کوئی شخص اپنی مملوکہ زمین میں معاوضہ لے کر اموات کو دفن کرتا ہے تو اگر وہ صرف دفن کرنے کا معاوضہ لیتا ہے تو اس کو اس قسم کا کوئی معاوضہ لینا جائز نہیں۔(۴) لیکن اگر وہ قبر کے برابر زمین کو فروخت کر دیتا ہے اور ورثائے میت کو اس کا مالک بنا دیتا ہے تو اس کے مالک ورثائے میت ہیں۔ مالک زمین کو اب اس میں تصرف کا حق نہیں۔

(۱، ۳) الوقوف التی تقادم امرها ومات وارثها ومات الشهود الذین یشهدون علیها ...... تجعل موقوفة فمن اثبت فی ذالك حقا قضی له به . (عالمگیریة ، کتاب الوقف ، الباب السادس ، الفصل الثانی ۲ / ۴۳۹ ط. ماجدیة)

(۲) اذا خرب المسجد واستغنی اهله ...... هو مسجد ابدا وهو الا صح لو صار احد المسجدین قدیما و تداعی الی الخراب..... والفتوی علی قول ابی یوسف رحمة الله علیه انه لا یعود الی ملك مالك ابدا کذافی المضمرات (العالمگیریة کتاب الوقف الباب الحادی عشر ، الفصل الا ول ، ۲ / ۴۵۸)

(۴) لا یجوز الا ستئجار علی الطاعات . (عالمگیریه ، کتاب الاجارة ، الباب الخامس عشر ، الفصل الرابع ۴ / ۴۴۸ ط. ماجدیة)

اس شخص کا صورت مسئولہ میں بعض حصہ قبرستان پر دعویٰ کرنا کہ یہ میری ملکیت ہے بغیر ثبوت بے سود ہے۔ صرف اس دعوے سے کہ یہ زمین میری ملکیت ہے کسی کی ملکیت ثابت نہیں ہو سکتی تاوقت یہ کہ وہ اپنے دعوے پر حجت پیش نہ کرے۔ واللہ اعلم (۱)

بحیثیت تولیت، اور وراثت اور اس کی آمدنی مسجد پر صرف ہوتی رہے کہنے سے زمین وقف ہو گئی۔

(سوال) منشی حسین خان کے نام سات مواضع جاگیر میں تھے۔ انہوں نے اپنی جائیداد مملوکہ جس میں سرائے باغ و تالاب و مسجد و چند مکانات تھے بحیات خود ۱۲۹۸ء میں وقف کر دیئے اور ان سات مواضعات کو وقف نہیں کیا۔ بعد انتقال منشی حسین خاں ۱۳۰۸ھ میں نواب شاہ جہاں بیگم صاحبہ خلد مکان نے منجملہ ان سات مواضعات جاگیر کے چھ موضع ضبط فرمائے اور ایک موضع (بیر کھیڑی) کو ضبطی سے مستثنیٰ رکھ کر نجیب خاں صاحب برادر حسین خاں صاحب کی سپردگی میں بدیں الفاظ دے دیا۔ ("ابتدائے ۱۲۹۸ف سے بحیثیت تولیت نہ توریث بنام نجیب خاں مہتمم میگزین برادر حسین خاں جاگیر دار مرحوم واسطے افادہ اعانت جائیداد منقولہ و غیر منقولہ وقفیہ مندرجہ نقل وصیت نامہ منشی حسین خاں صاحب مرحوم مشمولہ مثل مرحمت کیا گیا۔ چاہئے کہ موضع مذکور قبضہ خان مذکور میں چھوڑیں اور طریقہ اس کا یہ ہو کہ رعایائے دیہہ کو حسن سلوک اپنے سے راضی و خوش رکھ کر وجہ محاصل اس ہی کو صرف اعانت جائیداد وقفیہ مسجد و تالاب و سرائے وغیرہ میں لا کر ہمیشہ اطاعت و خیر خواہی و فرماں برداری سرکار میں ساعی و مجتہد رہیں") اور آخر سند بذیل تفصیل اقلام اقرار نامہ مد قلم پنجم میں یہ عبارت تحریر ہے۔ "قلم پنجم یہ کہ محاصل دیہہ کو اعانت جائیداد وقفیہ مسجد سرائے و باغ و تالاب و مکانات و خیرات وغیرہ میں صرف کرتے رہیں کسی طرح کا عذر نہ کریں اور سوائے جائیداد مذکور کے اور کسی کام میں اس کو تلف نہ ہونے دیں فقط۔" علمائے دین سے سوال ہے کہ آیا یہ موضع بیر کھیڑی مجانب نواب شاہ جہاں بیگم صاحبہ خلد مکان بمقتضائے الفاظ و عبارت مذکورہ شرعاً وقف ہو گیا یا نہیں؟ منتظم اوقاف ریاست بھوپال کا خیال ہے کہ یہ موضع بیر کھیڑی بمقتضائے الفاظ مذکورہ مندرجہ سند شرعاً منجانب رئیسہ وقف ہو گیا۔ بوجوہ ذیل :۔

(۱) سرکار خلد مکان کے الفاظ (بحیثیت تولیت نہ توریث) دال ہیں کہ ہم نے یہ موضع نجیب خاں کے قبضہ میں اس حیثیت سے نہیں چھوڑا ہے کہ حسین خاں کی میراث نجیب خاں برادر کو منتقل کر دی ہے بلکہ ہم نے موضع مذکور کو گویا وقف کر کے نجیب خاں کو متولی قرار دے کر اس کے قبضہ میں چھوڑ دیا ہے۔

(۲) سرکار خلد مکان نے اس موضع کو برائے اعانت جائیداد موقوفہ مسجد وغیرہ دے کر نجیب خاں کی تولیت میں

---

(۱) ان الاوقاف التی تقادم امرها ومات شهودها فما كان لها رسوم فی دواوین القضاة وهی فی ایدیهم اجریت علی رسومها الموجودة فی دواوینهم استحسانا اذا تنازع اهلها فيها ، وما لم يكن لها رسوم فی دواوين القضاة القياس فيها عند التنازع ان من اثبت حقا حكم له به (رد المحتار ، كتاب الوقف مطلب . فی الوقف اذا انقطع ثبوته ،٤/ ٣٩٦ ط . سعيد) لا تثبت اليد فی العقار لا بالبينة (الاشباه والنظائر كتاب القضاء والشهادات والدعاوى القاعدة التاسع والمأتان ص ٢٠٩ ، ط. ادارة القرآن)

فرمادیاہے۔عالمگیری میں مرقوم ہے۔ ولو قال جعلت حجرتی هذہ لدهن سراج المسجد ولم یزد علی ذلك قال الفقیه ابو جعفر تصیر الحجرة وقفا علی المسجد اذا سلمها الی المتولی وعلیه الفتوی كذا فی فتوی قاضی خان جلد ثانی ص ۱۱٦ س ۱۲ ۔ یہ عبارت (۱) عالمگیری کی دال ہے کہ موضع مذکور منجانب سرکار خلد مکان وقف ہو گیا۔(۳) ۱۳۰۸ھ سے برابر موضع مذکور نجیب خاں کی تولیت میں رہا۔بعد انتقال نجیب خاں ان کے برادر زادہ عظیم اللہ خاں فرزند حسین خاں مرحوم کے قبضہ میں بطور تولیت رہا۔ پھر مئی ۱۹۱۵ء مطابق ۱۳۳۳ھ میں نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ رئیس وقت نے کل جائداد موقوفہ حسین مرحوم مع اس موضع کے عظیم اللہ خان کے قبضہ وتولیت سے نکال کر محکمہ اوقاف قائم فرماکر محکمہ اوقاف کے انتظام میں تمام جائیداد موقوفہ مع اس موضع کے فرمادی۔ ۱۹۲٦ء تک برابر یہ موضع موقوفہ حیثیت سے بانتظام محکمہ اوقاف رہا۔اب صرف ایک عالم کے فتویٰ کی بناپر بحکم مشیر المہام صاحب فنانس موضع ضبط کر لیا گیا ۔ چھتیس سال کا عمل درآمد موقوفہ صریح دلیل اس کی ہے کہ سرکار خلد مکان نے اپنی حیات تک اور بعد ان کے نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ کے اپنے زمانہ ریاست میں ہمیشہ موضع کو موقوفہ ہی قرار فرمایا ہے۔(۴) جب کہ سرکار خلد مکان نے اس موضع کو برائے اعانت جائیداد وقفیہ مسجد و تالاب مکان وغیرہ فرمادیا ہے یعنی آمدنی واضع مصارف مسجد و مرمت شکست وریخت جائیداد وقفیہ میں صرف ہوتی رہے دوسرے کام میں صرف نہ کی جائے تو یہ موضع بھی مثل جائیداد وقفیہ کے ہمیشہ کیلئے اور اس کی مرمت و مصارف کے لئے منجانب سرکار خلد مکان مقرر و معین ہو گیا تو لامحالہ مثل جائیداد وقفیہ یہ موضع بھی موقوفہ ہوا۔

استفتاء ہذا پیش کر کے علمائے دین سے سوال ہے کہ موضع بیر کھیڑی مذکور موقوفہ ہے یا مال اور ضبطی اس کی خلاف احکام شریعت ہوئی یا نہیں ؟المستفتی محمد حسین خاں منتظم اوقاف اہل اسلام ریاست بھوپال ؟

(جواب ۲۰٦)واقعہ مذکورہ بالا میں قابل غور یہ امر ہے کہ سرکار خلد مکان کی عبارت میں لفظ وقف صریح نہیں ہے لیکن وقف کا مفاد صراحۃ مذکور ہے۔وہ یہ کہ موضع مذکور کے محاصل ایک موقوفہ مسجد کی اعانت و حفاظت میں صرف ہوں اور نجیب خاں کا قبضہ قبضہ تولیت ہو گا نہ قبضہ ملک۔ اس محل پر محاصل صرف کرنا ضروری قرار دیا اس میں تابید موجود ہے۔ پس جب کہ وقف کا مفاد اور اس کے آثار سب موجود ہیں اور شرائط لازمہ (تابید علی رائی ابی یوسف و محمد اور تسلیم علی المتولی علی رائی محمد) متحقق ہیں تو لفظ وقف کی تصریح ضروری نہیں اور یہی عبارت صحت وقف کے لئے کافی ہے۔ یثبت الوقف بالضرورة وصورته ان یوصی بغلة هذه الدار للمساکین ابدا او لفلان و بعده للمساکین ابدا فان الدار تصیر وقفابالضرورة والوجه انها کقوله اذا مت فقد وقفت داری علی كذا اه (رد المحتار(۲) نقلا عن الفتح) وذکر فی البحر منها (ای من الفاظ الوقف) لو قال اشتروا من غلة داری هذه کل شهر بعشرة دارهم خبزا او فرقوه علی المساکین صارت الدار وقفا. (۳) وقد سئلت عن نظیر هذه المسئلة فی رجل اوصی بان یوخذ من

(۱)(عالمگیریة ، کتاب الوقف ، الباب الاول ، فصل فی الالفاظ التی یتم بها الوقف ۲/ ۳۵۹ ط . ماجدیة)
(۲،۳)(رد المحتار ، کتاب الوقف ، مطلب قد یثبت الوقف بالضرورة ٤/ ۳٤۰ ط . سعید)

غلة داره كل سنة كذا دراهم يشترى بها زيت لمسجد كذا ثم باع الورثة الدار و شرطوا على المشترى دفع ذلك المبلغ فى كل سنة للمسجد فافتيت بعدم صحة البيع وبانها صارت و قفا حيث تخرج من الثلث اھ (ردالمحتار) (۱) قلت و اشتراط خروج الدار من الثلث لفرض المسئلة فى الوصيّة ومسئلتنا هذه ليست فى الوصية فصارت القرية وقفا بمجرد امر الرئيسة بصرف غلتها على المسجد والمنازل الموقوفه .(۲) قال المحشى نعم تعيين المسجد لا يضر لا نه مؤبد وسياتى تمامه. (۳) والله اعلم۔ محمد کفایت اللہ غفر لہ، مدرسہ امینیہ دہلی

اجارہ یاعاریت پرلی ہوئی زمین وقف کرنے اور مسجد کے لئے خریدنے کا حکم

(سوال) ایک قطعہ سرکاری زمین جو کہ ایک مسجد کے بالکل متصل ہے سرکار سے عندالضرورة واپس لوٹا دینے کی شرط پر ایک شخص نے لے کر اس پر ایک مکان بنا کر ایک دور والی مسجد پر جو اس مکان سے نصف میل دور ہے وقف کیا۔ آیا یہ وقف شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟ یہ مکان آج کل بالکل ویران پڑا ہے۔ دن بدن خراب ہوتا جاتا ہے۔ جس مسجد میں وقف ہے اس مسجد کو بھی اسے کچھ فائدہ نہیں ہے اور مسجد متصل کو جس زمین پر یہ مکان ہے اس زمین کی سخت حاجت ہے کیونکہ اس کے جماعت خانہ کو بڑھوانا چاہتے ہیں اور اس کا متولی اور وقف کنندہ اس کے فروخت کرنے پر راضی ہے تو اس صورت میں اس کو مسجد متصل کے لئے فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

(جواب ۲۰۷) جب کہ زمین واقف کی مملوک نہیں بلکہ سرکاری ہے اور بوقت ضرورت واپس لوٹا دینے کی شرط سے لی گئی ہے تو اگر سرکار نے بلا معاوضہ دی ہے تو عاریت ہے اور بمعاوضہ دی ہے تو اجارہ ہے اور عاریت یا اجارہ کی زمین پر عمارت کا وقف صحیح نہیں۔ لایجوز وقف البناء فى ارض هى اعارة اواجارة كذا فى فتاوى قاضى خان (عالمگیری (۴) جلد ۳ ص ۳۷۱) اور اگرچہ بعض روایات سے ایسی زمین پر جو سلطان سے اجارہ کے طور پر لی گئی ہو دکانیں بنا کر وقف کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہے لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ سلطان نے زمین سے مستاجر کو بید خل نہ کرنے کا اقرار کر لیا ہو۔ اور صورت مسئولہ میں ایسا نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس مستاجر یا مستعیر نے واپسی کا اقرار کیا ہوا ہے۔ پس یہ وقف ناجائز ہے۔ ذكر الخصاف ان وقف حوانيت الا سواق يجوز ان كانت الارض باجارة فى ايدى الذين بنوها لا يخرجهم السلطان عنها (عالمگيرى) (۵) اور اگر سلطان یعنی گورنمنٹ سے یہ زمین بشرط واپسی خریدی ہے یعنی معاملہ خرید و فروخت کے نام سے ہوا ہے تو بیع فاسد ہے اور اس صورت میں بھی وقف صحیح نہیں ہے کیونکہ وقف عمارت بغیر وقف اصلی (یعنی زمین) صحیح نہیں۔ وفى الواقعات ذكر هلال البصرى فى وقفه وقف البناء من غير وقف الا صل لم يجزو هو الصحيح (عالمگيرى) (۶) اور جب کہ یہ وقف صحیح نہیں ہوا تو مکان مذکور واقف کی ملک ہے وہ اسے توڑ سکتے

(۱، ۳) (رد المحتار ، كتاب الوقف ، مطلب قد يثبت الوقف بالضرورة ۴ / ۳۴۰ ط . سعيد)
(۳) هذا من كلام مصنف الكتاب ، المفتى الا عظم الشيخ العلام مولانا كفايت الله رحمه الله تعالى
(۴) كتاب الوقف ، الباب الثانى ، ۲ / ۳۶۲ ط. ماجدية.
(۵) ايضاً (۶) ايضاً

ہیں۔ بہتر ہے کہ اس کو توڑ کر اسی مسجد موقوف علیہ میں اس کی قیمت خرچ کر دیں۔ کیونکہ ویران اور خراب پڑے رہنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔

رہی زمین تو اس کی مالک اگر گورنمنٹ ہے (جب کہ زمین واقف مکان نے عاریت یا اجرت پر لی ہو) تو گورنمنٹ سے مسجد متصل والی خرید کر وقف کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ خرید میں واپسی کی شرط نہ ہو۔ اور زمین کا مالک واقف اول ہے جس نے زمین کو بشرط واپسی گورنمنٹ سے خریدا تھا تو اگر اس نے زمین کو وقف نہیں کیا تھا صرف مکان وقف کیا تھا تو اس کا حکم مذکور ہو چکا کہ وقف صحیح نہیں ہوا۔ اور زمین کے فروخت کرنے کا اسے اختیار ہے کیونکہ بیع فاسد میں مشتری قبض مبیع کے بعد مالک ہو جاتا ہے۔ اور اگر زمین و مکان سب وقف کر دیا تھا تو مجموعہ زمین و مکان وقف ہو گیا اور اب انھیں بیع کرنے کا اختیار نہیں۔ رہی شرط واپسی وہ خود باطل ہو گئی۔ پس دیکھ لیا جائے کہ صورت مذکورہ میں سے کون سی صورت ہے۔ اسی صورت کے حکم کے موافق عمل کیا جائے۔ واللہ اعلم۔ کتبہ محمد کفایت اللہ غفرلہ، مدرس مدرسہ امینیہ دہلی۔ ۲۳ محرم ۱۳۳۵ھ

مرض ذیابیطس میں کرایہ پر لی ہوئی زمین کی عمارت کو وقف کرنا

(سوال) زید نے عرصہ تخمیناً پانچ سال مرض ذیابطیس میں مبتلا رہ کر انتقال کیا۔ مرنے سے ڈیڑھ سال قبل ڈاکٹروں کا خیال ہوا کہ مرض دق ہو گیا ہے۔ وقت وفات زید نے تقریباً لاکھ سوا لاکھ روپے کی جائیداد چھوڑی۔ مرنے سے پانچ ماہ قبل زید نے ایک عملہ جائیداد قیمتی تخمیناً بارہ ہزار روپیہ جو اوپر اراضی سرکاری نصب ہے اور سرکار سے نوے سال کے لئے کرایہ پر لی ہوئی ہے بنام اللہ پاک برائے ثواب آخرت وقف کی۔ وقف نامہ میں لکھ دیا کہ جائیداد مذکور کی جو آمدنی وصول ہو بعد اخراجات ہاؤس ٹیکس وغیرہ امور مذہبی میں صرف کر دی جائے۔ وقف نامہ خود کچہری جا کر رجسٹری کرادیا۔ زید کی اولاد دو قبیلے سے ہے۔ قبیلہ اول کی اولاد کہتی ہے کہ یہ وقف بموجب شرع شریف جائز نہیں ہے۔ کیونکہ ایک تو زید نے مرض الموت میں وقف کیا ہے۔ دوسرے جائیداد کی زمین سرکاری ہے۔ قبیلہ ثانی کہتا ہے کہ وقف شدہ جائیداد ایک ثلث سے بہت کم ہے۔ دوسرے یہ کہ عملہ اور عملہ مذکور کی آمدنی وقف کی ہے۔ تیسرے وقف کرتے وقت اس کی حالت مرض الموت کی نہ تھی کیونکہ وہ خود کچہری گیا۔

المستفتی نمبر ۲ حاجی محمد صدیق دہلی۔ ۱۹ ربیع الاول ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۳ جولائی ۱۹۳۳ء

(جواب ۲۰۸) مرض ذیابیطس امراض مزمنہ ممتدہ میں سے ہے اور ایسے امراض اس وقت تک مرض الموت کے حکم میں نہیں آتے جب تک کہ ان میں اتنی شدت پیدا نہ ہو جائے کہ مریض اپنی زندگی سے مایوس ہو جائے اور یہ سمجھ کر کہ اب میں بچنے والا نہیں ہوں تصرفات کرنے لگے۔ پس اگر زید کے مرض قدیم میں کوئی تغیر نہیں آیا تھا اور اشتداد نہیں ہوا تھا اور وہ وقف کرنے کے وقت معمولی پرانی حالت میں تھا تو اس وقف کو مرض

موت کا تصرف قرار نہیں دیا جائے گا اور مثل تصرفات صحت کے سمجھا جائے گا۔(۱) اور اگر بالفرض مرض موت بھی قرار پائے تو اگر مقدار موقوفہ ثلث ترکہ کے اندر ہے تو وقف جائز اور نافذ ہوگا۔(۲)

رہا یہ عذر کہ جائیداد موقوفہ سرکاری زمین پر ہے صرف عملہ وقف کیا گیا ہے زمین وقف نہیں اس وجہ سے وقف جائز نہ ہونا چاہئے تو اس کا حکم شرعی یہ ہے کہ اگر زمین کی طرف سے یہ اطمینان ہو کہ یہ ہمیشہ وقف کے متولی کے قبضہ میں رہے گی۔ گو کرایہ پر ہی رہے۔ ایسی زمین پر جو عملہ ہو اس کو وقف کرنا صحیح ہوتا ہے۔ اور وقف کی آمدنی میں سے اس کا کرایہ ادا کیا جاتا رہے گا۔ قوله او جارة۔ يستثنى منه ماذكره الخصاف من ان الا رض اذا كانت متقررة للا حتكلر فانه يجوز. بحر. قال فى الا سعاف وذكر فى اوقاف الخصاف ان وقف حوانيت الا سواق يجوز ان كانت الا رض باجارة فى ايدى الذين بنوها لا يخرجهم السطان عنها من قبل انا رأينا ها فى ايدى اصحاب البناء تو ارثوها الخ . قوله فكذلك الوقف فيها جائز . ۵۱ (رد المحتار)(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ مدرسہ امینیہ دہلی

اللہ کی نام پر دی ہوئی جائیداد واپس نہیں ہو سکتی

(سوال) اللہ کے نام پر دی ہوئی جائیداد واپس لی جا سکتی ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۳ ۵ شیخ بھائی جی فاندلیس۔ ۱۹ جمادی الاخری ۱۳۵۲ھ م ۱۰ اکتوبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۲۰۹) اللہ کے نام پر دی ہوئی جائیداد واپس نہیں ہو سکتی۔(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

(۱) مرض الموت میں محکمہ نزول کی زمین پر عملہ وقف کرنا
(۲) مرض الموت میں مشترکہ جائیداد اپنے نابالغ بیٹے کے نام ھبہ کرنا
(۳) مرض الموت میں حج وصیت کرانے کا حکم

(سوال) زید نے ایک جائیداو قف نذر اللہ کی ہے بروقت مرض الموت۔ اس جائیداد کا عملہ زید کا تھا۔ اور زمین محکمہ نزول کی ہے۔ چنانچہ عملہ ہی وقف کیا ہے۔ آیا یہ وقف شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟

(۲) زید مذکور نے ایک جائیداد بوقت مرض الموت پسر نابالغ کے نام کی ہے۔ یہ مشترکہ جائیداد ہے اس میں دوسرا شخص بھی شریک ہے۔ اور اس جائیداد پر قبضہ موہوب الیہ کا حین حیات مالک میں نہیں ہوا۔ واہب کے دیگر اولاد کثیرہ موجود ہے۔ لیکن پسر نابالغ کو ہبہ کے ساتھ مخصوص کیا اور دیگر اولاد کو فراموش کر دیا۔

(۳) زید کے پاس نقد روپیہ تھا۔ معلوم ہوا کہ زید نے بہ تفصیل ذیل بوقت وفات وصیت کی دو ہزار روپے حج بدل

---

(۱) والمقعد والمفلوج اوالمسلول اذا تطاول ولم يقعد فى الفراش كالصحيح درمختار ، كتاب الوصايا باب العتق فى المرض ج : ۶۷۹۶ سعيد.
(۲) فان كان فى الصحة فمن كل ماله و الا فمن ثلثه (ايضاً بحواله بالا)
(۳)(رد المحتار ، كتاب الوقف ، مطلب فى زيادة اجرة الارض المحتكرة ، ۴/ ۳۹۱ ط . سعيد)
(۴) الفتوى على قول ابى يوسف رحمة الله عليه انه لا يعود الى ملك مالك ابدا . كذا فى المضمرات . (العالمگيرية، كتاب الوقف ، الباب الحادى عشر ، الفصل الاول ،۲/ ۴۵۸ ط . ماجدية)

میں اور دو ہزار روپے پسر نابالغ کی تعلیم پر خرچ کئے جائیں۔ اور یہ وہی پسر نابالغ ہے جس کے نام جائیداد ہبہ کی ہے اور دو ہزار روپے تجہیز و تکفین پر خرچ کئے جائیں اور دو ہزار روپے تعمیر مسجد پر خرچ کئے جائیں۔

یہ تمام امور مرض الموت کی حالت میں انجام دیتے ہیں۔ بقیہ اولاد ان سب امور کو تسلیم نہیں کرتی۔ بینوا توجروا۔

المستفتی نمبر ۸۲ شیخ یقین الدین صاحب دہلی ۴ رجب المرجب ۱۳۵۲ھ م ۲۵ اکتوبر سن ۱۹۳۳ء

(جواب ۲۱۰)(۱) وقف اگر مرض الموت میں ہو تو حکم وصیت ہوتا ہے اور ثلث ترکہ میں جاری ہوتا ہے (۱) ۔ زمین کی طرف سے اگر یہ اطمینان ہو کہ وہ کسی وقت واپس نہ لی جائے گی تو ایسی زمین پر عملہ و جائیداد کا وقف صحیح ہوتا ہے۔ لیکن اگر یہ اطمینان نہ ہو اور زمین کی واپسی کا خیال بھی ہو تو جائیداد اور عملہ کا وقف صحیح نہیں ہوتا۔(۲)

(۲) مرض الموت میں ہبہ بھی وصیت کا حکم رکھتا ہے اور چونکہ وصیت وارث کے لئے جائز نہیں اس لئے یہ ہبہ بشرطیکہ مرض الموت میں ہونا ثابت ہو ناجائز ہوگا۔(۳)

(۳) تمام وصیتوں کا تعلق ایک ثلث مال میں سے ہوتا ہے اس لئے اگر حج بدل کے دو ہزار روپے اور تعمیر مسجد کے دو ہزار روپے کل چار ہزار روپے (اس لئے کہ تجہیز و تکفین کے لئے دو ہزار روپے کی وصیت غیر معقول ہے اور لڑکے کی تعلیم کے لئے دو ہزار کی وصیت وارث کے لئے وصیت ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے) ثلث ترکہ میں سے نکل سکے اور بشرطیکہ وصیت کا ثبوت ہو تو یہ چار ہزار روپے حج بدل اور تعمیر مسجد کے لئے دیئے جائیں گے۔ اور اگر وصیت کو تمام وارث تسلیم نہ کریں اور ثبوت بھی نہ ہو تو وصیت غیر معتبر ہوگی۔(۴)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

موقوف چیز کی اکثر آمدنی اپنے استعمال میں لانے کی شرط سے بھی وقف صحیح ہوتا ہے

(سوال) مندرجہ ذیل وقف نامہ شرعاً جزائہا صحیح و جائز ہے یا ناجائز۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ منکہ عبدالوحید خان ابن کل محمد خاں مرحوم ابن دلدار علی خان مرحوم ساکن قدیم الہ آباد محلہ چک ساکن حال محلہ محل

---

(۱) مريض وقف دار افي مرض موته فهو جائز اذا كان يخرج من ثلث المال وان كان لم يخرج فاجازت الورثة فكذا لك ، وان لم يجز وابطل فيما زاد على الثلث . (عالمگيرية ، كتاب الوقف، الباب العاشر ، ۲/ ٤٥١)

(۲) يجوز وقف العقار مثل الارض والدور والحوانيت كذافي الحاوی ، وكذا يجوز وقف كل ماكان تبعا من المنقول كمالووقف ارضا مع العبيدو الثيران والآ لات للحرث . (الفتاوی العالمگيرية ، كتاب الوقف ، الباب الثانی ۲/ ۳٦۰ ط. ماجدية)

ذكر الخصاف ان وقف حوانيت الا سواق يجوز ان كانت الارض باجارة فی ايدی الذين بنو ها لا يخرجهم السلطان عنها وبه عرف جواز وقف البناء على الارض المحتكرة ، وكذا فی النهر الفائق . (الهندية ، كتاب الوقف)

(۳) لا تجوز الوصية للوارث عندنا الا ان يجيزها الورثة (عالمگيريه ، كتاب الوصايا ، الباب الاول ، ج : ٦/ ۹ ، ماجديه)

(۴) لوعلق الوقف بموته بان قال اذا مت فقد وقفت داری على كذا ثم مات صح ولزم اذا خرج من الثلث وان لم يخرج من الثلث يجوز بقدر الثلث او تجيز الورثة فان لم تجز الورثة تقسم الغلة بينها اثلاثا ثلثها للوقف والثلثان للورثة. (الهنديه ، كتاب الوقف ، الباب الاول ۲/ ۳٥۱ ط . ماجديه)

من محلات قصبہ دیوبند ضلع سہارنپور کا ہوں من مقر نے ایک قطعہ حویلی پختہ موجودہ بہ تعمیر قدیم حال نمبری ۸۶۸ معروف بہ چھوٹی حویلی متصل مسجد محلّہ محل مملوکہ و مقبوضہ اپنی با جمیع حقوق داخلی وخارجی و پرنالہ ہاوبد ررو وغیرہ کو برضا اور غبت خود مالیتی حال مبلغ...... جس کے نصف مبلغ...... روپے سکہ انگریزی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ شانہ کی رضا و خوشنودی کے حصول کی غرض سے اور اپنی بخشش و ثواب عقبیٰ کی آرزو میں مصارف مندرجہ ذیل کے لئے شرائط مندرجہ ذیل کے ساتھ آج بتاریخ...... ۱۹۳۴ء مطابق ۱۳۵۳ھ بروز جمعہ وقف کر دیا اور اپنی تولیت میں بایں شرائط و تفصیل لیتا ہوں کہ مجھے اپنی حیات تک پورا اختیار رہے گا کہ جس طرح چاہوں گا صرف کروں گا اپنے مصارف میں یا دیگر مصارف خیر میں۔ مصارف ! مجھے اپنی حیات میں ہمیشہ اختیار رہے گا کہ خود اس مکان میں سکونت رکھوں یا کسی اور شخص کو بلا کرایہ فی سبیل اللہ رہنے کی اجازت دے دوں۔ (۲) اگر کسی وقت یہ مکان کرایہ پر دوں تو اس کی آمدنی کرایہ کو چھ حصے کر کے ایک حصہ مدرسہ عربی دارالعلوم دیوبند کے ان مصارف میں جن کا ذکر عنقریب آتا ہے داخل مدرسہ مذکورہ کر دوں گا اور بقیہ پانچ حصے اپنے صرف میں لاؤں گا۔ (۳) بعد وفات میری مدرسہ مذکورہ کا چھٹا حصہ بدستور قائم و جاری رہے گا اور بقیہ پانچ حصے میری زوجہ آمنہ بی بنت عبداللہ خاں مرحوم ساکنہ میرٹھ کو دیئے جائیں اور بعد وفات مسماۃ موصوفہ کے میرے چھوٹے پسر محمد عبدالحفیظ نامی کو دیئے جائیں۔ (۴) بعدہ میری زوجہ موسومہ یا پسر موسوم کو اختیار ہوگا کہ تاحیات خود اس حویلی میں بلا کرایہ رہیں اور اگر کرایہ پر دیں تو آمدنی کرایہ سے حصہ مذکورہ مدرسہ موصوفہ میں داخل کرنا ان کے ذمہ میں بھی لازم ہوگا اور بقیہ پانچ حصے اپنے صرف میں لائیں گے۔ زوجہ موسومہ یا پسر موسوم کے علاوہ کوئی اور دیگر اولاد میری پسری یا دختری یا اولاد در اولاد میں سے اگر اس میں رہنا چاہیں گے تو ان کو دو ثلث کرایہ کے ساتھ حق تقدیم دوسروں پر ہر زمانہ میں ہمیشہ حاصل رہے گا۔ (۵) پسر موسوم کو اپنے زمانہ استحقاق میں اختیار ہوگا کہ اپنے حصے مقررہ کل کو یا بعض کو اپنی بڑی بہن میمونہ خاتون یا چھوٹی بہن محمودہ خاتون کی طرف منتقل کر دیں یا اپنی زوجہ وغیرہ خاص رشتہ دار کو اپنے بجائے مستحق بنا دیں۔ (۶) پسر موسوم اپنے بعد کے واسطے اگر کوئی جدید تجویز نہ کریں اور اسی طرح ان کی وفات ہو جائے یا لاپتہ ہو جائیں یا یہ اور ان کا قائم مقام تو ان کے حصص آمدنی کو بھی مدرسہ موصوفہ کے ان مصارف میں جن کا ذکر عنقریب آتا ہے صرف کیا جائے۔ (۷) حق تعالیٰ شانہ نے اگر مجھ پر وسعت فرمائی تو میں معتد بہ رقم جانب شمال پر بالائی کمرہ اور سائبان اور زینہ جانب شرق و شمال تیار کرانے کے لئے پیش کروں گا اور جانب غرب و جنوب بھی دکانیں درست و تیار کرائی جائیں بشرطیکہ ان سے آمدنی میں زیادتی متوقع ہو ورنہ یہ ضروری نہیں ہوں گی۔ اگر مدرسہ موصوفہ یا کوئی اور صاحب طالب خیرات و صدقات جاریہ بہ نیت توسیع وقف ہذا تعمیرات مجوزہ میں امداد فرمادیں تو بہت ہی بہتر ہوگا۔ مدرسہ اس کی سعی فرمائے تو اس توسیع کی آمدنی خاص مدرسہ کا حصہ ہوگا۔ اور اگر میں یا پسر موسوم تعمیر کریں تو اس توسیع کی آمدنی کو مثل سابق تقسیم کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ہوگا۔ اور اگر کوئی صورت نہ ہو تو مدرسہ کا حصہ جمع کر کے حسب موقع تھوڑا تھوڑا میری ان آرزوؤں کو پورا کیا جائے۔ بعد تکمیل تعمیرات مجوزہ کے پھر آمدنی حصہ مدرسہ کو تعلیم قرآن شریف یا تجوید یا تعلیم علوم دینیہ مقصودہ میں یا کوئی نئی تعمیر مدرسہ میں خرچ کیا جائے۔ (۸) زمانہ کرایہ داری کی

آمدنی میں سے حصہ مقررہ مدرسہ کا بطور سرمایہ کے جمع ہو اور کلوخ اندازی و صفائی گھانس و شکست و ریخت وغیرہ کے درست کرانے میں اولاً خرچ کیا جائے اور بقیہ پس انداز کو خانہ نمبر ۷ کے تعمیرات مجوزہ میں صرف کیا جانا لازمی و مقدم ہوگا۔ بعد ازاں تعلیم وغیرہ کا درجہ ہوگا۔ (۹) اگر کسی وقت مدرسہ ہذا اس طریقہ اسلامی پر قائم نہ رہے یا نصیب دشمناں ٹوٹ جاوے تو اس کی آمدنی کو بعد مصارف خانہ نمبر ۷، ۸ کے حسب رائے متولی و منتظم کے غربائے دیوبند یا مسافرین غربا یا مساکین فقراء میں حسب مناسب صرف کیا جائے۔ (۱۰) پسر موسوم سلمہ کو ہدایت و وصیت کرتا ہوں کہ میں نے اپنے مولائے کریم کی خوشنودی کی آرزو میں اور اپنی بخشش کی امید میں اور تمہاری نابالغی کی رعایت سے ایسا کیا ہے۔ تمہاری دو بہنیں ہیں جن کا ذکر کر چکا ہوں۔ اگر خدا نخواستہ ان کو کسی وقت کچھ غربت و حاجت ہو جائے تو تم پر فرض ہوگا کہ تم اس مکان و نیز بڑی حویلی موقوفہ کی آمدنی سے بھی ان دونوں کو بقدر حصہ شرعی کے بلکہ زائد زائد ہمیشہ ہمیشہ ضرور ضرور دیتے رہنا۔ میں انکو بھی نامزد کر دیتا مگر افسوس کہ ان کے شوہر ٹھیک نہیں ہیں جیسا کہ تمہارے بھائی عبدالرشید مناسب حال میں نہیں ہیں۔ انہیں وجوہ سے ایسا کیا گیا۔ ورنہ یہ سب مستحق تھے۔ صرف تم اور تمہاری مادر ہی نہیں تھی۔

شرائط :۔ (۱) تاحیات خود میں اس کا متولی و منتظم رہوں گا اور مجھے مندرجہ ذیل اختیارات حاصل رہیں گے۔ الف۔ اگر چاہوں گا تو اس مکان کو کسی دوسرے مکان یا جائیداد سے جو اس کی قیمت میں برابر ہو بدل دوں گا۔ مگر قبل تعمیرات مذکورہ مجوزہ کے۔ جب تک کہ مدرسہ موصوفہ یا اور کوئی خیر طلب صدرقہ جاریہ لوگ اس میں حصہ نہ لیں گے۔ بعد شرکت غیر کے مجھے تنہا کو استبدال کا حق نہ رہے گا۔ ب۔ جو مصارف کہ میں نے اس کی آمدنی کے لئے اس وقت مقرر کئے ہیں اگر چاہوں گا تو ان سب کو بالکل بدل دوں گا یعنی کسی دوسرے مدرسہ اسلامی میں یا کسی اور مصرف خیرات میں منتقل و مقرر کر دوں گا۔ اسی طرح وارثین موصومین کے سوا کسی اور کو ان کے بجائے نامزد و مقرر کر دوں گا یا مصارف مذکورہ کے حصوں میں کچھ کمی یا زیادتی کر دوں گا مجھ کو کوئی مانع نہ ہوگا۔ (۲) بعد وفات میری یہ اختیارات مذکورہ کسی دوسرے متولی و منتظم یا وارث کو حاصل نہ ہوں گے یہ صرف مجھ واقف کے ساتھ مخصوص رہیں گے۔ البتہ حق الخدمت شرعی یا فیس ضابطہ سرکاری کو کل آمدنی وقفیہ میں سے حسب حاجت مناسب مقدار میں مقرر کرنا لازمی و مشروط قرار دیتا ہوں تاکہ وقف ہذا باقی و جاری رہے۔

تولیت :۔ (۱) بعد وفات میری یا عدم موجودگی میری دیوبند میں مدرسہ مذکورہ کے حضرت صدر مہتمم صاحب اس مکان موقوفہ کے بھی متولی و منتظم ہوں گے۔ اور در حالت عدم توجہی کے جس سے اس آمدنی یا تعمیر میں کچھ نقصان رسی ہو یا عمل خلاف مصارف و شرائط کرنے سے مہتمم صاحب موصوف کے بجائے کسی مسلمان لامانت دار سنی المذہب کو جمیع اہل اسلام عموماً اور اہل دیوبند خصوصاً تجویز و مقرر کر دیں یا گورنمنٹ وقت سے کرائیں بلا معاوضہ یا بامعاوضہ حق الخدمت کے کل آمدنی سے اور اگر خدا نخواستہ ممبران مدرسہ مذکورہ یا اہل اسلام اس کی طرف توجہ نہ کریں تو گورنمنٹ وقت اپنے صیغہ اوقاف سے میرے اغراض مذکورہ کا باخذ فیس ضابطہ سرکاری کے کل آمدنی سے کسی مسلمان سنی المذہب شخص سے اپنی نگرانی میں انتظام کرائے تاکہ میرے اغراض مذکورہ تا قیامت قائم و جاری رہیں۔ مجھ کو ثواب ہوتا رہے۔ (۲) مجھ کو اپنی حیات میں اس کا بھی اختیار

ہوگا کہ تولیت کو بھی بدل دوں۔ کسی اور جماعت یا شخص کو متولی و منتظم قرار دے دوں۔ اور اگر میں اپنی حیات میں کوئی تغیر و تبدل نہ کروں تو تفصیلات مذکورہ بالا ہی لازم و بر قرار رہیں گی۔

چوحدی مکان موقوفہ ہذا معروف بہ چھوٹی حویلی۔ غرب۔ کلاں سڑک سرکاری ہے جس میں دو کانیں غرب رویہ اور بدررواور متعدد پرنالہ ہائے قدیم جنگی حویلی ہذا کے جاری ہیں۔ شرق۔ کوچہ نافذہ سرکاری ہے جسمیں بدررو پاخانہ وغیرہ اور متعدد پرنالہ ہائے قدیم جنگی حویلی ہذا کے جاری ہیں۔ شمال۔ زمین افتادہ واقع ہے۔ جنوب۔ کوچہ نافذہ ہے جس میں پرنالہ ہائے جنگی مکان ہذا کے جاری ہیں۔ بعدہ مسجد محلّہ محل واقع ہے۔ اسی جانب گوشہ دیوار میں سنگ تاریخ وقف بھی نصف کرادوں گا۔ مجھ گنہگار نے یہ وقف نامہ لکھادیا تاکہ وقت حاجت کام آئے۔

المستفتی نمبر ۷۲۶ قاری مولوی عبدالوحید صاحب دارالعلوم دیوبند ۱۶ محرم ۱۳۵۳ھ یکم مئی ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۱۱) (از مفتی محمد شفیع صاحب) یہ وقف نامہ شرعاً صحیح اور نافذ و لازم ہے۔ کما ہو ظاہر کتب المذہب قاطبۃ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔ کتبہ احقر محمد شفیع غفر لہ، خادم دار الافتائے دار العلوم دیوبند۔

جواب صحیح ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، مدرسہ امینیہ دہلی

الجواب صحیح۔ سکندر دین عفی عنہ مدرسہ امینیہ دہلی

ننانوے سال کے لئے ٹھیکہ اور پٹہ پر لی ہوئی زمین پر عمارت کو وقف کرنا

(سوال) زید نے ایک ایسی جائیداد وقف کی جس کا عملہ زید کا ہے اور زمین سرکاری محکمہ نزول کی نو دونہ سالہ ٹھیکہ پر اور پٹہ پر وقف کی۔ الفاظ اور ٹھیکہ کے شرائط ذیل میں لکھے جاتے ہیں تو آیا ایسی صورت میں وقف صحیح ہوا یا نہیں؟

جو کہ عملہ پانچ دکاکیں مع زینہ دوبالا خانہ پختہ الی قولہ۔ اس واسطے من مقر نے بہ نظر ثواب و توشۂ آخرت دروبست عملہ جائیداد مندرجہ بالا کو بجمیع حدود حقوق داخلی و خارجی بحالت صحت عقل و ثبات نفس و بدرستی ہوش و حواس خود بلا جبر و ترغیب دیگرے برضامندی تمام خود بنام اللہ پاک وقف کیا اور وقف ہذا کا نام وقف فیاض قائم کیا گیا۔

شرائط ٹھیکہ :۔ (۱) ابتدائی قیمت ٹھیکہ .... ہے پھر سالانہ .... دو قسطوں میں .... ہر ششماہی پر۔ (۲) معدنیات تیل وغیرہ کی قسم سے اگر زمین کے تحت میں کوئی چیز بر آمد ہو اس کی سرکار مالک ہے۔ اور ہر وقت نکالنے کا حق ہے۔ عمارت کو اگر نقصان پہنچے تو واجبی معاوضہ دے گی۔ (۳) میعاد پٹہ کے ختم پر یا اس سے قبل اگر سرکار کو ضرورت ہو تو زمین واپس لے لے گی اور عمارت بنانے والا اپنے خرچ سے منتقل کرے گا یا سرکار قیمت مشخصہ اگر سرکار کو ضرورت ہو دے دی گی۔ (۴) میعاد کے ختم پر مزید توسیع بھی ہو سکتی ہے بتفاصیل مقدار خاص۔ (۵) درصورت دینے مقررہ کرایہ یا اور کسی شرط کے خلاف کرنے پر سرکار کو زمین پٹہ مع بقائے میعاد ٹھیکہ اور عملہ کے ضبط کرنے کا حق حاصل ہوگا۔

المستفتی نمبر ۳۶۷ عبدالجلیل صاحب موتی والے۔ دہلی ۲۵ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ م ۸ جولائی ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۱۲) وقف مذکور صحیح ہو گیا۔ زمین اگرچہ وقف نہیں ہے مگر نزول کی زمین کا اول تو پٹہ ننانوے سال کا ہی اس قدر طویل ہوتا ہے کہ وہ ارض محتکرہ میں شامل ہو جاتی ہے۔ پھر ختم مدت کے بعد بھی مزید توسیع ہو جاتی ہے اور شرائط انخلا جو پٹہ میں مذکور ہیں ان کا شاذ و نادر ہی وقوع ہوتا ہے اس لئے وہ قابل اعتنا نہیں ہے۔(۱)
محمد کفایت اللہ

(۱) مشتری کے قبضہ میں دینے سے مبیع کا نفع نقصان کے ذمہ بائع پر ہوتا ہے
(۲) چھ ماہ تک قربانی نہ کرنے کی شرط لگانا ناجائز ہے
(۳) تمام شرکاء کی رضامندی کے بغیر کسی شریک کا وقف کرنا صحیح نہیں ہے
(۴) مبیع جس کے ضمان میں ہو اس کی رضامندی سے نیلام درست ہوگا
(۵) گائے ہندوؤں کو دینا شعار اسلام کے خلاف ہے

(سوال) عرفہ کے روز شام کے وقت ایک شخص مسمی عبدالعزیز نے اپنی طرف سے اور اپنے شرکاء کی جانب سے ایک گائے قربانی کے واسطے خرید کی اور ایک روپیہ بیعانہ دے کر کہا کہ کل یہ گائے ہمارے مکان پر پہنچادو۔ چنانچہ قصائی کل کو گائے ان کے مکان پر پہنچانے چلے۔ راستہ میں ان سے چھوٹ کر ایک متمول ہندو کے اصطبل میں گھس گئی۔ وہاں سے نکال کر لے چلے تو آگے جا کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئی۔ قصائیوں نے اس کو اٹھا کر لے جانا چاہا مگر ہندوؤں نے نہیں لے جانے دیا۔ بہت سے ہندو جمع ہو گئے۔ آخر اطلاع پانی پر اہل کار پولیس اس گائے کو تھانے لے گئے۔ بارھویں شب ذی الحجہ کو وہ گائے بہ سبب اندیشہ بلوہ یا بحکم صاحب کلکٹر بہادر چند سر بر آوردہ مسلمانوں کو اس شرط سے دی گئی کہ چھ ماہ تک قربانی نہ کی جائے۔ بعد کئی روز کے ان چند مسلمانوں نے جن کے گائے سپرد تھی بایمائے حکام ایک جلسہ منعقد کر کے مسمی عبدالعزیز سے جو منجملہ شرکا کے ایک حصہ دار تھا یہ کہا کہ وہ گائے ہم نے تم کو دی جو ہماری سپردگی میں ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے مدرسے میں وقف کی۔ اس کا یہ کہنا تھا کہ فوراً اس گائے کا نیلام انہیں چند سر بر آوردہ مسلمانوں نے شروع کر دیا۔ آخر مبلغ دو سو روپے میں وہ گائے ایک مسلمان نے خرید لی۔ اب دریافت طلب یہ امور ہیں کہ :۔

(۱) بیع اول جو قصائیوں سے ہوئی شرعاً منعقد ہوئی یا نہیں ؟
(۲) امام قربانی میں ان چند مسلمانوں کو ایسی شرط جائز تھی یا نہیں کہ چھ ماہ تک قربانی نہ کریں گے۔
(۳) وقف جانور اگر ایک مکان میں بند ہو اور ایک شخص یہ کہہ دے کہ میں نے وقف کر دیا اور مسلمانوں نے اس پر قبضہ نہ کیا ہو بلکہ اس کو دیکھا تک نہ ہو اس صورت میں وقف ثابت ہو گیا یا نہیں اور اس کا نیلام درست ہو گیا نہیں۔
(۴) در صورت عدم جواز نیلام گائے کے مستحق کون لوگ ہیں ؟

---

(۱) وبہ عرف جواز وقف البناء علی الارض المحتکرۃ ، (الهندیة، کتاب الوقف، الباب الثانی ۳/ ۳۶۲ ط . ماجدیة)

(۵) اگر مشتری نیلام اس گائے کو ہندوؤں کو دے دے تو اس کی نسبت کیا حکم ہے؟
(جواب ۲۱۳) صورت مسئولہ میں وہ بیع جو کہ قصائیوں سے ہوئی وہ منعقد ہو گئی لیکن چونکہ مشتریوں نے مبیع پر قبضہ نہ کیا تھا اس لئے مبیع ان کے ضمان میں داخل نہیں ہوئی۔ اور جب تک کہ قصائی مبیع کو مشتریوں کے قبضہ میں نہ دے دیں مبیع کے ہر نفع نقصان کے ذمہ دار ہیں۔(۱)
(۲) اس شرط میں چونکہ مسلمانوں کی مذہبی آزادی اور ایک شعار مذہبی پر صدمہ پہنچتا ہے اس لئے یہ شرط ناجائز تھی(۲)
(۳) یہ وقف صحیح نہیں ہوا کیونکہ واقف تمام گائے کا مالک نہیں اور وقف بدون ملک صحیح نہیں ہوتا۔(۳)
(۴) ابھی تک گائے کے مستحق قصائی ہیں کیونکہ وہ انہیں کی ضمان میں ہے اور نیلام صحیح نہیں ہوا کیونکہ مالکوں کی رضامندی سے نہیں ہوا ہے۔(۴)
(۵) مشتری نیلام کی خریداری ہی صحیح نہیں ہے۔(۵) اور ہندوؤں کو دے دینا تو خریداری صحیح ہونے کی صورت میں بھی ناجائز تھا۔ کیونکہ اس میں ایک اسلامی حکم کی ہتک اور بے عزتی ہے۔(۶)

رقم بمع سود کے وقف کرنے کا حکم

(سوال) (۱) زید مرحوم نے بزمانہ حیات خود مسلمان طلباء کو فائدہ پہنچانے کی نیت سے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے احاطہ میں یونیورسٹی کی منظوری اور اجازت حاصل کرنے کے بعد وہاں تقریباً مبلغ تیس ہزار روپے اپنے پاس سے صرف کر کے ایک عمارت بنام نگار خانہ جس کو انگریزی زبان میں پکچر گیلری کہتے ہیں یونیورسٹی مذکورہ بالا کے زیر اہتمام تیار کرائی اور اس میں کافی ذخیرہ قدرتی مناظر و دیگر قسم کی تصاویر فراہم کر دیا تاکہ خواہشمند مسلمان طلباء وہاں نقاشی کا فن سیکھیں اور نمونہ کی تصاویر سے مستفید ہوں۔ (۲) اس عمارت کے قائم و بر قرار رکھنے اور نیز طلباء کو وظائف امدادی دینے کی غرض سے زید مرحوم نے مبلغ پچیس ہزار روپیہ بھی وقف کیا اور بدیں خیال کہ اصل سرمایہ محفوظ رہے زید نے مسلم یونیورسٹی کی پیروی کی اور پچیس ہزار روپے کے بالعوض جائیداد سکنی آڑھ رہن رکھ لی اور اس کا منافع (سود) اغراض بالا کے لئے چھوڑا۔
(۳) اندریں حالات امورات مندرجہ ذیل کا تصفیہ بروئے شریعت اسلامی ہونا ضروری ہوا۔
الف۔ وقف کرنا رقم مبلغ پچیس ہزار روپے مع اس کے منافع (یعنی سود) کے برائے تعلیم اور سکھانے فن نقاشی

---

(۱) اشتری وعاء هد بد (وهو اللبن الخاثر) فى السوق فامر البائع بنقله الى منزله فسقط فى الطريق فعلى البائع ان لم يقبضه المشترى ...... هلاك المبيع ...... فى يد البائع ...... يبطل البيع لانه مضمون بالثمن فيسقط الثمن (البزازية، كتاب البيوع، الفصل الثانى عشر ۱/ ۴۹۹، ۵۰۰، على هامش الهنديه، ۴/ ۴۹۹. ۵۰۰ ط. ماجدية)
(۲،۶) قربانی کرنا چونکہ شعائر اسلام میں سے ہے اور مسلمان پر اسلام کے شعائر کا احترام اور ان کو برقرار رکھنا لازم ہے نہ کہ اس پر لگانے کا معاہدہ کرنا، قرآن مجید میں ہے: "ومن يعظم شعائر الله فانها من تقوى القلوب" ترجمہ: اور جو کوئی ادب رکھے اللہ تعالیٰ کے نام لگی چیزوں کا سو وہ دل کی پرہیز گاری کی بات ہے۔
(۳) منها الملك وقت الوقف حتى لو غصب ارضاً فوقفها ثم اشتراها من مالكها ودفع الثمن اليه اوصالح على مال دفعه اليه لا تكون وقفاً - عالمگيرية، كتاب الوقف، الباب الاول، ج: ۲/ ۳۵۳ ماجديه)
(۴،۵) البيع هو مبادلة المال بالمال بالتراضى. كنز الدقائق، كتاب البيوع، ص: ۲۲۷، امدايه ملتان

وغیرہ مسلمان طلباء کو بحق مسلم یونیورسٹی جائز ہے ؟(ب) وقف مذکورہ بالا شرط یہ کہ مبلغ پچیس ہزار روپے بنک میں جمع رہیں اور اس کی ماہوار آمدنی منافع (سود) سے طلباء کو وظائف دیئے جائیں یا اس عمارت کی ترقی ومرمت پر صرف کیا جائے جائز ہے ؟ اگر سوالات الف وب کا جواب مشتبہ یا انکاری ہو تو صرف مبلغ پچیس ہزار روپے وقف کرنا پکچر گیلری یعنی نگار خانہ کے مصارف اور طلباء کے وظائف کے لئے جائز ہے ؟

المستفتی نمبر ۱۲۲۷ قاضی نجم الدین احمد صاحب (شہر میرٹھ) ۲۴ رجب ۱۳۵۵ھ م ۱۱ اکتوبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۱۴) روپیہ کا وقف کرنا عام اصول وقف کے خلاف ہے اور رقم سود کی وقف کرنے کے تو کوئی معنی ہی نہیں کیونکہ وقف کے لئے شئے موقوف کا موجود ہونا ضروری ہے اور رقم سود موجود نہیں بلکہ متوقع الوجود ہے۔ دوسری بات یہ کہ شئے موقوف کا ابقا لازم ہے۔ اور سود کی رقم باقی نہیں رکھی جائے گی بلکہ خرچ کی جائے گی ۔ پھر یہ کہ سود کی رقم غیر شرعی ہے اس لئے وقف جو ایک قسم کا صدقہ ہے مال حرام کے ساتھ متعلق نہیں ہو سکتا لہذا سود کی رقم کے وقف ہونے کا تو کوئی موقع ہی نہیں۔ رہی اصل رقم پچیس ہزار روپیہ تو اس کا وقف امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے اور بعض فقہاء نے اس پر فتویٰ بھی دیا ہے۔(۱) اور اگر اس رقم سے کوئی جائیداد خرید لی جائے اور اس کو جائیداد موقوفہ قرار دے کر اس کی آمدنی کو صرف معین کردۂ واقف پر خرچ کیا جائے تو اس کی گنجائش ہے۔(۲) یہ بات میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ سوائے جاندار کی تصاویر کے اور ہر قسم کی نقاشی تصویر کشی جائز ہے۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

ہندو عورت کی وقف کی ہوئی زمین مسجد میں شامل کرنا

(سوال) مسماۃ لاڈو نے پانچ بسوے زمین مسجد کے واسطے وقف کر دی ہے۔ مگر مسماۃ مذکور کا دیور اس کے خلاف مقدمہ چلا رہا ہے۔ ایسا کرنے والا بموجب شریعت کیسا ہے اور اس کے لئے کیا حکم ہے اور وہ زمین مسجد میں شامل کرنی جائز ہے یا نہیں۔ مسماۃ مذکور ہندو ہے اس لئے مسئلہ معلوم کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ فقط

المستفتی نمبر ۱۳۶۶ اللہ دیا صاحب (میرٹھ) ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ م ۲۷ فروری ۱۹۳۷ء

جواب (از مولوی محمد مظفر احمد نائب امام مسجد فتح پوری دہلی) ہو المصوب۔ جب کہ یہ مسماۃ اپنے حصہ سے مسجد کے نام دے رہی ہے تو وہ زمین شرعاً لے سکتے ہیں اور مسجد میں شامل کر سکتے ہیں۔ اس مسماۃ کے دیور کو حق نہیں کہ وہ مسجد کے لئے زمین دینے سے روکے کیونکہ وہ مسماۃ اپنی زمین کی مختار ہے خواہ بیع کرے یا ہبہ کرے یا وقف کرے۔(۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم محمد مظفر احمد غفر لہ، دہلی۔ نائب امام مسجد فتح پوری دہلی

(جواب ۲۱۵) (از حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ) کافر کا وقف اس کام کے لئے صحیح ہوتا ہے جو کام اسلام

---

(۱) ولو وقف دراهم او مكيلا اوثيا بالم يجز وقيل فى موضع تعارفوا ذالك يفتى بالجواز (الهندية) وفى حاشيتها : . لم يعلم القائل من عبارة ، وفى الا سعاف مانصه وفى فتاوى الناطفى عن محمد بن عبدالله الا نصارى من اصحاب زفرانه يجوز وقف الدر اهم والطعام الخ (الهندية وحاشيتها كتاب الوقف اوائل الباب الثانى ۲/ ۳۶۲

(۲) وقف وقفاً مؤبداً واستثنى لنفسه ان ينفق من غلة الوقف على نفسه وعيا له وحشمه مادام حياً جاز الوقف .(عالمگيريه ، كتاب الوقف، ج : ۲ / ۳۹۹ ماجديه)

(۳) قال ابن عباس رضى الله تعالى عنهما: فان كنت لا بد فاعلاً فاصنع الشجر و مالا روح فيه متفق عليه . (مشكوٰة المصا بيح ، باب التصاوير ، الفصل الاول ، ص ۳۸۵ ،سعيد)

(۴) لان الملك مامن شانه ان يتصرف فيه بوصف الا ختصاص . رد المحتار، كتاب البيوع ، ج ۴/ ۵۰۲ ، سعيد

اور واقف کے مذہب کے اصول سے قربت ہو۔ جیسے سرائے، کنواں، محتاجوں کی خوراک وامداد کے لئے وقف ہو تو درست ہے۔ لیکن کافر کی طرف سے مسجد کے لئے وقف اس لئے صحیح نہیں کہ مسجد اسلام کے نزدیک قربت ہے مگر ہندو مذہب کے اصول سے قربت نہیں۔ اگر کافر مسلمان کو زمین ہبہ کردے اور مسلمان مسجد کے لئے وقف کردے تو جائز ہے مگر کافر کی طرف سے براہ راست مسجد کے لئے وقف صحیح نہیں۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

رفاہی اخراجات کی خاطر ملک میں دی ہوئی زمین وقف نہیں ہے

(سوال) سرکار کی طرف سے ایک زمانہ میں ایک قطعہ زمین مویشیوں کو پانی پلانے کی جگہ رکھنے کے لئے اور اس میں پانی مہیا رکھنے کے لئے ایک شخص کو دی گئی تھی تاکہ وہ اس کی آمدنی کے عوض سب کام کرے۔ اس زمین پر پہلے کوئی ٹیکس نہیں تھا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد سرکار نے قانون بدل دیا۔ اور اس زمین کا اس شخص مذکور کو مالک بنادیا اور زمین پر ٹیکس قائم کردیا اور پانی کے عوض میں نقد روپیہ دینا شروع کردیا۔ پھر اس شخص نے اس زمین پر قرضہ لے کر تمام زمین کو قرضہ میں مکفول کردیا۔ اور گاؤں والوں نے چندہ کر کے وہ زمین بار قرض سے چھڑائی اور اس کو خرید لیا۔ اس کے بعد سرکار کی نقد امداد مذکور اور اس زمین کی آمدنی سے پانی کا انتظام ہوتا رہا۔ اور پھر جب سرکار نے امداد بند کردی تو فقط اسی زمین کی آمدنی سے ایک عرصہ تک پانی کا انتظام قائم رہا۔ اور اس زمین کا ایک خاص حصہ بعد میں فروخت کردیا جس کو خریدنے والے یہی صاحب تھے جنہوں نے بعد کو واٹرورکس قائم کی۔ پھر سال گزشتہ ایک شخص نے اپنے اخراجات سے ہمارے گاؤں میں واٹرورکس قائم کرنا چاہا اور گاؤں والوں سے کہا کہ میں گاؤں کے بڑے کنویں پر واٹرورکس بناتا ہوں تمام گاؤں میں بغیر کسی ٹیکس کے نل لگادوں گا جس سے تم کو اور مویشیوں کو کسی طرح کی تکلیف نہ رہے گی۔ چنانچہ گاؤں والوں نے اس کو بڑے کنویں پر واٹرورکس قائم کرنے کی اجازت دے دی اور شخص مذکور نے اپنی تجویز کو عملی صورت دے دی لیکن اس کے بعد اس نے کہا کہ مویشیوں کے لئے پانی کا انتظام میں اس وقت کروں گا کہ زمین مذکور کی آمدنی مجھ کو دی جائے اس کا تمام اختیار مجھ کو حاصل ہو۔ گاؤں والوں نے کہا کہ ہم نے گاؤں کے کنویں کو استعمال کرنے کی اجازت اسی لئے دی تھی کہ ہمارے مویشیوں کو بھی بلاکسی خرچ کے پانی وغیرہ ملے گا۔ اور ہم اس زمین کو تمہارے سپرد نہیں کریں گے بلکہ اس کی آمدنی کو دوسرے رفاہ عام کے کاموں میں صرف کریں گے۔ گاؤں والوں نے واٹرورکس بننے سے قبل ایک مرتبہ متفقہ طور سے یہ طے کیا تھا کہ اس زمین کی آمدنی سے آگ بجھانے کے بمبے اور تالاب پر جنگلہ لگائیں گے۔ لیکن پھر یہ کام جنگلہ کا سرکار کی طرف سے ہوگیا۔ غرض اس آمدنی کو پہلے بھی دوسرے کاموں میں لگانے کی تجویز ہوئی تھی اور اب بھی گاؤں والوں کا ارادہ ہے کہ اس سے تالاب کو پختہ بنادیں تاکہ اس کا برساتی پانی عرصہ

---

(۱) اما شرائط (فمنها العقل والبلوغ) ...... ومنها قربة فی ذاته وعنده التصرف، فلا يصح وقف المسلم اوالذمی علی البيعة والكنيسة ...... ولو جعل ذمی داره مسجدا للمسلمين، وبناه كما بنی المسلمون واذن لهم بالصلاة فيه فصلوا فيه ثم مات يصير ميراثا لورثته، وهذا قول الكل، كذافی جواهر الاخلاطی. (الهندية، كتاب الوقف، الباب الاول، ص ۳۵۳/۲ ط. ماجدية)

تک کار آمد رہے اور گاؤں کے لوگوں کو مستقل فائدہ پہنچے۔ لہذا سوال یہ ہے کہ آیا یہ زمین جو گاؤں والوں نے خریدی تھی وہ شرعاً فقط پانی کے لئے وقف تصور ہوگی یا نہیں۔ نیز اگر وہ اس کی آمدنی کو تالاب کے پختہ کرنے میں صرف کریں تو یہ بھی درست ہے یا نہیں۔ یہ بھی بتلایا جائے کہ جس شخص نے واٹرورکس قائم کیا ہے اس کی یہ ضد کرنا شرعاً کیسا ہے کہ میں مویشیوں کے لئے پانی کا انتظام اس وقت تک نہ کروں گا جب تک گاؤں والے اس زمین کی آمدنی میری سپرد نہ کریں گے۔ اگر گاؤں والے اس شخص کو یہ زمین حوالے نہ کریں تو اس میں شرعاً کچھ حرج تو نہیں ہے۔

المستفتی نمبر ۱۷۴۲ عبدالحی پٹیل ڈابھیل (ضلع سورت) ۵ رجب ۱۳۵۶ھ ۱۱ ستمبر ۱۹۳۷ء

جواب (از مولانا حبیب المرسلین نائب مفتی مدرسہ امینیہ) صرف پانی کے لئے زمین خریدنے سے زمین وقف نہیں ہو سکتی۔ بلکہ چندہ دہندگان و مشتریان کو اختیار حاصل ہوگا کہ اس کی آمدنی کو جس کار خیر میں صرف کرنا چاہیں گے تو صرف کر سکیں گے اور مشتریان کو یہ شخص مجبور نہیں کر سکتا اس زمین کے حوالے کر دینے پر۔ فقط واللہ اعلم۔ اجابہ وکتبہ حبیب المرسلین عفی عنہ نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی

(جواب ۲۱۶) (از حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ) سوال سے ثابت ہوتا ہے کہ سرکار نے زمین کی تملیک کردی تھی اور وہ مملوکہ زمین ہوگئی۔ اور گو اس کی آمدنی مویشیوں کو پانی پلانے کے اخراجات میں صرف ہوتی رہی مگر مالک کی طرف سے اس کو وقف کرنے کا ذکر نہیں۔ پس جب تک وقف ہونا ثابت نہ ہو اس وقت تک اس کی آمدنی کا مصرف مالک کی مرضی پر رہے گا۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

ہندو کی بنوائی ہوئی مسجد میں نماز پڑھنے کا حکم

(سوال) دو بھائی ہندو مالدار ہیں۔ ان میں سے ایک بھائی نے ایک مندر بنوایا۔ دوسرے بھائی نے اپنی خوشی سے بغیر درخواست کسی مسلمان کے اسی مندر کے قریب اپنے ذاتی مال سے ایک مسجد بنوائی اور مسجد بناتے وقت کہا کہ میں مسلمانوں کے لئے بنواتا ہوں مسلمان اس میں نماز پڑھیں گے۔ یہاں تک کہ جب وہ مسجد بالکل تیار ہوگئی تو مسلمانوں سے کہا کہ تم اس میں نماز پڑھا کرو ہمیشہ کے لئے اور اس مسجد کی تعمیر سے مسلمانوں پر کسی قسم کا احسان نہیں جتایا۔ نہ کوئی اختیار اپنا مسجد پر رکھا۔ لہذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس مسجد میں نماز جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۷۶۰ عبدالغفار (دہلی) ۱۲ رجب ۱۳۵۶ھ م ۱۸ ستمبر ۱۹۳۷ء

جواب (از مولانا حبیب المرسلین نائب مفتی) جب اس ہندو نے مسجد تعمیر کروا کر مسلمانوں کے سپرد کر دی نماز پڑھنے کے لئے ہمیشہ کے واسطے تو اس مسجد میں نماز پڑھنی جائز ہوگی اور یہ مسجد ہمیشہ کے لئے مسجد ہی رہے گی۔ نمازیوں کو اس میں مسجد ہی کی فضیلت کا ثواب ملے گا۔(۲) فقط واللہ اعلم حبیب المرسلین عفی عنہ نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی

---

(۱) ارض فی ید رجل یدعی انہالہ ، اقام قوم البینۃ ان فلانا وقفہا علیہم لم یستحقوا شیئا لانہ قد یقف مالا یملک

(۲) وقف کی صحت کے لئے ضروری ہے کہ واقف کے نزدیک قربت ہو، اہل اسلام کے نزدیک تو تعمیر مساجد قربت کا کام ہے ہی، ہندوں کے ہاں بھی مسلمانوں کی مسجد تعمیر کرنا کار ثواب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بیت اللہ شریف کی کافروں والی تعمیر کو برقرار رکھا گیا۔ عزیز الفتاویٰ میں ہے: "اسی طرح ہنود و کفار ہندوستان کے نزدیک مساجد مسلمین میں صرف کرنا قربت ہے، جیسا کہ ان کے احوال و مقال و معاملات سے مشاہد ہے" (کتاب الوقف واحکام المساجد ج: ۱/ ۲۳۶)

(جواب ۲۱۷) (از حضرت مفتی اعظم نور اللہ مرقدہ) اگر ہندو یہ مسجد مسلمانوں کو دے دے اور خود مسجد کے حق ملکیت، حق تولیت اور حق نگرانی اور ہر قسم کے حقوق سے دست برداری کر دے اور مسلمان اس پر ہر طرح قابض و مختار ہو جائیں تو اس میں نماز جائز ہے اور وہ مسجد ہمیشہ کے لئے مسجد ہو جائے گی۔ محمد کفایت اللہ

پڑوس کے مکان کے لئے مسجد کی زمین لینا ضروری ہے

(سوال) ایک مسجد کی قدرے زمین مسجد کے پڑوس کے مکان میں مسجد کی بنا کے بعد دب گئی ہے۔ اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس حصہ پر (جو پڑوس کے مکان میں دبا ہوا ہے) مسجد کا قبضہ نہیں ہوا اور اس وجہ سے غالباً یہ زمین دبالی گئی ہے اور اس مکان پر جو پڑوس میں ہے مختلف مالکان ہندو مسلم بدلتے چلے آئے ہیں۔ کافی عرصہ یعنی اب تک یہ علم نہیں ہوا یعنی واقعی جس قدر زمین موقوفہ مسجد کی تھی وہ فی الحال پوری مقبوضہ مسجد نہیں بلکہ کچھ حصہ مسجد کی زمین کا پڑوس میں دبا ہوا ہے آیا اب اس صاحب مکان سے جو فی الحال ہے اس مسجد کی زمین کے ٹکڑے کی قیمت جو اس کے مکان میں دبا ہوا ہے لینی جائز ہے یا نہیں۔ بنا بر شق ثانی حکم ہدم مکان ہے یا کوئی اور صورت :۔

(نوٹ) یہ زمین مسجد کی جس میں مسجد کی تعمیر ہے شہر کی بنیاد کے وقت والیٔ ریاست مسلم کی جانب سے دی ہوئی ہے۔ المستفتی نمبر ۱۸۰۵ انظام الدین (بھاولپور) ۷ رجب ۱۳۵۶ھ ۲۳ ستمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۱۸) وہ زمین غالباً مسجد کی ملحقہ موقوفہ زمین ہے یعنی موضع مبنی للصلوٰۃ میں داخل نہیں ہے اور اس پر عرصہ دراز سے دوسروں کا قبضہ ہے اور مالک بدلتے چلے آئے ہیں۔ ان حالات میں ہدم مکان اور واپسی زمین کا مطالبہ مشکل ہے بلکہ اس کی قیمت موجودہ مالک سے لی جا سکتی ہے اور یہ مالک سابق بائع سے لے سکتا ہے و علیٰ ہذا اصل غاصب تک یہ سلسلہ جا سکتا ہے۔ اس حاصل شدہ رقم سے دوسری زمین خرید کر وقف کر دی جائے۔(۱)
فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

ہندوؤں اور مسلمانوں کے مشترکہ روپوں سے قبرستان کی زمین خریدنے کا حکم

(سوال) ملک برار ضلع امراوتی میں مقام چاندور بازار میں نوٹیفائیڈ ایریا کمیٹی ہے مسلمانوں کی تعداد اس قصبہ میں تقریباً ایک ہزار ہے اور دیگر اقوام کی مردم شماری تقریباً پانچ ہزار ہوگی۔ مسلمانوں کی حالت ہر اعتبار سے ناگفتہ بہ ہے۔ بد قسمتی سے تمام مسلمانوں کے قبرستان کے لئے ایک جگہ حاصل کی گئی تھی جواب قریب قریب پر ہو چکی ہے۔ قبرستان کے اطراف میں کوئی سرکاری جگہ نہیں ہے اور نہ بستی کے باہر کسی گوشہ میں کوئی سرکاری بنجر زمین ہے جو حاصل کی جائے۔ البتہ قبرستان سے ملحق کاشتکاروں کے کھیت ہیں۔ اگر ان کی قیمت ادا کی گئی تو وہ

(۱) ان غصب الارض الموقوفة رجل قيمتها الف درهم ثم غصبها من الغاصب رجل آخر بعد ماصارت قيمتها الفی درهم ، فالقيم لا يتبع الغاصب الثانی اذا كان الثانی مليا يريد به اذا غصبها رجل آخر من الغاصب الثانی و تعذر استردادها من يدالثالث و ان كان الاول املى من الثانی يتبع الاول ، واذا اتبع القيم احدهما الضمان برى الآخر واذا اخذ القيمة من احدهما يشترى بها أرضا اخرى فيقفها مكانها ، كذافی الذخيرة . (عالمگيريه ، كتاب الوقف، الباب التاسع، ۲/ ٤٤٨ ط. ماجدية)

قبرستان میں شامل کئے جا سکتے ہیں۔ لیکن جگہ خریدنے کے لئے روپے کی فراہمی ناممکن ہے اس لئے کوشش کی جارہی ہے کہ نوٹیفائیڈ ایریا کمیٹی جس میں ہندوؤں مسلمانوں کی آمدنی کا روپیہ ہے فوراً مسلمانوں کی درخواست کو قبولیت دے کر جگہ خرید کر دے تو بہتر ہوگا۔ مسلمانوں کو کمیٹی مذکورہ کی جانب سے امید ہے کوشش کے بعد جگہ خریدنے کے لئے رقم مل جائے گی۔ کیونکہ کمیٹی نے ہندوؤں کے مرگھٹ کے لئے بھی ایک اچھی منظور فرمائی ہے۔ لیکن سوال صرف یہ ہے کہ چند مسلمان حضرات کو شک ہے کہ آیا کمیٹی کا روپیہ قبرستان کے لئے زمین خرید کرنے کے واسطے جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۲۰۷۱۸ قاضی سید حسین حاجی ضلع امراؤتی ابرار، ۴ شعبان ۱۳۵۶ھ م ۱۰ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۱۹) ہاں نوٹیفائیڈ ایریا کمیٹی سے قبرستان کے لئے روپیہ لینا اور اس سے زمین خریدنا اور مسلمانوں کے اموات کے دفن کے لئے استعمال کرنا جائز ہے اس میں شبہ کی کوئی وجہ نہیں ہے ان کمیٹیوں میں اس قسم کی پبلک ضروریات کے لئے روپیہ فراہم کیا جاتا ہے اور اس مصرف میں اس کو صرف کرنا جائز ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

وقف تام یا شہادت کے بغیر وقف کرنے اور وقف کی رقم تعزیہ داری پر خرچ کرنے کا حکم

(سوال) جائیداد غیر منقولہ کا کثیر حصہ وقف شدہ ٹھہرایا جاتا ہے لیکن کوئی مستندبات نہیں۔ نہ کوئی وقف نامہ لکھا گیا ہے اور نہ ان کے پاس کوئی اسناد موجود ہیں زبانی جمع خرچ ہے۔ کیا ایسی صورت میں جائیداد موقوفہ قرار دی جاسکتی ہے یا وقف کے لئے وقف نامہ یا شہادت کی ضرورت ہے اور جن کے سامنے وقف کی گئی۔ جائیداد موقوفہ کی آمدنی غیر محل مثلاً تعزیہ داری وغیرہ میں خرچ کی جاتی ہے۔ دریں صورت عنداللہ موتی کے لئے موجب عقاب ہے یا ثواب۔ ورثاء حیات سے ایسی صورت میں مواخذہ تو نہیں ہوگا۔ علاوہ ازیں جائیداد موقوفہ کو واپس لے کر ایسی جگہ جو موتی کے لئے باعث ثواب ہے مورث حیات کو وقف کرنے کا حق ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۲۰۸۸ مولانا عبدالرحیم صاحب ڈابھیلی (چھاؤنی تیمچہ) ۲۹ رمضان ۱۳۵۶ھ ۴ دسمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۲۰) وقف کا ثبوت دستاویز یا شہادت سے ہو سکتا ہے خواہ وہ ثبوت وقف قدیم میں بالتسامع ہی ہو۔(۲)

تعزیہ[۱] داری ناجائز ہے اور اس میں رقم خرچ کرنا موجب ثواب نہیں بلکہ موجب عذاب ہے تعزیہ داری میں جو رقم خرچ کی جاتی ہے اسے کسی کار خیر میں صرف کرنا چاہئے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) و الوقوف التی تقادم امرها و مات وارثها و مات الشهود ...... فان کانت له رسوم فی دو اوین القضاة یعمل علیها . (الهندیة ، کتاب الوقف ۲/ ۴۳۹) وفیها : وتقبل الشهادة علی الشهادة فی الوقف ، و کذا شهادة النساء مع الرجال کذا فی الظهیرة و کذا الشهادة بالتسامع .(الهندیة کتاب الوقف ، الباب السادس ۲/ ۴۳۸ ط . ماجدیة)

(۲) و ذالك لما نهی عنه علیه السلام ذکر فی صحیح مسلم : عن ام عطیة قالت اخذ علینا رسول علیه السلام مع البیعة ان لا ننوح (رواه مسلم کتاب الجنائز ؟ فصل فی نهی النساء عن النیا حة ، ۱/ ۳۰۴ ط. قدیمی کتاب خانه)

(۱) ماتم وغیرہ کا انتظام کرنا۔ فیروز اللغات

(۱) بھتیجوں کی موجودگی میں بھانجوں کا وقف صحیح نہیں ہے

(۲) کیا مکان کو خانقاہ کے نام پر دینے سے وقف ہو جائے گا؟

(۳) بطیب خاطر بشمول خانقاہ وقف کیا کہنے سے وقف ہو جائے گا

(سوال) زید ایک شیخ کامل مکمل تھے جنہوں نے ایسی جگہ جہاں ان کا کوئی وارث نہ تھا دو ملحقہ مکانات خرید کئے اور سکونت پذیر ہو کر اپنے مریدوں اور طالبان حق کو تعلیم طریقہ باطنی دی۔ بعد انتقال زید کے عمرو کی تحریک وایما سے جو خلیفہ سندیافتہ زید کے ہیں بکر منتہی مرید زید کے جانشین ہوئے مکان زید کو بہ وفور محبت و حسن عقیدت سب مریدین زید کی خانقاہ سے تعبیر کرنے لگے ہونے تک خانقاہ کے نام سے موسوم ہے اور جس میں پانچ سال تک بکر تعلیم و تلقین کرتے رہے ان کی جانشینی کے زمانہ میں زید کے انتقال کے بعد زید کے دو بھانجے وطن زید سے آئے اور اپنے مورث زید کا سامان اپنے قبضہ میں لے کر ہر دو مکانات مذکور عمرو بکر کے سپرد کر کے اور عمرو کو ان کی شکست و ریخت و کمی وبیشی کا اختیار دے کر واپس وطن چلے گئے۔ اسی اجازت کی بناپر منجملہ ہر دو مکانات زید کا ایک قطعہ مکان عمرو کے مشورہ سے فروخت کیا گیا اور بقیہ میں اور اضافہ کر کے دوسری اراضی جو ملحق مکان زید تھی خرید کر کے اس میں ایک عمارت بکر نے بنوائی جس میں عمرو نے بھی کچھ رقم امداداً بکر کو دی۔ بکر کے انتقال کے بعد خود عمرو سال ڈیڑھ سال اس مکان میں مقیم ہوئے اور مریدوں کو تعلیم دی۔ عمرو نے بھی اس سال ڈیڑھ سال کے قیام میں ایک دوسری اراضی ملحقہ مکان زید موسومہ خانقاہ خرید کر مکان موسومہ مذکورہ خانقاہ میں شامل کر دی اور پھر خالد کو جو زید کے دوسرے منتہی مرید تھے جانشین کر کے اپنی خرید کردہ اراضی مذکورہ مشمولہ خانقاہ ہذا کے بیعنامہ رجسٹری شدہ کی پشت پر یہ عبارت اپنی قلم سے تحریر کر کے کہ مکان ہم نے بطیب خاطر بشمول خانقاہ وقف کیا خالد کے حوالے کر دیا۔ خالد نے بیس بائیس سال خدمت تعلیم و تلقین انجام دی۔ خالد کی جانشینی کے زمانہ میں ایک اہل ثروت صاحب دولت واقبال کی امداد سے کہنہ عمارت مکان زید جو خانقاہ کے لقب سے موسوم ہے منہدم کرا کر از سر نو تعمیر کرائی گئی۔ بعد انتقال خالد مکان مذکور موسومہ خانقاہ پر عمرو نے بدستور قبضہ کر کے مابقیہ حصہ عمارت کہنہ کو جو گر گیا تھا عمرو نے اپنے ذاتی مصارف سے از سر نو دوسرے وضع پر تعمیر کرا دیا۔ اور اس مکان مذکورہ موسومہ خانقاہ پر قبضہ رکھتے ہوئے زید مورث مکان کے حقیقی بھتیجے جو جائز وارث زید کے ہیں۔ عمرو نے باضابطہ مکان مذکورہ کو خرید کر کے بیعنامہ رجسٹری کرا لیا تاکہ اپنی جائز تولیت میں مکان مذکورہ کو جو خانقاہ کے لقب سے موسوم ہے کہہ کر اس میں تعلیم و تلقین طریقہ باطنی کا سلسلہ قائم رکھیں۔ اب چند امور قابل استفسار ہیں :۔

(۱) کیا زید کے دو بھانجوں ذوی الارحام کی زبانی سپرد کر دینے سے یہ مکان وقف سمجھا جا سکتا ہے۔ حالانکہ نہ کوئی وقف نامہ ہے۔ نہ محکمہ اوقاف میں اس کا اندراج ہے۔ بالفرض اگر وقف گن بھی لیا جائے تو بکر کی جانشینی کے زمانہ میں اس وقف سے تمیں بتیس سال پہلے اس مکان کا ملحقہ دوسر قطعہ مکان جو بھی حیثیت رکھتا تھا فروخت کیا جانا کیا اثر و حکم رکھتا ہے اور وقف کی تعریف شرعاً کیا ہے ؟

(۲) اس مکان کو جو مریدین نے بعد انتقال زید (مالک مکان) کے بہ وفور محبت و حسن عقیدت خانقاہ کے لقب سے

موسوم کر دیا ہے اس لقب اور مسمی سے شرعاً وقف ہونے کا استدلال کیا جا سکتا ہے یا نہیں ؟
(۳) عمرو نے تقریباً سال ڈیڑھ سال کے قیام میں اراضی خرید کر کے شامل مکان مذکور غیر موقوفہ موسومہ خانقاہ کی ہے اور پھر خالد کو جانشین کر کے بیعنامہ اراضی کی پشت پر بہ وفور محبت اور عقیدت مندی از جائے پیر یہ عبارت تحریر کی ہے کہ ہم نے یہ مکان بطیب خاطر بشمول خانقاہ وقف کیا۔ اس کا شرعاً کیا حکم واثر ہے ؟
المستفتی نمبر ۲۱۸۲ جناب حکیم مولوی عبد العلی صاحب (بھوپال) ۱۳ ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ
۱۶ جنوری ۱۹۳۸ء
(جواب ۲۲۱) (۱) جب کہ زید مرحوم کا حقیقی بھتیجا موجود ہے تو بھانجے وارث نہیں اور ان کا کوئی تصرف جائز نہیں۔(۱) (۲) اس عمل سے مکان کا وقف ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔(۲)
(۳) عمرو کا اپنا زر خرید حصہ وقف ہو گیا خانقاہ وقف نہیں ہوئی۔ کیونکہ عمرو جائز وارث نہ تھا وہ زید کے بھتیجے کی ملک ہے (۳) اور اگر خانقاہ بھی بیع میں داخل تھی اور زید کے بھتیجے نے خانقاہ بھی بیچ دی تھی اور پھر عمرو نے سب کو وقف کیا تو وقف صحیح اور جائز ہے (۴) اور صرف عمرو کی یہ تحریر بشرطیکہ عمرو کی تحریر ہونا ثابت ہو صحت وقف کے لئے کافی ہے۔(۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

سرکار سے عیدگاہ کے لئے عارضی زمین کی بجائے مستقل ہمیشہ کے لئے قبول کرنا چاہئے

(سوال) ہر مسلمانان رعایا کی درخواست پر سرکار نے بلا اخذ قیمت ایک قطعہ اراضی صرف سوا پانچ روپے شکرانہ کے لے کر قبالہ عطا کیا جس میں حسب قانون جدید یہ شرط ذیل درج ہے اور ہر فارم قبالہ میں یہ شرائط مطبوعہ موجود ہیں۔ اگر اس زمین کو رفاہ عام کے لئے ضرورت ہو گی تو سرکار دربار اس کو واپس لے لیویں گے اور پٹہ دار کو وہ زمین واپس چھوڑنا پڑے گی۔ اس کے عوض میں اس کا معاوضہ مندرجہ ذیل طریقہ پر ملے گا۔ جو آخر تک نقل قبالہ میں درج ہے۔ اس قطعہ اراضی کو مسلمانوں کے عام چندے کے خرچہ سے ہموار کر لیا گیا اور عرصہ تین چار سال سے نماز عیدین بفضلہ اس قطعہ زمین میں ادا کی جا رہی ہے بوجہ قرب آبادی کے شمشان بھومی یا مرگھٹ اسی صحرا میں لائے جانے کی تجاویز سرکاری قرار پا چکی ہے۔ چنانچہ گزٹ میں اطلاع سرکاری شائع ہو کر عام اطلاع دے دی گئی۔ اور اس میں یہ بھی لکھا گیا ہے کہ اگر کسی کو کچھ عذر ہو تو ظاہر کرے اس لئے استفتاء بخدمت حضرات علمائے دین مع نقل قبالہ ارسال خدمت ہے۔

---

(۱) تقسیم وراثت میں عصبات کے ہوتے ہوئے ذوی الارحام محروم ہوتے ہیں، مذکورہ صورت میں بھتیجا عصبات میں سے ہے اور بھانجا ذوی الارحام میں سے ہے، اس لئے تصرف کا اختیار بھتیجا کو ہے نہ کہ بھانجا کو۔ "واما العصبات فهم اربعة وعشرون صنفا فاولهم الابن ...... ثم ابن الاخ لاب وام ...... وما ذووا الارحام فهم اثنتان و عشرون صنفاً اولاد البنات .(النتف فی الفتاوی ، كتاب الفرائض ، ص ۵۱۴ ، ۵۱۵ ، بيروت)
(۲) اس لئے کہ وقف کے لئے ضروری ہے کہ واقف وقف شدہ چیز کا مالک ہو ، صورت مسئولہ میں مالک مکان زید مرحوم ہے نہ کہ مریدین ، اس لئے وقف درست نہیں ہوا۔
(۳) واما شرائطه فمنها العقل ..... ومنها الملك . عالمگيريه ، كتاب الوقف ، الباب الاول ، ج : ۲ ص ۳۵۲ ، ۳۵۳
(۴) "لان الملك مامن شانه ان يتصرف فيه بوصف الاختصاص" رد المحتار ، كتاب البيوع ، ج : ۴ / ۵۰۲ سعيد
(۵) الكتاب على ثلاث مراتب : مستبين مرسوم هو ان يكون معنوناً ...... وهو ان يكتب في صدره من فلان الى فلان على ما جرت به العادة فهذا كالنطق فلزم حجة (رد المحتار ، مسائل شتى ج : ۶ ص ۳۷ سعيد)

صورت موجودہ مستفسرہ میں عید گاہ کے لئے دوسرا قطعہ اراضی ہم کو ملے تو شرعاً اس کا قبول جائز ہے یا نہیں بموجب احکام شریعت مطہرہ مستفید فرمائیں۔

المستفتی نمبر ۲۲۳۱ عبدالصمد (جودھپور) ۲۴ صفر ۱۳۵۷ھ م ۲۵ اپریل ۱۹۳۸ء

(جواب ۲۲۲) پٹہ کی نقل دیکھنے سے معلوم ہوا کہ یہ زمین بطور تملیک دوامی کے نہیں دی گئی بلکہ شرط واپسی عندالضرورۃ موجود ہے۔ اس لئے مسلمان اگر اس کے معاوضہ میں دوسری زمین لے لیں تو مباح ہوگا۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

صحت کی حالت میں وقف کی ہوئی چیز کو واقف کے وارث واپس نہیں لے سکتے

(سوال) مسماۃ سکینہ بیگم بنت قاضی شمس الدین مرحوم اپنی جائیداد سکنی و زرعی کو کسی مسجد و مدرسہ کے نام وقف کرنا چاہتی ہے تاکہ ثواب جاریہ رہے۔ جائیداد مذکورہ سکینہ بیگم کو اپنے والد و والدہ و ہمشیرہ حقیقی و دادی حقیقی سے ترکہ میں پہنچی ہے اور اس شرط پر وقف کرنا چاہتی ہے کہ تاحیات اس کی آمدنی اپنے اوپر اور جس پر میں چاہوں گی خرچ کروں گی۔ بعد میرے منتظم مدرسہ فلاں و مسجد فلاں اس کے متولی رہیں۔ سکینہ بیگم کی ایک لڑکی رئیسہ بیگم ہے جس کی عمر سات آٹھ سال کی ہے اور ایک شوہر جمیل الدین ہے۔ سکینہ بیگم کی والدہ نے بیوہ ہونے پر عقد ثانی کر لیا تھا اس سے ایک لڑکی محمودہ بیگم اور سکینہ بیگم کے والد مرحوم کے حقیقی چچازاد بھائی کے تین لڑکے و ایک لڑکی یعنی قاضی رفیع الدین و قاضی بشیر الدین و قاضی شرف الدین و مسماۃ بسم اللہ بیگم۔ تو اس صورت میں مندرجہ بالا حضرات وقف کے تمام ہونے کے بعد وقف کو توڑ سکتے ہیں یا نہیں اور سکینہ بیگم اپنی حیات میں کل جائیداد کو وقف کر سکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۲۹۶ قاضی محمد رفیع الدین صاحب (میرٹھ) ۷ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ م ۷ جون ۱۹۳۸ء

(جواب ۲۲۳) سکینہ بیگم اپنی حیات اور صحت میں اپنی کل جائیداد وقف کرنے کی مجاز ہے۔ اگر بحالت صحت کل جائیداد وقف کر دی تو جائیداد وقف ہو جائے گی اور پھر اس کی وفات کے بعد وارثوں کو وقف کے توڑنے کا کوئی حق نہ ہوگا۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

رضامندی سے وقف کی ہوئی چیز کو واپس لینے کا حکم جائز نہیں ہے

(سوال) ایک شخص مسمی احمد بخش ساکن تبتر محلہ ڈلہوزی چھاؤنی نے اپنا مکان اپنی خواہش اور رضامندی سے مسجد کے نام وقف کیا اور وقف نامہ تحریری رجسٹری شدہ موجود ہے اور کئی مہینہ تک زید اپنے اقرار پر قائم رہا۔ اب اس نے مسجد کے نام عدالت میں دعویٰ باقاعدہ دائر کیا ہوا ہے اور امام جامع مسجد کے نام بھی دعویٰ دائر کیا ہوا

---

(۱) قال فی العالمگیریۃ: رجل لہ ساحۃ لا بناء فیہا امر قوما ان یصلوا فیہا بجماعۃ ...... اما ان وقت الامر بالیوم او الشہر او السنۃ ففی ہذا الوجہ لا تصیر الساحۃ مسجدا لومات یورث عنہ. (الفتاوی العالمگیریۃ، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر ۲ / ۴۵۵ ط. ماجدیۃ)

(۲) ہو حبسہا علی حکم ملک اللہ تعالی وصرف منفعتہا علی من احب ولو غنیا فیلزم فلا یجوز لہ ابطالہ، ولا یورث عنہ، وعلیہ الفتوی ابن الکمال وابن الشحنہ (تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب الوقف، ج: ۴ ص ۳۳۹ سعید)

ہے اور دعویٰ یہ تحریر کیا ہوا ہے کہ مجھ کو دھوکہ دے کر یہ وقف نامہ تحریر کرایا گیا ہے۔ لہذا ازروئے شرع کیا حکم ہے۔ علاوہ اس کے جو شخص مسجد اور علمائے دین کی توہین کرے اس کے حق میں کیا حکم ہے اور چند شخص اس کے موافق ہیں اور اس کو مدد دیتے ہیں۔ ان کے لئے کیا حکم ہے ؟

المستفتی نمبر ۲۳۳۵ سید لطف اللہ صاحب ڈلہوزی چھاؤنی ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ ۲۲ جون ۱۹۳۸ء

(جواب ۲۲٤) اگر اس شخص نے اپنی خوشی اور رضامندی سے مکان وقف کیا تھا کسی نے اس پر جبر نہیں کیا تھا اور دھوکہ نہیں دیا تھا تو وہ وقف جائز اور صحیح ہو گیا اور اس کو واپس لینے کا اسے حق نہیں ہے۔(۱) علمائے دین کی عالم ہونے کی جہت سے توہین کرنا کفر ہے اور اس کی امداد کرنے والے بھی سخت گنہگار اور ظالم ہوں گے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

وقف کے متعلق چند سوالات کی تصدیق

(سوال) نقل تحریر بنام پارلیمنٹری سکریٹری ریونیو منسٹر گورنمنٹ یوپی لکھنؤ

جناب عالی۔ یوپی اسمبلی کے گزشتہ اجلاس میں مزارعہ بل کو ایک مجلس منتخبہ کے سپرد کیا گیا ہے اور پبلک کو اس کا حق دیا گیا ہے کہ وہ اس بل کے متعلق اپنی رائے ظاہر کرے اور ۳۱ مئی تک جناب والا کو اس کی اطلاع دے دے۔ لہذا جناب والا کی وساطت سے ممبران سلکٹ کمیٹی کی خدمت میں اوقاف اسلامی کے متعلق جمعیت تحفظ اوقاف نگرام ضلع لکھنؤ چند ضروری امور عرض کرنا چاہتی ہے۔ ہم کو امید ہے کہ مزارعہ بل پر ممبران مجلس منتخبہ غور کرتے وقت ان معروضات پر کافی غور کریں گے۔ معروضات حسب ذیل ہیں :۔

(۱) بموجب شریعت اسلام موقوفہ جائیدادیں انسانی ملکیت سے خارج ہو کر خالص خداوند تعالیٰ کی ملکیت کے حکم میں داخل ہو جاتی ہیں اور کسی کو اس پر مالکانہ دخل و تصرف رکھنے کا اختیار باقی نہیں رہتا۔

(۲) مالکانہ دخل و تصرف تو ایک طرف اگر کسی فعل سے ملکیت کا شائبہ بھی پیدا ہوتا ہو تو شریعت اسلام نے اس کو بھی روا نہیں رکھا ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر مزارعہ اراضیات کو کسی طویل مدت کے لئے معاہدے کی رو سے کسی کو دے دینا جائز نہیں قرار دیا گیا ہے۔

(۳) موقوفہ جائیداد کے نظم و نسق کے لئے واقف نے جو شرائط وقف نامہ میں قرار دیئے ہوں انہیں کی پابندی ضروری ہے اور (بجز خاص حالات کے) اسلامی حکومت کے عمال کو جائیداد کے نظم و نسق کا کوئی حق نہیں دیا گیا ہے۔

(۴) بموجب شریعت اسلام وقف علی الاولاد کی بھی وہی حیثیت ہے جو عام اوقاف کی ہے اس کی حیثیت میں بلحاظ احکام کوئی فرق و امتیاز نہیں ہے۔

---

(۱) اما حکمہ ...... متی صح الوقف ...... لا یملک بیعہ ولا یورث عنہ (عالمگیریہ کتاب الوقف ، الباب الاول ۲/ ۳۵۲ ماجدیہ)

(۲) ویخاف علیہ الکفر اذا شتم عالماً اوفقیهاً من غیر سبب . (عالمگیریہ ، کتاب السیر الباب التاسع ، مطلب موجبات الکفر ، ج : ۲/ ۲۷۰ ماجدیہ)

اوقاف اسلامی کے متعلق مندرجہ بالا جو احکام و مسائل درج کئے گئے ہیں وہ اسلام کی مشہور مستند و مسلم کتب سے اخذ کر کے لکھے گئے ہیں۔ جمہور اہل اسلام انہیں احکام کے پابند ہیں اور انہیں پر ان کے لئے پابندی لازمی ہے اور ان کی عین خواہش یہی ہو سکتی ہے۔ کہ ہندوستانی اوقاف اسلامی پر انہیں احکام کا نفاذ کیا جائے ۔ فی الحال سلکٹ کمیٹی سے ہماری خواہش یہ ہے کہ وہ اوقاف اسلامی کے لئے ہماری معروضات ذیل کو قبول کرے۔

(الف) موقوفہ اراضیات پر کسی کاشتکار کو حقوق مالکانہ کسی حال اور کسی وقت میں نہ دیئے جائیں۔
(ب) موقوفہ اراضیات کو کاشتکاروں کے حقوق موروثی یا حین حیاتی کے عام حق سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔
(ج) موقوفہ اراضیات کے نظم و نسق کے جملہ اختیارات متولیات وقف ہی کے سپرد رہیں پٹہ کی میعاد کا تقرر تشخیص و تخفیف والتواء و معافی لگان وغیرہ جملہ مراحل متولی وقف بموجب احکام شریعت اسلام انجام دے مسلمانوں کی ذمہ دار جماعتیں اس کی نگرانی کرتی رہیں۔
(د) اوقاف خواہ کسی قسم کے ہوں ان پر کوئی جدید ٹیکس حکومت کی جانب سے عائد نہ کیا جائے مجھے امید ہے کہ میری معروضات پر کافی توجہ کی جائے گی اور ان کو قبول فرما کر اسلامی جماعت کو شکریہ کا موقع دیا جائیگا۔
فقط المستفتی نمبر ۲۳۴۳ مولانا محمد انیس صاحب ناظم جمعیت تحفظ اوقاف و مہتمم مدرسہ معدن العلوم نگرام ضلع لکھنؤ۔ ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ م ۲۶ جون ۱۹۳۸ء

(جواب ۲۲۵) اوقاف اسلامیہ کے متعلق جو احکام شرعیہ تحریر بالا میں ذکر کئے گئے ہیں وہ صحیح ہیں اور ان احکام کی بنا پر جو مطالبات پیش کئے گئے ہیں وہ معقول اور واجب القبول ہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

شروط فاسدہ کے ساتھ وقف کرنا

(سوال) زید نے اپنا مکان بغرض تعمیر مسجد اس شرط پر وقف کیا کہ اس مکان پر خالد اپنے روپے سے مسجد تعمیر کر دے اور اس کے دو مختلف حصوں پر دو دکانیں تعمیر کرے جس میں سے ایک دوکان کرایہ پر دی جائے اور اس کا کرایہ مسجد میں صرف ہو اور دوسری دکان میں زید خود بلا کرایہ اپنی زندگی بھر آباد رہے اور اس کے بعد اس کے دو لڑکے کرم الٰہی اور احسان الٰہی کو چار روپے ماہوار پر دی جائے اور کرایہ مسجد میں صرف ہو۔ لیکن ان کو دکان سے علیحدہ کرنے کا اختیار کسی کو نہ ہوگا۔ اور اگر خالد اس مکان پر اپنے خرچ سے مسجد تعمیر نہ کرے تو وقف نامہ کالعدم ہو جائے گا اور میں خود اپنے مکان کا مالک ہوں گا۔ نیز یہ وقف نامہ سخت مریض ہونے کی حالت میں لکھا گیا ہے۔ اور اس مکان کے سوا اور کوئی مال بھی نہیں ہے۔

(جواب ۲۲۶) وقف اگر کسی ناملائم شرط پر معلق کیا جائے تو وقف صحیح نہیں ہوتا۔ وان یکون منجزا غیر معلق (عالمگیری)(۱) پس صورت مسئولہ میں اگر زید نے مکان اس شرط پر مسجد کے لئے وقف کیا ہے کہ خالد ...

(۱) کتاب الوقف، الباب الاول، ۲ / ۳۵۵ ط، ماجدیة،

اپنے روپے سے مسجد تعمیر کرائے ورنہ زید اپنا مکان واپس لے لے گا اور وقف نامہ کالعدم ہو گا۔ تو یہ وقف صحیح نہیں ہوا۔ اسی طرح مکان کا ایک حصہ یعنی جس پر دکان تعمیر کی جائے اپنے رہنے کے لئے بلا کرایہ مخصوص کرنا وقف مسجد کے منافی ہے۔ اور چونکہ وہ حصہ مشاع ہے اس لئے مکان کا وقف للمسجد صحیح نہ ہوا کیونکہ وقف مسجد کے لئے شیوع منافی ہے۔ **واتفقا علی عدم جعل المشاع مسجدا او مقبرة مطلقا سواء کان مما لا یحتمل القسمة اویحتملها (هکذا فی فتح القدیر. عالمگیری)**(۱) تیسرے یہ کہ مریض کے تصرفات تبرع ثلث میں جاری ہوتے ہیں۔ پس جب کہ زید مریض تھا تو وقف علی المسجد ثلث میں جاری ہو تا اور ثلث میں جاری ہونے کے وقت مشاع ہونا لازم آتا ہے پس تمام کا وقف باطل ہو گیا۔ **مریض جعل دارہ مسجدا ومات ولم یخرج من الثلث ولم تجز الورثة صار کله میراثا وبطل جعله مسجداً لان للورثة فیه حقاً فلم یکن مفرزا عن حقوق العباد فقد جعل المسجد جزءا شائعاً فیبطل الخ** (عالمگیری)(۲) بہر حال صورت مسئولہ میں وقف صحیح نہیں ہوا۔ اور مکان زید کی ملکیت میں باقی ہے۔ محمد کفایت اللہ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

مسلمان ہندو سے زمین خرید کر مسجد بنا سکتا ہے

(الجمعیة مورخہ ۹ جنوری ۱۹۲۷ء)

(سوال) ایک ہندو سے زمین خرید کر اس زمین پر مسجد بنا سکتے ہیں یا نہیں ؟

(جواب ۲۲۷) ہندو کی زمین مسلمان خرید لے تو پھر اسے اختیار ہے کہ اس پر مسجد بنا لے اس میں کچھ ہرج نہیں۔(۳) محمد کفایت اللہ

ساتواں باب
مصارف وقف

مسجد کی آمدنی قبرستان پر خرچ کرنا اور تجارت کرنے کا حکم

(سوال) محلہ رانی تالاب (سورت) میں بز قصابوں کی مسجد ہے اور اس مسجد کے متولی اسی جماعت کے لوگ ہیں۔ یہ لوگ بکریوں کی تجارت کرتے ہیں۔ ان کے یہاں یہ دستور ہے کہ فی کوڑی یعنی بیس عدد بکری فروخت ہونے سے آٹھ آنے مسجد کے نام سے تاجروں سے وصول کرتے ہیں۔ اور مذبح میں جو جانور ذبح ہوتے ہیں ان کے رو

---

(۱) (عالمگیریه، کتاب الوقف، الباب الثانی ، فصل فی وقف المشاع ۲/ ۳۶۵ ط. ماجدية)

(۲) (عالمگیریه ، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر ، الفصل الاول ۲/ ۴۵۶ ط .ماجدية)

(۳) مسلمان نے جب زمین خرید لی تو اس کا مالک ہو گیا اور مالک کو اپنی ملکیت میں ہر طرح کے تصرف کرنے کا اختیار ہے ، "لان الملك مامن شانه ان يتصرف فيه بوصف الاختصاص ـ " (ردالمحتار، کتاب البیوع ج : ۴ / ۵۰۲ ، سعید) اس لئے مذکورہ صورت میں مسلمان کا وقف صحیح اور درست ہو گیا۔

دے یعنی آنتیں جو فروخت ہوتی ہیں اس کی قیمت اور جماعت کے مکان جو کرایہ پر دیئے جاتے ہیں اس کا کرایہ اور جماعت میں جب کسی شخص پر کسی قصور کی وجہ سے جرمانہ کیا جاتا ہے اور جماعت کے برتن جو تانبے کے ہیں کرایہ پر دیئے جاتے ہیں ان کا کرایہ۔ یہ سب اخراجات اسی مد میں خرچ ہوتے ہیں۔ مسجد کے پیشوا و مؤذن اور رمضان شریف میں حافظ کو اجرت تراویح اور مسجد میں روشنی و وعظ و نصائح اور مسجد کی مرمت اور قبرستان کے حصار کی تعمیر اور جماعت کے املاک کی تعمیر و مرمت۔ اور یتیموں اور مساکین، بیواؤں اور لاوارث میت کے کفن دفن اور جماعت کا کوئی جھگڑا اگر سرکاری کورٹ میں ہو اس کا خرچ۔ اور جو منشی اس مسجد کا دفتر لکھتا ہے۔ اور کبھی کبھی مسجد کے چندوں میں وغیرہ۔ اب اس رقم سے تجارت کا ارادہ ہے تو کیا جماعت والے اس رقم سے تجارت کر سکتے ہیں؟ اور یہ تمام مصارف شرع شریف کے مطابق ہیں یا نہیں؟

(جواب ۲۲۸) فی کوڑی بکری فروخت ہونے پر آٹھ آنے مسجد کے لئے دینا۔ رودہ یعنی آنتیں مسجد کے لئے دینا۔ دینے والوں کا تبرع ہے جب کہ وہ اپنی خوشی سے بغیر کسی جبر کے دیں تو جائز ہے مکانات اگر مسجد کے لئے وقف ہیں تو ان کا کرایہ بے شک مسجد کی ملک ہے اور اگر کسی شخص کی ملک ہیں تو اس کی خوشی اور اجازت سے مسجد میں صرف ہو سکتا ہے۔ اور اگر کسی دوسری چیز کے لئے وقف ہیں تو اسی چیز میں ان کا کرایہ صرف ہو سکتا ہے نہ کہ مسجد میں۔(۱) کسی شخص پر کسی قصور کی وجہ سے مالی جرمانہ کرنا جائز نہیں ہے۔(۲) مسجد کی وہ آمدنی جو کسی خاص جہت کے لئے مخصوص نہ ہو امام مؤذن بقدر ضرورت روشنی مرمت میں فرش لوٹے پانی وغیرہ میں خرچ ہو سکتی ہے۔(۳) اس میں تراویح کے حافظ امام کو دینا قبرستان کی مرمت اور حصار میں لگانا۔ یتیموں، بیواؤں، مسکینوں، لاوارث اموات کے کفن دفن میں لگانا جائز نہیں۔(۴) اگر مسجد کی ضروریات مقتضی ہوں تو دفتر کے لئے منشی رکھ سکتے ہیں اور اس کو مسجد کے مال سے تنخواہ دے سکتے ہیں۔(۵) مسجد کا جمع شدہ مال تجارت میں لگانا جائز نہیں۔ کیونکہ تجارت میں نفع ہونا لازم نہیں۔ نقصان بھی ہو جاتا ہے۔ اور ایسے تصرفات جن مین نقصان کا احتمال ہو ناجائز ہیں۔(۶) واللہ اعلم بالصواب

---

(۱) فی الهندیة : سئل نجم الدین ...... فان تداعت حیطان المقبرة الی الخراب یصرف الیها او الی المسجد قال الی ماهی وقف علیه (۲/ ۴۷۶) سئل شمس الا ئمة الحلوانی ...... استغنی الحوض عن العمارة وهنا ك مسجد محتاج الی العمارة ...... هل یجوز للقاضی صرف وقف ما استغنی عن العمارة الی العمارة ماهو محتاج الی العمارة قال : لا ، کذافی المحیط (عالمگیریه ، کتاب الوقف ،الباب الثانی عشر الباب الثالث عشر ۲/ ۴۷۶، ۴۷۸ ط ماجدیة)

(۲) لا باخذ مال فی المذهب ، بحر، قوله : لا باخذ مال فی المذهب ، قال فی الفتح : وعن ابی یوسف یجوز التعزیر للسلطان باخذ المال، وعند هما و باقی الا ئمة لایجوز ، و مثله فی ا لمعراج ، وظاهره ان ذلك روایة ضعیفة عن ابی یوسف قال فی الشرنبلالیة : ولا یفتی بهذا لمافیه من تسلیط الظلمة علی اخذ مال الناس فیا کلونه (الدر المختار مع رد المحتار ، مطلب فی التعزیر باخذ المال، ج : ٤ ، ص : ٦١ سعید)

(۳) مسجد له مستغلات و اوقاف اراد المتولی ان یشتری من غلة الوقف للمسجد دهنا او حصیرا او حشیشا او جصا لفرش المسجد او حصی، قالوا ان وسع الواقف ذالك للقیم وقال تفعل ماتری من مصلحة المسجد كان له ان یشتری للمسجد ماشاء (الهندیة) (وفیها:) وللمتولی ان یتاجر من یخدم المسجد (الهندیة کتاب الوقف، الباب الحادی عشر، الفصل الثانی ، ۲/ ٤٦١ ط. ماجدیة)

(۴) لیس لقیم المسجد ان یشتری جنازة و ان ذکر الواقف ان القیم یشتری جنازة ...... ولو اشتری القیم بغلة المسجد ثوبا او دفع الی المساکین لا یجوز وعلیه ضمان مانقدمن مال الوقف . کذافی فتاوی قاضیخان (الفتاوی الهندیة، کتاب الوقف الباب الحادی عشر ، ۲/۴٦۲ ط . ماجدیة)

(۵) فی الهندیة: وللمتولی ان یستاجر من یخدم المسجد یکنسه ونحو ذالك باجر مثله او زیادة یتغا بن فیها (کتاب الوقف ، الباب الحادی عشر ، الفصل الثانی ج : ۲/ ٤٦١ ، ماجدیه)

(٦) سئل القاضی الا مام شمس الاسلام محمود الا وزجندی رحمه الله تعالی عن المسجد تصرفوا فی اوقاف المسجد ، یعنی اجروا المستغل وله متول قال: لا یصح تصرفهم، (عالمگیریه کتاب الوقف ، الباب الحادی عشر ۲/ ٤٦٣ ماجدیه)

حالت صحت میں وقف کی ہوئی جائیداد سے محتاج وارثوں کو دینے کا حکم

(سوال) ہندہ نے اپنی حیات میں کل جائیداد اپنے تین وارثین (ماں آمنہ، بھائی عابد، بیٹا زاہد) پر تقسیم کر دی جس میں سے ایک مکان کو للہ وقف کر دیا اور اس کا متولی زاہد کو مقرر کیا۔ زاہد بڑا مالدار ہے۔ پھر بھی بعد وفات ہندہ اس وقف کی آمدنی کسی للہ موقع پر خرچ نہیں کرتا۔ ہندہ کے بھائی ماں نہایت ہی غریب ہیں یعنی آمنہ و عابد اس لئے اس وقف کی آمدنی میں ان دونوں میں سے کسی کا شرعاً کچھ حق ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

(جواب ۲۲۹) صورت مسئولہ میں آمنہ اور عابد بحیثیت محتاج ہونے کے اس وقف کی آمدنی سے حصہ پانے کے مستحق ہیں بشرطیکہ یہ وقف حالت صحت میں کیا ہو۔ **فان احتاج بعض قرابته اوولده الی ذلك والوقف فی الصحة فههنا احكام احدها ان صرف الغلة الی فقراء القرابة اولیٰ فان فضل منها شئی يصرف الی الا جانب الخ (هنديه)** (۱) اور زاہد اگر آمدنی وقف کی کسی للہ موقع پر خرچ نہیں کرتا تو بجائے اس کے کوئی دوسرا امانت دار متولی مقرر کیا جاسکتا ہے۔ **وينزع وجوباً لو الواقف فغيره اولی غير مامون اوعاجزاً الخ (در مختار)** (۲)

مسجد کی رقم دوسرے مصارف میں خرچ کرنے کا حکم

(سوال) مدارس بڑ میٹ مسجد کے اہل جماعت اپنی اپنی تجارت گاہوں میں فی ہزار روپیہ چار آنے گرفت کر کے مسجد کی خیرات کے نام سے ایک مد تخمیناً تیس سال سے جاری کئے اور بالاتفاق اس مد سے مسجد کے امام و مئوذن وچراغ و حصیر و پانی و مرمت وغیرہ کے خرچ بھی ادا کرتے رہے اور اسی سے مسافرین و غرباء کی امداد ہمیشہ سے دیتے اور خالص دینی مدرسہ اور اہل اسلام کے دینی اور دنیوی تعلیم کو انجمن کو ماہانہ چندہ دیتے ہوئے تھے۔ اور علاوہ برین مجروحین بلقان کی امداد کیلئے بھی اور دیگر ضروریات و رفاہ اہل اسلام پر موقع بموقع کچھ عطایا بھی اسی سے دیتے ہوئے آئے۔ اب دو سال سے وہ جماعت اپنے قواعد و قوانین رجسٹری کرا کر مذکور کار وبار چلا رہی تھی۔ جس میں یہ امر صاف رجسٹری شدہ ہے کہ اہل اسلام کے مذہب کی ترقی اس مد سے کی جائے۔ اب چند روز سے مذکور اہل جماعت کے بعض عمائدین میں یہ خدشہ پیدا ہوا ہے کہ مذکورہ مد سوائے مسجد کے اخراجات کے دوسرے امور پر خرچ کرنا مسجد کے نام پر وقف ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔ اور بعض دیگر عمائدین جماعت کہتے ہیں کہ مد مذکور وقف کی کسی قسم میں داخل نہیں ہوسکتی۔ نام سے کچھ نہیں ہوتا۔ اس مد کو وقف، نہیں کہہ سکتے۔ معطیوں کی نیت اگر سب امور متبرعہ حسنہ میں خرچ کرنے کی ہو تو اب بھی ہر جگہ صرف کر سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ مد اور اس کی آمد روز مرہ جدید ہے اور یہ مد شئی منقول وغیر منقول مستقل وغیر مستقل کی بحث میں آکر اختلافی وقف بھی ہو نہیں سکتی۔ اور اس میں دہندگان کی نیت کا اعتبار ہے پس اس میں فریق اول صواب پر ہیں یا فریق ثانی؟

(جواب ۲۳۰) یہ صورت وقف کی نہیں ہے۔ دینے والوں کا ایک تبرع ہے جو وقف سے جداگانہ حیثیت رکھتا

---

(۱) (الهندية، كتاب الوقف، الباب الثالث الفصل الثامن ۲ / ۳۹۵ ط ماجدية)
(۲) (الدر المختار، كتاب الوقف، مطلب يأثم بتولية الخائن ، ٤ / ۳۸۰ ط . سعيد)

ہے اور دینے والوں کی نیت کا اعتبار ہے۔اور جب کہ ان کی نیت اسلام کو ترقی دینے والے کاموں میں خرچ کرنے کی ہے جیسا کہ انہوں نے قوانین و قواعد کی رجسٹری میں لکھایا ہے اور جیسے کہ پہلے سے اس پر عمل در آمد ہو رہا ہے تو اب بھی انہیں جائز ہے کہ وہ اسلام کی ترقی کے اسباب پر اس رقم کا کوئی حصہ خرچ کریں۔ صرف مسجد کے ساتھ اس رقم کا اختصاص نہیں ہے۔وہ مسجد پر وقف ہے۔واللہ اعلم

مسجد کے لئے چندہ کرنے کی ایک صورت

(سوال) یہاں ایک قدیمی مسجد ہے جو کہ عام مسلمانوں کے چندے سے بنائی گئی ہے۔ مسجد کے تعمیر ہونے کے بعد ایک شخص بطور متولی مسجد کا کاروبار چلاتے اور ضروری انتظام کیا کرتے تھے۔ متولی مذکور نے اپنے ذاتی مال سے یا کسی دوسرے شخص کے مال سے جو ان کے پاس ہو مسجد کا انتظام بہت عرصہ تک کیا۔اس کے بعد تقریباً ایک سال سے اہل جماعت نے مسجد کے ضروری خرچ کے کرنے کے لئے یہ کیا کہ اہل جماعت تجارت پیشہ جس قدر مال فروخت کریں اس پر فی صدی چار آنے مال لینے والوں سے مسجد کے لئے لئے جائیں۔اور چار آنے فی صدی مال بیچنے والے اپنی طرف سے دیں۔اس طرح گویا آٹھ آنے فی صدی حق مسجد اہل جماعت ادا کریں۔اس قرار داد پر سب کا اتفاق ہوا۔اور سب لوگوں نے اس تحریری قرار داد پر دستخط کئے۔دو تین مہینے یہ انتظام برابر چلتا رہا۔اور فیصدی آٹھ آنے ہر ایک سے وصول ہوتا رہا۔ چند روز کے بعد اہل جماعت کی رائیں آپس میں مختلف ہو گئیں کہ اس قسم کے انتظام سے ہر ایک شخص کی مالی حالت اور تجارت کے راز اور لین دین کی پوری کیفیت ظاہر ہو جاتی ہے۔اس واسطے موجودہ قرار داد مناسب نہیں ہے۔بجائے اس کے ایسا کرنا چاہئے کہ اہل جماعت آپس میں اتفاق کر کے ایک عام چندہ مسجد کے ضروری خرچ چلانے کے لئے اور دوسرے کاموں کے لئے کریں۔اس رقم سے ضروری خرچ چلانے کے علاوہ ہمیشہ کی آمدنی کی بھی کوئی صورت کرلی جائے۔لہذا پہلی قرار داد کو بالکل باطل ٹھہرا کر اہل جماعت میں سے ہر ایک سے ایک غیر معین رقم ایک دفعہ بطور چندہ کے وصول کی جائے اور اس سے کوئی ہمیشہ کی آمدنی کی شکل کرلی جائے۔ اس دوسری تجویز پر اہل جماعت کا اتفاق نہیں ہوا اور پہلا انتظام بھی ٹوٹ گیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد دوسری تجویز بتانے والوں نے پہلی قرار داد کے موافق فیصدی آٹھ آنے کے حساب سے کچھ رقم جمع کر کے مسجد کے متولی کو دینا چاہا۔اس وقت متولی نے اس رقم کے لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ تمہارا روپیہ مسجد میں نہیں لیا جائے گا۔اب یہ روپیہ ان لوگوں کے پاس جمع ہے وہ کہتے ہیں کہ اس مسجد میں خرچ کرنے کی نیت سے یہ روپیہ ہم لوگوں نے الگ کر رکھا ہے۔ لیکن متولیوں کو مسجد میں لینے سے ہر طرح انکار ہے۔اب سوال یہ ہے کہ لوگوں نے جو پہلا انتظام کیا تھا وہ از روئے شرع ٹھیک ہے یا دوسرا انتظام ٹھیک ہے۔ پہلے انتظام کے بموجب کیا ہر تاجر اپنے خریدار سے فیصدی چار آنے لے سکتا ہے یا نہیں ؟اور قرار داد سے پھر جانے کا گناہ ہوا یا نہیں ؟ اور اگر دوسرا انتظام ٹھیک ہے تو وہ لوگ جو اس دوسرے انتظام کو چاہتے ہیں انہوں نے پہلی قرار داد کے موافق جو روپیہ اسی مسجد کے خرچ کے لئے الگ کر رکھا ہے جس کو متولی لینے سے انکار کرتے ہیں۔یہ روپیہ کہاں خرچ کیا جائے جو متولی مسجد کے لئے یہ روپیہ نہیں لیتے ان کو اس نہ لینے سے کوئی گناہ ہو گا یا نہیں ؟اگر اس مسجد میں یہ روپیہ خرچ نہ کیا جائے بلکہ کسی اور مسجد یا کسی کار خیر مثل مدارس وغیرہ کے

خرچ کیا جائے تو ازروئے شرع شریف جائز ہوگا یا نہیں ؟
(جواب ۲۳۱) ان الحکم الا لله۔ اہل مسجد مسجد کے مصارف کے لئے جو چندہ جمع کریں ان کا تبرع ہے اور جس انداز سے جمع کرنے پر باہم قرارداد کریں انہیں اختیار ہے بشرطیہ کہ وہ قرارداد اصول شرعیہ سے مصادم نہ ہو۔ اور کسی پر جبر نہ ہو۔ پہلی قرارداد مذکورہ سوال میں چار آنے فی صدی خریداروں سے مسجد کے لئے لینا خلاف شرع ہے اور شرط فاسد موجب فساد بیع ہے اور چار آنے فیصدی اپنے پاس سے دینا جائز ہے۔ اور پہلی قرارداد سے انحراف کرنا اگر اس وجہ سے ہو کہ اس کی وجہ سے ایک محذور شرعی کا ارتکاب لازم آتا ہے تو اس انحراف کا کوئی مضائقہ نہیں۔ مگر اس سے بچنے کی یہ صورت ہو سکتی تھی کہ آٹھ آنے فی صدی اپنے پاس سے ہی دیتے۔ اور خریدار سے ہی اگر چار آنے وصول کرنے تھے تو ان چار آنے کو ثمن میں داخل کر کے بیع کیا کرتے۔ مثلاً سو روپے کی چیز بیع کرتے وقت بجائے اس طور پر عقد کرنے کے کہ سو روپے اس چیز کی قیمت دو اور چار آنے مسجد کے لئے علیحدہ دینے ہوں گے اس طرح بیع کرتے کہ ایک سو روپے چار آنے اس چیز کی قیمت ہے تو پھر کوئی خرابی نہیں رہتی۔ لیکن پہلی قرارداد کو اپنی تجارتی مصلحت سے توڑنا بھی کوئی گناہ نہیں سوائے اس کے کہ ایک عہد اور وعدہ کا خلاف ہے۔ تو جب کہ وہ مسجد کو اسی قدر یا اس سے زیادہ فائدہ مجموعی چندہ سے پہنچانا چاہتے ہیں تو اس میں چنداں خلاف وعدگی کا بھی مضائقہ نہیں دوسرا انتظام بے تردد جائز ہے۔ پہلے انتظام کے بموجب جو چندہ جمع کر رکھا ہے وہ ابھی تک مسجد کی ملک نہیں ہوا ہے۔ مالکوں کو اختیار ہے کہ جس کار خیر میں چاہیں صرف کر دیں خواہ کسی دوسری مسجد میں یا کسی دینی مدرسہ میں یا کسی دوسرے نیک مقصد میں لگا دیں متولیوں کا مسجد کے لئے روپیہ نہ لینا موجب مواخذہ ہے۔ رجل اعطی درهما فی عمارة المسجد او نفقة المسجد اومصالح المسجد صح لا نه وان کان لا یمکن تصحیحه تملیکا بالهبة للمسجد فاثبات الملك للمسجد علی هذا الوجه صحیح فیتم بالقبض . کذافی الواقعات الحسامیه . ولو قال وهبت داری للمسجد او اعطیتها له صح ویکون تملیکا . فیشترط التسلیم کما لو قال وقفت هذه المائة للمسجد یصح بطریق التملیك اذا سلمه للقیم کذافی فتاوی العتابیه ولو قال هذه الشجرة للمسجد لا تصیر للمسجد حتی تسلم الی قیم المسجد کذافی المحیط (عالمگیری) (۱) ان تمام روایات سے ظاہر ہے کہ وہ رقم اب تک مالکوں کی ملک میں داخل ہے مسجد کی ملک نہیں ہوئی۔ انہیں اختیار ہے جس کار خیر میں چاہیں صرف کریں۔

مدرسہ کے چندہ کو واپس لینے یا خاص مد پر خرچ کرنے کا حکم

(سوال) ایک انجمن اسلامیہ نے زنانہ مدرسہ کی تعمیر کے لئے چندہ جمع کیا اور اس سے کچھ سامان خرید ا گیا۔ لیکن انجمن مدرسہ تعمیر نہیں کر سکی اور نہ آئندہ اس کی تعمیر کی کوئی امید ہے۔ ایسے سامان کے متعلق دریافت ہے کہ

(۱) (الفتاوی العالمگیرة ، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر، الفصل الثانی ۲/ ۴۶۰ ط. ماجدیة ، کوئٹه)

اس کو انجمن فروخت کر کے کسی دوسرے اسلامی مدرسہ کی مد تعلیم میں خرچ کر سکتی ہے یا نہیں ؟ اگر نہیں کر سکتی تو انجمن اس سامان کو کیا کرے۔ ایسی صورت میں کیا جائز ہے کہ اہل چندہ اپنا چندہ واپس لے کر اپنے ذاتی مصرف میں لائیں یا کسی دیگر نیک کام میں صرف کریں۔ یعنی بصورت عدم تعمیر مدرسہ کیا اہل چندہ کو حق واپسی چندہ ہے یا نہیں ؟

(جواب ۲۳۲) جو چندہ کہ لوگوں نے زنانہ مدرسہ کی تعمیر کے لئے دیا ہے وہ ابھی تک مالکوں کی ملک میں داخل ہے۔ انجمن کے کارکن ان کے وکیل ہیں۔ اگر زنانہ مدرسہ کی تعمیر کسی وجہ سے ملتوی ہو گئی تو چندہ اہل چندہ کو واپس دیا جائے یا ان کی اجازت سے کسی دوسرے کام میں صرف کیا جائے۔(۱)

صدقہ کے جانور کو فروخت کر کے اس کی رقم مدرسہ پر لگانے کا حکم

(سوال) مدرسہ اسلامیہ اور یتیم خانوں میں اکثر مسلمان لوگ بکرا یا بھیڑ بطور صدقہ طلبہ کے لئے دیتے ہیں۔ بعض وقت مدرسہ میں اس قدر گوشت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بجائے اس جانور کے ذبح کرنے کے مہتمم مدرسہ یہ چاہے کہ اس کو میں کسی قصاب سے فروخت کر دوں اور اس کی قیمت طلبہ کی روزانہ کی خوراکی میں صرف کر دوں یہ اس مہتمم کے لئے جائز ہے یا نہیں ؟ اور صدقہ کا جانور جو مدرسہ میں آئے اس کا فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

(جواب ۲۳۳) اگر دینے والوں کی طرف سے صراحۃً یا دلالۃً اس کی اجازت ہو تو جواز میں کوئی شبہ نہیں۔ لیکن اگر ان کی طرف سے اس امر کی اجازت نہ ہو تو مہتمم مدرسہ جانور کو فروخت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ دینے والے کا وکیل ہے اور وکیل کو تصرف کا اختیار اسی صورت سے ہوتا ہے جس طرح مؤکل معین کر دے۔ اور ممکن ہے کہ دینے والے نے جو جانور بھیجا ہے وہ نذر کا ہو یا کسی اور وجہ سے اس کا مقصود تقرب بالاراقۃ ہو۔ محض گوشت تقسیم کرنا منظور نہ ہو۔ ورنہ ممکن تھا کہ بجائے جانور بھیجنے کے وہ گوشت خرید کر بھیج دیتا اور ایسی حالت میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مہتمم کا یہ تصرف خلاف الی الخیر ہے۔ کیونکہ تقرب بالاراقۃ اور چیز ہے اور طلبہ کو ان کی حاجت کے اوقات میں کھلا دینا اور چیز ہے۔ الحاصل جب تک جانور دینے والوں کی صراحۃً یا دلالۃً اجازت نہ ہو مہتمم کو ایسا کرنا جائز نہیں۔(۲)

کیا مظلوموں کیلئے جمع کئے چندہ کو مدرسہ یا مسجد پر خرچ کر سکتے ہیں؟

(سوال) اہل اسلام نے چندہ اس غرض سے جمع کیا تھا کہ مظلومان آرہ پر تقسیم کیا جائے۔ اب ان لوگوں کی تقسیم کے بعد کچھ روپیہ باقی ہے اس کا کیا کیا جائے۔ آیا مسجد یا تعمیر مدرسہ یا تعلیم دینی میں صرف کر سکتے ہیں یا نہیں اب وہ روپیہ کس کام میں لائیں ؟

---

(۱) سئل عن وقف انهدم ولم يكن له شئى يعمر منه ، ولا امكن اجارته ولا تعميره ، هل تباع انقاضه من حجر وطوب وخشب ؟ اجاب : اذا كان الا مر كذلك صح بيعه با مرالحاكم ،ويشترى بثمنه وقف مكانه ، فاذالم يمكن رده الى ورثة الواقف ان وجد وا ولا يصرف للفقراء . (رد المحتار ، كتاب الوقف ، مطلب في الوقف اذا خرب ولم يمكن عمارته، ج : ٤ ص ٣٧٦، سعيد)
(۲) اذا شرط الواقف ان لا يو اجر اكثر من سنة ...... فليس للقيم ان يواجرها اكثر من سنة ، (رد المحتار ، كتاب الوقف ٤/ ٤٠٠ سعيد)

(جواب ۲۳۴) یہ لوگ جن کے پاس چندہ جمع ہے چندہ دینے والوں کے وکیل ہیں اور دینے والوں نے انہیں یہ چندہ مظلومین آرہ پر خرچ کرنے کے لئے دیا ہے اس لئے انہیں لازم ہے کہ انہیں مظلوموں پر خرچ کریں ورنہ باوجود اس کے کہ مظلومین بہار کو اس روپے کی حاجت ہو دوسرے موقع پر خرچ کرنے سے یہ ضامن ہوں گے ۔(۱) البتہ اگر چندہ دینے والے دوسری جگہ خرچ کرنے کی اجازت دے دیں یا مظلومین بہار کو احتیاج اعانت نہ رہی ہو تو پھر یہ لوگ اس روپے کو دوسری جگہ کے مساکین یا طلبہ پر خرچ کر سکتے ہیں۔ لیکن تعمیر مسجد و مدرسہ پر خرچ کرنا کسی طرح جائز نہیں (۲) ۔(۳)

بدکاری کی اجرت سے زمین وقف کرنا

(سوال) ایک عورت بد افعال بازاری تھی اس نے کچھ زمین خرید کر مسجد کے اخراجات کے لئے وقف کر دی۔ عرصہ بارہ سال کا ہوا۔ اس عرصہ میں مسجد کا خرچ اسی کے ذریعہ سے پورا ہوتا رہا۔ اب اس کے وارث کہتے ہیں کہ یہ زمین چونکہ اسی پیسہ سے متوفیہ نے خریدی تھی جو کہ زنا کے پیشہ سے اس نے پیدا کیا تھا اور متوفیہ کی کوئی آمدنی سوائے اس کے نہ تھی۔ اب یہ زمین آیا مسجد کے صرف کے لئے جائز ہے ؟

(جواب ۲۳۵) جو زمین کہ متوفیہ نے خرید کر مسجد کے لئے وقف کی ہے ظاہر ہے کہ خود وہ زمین زنا کے بدلے میں اس نے حاصل نہیں کی ہے بلکہ خرید کر اس کی مالک بنی ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ زمین کی خرید میں بوقت عقد کسی مخصوص مشارالیہ روپے کی طرف اشارہ نہیں ہوتا۔ نیز دراہم دونانیر عقد بیع میں غیر متعین ہوتے ہیں پس بیع سے متوفیہ اس زمین کی مالک تو ہو گئی۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اگر بوقت عقد خاص حرام روپے کی طرف اشارہ کیا ہو کہ ان روپوں سے خریدتی ہوں یا اس کی نیت میں یہ بات ہو کہ حرام روپے سے قیمت ادا کروں گی تو ملک میں خبث آگیا اور اگرچہ متوفیہ کی اور کوئی حلال کمائی ظاہر اور معلوم نہ ہو تاہم ممکن ہے کہ اس نے زمین کی قیمت ادا کرنے کے لئے کسی سے روپیہ قرض لے لیا ہو جیسا کہ اکثر حرام کمائی والے نیک کاموں میں خرچ کرنے کے وقت کرتے ہیں اور قرض سے حاصل کیا ہوا روپیہ زمین کی قیمت میں دے دیا ہو۔ پس ان صورتوں میں حکم یہ ہے کہ اس زمین کے وقف کی صحت کا قضاءً حکم دیا جائے گا اور حکماً کوئی اس وقف کو باطل نہیں کر سکتا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ دیانۃً چونکہ ظاہر یہی ہے کہ حرام کمائی کے ذریعہ سے وہ زمین حاصل کی گئی ہے اور اس میں بھی ایک قسم کا خبث ہے اور خبیث چیز کو طاعات و عبادات کی جگہ صرف کرنا مذموم ہے اس لئے بہتر یہی ہے کہ وہ روپیہ مسجد میں نہ لگایا جائے۔ لیکن اگر مسجد کی کوئی اور آمدنی نہ ہو صرف اسی روپے سے اس کی ضروریات پوری

---

(۱) مسجد له مستغلا ت و اوقاف ارادالمتولی ان یشتری من غلة الوقف للمسجد دهنا اوحصیر ا او حشیشا ...... ان وسع الواقف ذالك للقیم و ...... ان لم یوسع ولكنه وقف لبناء المسجد وعمارة المسجد لیس للقیم ان یشتری ما ذكرنا . (الهندية ، كتاب الوقف ، الباب الحادی عشر ، الفصل الثانی ۲/ ٤٦١ ط . ماجدية) (قلت علم بهذا ان الوكیل لا یجوز له الخلاف فیما امره الموكل)

(۲) ولو ان قوما بنوا مسجد ا وفضل من خشبهم شئی قالو ا یصرف الفاضل فی بنائه ولا یصرف الی الدهن والحصیر ، هذا اذا سلموه الی المتولی لیبنی به المسجدوا لایكون الفاضل لهم یصنعون به ما شاؤا (الهندیه، كتاب الوقف، الباب الحادی عشر ، ۲/ ٤٦٤ ط . ماجدية)

(۳) ولو استثنی فقال لا توجر اكثر من سنة الا اذا كان انفع للفقراء ، فللقیم ذلك اذا رأه خیرا بلا اذن القاضی . (رد المحتار ، كتاب الوقف ٤ ٤٠٠ ط . سعید)

ہوتی ہوں تو اس کے خرچ کرنے کی گنجائش نکلتی ہے اگرچہ مکروہ ہے۔ قال تاج الشریعة اما لو انفق فی ذلك مالا خبیثا او مالا سببه الخبیث والطیب فیکره لان الله تعالیٰ لا یقبل الا الطیب فیکره تلویث بیته بما لا یقبله اھ شرنبلالیه (ردالمحتار)

مسجد کی ضرورت سے زائد آمدنی کو دوسری مساجد پر خرچ کرنا

(سوال) کسی مسجد میں آمدنی اس قدر زیادہ ہو کہ اس کی حاجت مسجد مذکور میں کبھی نہیں ہوگی بلکہ حاجت سے از حد زیادہ ہے اور دوسری مسجدیں بہت تنگ حالت میں ہوں اس قدر کہ اگر ان مسجدوں میں خرچ نہ کیا جائے اور مرمت نہ ہو تو یہ مسجدیں بالکل تلف ہو جائیں اور مسجد اول الذکر تونگر کا روپیہ ان مسجدوں میں نہ لیں تو وہ حادثے در پیش ہوتے ہوں کہ ظلماً وہ مال غیر عبادت اور غیر نیک کام میں ضائع ہو جائے۔ لہذا صورت مذکورہ میں تونگر مسجد کا روپیہ دوسری حاجت مند اور مفلس مسجدوں میں خرچ کرنا درست اور نیک ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔ مورخہ ۹ جنوری ۱۹۱۷ء

(جواب ۲۳۶) حنفیہ کا اصل مذہب تو یہی ہے کہ ایک وقف کا مال دوسرے میں خرچ کرنا جائز نہیں ہے اور یہ حکم تمام متون و شروح و فتاویٰ میں موجود ہے۔ لیکن فقہاء کی بعض تصریحات اور فتاویٰ کی بعض جزئیات سے اتنی گنجائش نکلتی ہے کہ اگر کوئی وقف زمین یا مکان یا مسجد ویران ہو جائے اور اس کی حاجت بھی نہ رہے تو اس کے مال و اسباب کو کسی دوسری محتاج مسجد میں نقل کیا جا سکتا ہے۔ قال فی رد المحتار بعد مانقل عن شمس الائمة الحلوانی وغیره جو از نقل اوقاف المسجد اذا خرب المسجد ووقع الاستغناء عنه الی مسجد اخر مانصه والذی ینبغی متا بعة المشائخ المذکورین فی جواز النقل بلا فرق بین مسجد اوحوض کما افتی به الا مام ابو شجاع والا مام الحلوانی وکفی بهما قدوة ولا سیما فی زما ننا فان المسجد او غیره من رباط اوحوض اذا لم ینقل یا خذ انقاضه اللصوص والمتغلبون کما هو مشاهد وکذالك اوقافه ، یا کلها النظار او غیرهم ویلزم من عدم النقل خراب المسجد الاٰخر المحتاج الی النقل الخ.انتهیٰ (ردالمحتار)(۱) اور صورت مسئولہ میں اگرچہ یہ صورت نہیں ہے کہ مسجد موقوف علیہ ویران ہو گئی اور اس کی حاجت نہ رہی۔ لیکن اس کا غنی ہونا اور جمع شدہ مال کی طرف محتاج نہ ہونا اور جمع شدہ مال کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہونا۔ یہ سب امور ایسے ہیں کہ ان کی وجہ سے جواز نقل کا فتویٰ دیا جاتا ہے۔ قلت ومما یستانس به لجواز النقل فی هذه الصورة مافی الدر المختار لا باس بنقشه خلا محرابه بجص وماء ذهب لو بما له لا من مال الوقف فانه حرام وضمن متولیه لو فعل النقش اوالبیاض الا اذا خیف طمع الظلمة فلا بأس به کافی انتهی مختصراً . (۲) وفی رد المحتار قوله الا اذا خیف ای بان اجتمعت عنده، اموال المسجد وهو مستغن عن العمارة والا فیضمنها کما فی القهستانی عن النهایة انتهیٰ ۔(۳) پس جب کہ مسجد موقوف علیہ کا مال اس قدر جمع ہو جائے کہ مسجد کو نہ فی الحال اس کی

(۱) (رد المحتار کتاب الوقف ، مطلب فی نقل انقاض المسجد، ٤/ ٣٦٠ ط . سعید)
(۲) (الدر المختار کتاب الصلاة ، مطلب کلمة لا باس دلیل علی ان المستحب غیره لان الباس الشدة ١/ ٦٥٨ ط . سعید)
(۳) (رد المحتار ، کتاب الصلاة مطلب کلمة لا باس دلیل علی ان المستحب غیره ١/ ٦٥٨ ط . سعید)

ضرورت ہو اور نہ آئندہ ضرورت پڑنے کا اندیشہ ہو اور جمع رہنے میں مال کے تلف ہو جانے کا ظن غالب خوف ہو اور دوسری مسجد کو تعمیر کی حاجت ہو کہ بغیر تعمیر اس کی ویرانی کا اندیشہ ہو تو ایسی حالت میں مسجد اول الذکر کا مال **اقرب المساجد المحتاجة الى العمارة** میں لگا دینا جائز ہے۔ **واللہ اعلم**

کتبہ محمد کفایت اللہ غفر لہ، مدرس مدرسہ امینیہ سنہری مسجد دہلی (مہر دارالافتاء مدرسہ امینیہ عربیہ اسلامیہ (دہلی) الجواب صواب۔ بندہ محمد امین عفی عنہ مدرسہ امینیہ دہلی۔ الجواب صحیح بندہ ضیاء الحق عفی عنہ مدرسہ امینیہ دہلی۔ محمد عبدالغفور دہلوی۔ محمد قاسم عفی عنہ مدرس مدرسہ امینیہ۔ انظار حسین عفی عنہ مدرسہ امینیہ۔ احمد سعید عفا اللہ عنہ۔

مسجد کی زائد از ضرورت آمدنی کو دوسری مسجد یا مدرسہ پر خرچ کرنے کا حکم

(سوال) اس طرف بعض مساجد کے اوقاف کی آمدنی اس قدر زیادہ ہے کہ مسجد میں کبھی خرچ نہیں ہوتی۔ مثلاً مسجد کا خرچ سو ۱۰۰ روپے ماہوار ہے اور آمدنی ہزار روپے ماہوار ہے۔ اس بچت سے ہزاروں لاکھوں روپیہ جمع ہو جاتا ہے۔ بسااوقات اس جمع شدہ روپے سے اور جائیداد خرید لی جاتی ہے حالانکہ اس جمع شدہ روپے اور خرید کردہ جائیداد کی مسجد کو نہ فی الحال حاجت ہے اور نہ بظن غالب فی المآل۔ اور اکثر اوقات متولی یا اور اشخاص اس جمع شدہ مال کو کھا اڑا جاتے ہیں اور بجائے کسی دینی یا رفاہ عام کے کام میں خرچ ہونے کے ان کی ناجائز خواہشات میں یہ مال خرچ ہو جاتا ہے۔ پس ان اموال کے متعلق سوالات ذیل جواب طلب ہیں۔
(۱) کیا یہ اموال زائدہ از حاجت کسی دوسری مسجد محتاج میں خرچ ہو سکتے ہیں؟
(۲) کیا یہ اموال فاضلہ کسی ایسے دینی مدرسہ میں جس میں علوم مذہبیہ قرآن مجید، تفسیر، حدیث فقہ وغیرہ کا درس ہوتا ہے صرف کئے جا سکتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

(جواب ۲۳۷) ان الحكم الا لله . رعاية شرط الواقف ضرورية حتى قال الفقهاء شرط الواقف كنص الشارع كما في الا شباه والدر المختار (۱) **وغيرهما وفرعوا على هذا الا صل فروعاً كثيرة مهمة . ثم الشرط قديثبت صراحة كما ان الواقف وقف شيئاً على مسجد مثلا ونص على انه لا يصرف في غيره وقد يثبت دلالة بحكم العرف كما انه سمى في الوقف المسجد المعين ولم ينص على انه هل يصرف في غيره ام لا . وهذا حكم ظاهر على من له نظر في كتب الفقه.ثم رأينا هم اختلفوا في فاضل الوقف انه هل يصرف الى موضع اخر**

(جواب) ان الحكم الا لله۔ شرط واقف کی رعایت ضروری ہے۔ یہاں تک کہ فقہا نے فرمایا ہے۔ "شرط واقف مثل نص شارع کے ہے۔" اسی طرح اشباہ اور در مختار وغیرہ میں مذکور ہے اور اسی قاعدہ پر فقہا نے بہت سے احکام جزئیہ مہمہ متفرع کئے ہیں۔ پھر شرط کبھی تو صراحۃً ثابت ہوتی ہے۔ مثلاً واقف نے ایک شئی کسی مسجد معین پر وقف کر کے تصریح کر دی کہ دوسری چیز پر صرف نہ کی جائے۔ اور کبھی شرط کا ثبوت دلالۃً بحکم

(۱) (الدرالمختار ، كتاب الوقف، مطلب في قولهم شرط الواقف كنص الشارع ، ٤/ ٤٣٣ ط . سعيد)

عرف ہوتا ہے جیسے واقف نے کسی مسجد معین پر جائیداد وقف کر دی اور یہ تصریح نہ کی کہ کسی دوسری چیز میں صرف کی جائے یا نہ کی جائے۔ اور یہ حکم ماہرین فقہ پر ظاہر ہے۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ اوقاف کی زائد از حاجت آمدنی کے بارے میں کہ آیا وہ فاضل آمدنی کسی دوسرے مصرف میں خرچ ہو سکتی ہے یا نہیں فقہا کا اختلاف !

ام لا فمنهم من منع مطلقا ومنهم من اجاز لكن بشرط اتحاد الواقف والجهة ومنهم من قال بالجواز بحسب مايراه الا مام من المصلحة . فهؤلآء ثلث فرق اختلفوا على ثلٰثة اقوال۔

فالفر قة الا ولى اخذت بالقاعدة المذكورة وعضت عليها بالنواجذ فلم تجوز خلافها والفرقة الثانية ارخت العنان لكن مراعية للجهتين اى رعاية القاعدة المارة وصيانة الفاضل عن الضياع . والفرقة الثالثة اطلقت الا مر فللامام وراعت غرض الواقفين اذلا شك ان غرض الواقفين انه تصرف اوقافهم فى امور الخير وفى سبيل الله ولا تترك سدىً فتضيع ويا كلها المتغلبون۔

وما ذهبت اليه الفرقتان الاولى والثانية لا خفاء فى انه امرجلى و مذهب قوى بحسب الروايات الفقهية ماحدهما اقوى من الاٰخر. فمن ادلة المانعين مطلقامافى الا شباه حيث قال صرح فى البزازية وتبعه فى الدرر وا لغرربانه لا يصرف فاضل ہے۔ بعض فقہاء تو مطلقاً منع کرتے ہیں اور بعض اس شرط سے اجازت دیتے ہیں کہ دونوں وقفوں کا واقف اور جہت وقف متحد ہو تو ایک کی فاضل آمدنی دوسرے پر خرچ ہو سکتی ہے۔ اور بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ امام جیسی مصلحت دیکھے اس کے موافق خرچ کر سکتا ہے تو فقہا کے یہ تین گروہ اور ان کے یہ تین قول ہو گئے۔ فرقۂ اولیٰ نے تو قاعدہ مذکورہ بالا کو لیا اور اس پر نہایت سختی سے عمل کیا اور اس کے خلاف کی اجازت نہ دی اور فرقہ ثانیہ نے ذرا نرمی برتی لیکن دونوں جانب کی رعایت مد نظر رکھی یعنی قاعدہ مذکورہ کا بھی لحاظ کیا۔ اور محاصل اوقاف کو ضائع ہونے سے بھی محفوظ رکھنے کا خیال کیا اور فرقہ ثالثہ نے امام اور حاکم اسلام کو مختار بنا دیا کہ وہ غرض واقفین کو ملحوظ رکھتے ہوئے جہاں مناسب سمجھے خرچ کرے۔ کیونکہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وقف کرنے والوں کی غرض یہی ہوتی ہے کہ ان کے اوقاف امور خیر اور خدا کی راہ میں خرچ ہوں اور متغلبین کے کھانے کے لئے یا ضائع ہونے کے لئے نہ چھوڑ دیئے جائیں۔ فرقہ اولی اور فرقہ ثانیہ کے قول تو نہایت صاف اور ظاہر ہیں اور روایات فقہیہ کے لحاظ سے نہایت قوی و مستحکم۔ اور پھر ایک قول دوسرے سے اقویٰ ہے۔ مانعین کی دلیلوں میں سے اشباہ کی یہ عبارت ہے کہ "بزازیہ میں تصریح ہے اور درر و غرر میں بھی اس کا اتباع کیا ہے کہ ایک وقف کی فاضل۔ **وقف لوقف اخر. اتحد واقفها او اختلف . انتهى**(۱)

ومن ادلة المجوزين بشرط اتحاد الواقف والجهة مافى الدرالمختار حيث قالى اتحد الواقف والجهة. و قل مرسوم بعض الموقوف عليه بسبب خراب وقف احدهما جاز للحاكم ان يصرف من فاضل الوقف الاٰخر عليه لا نهما حينئذ كشئى واحد انتهىٰ۔(۲)

(۱)(الدر المختار ، كتاب الوقف، مطلب فى نقل إنقاض المسجد و نحوه ۴/ ۳۶۰ط . سعيد)
(۲) تنوير الابصار مع الدر المختار كتاب الوقف ، ج : ۴ / ۳۶۰

ومن ادلة المجوزین مطلقا ای اتحد الواقف والجهة اوا ختلفا للامام بحسب مایراه من المصلحة مافی حاشیة الحموی علی الا شباه حیث قال ویعارضه مافی فتاوی الا مام قاضی خان من الناظر له صرف فائض الوقف الی جهات بربحسب مایراه انتهی.

وتبین بهذا ان المسئلة خلافیة اختلف فیها الفقهاء لکنا اذاامعنا النظر عنّ لنا وجه یجمع هذه الا قوال وهو ان المانعین لعلهم یمنعون اذا احتاج الموقوف علیه الی العمارة وغیرها کما یشیر الیه مافی الحاشیة الحمویة حیث قال

آمدنی دوسرے میں خرچ نہ کی جائے خواہ دونوں کا واقف ایک ہو یا مختلف۔ انتہی۔ اور جو لوگ کہ اتحاد واقف وجہت وقف کی صورت میں اجازت دیتے ہیں منجملہ ان کی دلیلوں کے در مختار کی یہ عبارت ہے۔ "واقف اور جہت وقف متحد ہو اور ایک وقف کی آمدنی کم ہو جانے سے اس کے موقوف علیہم کا وظیفہ کم ہو جائے تو حاکم کو جائز ہے کہ دوسرے وقف کی بچی ہوئی آمدنی سے خرچ کر دے۔ کیونکہ اس صورت میں دونوں وقف شئی واحد کا حکم رکھتے ہیں۔ انتہی۔

اور جو لوگ کہ امام کو مطلقاً اجازت دیتے ہیں ان کی دلیلوں میں سے حاشیہ حموی علی الا شباہ کی یہ عبارت ہے "اور اس حکم منع کا معارض وہ حکم ہے جو فتاویٰ قاضی خاں میں ہے وہ یہ کہ ناظر کو جائز ہے کہ وقف کی فاضل آمدنی کی جہات خیر میں جس طرح مناسب سمجھے خرچ کر دے۔" انتہی

اس تمام بیان سے ظاہر ہو گیا کہ مسئلہ اختلافی ہے۔ لیکن جب ہم نے اس پر اچھی طرح غور کیا تو ان اقوال مختلفہ کو جمع کرنے کی ایک صورت ہماری سمجھ میں آگئی۔ وہ یہ کہ مانعین غالباً اس صورت میں منع کرتے ہیں کہ مسجد موقوف علیہ تعمیر کی محتاج ہو (خواہ فی الحال یا فی المآل) جیسا کہ حاشیہ حموی میں اس کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ حاشیہ مذکورہ کی عبارت یہ ہے کہ "اور بعضوں نے کہا کہ تاتارخانیہ میں یہ مذکور ہے کہ قاضی

وقال بعضهم الذی فیها (ای فی التاتارخانیة) لا یصرف القاضی الفاضل من وقف المسجد اه۔

ثم قال والظاهر ان ذلك لجواز احتیاج المسجد الی عمارة کثیرة فینبغی ان یعتدلها ما صرف الیها بشراء مستغل وینبغی ان یکون اوقاف المدارس والرباط فی حکمه بخلاف مالیس من هذا القبیل . انتهی

قلت. فانظر کیف علل حکم المنع باستظهار ان ذلك لجواز احتیاج المسجد ثم قوله ینبغی یشیر الی ان لا عداد امر مستحسن لا واجب . وذلك لا ن الحاجة وان کانت .ممکنة الوجود مآ لاً فانها معدومة حالاً والا لم یکن المال فائضابل مشغولاً.

وان المنجوزین یجوز ون اذا استغنی الموقوف علیه ثم اختلفوا فبعضهم (ای الفرقة الثانیة التیٰ تعتبر اتحاد الواقف والجهة) اجاز لکن مع رعایة شرط الواقف بحسب ما امکن وذلك هو المراد بقولهم اتحد الواقف والجهة (الی) لا نهما حینئذ کشئی واحد. وبعضهم

وقف مسجد کی فاضل آمدنی خرچ نہ کرے۔ پھر محشی نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ ممانعت کا حکم اس لئے ہے کہ مسجد

کے محتاج تعمیر ہونے کا امکان ہے اس لئے مناسب ہے کہ عمارت ممکنہ کے لئے اس قدر روپیہ رکھا جائے کہ بوقت ضرورت صرف کیا جا سکے اور مناسب ہے کہ مدارس اور رباط کے وقف بھی اسی حکم میں ہوں۔ بخلاف ان اوقاف کے جو اس قسم کے نہیں۔ انتہی

خاکسار کہتا ہے کہ دیکھئے اس عبارت میں ممانعت کے حکم کو معلل باحتیاج مسجد ہونا بیان کیا ہے۔ پھر محشی کا یہ قول "مناسب ہے" اس امر کی جانب مشیر ہے کہ عمارت ممکنہ کے لئے روپیہ جمع رکھنا امر مستحسن ہے واجب نہیں۔ کیونکہ حاجت اگرچہ مآلاً ممکن الوجود ہے لیکن فی الحال تو معدوم ہے ورنہ وہ مال فاضل نہیں بلکہ مشغول ہوگا۔ اور مجوزین جو اجازت دیتے ہیں وہ اس صورت میں کہ وقف مستغنی ہو۔ پھر ان میں دو فریق ہوگئے۔ ایک فریق نے بصورت استغنا اجازت تو دی لیکن اتحاد واقف و جہت وقف کا لحاظ مد نظر رکھا، تاکہ حتی الامکان شرط واقف کی رعایت ہو سکے اور دوسرے فریق نے حفاظت مال وقف کے خیال کو مقدم سمجھا اور غرض واقف کی رعایت کی کہ اس کا مال خدا کی راہ میں خرچ ہو اور فضول برباد نہ ہو جائے۔ اور اس صورت میں بعض اقوال کو بعض پر ترجیح دینے کی حاجت نہیں کیونکہ ہر فریق کی نظر ایک خاص شرعی امر پر ہے۔

قدمه جهة الصيانة وراعى غرضه الذى هوا لا نفاق فى سبيل الله . وعلى هذالا حاجة الى ترجيح بعض هذه الا قوال على بعض فكل يعمل على شاكلته ولكل وجهة هو موليها فاستبقواالخيرات.

فللمفتى ان يفتى بالجواز فى واقعة السئوال صيانة لا موال الله عن الضياع وانقاذا لها عن ايدى الظلمة المتغلبة الذين يا كلون اموال الله ولا يالون.

ومع ذلك ان اشتهيت معرفة مايستانس به للقول الثالث فعليك بهذه الروايات الحديثية والفقهية۔

قال السيد الحموى فى حاشية الاشباه بعد مانقل قول المانعين و يعارضه مافى فتاوى الامام قاضى خان من ان الناظر له صرف فائض الوقف الى جهات بحسب مايراه . انتهى

وفى الهندية اصابه البردالشديد فى الطريق فدخل مسجداً فيه خشب الغيرو لولم يوقدنار ايهلك فخشب المسجد فى الا يقاد اولى من غيره . انتهى

قلت . لما جاز صرف مال المسجد لضرورة احياء نفس واحدة فلان

اور ہر ایک کا قبلہ توجہ ایک امر مستحسن ہے تو بھلائی اور خیر کی طرف سبقت کرو۔ پس مفتی کو گنجائش ہے کہ وہ واقعہ سوال میں جواز نقل کا فتویٰ دے تاکہ خدا کے مال ضائع ہونے سے بچیں اور ظالمین متغلبین کے ہاتھ سے محفوظ رہیں جو کہ اوقاف کے مال بیباکی سے ہضم کر جاتے ہیں اور ڈکار بھی نہیں لیتے۔ پھر اگر تم چاہتے ہو کہ فریق ثالث کے قول کے مؤیدات معلوم کرو تو ان روایات حدیثیہ اور فقہیہ کو بغور ملاحظہ کرو۔

روایات فقہیہ

سید حموی نے حاشیہ اشباہ میں مانعین کا قول نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ اس حکم ممانعت کے معارض

وہ حکم ہے جو فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ ناظر وقف کو اختیار ہے کہ وقف کی فاضل آمدنی کو جہات خیر میں جیسے مناسب سمجھے خرچ کرے انتہیٰ اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ کسی کو راستہ میں سخت سردی لگی وہ کسی مسجد میں داخل ہوا۔ مسجد میں کسی شخص کی لکڑیاں رکھی تھیں اس کی حالت یہ تھی کہ اگر آگ نہ سلگائے تو ہلاک ہو جائے تو مسجد کی لکڑیاں سلگانا اولیٰ ہے اس سے کہ کسی غیر شخص کی لکڑیاں جلائے۔ انتہیٰ۔ خاکسار کہتا ہے کہ جب ایک شخص کی جان بچانے کے لئے مسجد کی لکڑیاں سلگانے کی اجازت دے دی گئی تو اگر ایک جماعت مسلمین کی جان بچانے کے لئے اموال مسجد خرچ کئے جائیں تو بدرجہ اولیٰ

يجوز لضرورة احياء نفوس جماعة من المسلمين اولىٰ.

وفى الهندية يجوز ادخال الحبوب واثاث البيت فى المسجد للخوف فى الفتنه العامة كذافى القنيه . انتهى (۱)

قلت . فانظر كيف جاز استعمال المسجد عند الضرورة لغرض لم يبن له .

وفى الدر المختار لا باس بنقشه خلا محرابه بجص وماء ذهب لوبماله لا من مال الوقف فانه حرام وضمن متوليه لو فعل النقش او البياض الا اذا خيف طمع الظلمة فلا باس به كافى انتهى مختصراً۔(۲)

وفى رد المحتار قوله الا اذا خيف اى بان اجتمعت عنده اموال المسجد وهو مستغن عن العمارة والا فيضمنها كما فى القهستانى عن النهاية انتهى!

قلت . فانظر كيف اباح صرف الاموال المجتمعة فى وجه محذورحين الا ستغناء عنها وطمع الظلمة فيها.

وفى رد المحتار بعد مانقل عن شمس الائمة الحلوانى وغيره جواز نقل اوقاف المسجد اذا خرب المسجد ووقع الا ستغناء عنه الى مسجد اخرو نصه والذى ينبغى

جائز ہوگا۔ اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ عام فتنہ کے وقت جائز ہے کہ مسلمان اپنے گھروں کے سامان لے کر مسجد میں گھس جائیں كذافى القنيه۔انتهى

خاکسار کہتا ہے کہ دیکھو ضرورت شدیدہ کے وقت مسجد کو ایک ایسے کام کے لئے استعمال کرنا جائز ہو گیا جو غرض مسجد کے خلاف ہے۔ اور در مختار میں ہے کہ ...... "مسجد میں نقش و نگار سوائے محراب کے اور جانبوں میں بنانے کا مضائقہ نہیں ہے۔ چونے سے یا سونے کے پانی سے۔ بشرطیکہ بنانے والا اپنے مال سے بنائے نہ مال وقف سے کہ یہ حرام ہے۔ اور اگر متولی مال وقف سے نقش و نگار بنوائے یا سفیدی کرائے تو ضامن

(۱) (الدرالمختار، كتاب الصلاة ، مطلب كلمة لا باس دليل على ان المستحب غيره لان الباس الشدة ، ۱/ ۶۵۸ ط . سعيد)
(۲) ايضاً بحواله بالا

ہو گا ہاں اگر ظالموں کی طمع کا خوف ہو تو مضا ئقہ نہیں (کافی) انتھی۔ اور ردالمحتار شامی میں ہے کہ مصنف کا یہ قول کہ طمع کا خوف ہوالخ یعنی جب کہ متولی کے پاس مسجد کا مال جمع ہو جائے اور مسجد کو تعمیر کی حاجت نہ ہو ورنہ متولی ضامن ہو گا جیسا کہ قہستانی میں نہایہ سے منقول ہے۔ انتہی۔ خاکسار کہتا ہے کہ دیکھو مسجد کے استغنا عن العمارۃ اور مال کے ضائع ہونے کے خوف کی صورت میں ایک ایسے کام میں خرچ کرنے کی اجازت دے دی بصورت عدم خوف ہلاک اس میں خرچ کرنے سے متولی ضامن ہوتا تھا۔ اور ردالمحتار شامی میں پہلے شمس الائمۃ حلوانی وغیرہ سے نقل کیا کہ جب کوئی مسجد ویران ہو جائے اور اس کی حاجت نہ رہے تو اس کے اوقاف دوسری مس

متابعة المشائخ المذكورين في جواز النقل بلا فرق بين مسجد اوحوض كما افتى به الامام ابو شجاع و الامام الحلوانى وكفى بهما قدوة ولا سيما فى زماننا فان المسجد او غيره من رباط او حوض اذا لم ينقل يا خذ انقاضه اللصوص و المتغلبون كما هو مشاهد و كذالك اوقافه يا كلها النظارا وغير هم ويلزم من عدم النقل خراب المسجد الأخر المحتاج الى النقل الخ انتهى۔(١)

وفى الهندية مال موقوف على سبيل الخير وعلى الفقراء بغير اعيانهم . ومال موقوف على المسجد الجامع و اجتمعت من غلتهما ثم نابت الا سلام نائبة مثل حادثة الروم واحتيج الى النفقة فى تلك الحادثة اما المال الموقوف على المسجد الجامع ان لم يكن للمسجدحاجة للحال فللقاضى ان يصرف فى ذلك لكن على وجه القرض فيكون دينا فى مال الفئ . واما المال الموقوف على الفقراء فهذا على ثلثة اوجه . اما ان يصوف الى المحتاجين اوالى الا غنياء من ابناء السبيل اوالى الاغنياء من غير ابناء السبيل۔

مسجد کی جانب منتقل کرنا جائز ہے۔ پھر فرمایا کہ مناسب یہی ہے کہ جواز نقل میں مشائخ مذکورین کا اتباع کیا جائے اور مسجد اور حوض کا فرق نہ کیا جائے جیسا کہ امام حلوانی اور امام ابو شجاع نے فتویٰ دیا ہے اور ان دونوں کی اقتدا کافی ہے بالخصوص اس ہمارے زمانہ میں۔ کیونکہ مسجد یا رباط یا حوض خراب شدہ کا اسباب اگر نقل نہ کیا جائے تو چور اور متغلبین اسے اٹھالے جاتے ہیں جیسا کہ مشاہدہ ہو رہا ہے اور اس کے اوقاف کو خود متولی یا اور اشخاص کھا جاتے ہیں اور اس کا اسباب نقل نہ کرنے سے دوسری محتاج مسجدیں بھی ویران رہ جاتی ہیں الخ انتھی۔ اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ کچھ مال ہے جو سبیل خیر کے لئے اور غیر معین فقراء کے لئے وقف ہے۔ اور کچھ مال مسجد جامع کے لئے وقف ہے اور ان دونوں کی آمدنی جمع ہے۔ پھر اسلام کو کوئی حادثہ پیش آیا جیسے کہ روم کا حادثہ اور اس حادثہ میں خرچ کی حاجت ہوئی تو مسجد جامع کا جو مال ہے اس کا حکم یہ ہے کہ اگر مسجد کو فی الحال اس کی حاجت نہ ہو تو قاضی کو اختیار ہے کہ اس مال کو اس اسلامی حادثہ میں بہ طور قرض خرچ کرلے اور پھر مال غنیمت میں سے ادا کردے اور مال موقوف علی الفقراکی تین صورتیں ہیں کہ یا تو وہ محتاجین میں صرف کیا جائے یا اغنیائے مسافرین میں یا اغنیائے غیر مسافرین میں۔ پہلی اور دوسری صورت میں بغیر لحاظ قرض خرچ کرنا جائز

(١)(رد المحتار، كتاب الوقف، مطلب فى نقل انقاض المسجد ونحوه ٤/ ٣٦٠ ط . سعيد)

ہے اور تیسری صورت

ففی الوجه الا ول والثانی جازلا علی وجه القرض وفی الوجه الثالث المسئلة علی قسمین اما ان رأی قاض من قضاة المسلمین جوا ز ذلك او لم یر ففی القسم الا ول جاز الصرف لا بطریق القرض وفی القسم الثانی یصرف علی وجه القرض فیکون دینا فی مال الفئی کذا فی الو اقعات الحسامیه انتهی۔(۱)

قلت یستانس بقوله ان لم تکن للمسجد حاجة للحال انه ان لم تکن له حاجة للحال و لا فی المال جاز الصرف لا علی وجه القرض ایضا وکذا جواز صرف وقف الفقراء الی الا غنیاء یدل علی ماقلنا . وکذا جوازه برؤیةقاض یدل علی ان المسئله مجتهد فیها و کل ذلك عند الضرورة الشدیدة و النوائب العظیمة و الله اعلم.

اما الروایات الحدیثیة فمنها ما اخرجه الامام مسلم فی صحیحه عن عائشه رضی الله عنها قالت سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم ویقول لولا ان قومك حدیث عهد بجا هلیة اوقال بکفر لا نفقت کنز الکعبة فی سبیل اللہ (۲)

میں پھر دو صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ کوئی قاضی اغنیاء غیر مسافرین میں خرچ کرنا جائز سمجھتا ہو تو اسے بلالحاظ قرض خرچ کرنا جائز ہے۔ دوسرے یہ کہ قاضی اسے ناجائز سمجھتا ہو تو بطور قرض خرچ کرلے اور مال غنیمت پر دین رہے (واقعات حسامیہ) انتہی۔

خاکسار کہتا ہے کہ اس قول سے کہ مسجد کو فی الحال حاجت نہ ہو یہ بات مفہوم ہوتی ہے کہ اگر مسجد کو فی المآل بھی حاجت نہ ہو تو بلالحاظ قرض بھی خرچ کرنا جائز ہوگا۔ اسی طرح وقف فقراء کا اغنیاء پر خرچ کردینا بھی اسی کا مؤید ہے۔ نیز کسی قاضی کے جائز سمجھنے سے خرچ کرنے کی اجازت دے دینا اس بات کی دلیل ہے کہ مسئلہ مجتھد فیہا ہے مگر یہ سب باتیں ضرورت شدیدہ اور نائبہ عظیمہ پیش آنے کی حالت میں ہیں۔

روایات حدیثیہ

منجملہ روایات حدیثیہ کے یہ روایات ہے جو امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ فرماتے تھے کہ اگر تمہاری قوم ابھی قریب العہد بکفر نہ ہوتی تو میں کعبہ کا خزانہ سبیل خدا میں خرچ کردیتا۔

اور منجملہ ان کے وہ روایت ہے جو امام بخاریؒ نے سے

)و منها ما اخرجه البخاری فی صحیحه عن ابی وائل قال جلست مع شیبة علی الکرسی فی الکعبة فقال لقد جلس هذا المجلس عمر فقال لقد هممت ان لا ادع فیها صفراء و لا بیضاء الا قسمته الحدیث(۳)

(۱)(الفتاوی الهندیة کتاب الوقف، الباب الحادی عشر ، الفصل الثانی ،۲/ ٤٦٤ ط. ماجدیة)
(۲)(رواه مسلم فی کتاب الحج، باب نقض الکعبة وبنائها ، ۱/ ٤۲۹ ط قدیمی کتب خانه)
(۳) صحیح البخاری ، کتاب المناسك، باب کسوة الکعبة ۱/ ۲۱۷ ط . قدیمی)

قلت ارادة التقسیم من عمر رضی الله عنه یدل علی تعیین معنی قوله علیه السلام فی حدیث مسلم لا نفقت کنز الکعبة فی سبیل الله.

وبه یزاح ما یعرض لبعض الاوهام ان محض الهم من عمر لا یقوم حجة فانه نفسه رضی الله تعالیٰ عنه ترك هذا الهم لما قال له شیبة رضی الله تعالیٰ عنه صاحباك لم یفعلا فقال عمر رضی الله تعالیٰ عنه هما المران یقتدی بهما فدل ذلك علی ان ترك التقسیم هو المرضی المتلقی عن الشارع علیه السلام والتقسیم کان محظورا و لذا ترکوه.

وجه الازاحة ان هذا الترك من النبی صلی الله علیه وسلم کان لعلة خاصة هی حداثة عهد القریش بکفر کما نص علیه فی حدیث مسلم فهم عمر یحذو همه علیه السلام و ترکه.

اپنی صحیح میں ابو وائلؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں شیبہؓ کے ساتھ کعبہ میں کرسی پر بیٹھا تھا تو انہوں نے کہا کہ اسی مقام پر حضرت عمرؓ بیٹھے تھے اور فرمایا تھا کہ میرا ارادہ ہوتا ہے کہ اس میں نہ چاندی چھوڑوں نہ سونا، سب تقسیم کردوں الخ۔

خاکسار کہتا ہے کہ حضرت عمرؓ کا تقسیم مال کعبہ کا ارادہ کرنا پہلی حدیث کے ان الفاظ کی تفسیر کرتا ہے جو آنحضرت ﷺ نے فرمائے تھے کہ کعبہ کا خزانہ راہ خدا میں خرچ کر دیتا۔ اور اس تقریر سے یہ وہم بھی دور ہو جاتا ہے کہ حضرت عمر کا ارادہ محض حجت نہیں کیونکہ انہوں نے خود اس ارادے کو چھوڑ دیا جب کہ شیبہؓ نے کہا کہ تمہارے دونوں ساتھیوں نے ایسا نہیں کیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ وہ دونوں شخص ایسے ہیں کہ ان کی اقتدا کی جاتی ہے تو حضرت عمرؓ کا یہ فرمانا اس پر دال ہے کہ تقسیم نہ کرنا ہی فعل پسندیدہ اور شارع علیہ السلام کی مرضی کے موافق تھا اور تقسیم کرنا ممنوع تھا اس لئے حضرت عمرؓ نے بھی تقسیم نہ کیا۔ وجہ اس وہم کے دور ہونے کی یہ ہے کہ ترک انفاق آنحضرت ﷺ نے ایک خاص علت سے کیا تھا اور وہ قریش کا قریب العہد بکفر ہونا ہے جیسا کہ مسلم کی روایت میں اس کی تصریح ہے تو حضرت عمرؓ کا ارادہ آنحضرت ﷺ کے ارادہ کے مطابق اور ان کا ترک آنحضرت صلعم کے ترک کے موافق واقع ہوا۔

ترکه، فتطابقا هماً وترکاً. وان کان ترك النبی صلی الله علیه وسلم لمصلحة لم تکن موجودة فی زمان عمر رضی الله تعالیٰ عنه فترك عمر لم یکن الا شدة حرصه علی اقتفاء اثاره صلی الله علیه وسلم۔

قال العلامة العینی قال ابن الصلاح الا مرفیها الی الا مام یصرف فی مصارف بیت المال بیعاً وعطاءً واحتج بماذکره، الا زرقی ان عمر رضی الله تعالیٰ عنه کان ینزع کسوة الکعبة کل سنة فیقسمها علی الحاج انتهی.

قلت انما کان یقسمها عمر رضی الله تعالیٰ عنه لا ن الکعبة کانت مستغنیة عنها فانها کانت تکسیٰ کل سنة کسوة جدیدة ولو لم تقسم کسوتها المنزوعة لضاعت او باعتها الحجبة

في حوائجهم. والمرادبالصفراء والبيضاء في قول عمر رضى الله تعالى عنه هوالكنز الذى كان مدفونا فى الكعبة من الا موال التى كانت تهدىٰ اليها فتصرف عليها وما زاد على الحاجة دفنوا فيها كمانص عليه العينى نقلاً عن القرطبى رحمة الله عليه

وهذا فى او قاف المساجد وما فى حكمها. اما فى اوقاف غير ها فالا مر فيها واسع للامام كما هو ظاهر على المتتبع.

فهذ ا ما يستانس به للقول الثالث من الا حاديث والروايات الفقهية. وبه يسوغ للمفتى ان يفتى بهذا القول اذا راٰه اصلح للوقف وانفع للعامة.

كما قال العلامة الشامى بجواز نقل انقاض المسجد اتباعاً للحلوانى وابى شجاع رحمهما الله مع تصريحه بحظره على الراجح من المذهب وما هذا الا لضرورة دعت اليه والله اعلم۔(۱)

اگرچہ آنحضرت صلعم کے ترک کی وجہ اور تھی اور وہ وجہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں موجود نہ تھی۔ لیکن انہوں نے بوجہ شدت شوق اقتفائے آثار پیغمبر ﷺ آپ کا اتباع کیا۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ ابن صلاح نے فرمایا کہ امام کو اختیار ہے کہ (غلاف کعبہ کو) بیچے یا یونہی مسلمانوں کو عطا کردے اور انہوں نے استدلال کیا اس واقعہ سے جو ازرقی نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ ہر سال غلاف کعبہ اتارتے اور حجاج کو تقسیم کر دیتے تھے۔ انتہی۔

خاکسار کہتا ہے کہ حضرت عمرؓ غلاف کعبہ کو اس لئے تقسیم کر دیتے تھے کہ کعبہ کو اس کی حاجت نہ تھی کیونکہ اس پر تو ہر سال نیا غلاف چڑھایا جاتا ہے تو اترا ہوا غلاف اگر تقسیم نہ کیا جاتا تو ضائع ہو جاتا یا دربان بیچ کر اپنی حاجتوں میں خرچ کر لیتے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول میں چاندی سونے سے مراد وہ خزانہ ہے جو خانہ کعبہ میں مدفون تھا۔ کعبہ کو جو مال دیئے جاتے تھے وہ اس پر خرچ ہوتے تھے اور جو بچتا تھا وہ اس میں دفن کر دیا جاتا تھا جیسا کہ علامہ عینی نے قرطبی سے نقل کیا ہے۔ یہ تو اوقاف مساجد اور اس کے مثل کا حکم تھا۔ رہے اور اوقاف تو اس میں حاکم اسلام کو ذرا اختیار وسیع ہے جیسا کہ متتبع پر ظاہر ہے۔

یہ تھیں وہ روایات حدیثیہ وفقہیہ جن سے قول ثالث کے لئے استناد واستیناس کیا جا سکتا ہے اور اسی وجہ سے مفتی کو گنجائش ہے کہ وہ اس قول پر فتویٰ دے دے۔

بشرطیکہ اس کو وقف کے لئے اصلح اور عامہ مسلمین کے لئے انفع سمجھے۔ جیسے کہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے سامان شکستہ مسجد کے نقل کرنے کے بارے میں امام حلوانی اور امام ابو شجاع کے قول کو قابل اتباع بتایا ہے باوجودیکہ اصل مذہب عدم جواز نقل ہے۔

اور یہ کیوں؟ صرف ضرورت شدیدہ کی وجہ سے! واللہ اعلم

(نوٹ) مذکورہ بالا ترجمہ اصل فتویٰ میں موجود ہے۔ واصف عفی عنہ

---

(۱) (رد المحتار، كتاب الوقف، مطلب فى نقل انقاض المسجد ونحوه، ٤/ ٣٦٠ ط. سعيد)

مذکورہ بالا تحقیق کی بنا پر ایسی حالت میں کہ مسجد کے اموال کثیرہ جمع ہوں اور مسجد کو نہ فی الحال ان کی حاجت ہو اور نہ بظن غالب فی المآل۔ اور ان اموال کے اسی طرح جمع رہنے میں ضائع ہو جانے اور متغلبین کے کھا اڑا جانے کا اندیشہ ہو تو یہ زائد از حاجت اموال جمع شدہ کسی دوسری محتاج مسجد میں خرچ ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح کسی ایسے دینی مدرسہ میں جو علوم شریعت تفسیر حدیث فقہ وغیرہ کی تعلیم دیتا ہو خرچ کرنا جائز ہے۔ واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ کتبہ الراجی عفو مولاہ محمد کفایت اللہ اوصلہ ربہ الی مایر ضاہ۔ ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۳۰ھ۔ الجواب حق صحیح عزیز الرحمن عفی عنہ مفتی مدرسہ عربیہ دیوبند ۸ محرم ۱۳۳۱ھ بندہ محمود عفی عنہ۔ محمد انور عفا اللہ عنہ از دار العلوم دیوبند۔ بندہ محمد مرتضی حسن عفی عنہ خادم طلبہ دار العلوم دیوبند۔ عبد السمیع مدرس مدرسہ دار العلوم دیوبند۔ سراج احمد عفی عنہ خادم طلبہ دیوبند خادم الطلبہ محمد اعزاز علی غفر لہ،۔ محمد سہول غفر لہ، مدرس مدرسہ دیوبند۔ محمد عبد الغفور عارف دہلوی کان اللہ لہ،۔ انظار حسین مدرس مدرسہ امینیہ دہلی۔ شبیر احمد عفا اللہ عنہ مدرس دار العلوم دیوبند۔ محمد یونس عفا اللہ عنہ مہتمم انجمن ہدایۃ الاسلام دہلی۔ محمد عبد الحق (دہلی) محمد عالم مدرس فتحپوری دہلی۔ محمد عبد المنان مدرس مدرسہ فتحپوری۔ قطب الدین عفی عنہ مدرس دوم فتح پوری۔ مشتاق احمد حنفی عفی عنہ۔ محمد شفیع عفی عنہ مدرس مدرسہ عبد الرب دہلی۔ عبد الرحمن عفی عنہ دہلی مدرسہ عبد الرب رحمۃ اللہ علیہ۔

مسجد کی ضرورت سے زائد آمدنی کو دوسری مساجد پر خرچ کرنا

(سوال) رائے سینا (نئی دہلی) میں بہت سی مسجدیں قدیمی لاوارث ہیں۔ بعض مسجدوں کو گورنمنٹ نے شہید کر دیا ہے۔ اس وقت تک تخمیناً بیس مسجدوں کی اہل شہر نے مرمت کرا کے ان میں امام مقرر کر دیئے ہیں۔ مسجد فتح پوری کی طرف سے پچاس روپے ماہوار برائے تنخواہ محافظان مساجد مقرر ہو گئے ہیں۔ ایک درخواست جامع مسجد میں بھی دی گئی ہے کہ پچاس روپے ماہوار جامع مسجد سے بھی مقرر ہو جائیں تاکہ یہ مسجدیں ہمیشہ آباد اور محفوظ رہیں۔ جامع مسجد کی آمدنی تقریباً اٹھارہ سو روپے ماہوار ہو گی۔ خرچ نصف آمدنی سے پورا ہو جاتا ہے۔ نیز دہلی میں جامع مسجد اور مسجد فتح پوری کے علاوہ اور کوئی وقف ایسا نہیں ہے جو اس خرچ کا کفیل ہو سکے۔ اگر اہل شہر سے کہا جائے کہ یہ بار تم اپنے ذمہ لے لو تو شاید برس چھ ماہ تک دے کر وہ انکار کر دیں گے۔ مگر یہ دونوں اوقاف اس بار کے ہمیشہ کفیل ہو سکتے ہیں۔ جامع مسجد کے ایک ممبر نے ان مسجدوں کے بارے میں کہا کہ یہ مسجدیں ایرا غیرا نتھو خیرا کی ہیں۔ ہم اس کو منظور نہیں کرتے۔ اگرچہ بالفعل جامع مسجد کو خود مرمت کی ضرورت ہے چنانچہ پانسو روپے ماہوار منتظمہ کمیٹی نے ایک سال کے واسطے مرمت کے لئے منظور کئے ہیں۔ یہ رقم مرمت کے منہا کرنے کے بعد بھی چار پانسو روپے ماہوار کی بچت ہو سکتی ہے۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ کمیٹی جامع مسجد کو ان مسجدوں کی حفاظت اور سرپرستی لازم ہے یا نہیں۔ اگر جامع مسجد کے ممبران مسجدوں کی حفاظت کا ذمہ لیں تو ان سے شرعاً کوئی مواخذہ تو نہ ہو گا۔

(جواب ۲۳۸) اس صورت میں کہ مسجد جامع کی آمدنی اس کی ضروریات موجودہ اور متوقعہ سے زیادہ ہے اور

کسی وقت اس کو یہ خطرہ نہیں کہ روپیہ نہ ہونے کی وجہ سے اس کی ضروریات کو پورا کرنا مشکل ہوگا جائز ہے کہ اس کی فاضل مقدار آمدنی سے ان محتاج مسجدوں کی معاونت کی جائے جو بوجہ ناداری کے قریب بانہدام ہیں یا متغلبین ان کو منہدم کرنے کی تاک میں ہیں۔ وقف کا اسباب اور مساجد مستغنی عنہ کا مال دوسری مساجد محتاجہ قریبہ میں سخت حاجت وضرورت کے وقت خرچ کرنا جائز ہے۔ **كما صرح الفقهاء باجازة نقش المسجد من مال المسجد اذا خيف ضياعه للتغلب اولغيره فاذا جاز صرفه لصيانة المال فجواز صر فه لصيانة المسجد اولیٰ۔**(۱) **محمد کفایت اللہ غفر لہ،**

مسجد کی ضرورت سے زائد آمدنی دوسری مساجد کی تعمیر میں لگانے کا حکم

(سوال) انجمن اسلامیہ واوقاف کے پاس جامع مسجد کوہ چکروتہ کی آمدنی حسب ذیل طریقہ پر ہے۔ کچھ روپیہ جامع مسجد کی جائیداد کی آمدنی سے۔ اور کچھ روپیہ ماہواری چندہ سے وصول ہوتا ہے اور انجمن کے تعلق میں تین چار مسجدیں اور بھی ہیں۔ لیکن ان مسجدوں میں کسی قسم کی آمدنی نہیں ہے اور وہ مسجدیں پہاڑی علاقہ میں ویران پڑی ہوئی ہیں۔ وہاں پر پیش امام کی ضرورت بھی محسوس ہوتی ہے۔ وہاں کے لوگ بہت غریب ہیں۔ اس لئے انجمن مذکور چاہتی ہے کہ جامع مسجد کوہ چکروتہ کو جو کچھ سالانہ آمدنی ہوتی ہے اس آمدنی میں سے جامع مسجد کا خرچ نکال کر کافی روپیہ بچتا ہے اگر اس روپے کو ان ویران مسجدوں پر صرف کر دیا جائے یا اس روپے سے ان مسجدوں میں پیش امام رکھا جائے تو اس کے لئے شرع کیا حکم دیتی ہے ؟

(جواب ۲۳۹) انجمن اسلامیہ واوقاف جو روپیہ ماہواری چندہ سے وصول کرتی ہے اگر وہ خاص جامع مسجد کے نام سے وصول نہیں کرتی بلکہ مصارف خیر یا مساجد زیر نگرانی انجمن کے نام سے وصول کرتی ہے تو اس آمدنی کو ان غیر آباد مساجد کے آباد کرنے پر بلا تکلف خرچ کر سکتی ہے۔ لیکن اگر خاص جامع مسجد کے نام سے وصول کرتی ہے تو آئندہ اعلان کر دے کہ وصول شدہ رقم مساجد زیر نگرانی پر بھی خرچ کی جائے گی۔ اور دونوں صورتیں نہ ہوں اور نہ ہو سکیں تو بشرط یہ کہ جامع مسجد کو بچے ہوئے روپے کی فی الحال بھی حاجت نہ ہو اور مستقبل میں حاجت ہونے کا اندیشہ بھی نہ ہو فاضل رقم ان غیر آباد مساجد پر بقدر ضرورت خرچ ہو سکتی ہے۔(۲)

محمد کفایت اللہ غفر لہ، مدرسہ امینیہ دہلی

مسجد کی ضرورت سے زائد آمدنی کو یتامی اور بیواؤں پر خرچ کرنے کا حکم

(سوال) اگر کسی مسجد پر کوئی جائیداد وقف ہو اور اس کی آمدنی مسجد کے اخراجات سے بہت زیادہ ہو کہ ہزاروں لاکھوں روپیہ کا بیکار جمع رہتا ہو مسجد کو اس روپے کی نہ فی الحال حاجت ہو اور آئندہ بھی احتیاج کا اندیشہ نہ ہو تو یا

---

(۱) رد المحتار ، كتاب الصلاة ، مطلب كلمة لا باس دليل على ان المستحب غيره لا ن الباس الشدة ۱ / ۶۵۷ ط. سعيد)
(۲) سئل شمس الا ئمة الحلوانى عن مسجد او حوض خرب ولا يحتاج اليه لتفرق الناس هل للقاضى ان يصرف اوقافه الى مسجد آخر او حوض آخر ؟ قال نعم . (الفتاوىٰ العالمگيرية، كتاب الوقف، الباب الثالث عشر ۲ /۴۷۸ ط. ماجدية)

کسی دینی ضرورت اور اسلامی مصیبت میں مثلاً آج کل ترکوں کے مجروحین و یتامی و بیوگان کی امداد میں اسے خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

دوم یہ کہ مسجد کے اصل وقف کی آمدنی سے متولیان وقف نے کچھ جائیداد اور خرید لی تھی جو اصلی واقف کے وقف سے زیادہ اسی وقف کی آمدنی سے خرید ہوئی ہے تو مذکورہ بالا ضرورت میں اس زائد از اصل جائیداد کو فروخت کر کے اس کا روپیہ دے دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(جواب ۲٤٠) اگر مسجد کا مال اس قدر جمع ہو کہ مسجد اس کی نہ فی الحال محتاج ہو اور نہ بظن غالب فی المآل۔ اور اس رقم کے اسی طرح جمع رہنے کی حالت میں طمع طامعین اور تصرف متغلبین کا اندیشہ ہو تو بے شک یہ رقم موجودہ ضرورت میں جو اسلام اور مسلمین کے لئے ایک حادثہ عظمیٰ اور نائبہ کبری ہے خرچ ہو سکتی ہے۔ یعنی ترک مجروحین و یتامی و بیوگان کی امداد کے لئے بھیجی جا سکتی ہے۔ حکم مذکور کے لئے ان روایات فقہیہ سے استیناس کیا جا سکتا ہے۔ اصابه البرد الشديد فی الطريق فد خل مسجد افيه خشب الغير و لو لم يوقدنارا يهلك فخشب المسجدا ولى فی الا يقادمن غيره . انتهیٰ (عالمگيری)( ) قلت لما جاز صرف مال المسجد لضرورة احياء نفس واحدة فلان يجوز لا حياء نفوس جماعة من المسلمين اولی. وفی الهندية ايضا يجوز ادخال الحبوب واثاث البيت فی المسجد للخوف فی الفتنة العامة كذا فی القنية . ( ) انتهیٰ وفی الدرالمختار لاباس بنقشه خلا محرابه بجص وماء ذهب بماله لا من مال الوقف وضمن متوليه لو فعل النقش او البياض الا اذا خيف طمع الظلمة فلا باس به كافی انتهی مختصراً (۳) وفی رد المحتار قوله الا اذا خيف الخ بان اجتمعت عنده اموال المسجد وهو مستغن عن العمارة والا فيضمنها كما فی القهستانی عن النهاية . انتهیٰ. (۴) قلت الحكم بجواز الصرف عند خوف طمع الظلمة وضياع المال فی وجه محذور دليل علی ما قلنا والله اعلم . وفی رد المحتار والذی ينبغی متابعة المشائخ المذكورين فی جواز النقل بلا فرق بين مسجد او حوض كما افتی به الا مام ابو شجاع والا مام الحلوانی و كفی بهما قدوة ولا سيما فی زماننا فان المسجد او غيره من رباط او حوض اذا لم ينقل يا خذا نقاضه اللصوص والمتغلبون كما هو مشاهدو كذالك اوقافه يأكلها النظار او غيرهم ويلزم من عدم النقل خراب المسجد الأخر المحتاج الی النقل اليه الخ انتهیٰ۔(۵) وفی الهندية مال موقوف علی سبيل الخير و علی الفقراء بغير اعيانهم ومال موقوف علی المسجد الجامع و اجتمعت من غلتهما ثم نابت الا سلام نائبة مثل حادثة الروم واحتيج الی النفقة فی تلك الحادثة . اما المال الموقوف علی المسجد الجامع ان لم يكن للمسجد حاجة

---

(۳) (الدر المختار، كتاب الصلاة ، مطلب كلمة لا باس دليل علی ان المستحب غيره لان الباس الشدة ١/ ٦٥٨ ط. سعيد)
(۴) ايضاً
(۵) (رد المحتار ، كتاب الوقف ، مطلب فی نقل انقاض المسجد و نحوه ٤/ ٣٦٠ ط. سعيد)

للحال فللقاضی ان يصرف فی ذلك لكن علی وجه القرض فيكون دينا فی مال الفئی واما المال الموقوف علی الفقراء فهذا علی ثلثة اوجه اما ان يصرف الی المحتاجين اوالی الا غنياء من ابناء السبيل اوالی الا غنياء من غير ابناء السبيل ففی الوجه الا ول و الثانی جاز لاعلی وجه القرض وفی الوجه الثالث المسئلة علی قسمين اما ان رایٰ قاض من قضاة المسلمين جوا ز ذلك اولم ير. ففی القسم الا ول جاز الصرف لا بطريق القرض وفی القسم الثانی يصرف علی وجه القرض فيصير دينا فی مال الفئی . كذافی الواقعات الحسامية انتهی (۱) والله اعلم۔

(۲) مسجد کے اصل وقف کی آمدنی سے جو جائیداد خریدی گئی ہے اسے بوقت ضرورت فروخت کر دینا جائز ہے۔(القيم اذا اشتریٰ من غلة المسجد حانوتا او دارا ان يستعمل ويبا ع عند الحاجة جا ز ان كان له ولا ية الشراء واذا جاز . له ان يبيعه كذا فی السراجية انتهیٰ –عالمگیری)(۲) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ الراجی رحمۃ مولاہ محمد کفایت اللہ عفاعنہ مولاہ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی۔ ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۰ھ۔ اصاب المجیب محمد ناظر حسن مدرس چھتاری ضلع بلند شہر۔ بندہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی مدرسہ عربیہ دیوبند ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۳۰ھ۔ محمد انور عفااللہ عنہ مدرس دارالعلوم دیوبند۔ شبیر احمد عفااللہ عنہ مدرس دارالعلوم دیوبند۔ بندہ محمود عفی عنہ مدرس اعلیٰ دارالعلوم دیوبند۔ بندہ محمد امین عفی عنہ مدرسہ امینیہ دہلی۔ مہر مولانا محمد ضیاء الحق صاحب مدرس مدرسہ امینیہ۔ مہر مولوی محمد قاسم مدرس مدرسہ امینیہ۔ مہر مولوی سید انظار حسین مدرس مدرسہ امینیہ۔

ویران غیر آباد مسجد کو دوسری مسجد پر لگانے کا حکم

(سوال) ویران اور غیر آباد مسجد کے سامان مثلاً اینٹ پتھر وغیرہ کو کسی آباد مسجد کی تعمیر میں لگانا شرعاً درست ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۱۶ محمد عبدالمجید خاں۔ سرونج مالوہ ۸ ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ م یکم اگست ۱۹۳۳ء

(جواب ۲٤۱) اگر اس مسجد میں کام نہ آسکیں جس کی اینٹیں ہیں تو کسی دوسری حاجت مند مسجد میں لگانی درست ہیں۔(۳) محمد کفایت اللہ

مسجد کے فنڈ سے قادیانی جماعت کو دینا جائز نہیں

(سوال) آگرہ کی جامع مسجد شہنشاہ ہند شاہ جہاں صاحب قرآن ثانی کی صاحبزادی کی تعمیر کردہ ہے۔ شہزادی مرحومہ سنی المذہب عقائد کی پابند تھیں۔ مسجد مذکور کی زیرین دکانات کی آمدنی قیام وبقائے مسجد و دیگر اخراجات مسجد کے کام آتی ہے۔ اس آمدنی سے مبلغ پانچ سو روپے متولیان مسجد نے قادیانی مشن کو دیئے جو یورپ میں تبلیغ اسلام کا مدعی ہے۔ یہ فعل متولیان کا کس حد تک جائز ہو سکتا ہے ؟

(۱)(فتاویٰ عالمگیریہ ، كتاب الوقف، الباب الحادی عشر ، الفصل الثانی ۲ / ٤٦٤ ط . ماجدية)
(۲)فتاویٰ عالمگيرية ، كتاب الوقف، الباب الحادی عشر ، الفصل الثانی ، ۲ / ٤٦٢ ط . ماجدية)
(۳) سئل شمس الائمة الحلوانی عن مسجد او حوض خرب ولا يحتاج اليه لتفرق الناس هل للقاضی ان يصرف اوقافه الی مسجد آخر او حوض آخر ؟ قال نعم . (فتاویٰ عالمگيرية ، كتاب الوقف الباب الثالث عشر ۲ / ٤٧٨ ط . ماجدية)

المستفتی نمبر ۰۷ محمد نواب مرزا آگرہ۔ ۲۵ جمادی الآخر ۱۳۵۲ھ م ۱۶ اکتوبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۲۴۲) قادیانی فرقہ جمہور علمائے اسلام کے نزدیک کافر ہے۔ اور تجربہ نے ثابت کر دیا ہے کہ اپنے عقائد باطلہ کی ترویج واشاعت سے کسی حالت میں نہیں چوکتے۔ اس لئے مسجد کے فنڈ سے کسی قادیانی احمدی مرزائی جماعت کو روپیہ دینا جائز نہیں۔ اگرچہ وہ کتنا ہی اطمینان دلائیں کہ وہ اسلام کی تبلیغ کرتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک اسلام کے مفہوم میں مرزا غلام احمد کو نبی یا کم از کم مجدد اور مسیح ومہدی ماننا بھی داخل ہے اور ظاہر ہے کہ یہ کفر وضلال کی تبلیغ ہے۔ اس صورت میں کمیٹی خود اس رقم کی ضامن ہو گی۔ فقط (۱) محمد کفایت اللہ

مسجد کی بے کار چیزوں کو بیچ کر اس کی قیمت مسجد میں لگانا

(سوال) مسجد کی کوئی چیز مثلاً پتھر، لکڑی وغیرہ بالکل نکمی پڑی ہوئی ہو اور کام میں نہ آسکتی ہو تو اس کو بیچ کردہ پیسے مسجد میں لگا سکتے ہیں یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۸۸ محمد عبدالعزیز کاٹھیاواڑ۔ جونا گڑھ، ۱۱ شوال ۱۳۵۲ھ، ۷ ۲ جنوری ۱۹۳۴ء

(جواب) مسجد سے نکلی ہوئی اشیاء اور اسباب جو مسجد کے کام میں نہ آسکے فروخت کر کے اس کی قیمت مسجد میں انہیں اشیاء کے مثل کام میں خرچ کر دی جائے تو جائز ہے۔ ونقضه یصرف الی عمارته والا بیع وصرف ثمنه۔ (۲) محمد کفایت اللہ۔

مدرسہ کی آمدنی سے ہندوؤں کی تعلیم وتربیت پر خرچ کرنا

(سوال) قصبہ مئوناتھ بھنجن ضلع اعظم گڑھ میں ایک مدرسہ دارالعلوم نامی صرف قرآن پاک اور دینی تعلیم کی غرض سے صدقات اور قربات چرم اضحیہ ومفلس وبے کس غریب نادار مسلمانوں کی پاک کمائی سے جاری ہے۔ اگرچہ چند روز سے بطور امداد منجانب سرکاری انگلشیہ بھی مبلغ پچاس روپے ماہوار اور وہ بھی خاص عربی تعلیم کے لئے ملتے ہیں۔ اب اس کے اندر تھوڑے روز سے چند ناعاقبت اندیش مسلمانوں کے مشورے سے ایک ہندو آریہ ملازم رکھا گیا ہے اور کفار اشرار کے بیسیوں لڑکے ہندی حساب کتاب کی تعلیم پاتے ہیں۔ یہ جائز ہے یا نہیں ؟

(جواب ۲۴۴) چندہ کا روپیہ اسی کام میں صرف ہو سکتا ہے جس کے لئے دینے والوں نے دیا ہے۔ اس کے علاوہ خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔ جو خرچ کرے گا وہ ضامن ہو گا۔ حساب کتاب وغیرہ کی تعلیم مسلمانوں اور کافروں کے بچوں کو دینا ناجائز نہیں مگر اس کام کے لئے وہ روپیہ خرچ نہیں کیا جا سکتا جو خاص دینی تعلیم یا خاص مسلمانوں کے بچوں کی تعلیم کے لئے دیا گیا ہو۔ مدرسہ کے کارکن چندہ دینے والوں کے وکیل ہیں اور وکیل اگر اپنے مؤکل

---

(۱) ولو اشتری القیم بغلة المسجد ثوبا ودفع الی المساکین لایجوز وعلیه ضمان مانقد من مال الوقف، کذافی فتاوی قاضیخان (الفتاوی الهندیة، الباب الحادی عشر، الفصل الثانی، ص ۲/ ۴۶۲ ط، ماجدیة)

(۲) یہ عبارت مفتی صاحب کی اپنی عبارت ہے جو کہ فقہی عبارات سے مقتبس ہے۔ اصل عبارت یوں ہے : وصرف نقضه الی عمارته ان احتاج والا حفظه لیحتاج الا اذا خاف ضیاعه فیبیعه ویمسك ثمنه لیحتاج (تنویر الابصار مع الدرالمختار، ج : ۴/ ۳۶۷، ۳۷۷، سعید)

کے حکم اور اجازت کے خلاف خرچ کرے تو خود ضامن ہوتا ہے۔ الوكيل اذا خالف ان خلافا الى خير فى الجنس كبيع بالف درهم فباعه بالف ومائة بفذ ولو بمائة دينار لاولو خيرا خلاصه ودرر (در مختار)(۱)

جمعیت علماء ہند کے مسودہ میں دفعہ ۳۲ حرف "د" کا مطلب

(سوال) جمعیتہ علمائے ہند کا ترمیم کیا ہوا مسودہ قانون او قاف اخبار مدینہ بجنور میں شائع ہوا۔ دفعہ ۳۲ حرف د میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ جن او قاف کا روپیہ تحویل میں موجود ہے وہ کسی منفعت میں لگایا جا سکتا ہے۔ براہ کرم آپ اس دفعہ میں مناسب ترمیم کی کوشش فرمائیے کہ ہم لوگ جو واقف جائیداد ہیں اور متولی بھی ہیں اور جن کی غرض اور اعتقاد مسئلہ سود کی آمیزش سے بچنا چاہئے۔ دفعہ ۳۲ حرف د کا مطلب آپ حضرات کے ذہن میں کیا ہے اور آیا اس دفعہ کے موجود رہنے سے آئندہ اس کا احتمال ہے کہ رقم محفوظ جو اخراجات وقف کے بعد باقی رہتی ہے وہ بینک میں جمع کرنے سے ناظر او قاف متولیان کو سود لینے پر مجبور نہیں کریں گے ؟

المستفتی نمبر ۳۰۹ سید امیر احمد وانیس احمد۔ لاہر پور ضلع سیتاپور ۲۱ صفر ۱۳۵۳ھ مطابق ۵ جون ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۴۵) دفعہ ۳۲ حرف د کا مطلب ہمارے پیش نظر یہ تھا کہ اگر کسی وقت سرمایہ وقف کافی ہو جائے اور متولی مناسب سمجھے کہ اس میں وقف اور مستحقین وقف کے لئے کوئی تجارت کرے تو ناظر یا مرکزی بورڈ کی اجازت سے کر سکے۔ رہا سودی معاملہ تو وہ مسلمان کیسے کر سکتا ہے۔ اور کوئی تصرف جو احکام شرعیہ کے خلاف ہو وہ کسی طرح بھی جائز نہیں ہو سکتا۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

مسجد کی آمدنی مدرسے کے لئے خرچ کرنے کا حکم

(سوال) مسجد کا روپیہ یا ایسے مکانات کا کرایہ جن کو مسجد کے روپے سے تعمیر کیا گیا ہے دینی تعلیم کے مدارس میں صرف کیا جا سکتا ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۳۲۰ محمد حسین سلیمانی بیکا نیر ۵ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ م ۱۸ جون ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۴۶) اگر دینی تعلیم اسی مسجد میں ہوتی ہو جس کا روپیہ ہے تو دینی تعلیم میں خرچ کرنا جائز ہے اور اگر دینی تعلیم کا مدرسہ اس مسجد سے علیحدہ جگہ میں ہے تو اگر مسجد کے وقف میں اس کی اجازت واقف نے دی ہو یا یہ مسجد مستغنی ہو کہ اس روپے کی اسے فی الحال یا فی المآل حاجت نہ ہو تو خرچ کرنے کی گنجائش ہے۔ فقط(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

---

(۱)(الدر المختار ، كتاب الوكالة، آخر باب الوكالة بالبيع والشراء ٥/ ٥٢١ ط. ايچ ايم سعيد)

(۲) فى الدر المختار (يقرض القاضى مال الوقف والغائب) واللقطة ...... حيث لاوصى ولا من يقبله مضاربة وفى رد المحتار : ان للمتولى اقراض مال المسجد بامر القاضى الخ (ردالمحتار ، كتاب الوقف، مطلب للقاضى اقراض مال اليتيم ونحوه ، ٤/٤١٧ ط. سعيد)

(قلت مر الدليل التفصيلى فى مامر)

(۳)فى الدر المختار : لا باس بنقشه خلا محرابه بجص وماء ذهب لو بما له لا من مال الوقف فانه حرام ، وضمن متوليه لو فعل النقش او البياض الا اذا خيف طمع الظلمة فلا باس به اه مختصر اوفى ردالمحتار : (قوله الا اذا خيف) اى بان اجتمعت عنده اموال المسجد وهو مستغن عن العمارة والا فيضمنها كما فى القهستانى عن النهاية ا ه (كتاب الصلاة ، مطلب كلمة لا باس دليل على ان المستحب غيره ص ١/٦٥٨ ط. سعيد)

مسجد میں ضرورت سے زائد قرآن پاک دوسری مسجد یا مدرسہ میں منتقل کرنا

(سوال) ہمارے یہاں کاٹھیاواڑ میں ایک مسجد میں محلّہ کی ضرورت سے زائد قرآن مجید موجود ہیں۔ رمضان مبارک کے مہینہ میں بھی قرآن مجیدوں کے پڑھنے کا نمبر نہیں آتا ہے۔ ہم یہ دیکھ کر حیران ہیں کہ جب قرآن مجید پڑھنے میں نہیں آتے تو اب کیا کریں۔ اس لئے دریافت طلب یہ ہے کہ زائد قرآن مجید کو دوسری مسجد یا مدرسہ میں دے سکتے ہیں یا ان کو ہدیہ کر کے اس رقم کو مسجد کے خزانہ میں جمع کر سکتے ہیں یا نہیں؟

اگر مسجد میں اس قدر روپیہ ہو جس سے تمام ضرورت رفع ہو جائے اور پھر بھی کافی روپیہ بچتا رہے تو ایسی صورت میں دوسری ان مسجدوں میں جن میں پیسے کی بہت کمی ہے اور خرچ نہ ہونے کی وجہ سے مسجد غیر آباد ہے مثلاً امام بغیر پیسے کے نہیں رہتا یا پانی کی تکلیف ہے تو اب دولت مند مسجد کا روپیہ برضامندی متولیان کسی دوسری مسجد میں خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۳۳۸ حاجی عبدالغنی سوداگر رام گنج اٹادہ ۷ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ م ۲۰ جون ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۴۷) زائد قرآن مجیدوں کو دوسری مساجد یا مدرسوں میں پڑھنے کے لئے دے دیا جائے کیونکہ ان کے وقف کرنے والوں کی غرض یہی ہے کہ ان قرآن مجیدوں میں تلاوت کی جائے۔(۱) ایسی حالت میں کہ مسجد کلیۃً مستغنی ہو متولی دوسری مساجد میں زائد روپیہ خرچ کر سکتے ہیں۔(۲)

عیدگاہ کی آمدنی سے لاؤڈ اسپیکر لگانے جائز ہے

(سوال) عیدگاہ واقع رنگون کے وسیع رقبہ میں بوجہ ہجوم و کثرت نمازیان عید دور والے خطبہ عید سننے سے محروم رہتے ہیں اور بجز معدودہ چند اکثر حاضرین پہلے جاتے ہیں۔ لہذا ٹرسٹیان عیدگاہ مذکور کا ارادہ ہوا ہے کہ اگر شرعاً گنجائش ہو تو کلکتہ، بمبئی کی طرح لاؤڈ اسپیکر لگادیں تو عیدگاہ مذکور کی آمدنی سے لاؤڈ اسپیکر لگانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر دوسرے اصحاب ہمت اپنے پاس سے خرچ کر کے لگادیں تو درست ہو گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی نمبر ۴۲۹ مولوی عبدالخالق رنگون۔ ۳ رمضان ۱۳۵۳ھ م ۱۱ دسمبر ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۴۸) خطبہ عید کے لئے لاؤڈ اسپیکر لگا کر خطبہ پڑھنے میں کوئی وجہ مانع جواز نہیں ہے اس کے ذریعہ سے دور و قریب کے تمام حاضرین خطبہ سن سکیں گے لیکن شرعی طور پر یہ کوئی لازمی بات نہیں ہے کہ تمام حاضرین کو خطبہ سنانے کا انتظام ضرور کیا جائے۔ اگر کوئی شخص اپنے صرف سے لگوادے تو اس میں تو کوئی سوال باقی نہیں رہتا۔ مسجد کے مال میں سے ایک غیر ضروری چیز پر صرف کرنے میں شبہ ہو سکتا ہے۔ لیکن اس میں یہ

---

(۱) وقف مصحفا على اهل مسجد للقراءة ان يحصون جاز ،وان وقف على المسجد جاز ويقرأ فيه ولا يكون محصورا على هذا المسجد وبه عرف حكم نقل كتب الاوقاف من محالها للانتفاع بها .(الدر المختار ، كتاب الوقف، مطلب متى ذكر للوقف مصرفا، ٤ /٣٦٥ ط. سعيد)

(۲) في الدر المختار : لا باس بنقشه خلا محرابه بجص وماء ذهب لو بماله لا من مال الوقف فانه حرام ، وضمن متوليه لو فعل النقش او البياض الا اذا خيف طمع الظلمة فلا باس به اه مختصر اوفى ردالمحتار : (قوله الا اذا خيف) اى بان اجتمعت عنده اموال المسجد وهو مستغن عن العمارة والا فيضمنها كما فى القهستانى عن النهاية ا ه (كتاب الصلاة ، مطلب كلمة لا باس دليل على ان المستحب غيره ص ١/٦٥٨ ط. سعيد)

تفصیل ہے کہ اگر وہ مسجد یعنی عیدگاہ مالدار ہو اور اس کی رقم اس کے ضروری مصارف سے فاضل بچی رہتی ہو اور اس خرچ سے اس کے کسی ضروری انصرام میں نقصان نہ پہنچے تو یہ خرچ اس میں سے بھی کیا جا سکتا ہے جس طرح برقی پنکھے اور فرش وغیرہ کے مصارف کئے جاتے ہیں۔ اور اگر عیدگاہ کی رقم ضروری مصارف سے زائد نہ ہو تو یہ خرچ اس کی رقم میں سے نہیں کیا جا سکتا۔(۱) واللہ اعلم۔ محمد کفایت اللہ

سلور جوبلی منانے کے لئے مساجد کو ان کی آمدنی سے مزین کرنے کا حکم

(سوال) ملک معظم کی سلور جوبلی کے سلسلہ میں مساجد کو بقعہ نور بنانا جس کا صرفہ خواہ مسجد کی رقوم موقوفہ سے ہو یا عامۃ المسلمین کے چندہ سے یا کسی شخص کی جیب خاص سے ہو جائز ہے یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے تو مسجد کے جن متولیوں نے مسجد میں روشنی کا انتظام کیا اور خوب چراغاں منایا وہ شرعاً مجرم ہوئے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۷۸۴ احمد محمد اچھا (رنگون) ۲۸ صفر ۱۳۵۴ھ م یکم جون ۱۹۳۵ء

(جواب ۲۴۹) سلور جوبلی یا گولڈن جوبلی یا اور کسی ایسی تقریب میں جس کا منشا اعلائے کلمۂ توحید یا اظہار شوکت اسلام نہیں بلکہ کسی خاص شخص کے بقائے اقتدار وامتداد حکومت کی خوشی میں مظاہرہ کرنا ہو۔ ایسی تقریبات میں مساجد کا روپیہ صرف کرنا جائز نہیں۔ اور نہ مساجد اس قسم کے مظاہرات کے لئے موزوں ہیں۔ متولیوں نے مساجد کو اس مظاہرے کے لئے استعمال کرنے میں غلطی کی اور روشنی کے مصارف کے بھی وہ خود ضامن ہوں گے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

کیا مسجد کے پودوں کے گملے متولی اپنی مرضی سے استعمال کر سکتا ہے؟

(سوال) مسجد کا سامان زینت مثلاً پودوں کے گملے وغیرہ (دراں حالیکہ ان کی آب پاشی اور کھاد وغیرہ وقف مسجد سے ہو) یا اور کوئی ایسا سامان کیا متولی اپنی رائے سے لانے لے جانے یا کسی کو غائبانہ دینے کا مجاز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۶۱۶ حکیم عطا حسین (جالندھر) ۱۹ جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ م ۱۸ ستمبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۲۵۰) گملے اگر مسجد کی ملک ہیں تو ان کو متولی اپنی مرضی سے استعمال نہیں کر سکتا۔ بلکہ مسجد کی زینت کیلئے ہی استعمال ہو سکتے ہیں۔(۳) اور اگر متولی کی ملک ہیں تو ان کا مسجد میں رکھنا اور مسجد کے پانی سے سیراب کرنا جائز نہیں۔(۴) محمد کفایت اللہ

(۱) فی الدر المختار : لا باس بنقشہ خلا محرابه بجص وماء ذهب لو بماله لا من مال الوقف فانه حرام وضمن متوليه لو فعل النقش او البياض اذا خيف طمع الظلمة فلا باس به مختصرا وفی رد المحتار : (قوله الا اذا خيف) ای بان اجتمعت عنده اموال المسجد و هو مستغن عن العمارة والا فيضمنها (رد المحتار ، كتاب الصلاة ، مطلب كلمة لا باس يدل على ان المستحب غيره ۱ / ۶۵۸ ط . سعيد)

(۲) لا باس بنقشه خلا محرابه بجص وماء ذهب لو بماله لا من مال الوقف فانه حرام ، وضمن متوليه لو فعل النقش او البياض . (الدرالمختار ، كتاب الوقف ، مطلب كلمة لا باس دليل على ان المستحب غيره ۱ /۶۵۸ ط. سعيد)

(۳) متولي المسجد ليس له ان يحمل سراج المسجد الى بيته . (عالمگیریه ، كتاب الوقف الباب الحادی عشر ، الفصل الثانی ، ۲ / ۴۶۲ ط . ماجدية

(۴) واذا وقف للوضوء لا يجوز الشرب منه وكل ما اعد للشرب حتى الحياض لا يجوز منها التوضؤ كذا فی خزانة المفتين . (الفتاوىٰ عالمگیریه ، كتاب الوقف، الباب الثانی عشر ۲ / ۴۶۵ ط. ماجدية)

کیاوقف کی آمدنی سے دیئے ہوئے دیوان واپس لئے جائیں گے ؟

(سوال)زید نے اسلامی وقف کو(جس پر واقف کے اہل خاندان قابض ہو کر تنسیخ وقف کی کوشش کر رہے تھے) مسلسل سولہ سال مقدمہ بازی کے بعد وقف ثابت کرایا۔ اور اگرچہ مصارف مقدمہ کے لئے اپنے بعض احباب سے چندہ بھی لیا تاہم خود زید کے بھی ہزار ہا روپے پیروی مقدمہ میں صرف ہوئے اس کے علاوہ مقدمہ کی مصروفیت وانہماک کے باعث زید کے کاروبار کو بہت نقصان پہنچا۔ بعد فراغت مقدمہ زید جائیداد موقوفہ پر بحیثیت متولی قابض ہو کر اس کی آمدنی وصول کرتا رہا۔ چونکہ سولہ سال مقدمہ چلتا رہا اس دوران میں جائیداد وقف کی حالت نہایت خراب ہو گئی تھی۔ زید نے آمدنی وقف سے اس کی مرمت ودرستی کرائی اور دو بنگلے پختہ از سر نو تعمیر کرائے اور ایک مکان بھی تعمیر کرایا۔ جس وقت جائیداد وقف پر زید کو قبضہ ملا ایک سو تئیس روپے ماہوار آمدنی تھی لیکن زید کی سعی و تدبیر سے پانسو تیس روپے ماہوار آمدنی ہونے لگی۔ زید نے آمدنی وقف سے نہ مصارف مقدمہ وصول کئے نہ اپنے کاروبار کے نقصان کا کوئی معاوضہ لیا۔ بلکہ باوجود ہدایت وقف نامہ وقف سے اپنی تنخواہ لینا بھی گوارا نہ کی ، اور چونکہ زید نہایت رقیق القلب اور نیک نفس واقع ہوا ہے اس لئے واقعی اور مصنوعی اہل حاجات اس کے پاس آ کر اپنے دردناک حالات بیان کر کر کے اس کی ذاتی چھ سات سو روپے ماہوار آمدنی کا ایک بڑا حصہ اور آمدنی وقف اس سے وصول کرتے رہے لیکن اس نے ان مصارف کو حساب وقف میں شامل و درج نہیں کیا ، جس کے باعث وقف کی ایک بڑی رقم زید کے ذمہ واجب الادا ہو گئی ، بالآخر زید عہدہ تولیت سے مستعفی ہو گیا ، اور مسلمانوں نے زید کی جگہ عمرو کو متولی مقرر کر دیا ، اب زید کی اولاد عمرو سے یہ چاہتی ہے کہ وقف کی جو رقم زید کے ذمہ واجب الادا ہے اس میں سے تخمیناً پانچواں حصہ کم کر کے وصول کرے اگر کمی نہ کی تو زید کے حالات نازک ہو جانے کا اندیشہ ہے عام طور پر قرض خواہ مدیوں کے تعلقات وخصوصیات کو ملحوظ رکھ کر کمی پر معاملہ کر لیتے ہیں ، عدالتوں میں اس قسم کے فیصلے ہوتے رہتے ہیں ، اگر متولی راضی ہو کر حاکم سے رضا ظاہر کر دے تو وہ بھی مال لے گا ، ان حالات میں عمرو کو زید سے کسی کمی پر مصالحت کر لینی چاہئے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۷۶۹ محمد خلیل الرحمان مطبع نظامی کانپور۔ ۲۴ ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ ۱۸ فروری ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۵۱)ذاتی دیون میں دائن کا مدیون سے کمی پر فیصلہ کر لینا بلا شبہ جائز اور مستحسن ہے۔ مگر وقف کا معاملہ اور متولی کے اختیارات جداگانہ نوعیت رکھتے ہیں۔ اس کو حق نہیں کہ متولی سابق کے ذمہ وقف کی جو رقم ہے اس میں سے کچھ چھوڑ دے۔(۱) ہاں صورت مذکورہ میں اگر بیان سائل صحیح ہے تو متولی سابق نے جو رقوم خرچ کی ہیں وہ خرچ تو مصارف وقف میں کیں مگر ان کو اپنی نیک نفسی کی وجہ سے وقف کے حساب میں نہیں لکھا۔ متولی حال ایسی رقوم کو وقف کے حساب میں شامل کر کے مطالبہ میں سے منہا کر سکتا ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ،

(۱) قرآن مجید میں ہے : وان کان ذو عسرة فنظرة الی میسرة ، وان تصدقوا خیر لکم ان کنتم تعلمون. (سورة البقرہ ، الایہ : ۲۸۰)

(۱) امام کا مشاہرہ بھی مصالح مسجد میں داخل ہے
(۲) خیانت ظاہر نہ ہونے کی صورت میں متولی کو معزول کرنا
(۳) کیا متولی مسجد متولیان اوقاف کی مرضی کے مطابق ہی خرچ کر سکتا ہے
(۴) خطیب کی تنخواہ اجرت یا وظیفہ
(۵) کیا خطیب کے پاس مسجد کی آمدنی کا حساب دینا ضروری ہے؟
(۶) کیا خطیب کی تنخواہ متولی روک سکتا ہے؟
(۷) امام اور خطیب کی حیثیت
(۸) امام اور خطیب کو بقدر کفایت دینے کا مطلب
(۹) ماھو اقرب للعمارۃ و اھم للمصلحۃ کی بنا پر مقدم کون ہوگا؟
(۱۰) ماھو اقرب للعمارۃ کی تفصیل
(۱۱) امام اعم للمصلحۃ میں داخل ہے یا اقرب للعمارۃ میں؟

(سوال) شہر میں ایک مسجد جو زمانہ شاہی کی تعمیر شدہ ہے اور بڑی مسجد ہے اور کنارہ شہر پر پر فضا مقام پر واقع ہے بانی نے اگرچہ اس کو بہ نیت جامع مسجد نہ بنایا تھا لیکن جب شہر کی آبادی زیادہ ہو گئی تو بعد میں باشندگان شہر نے اس کو جامع مسجد قرار دے دیا اور اس میں وقتاً فوقتاً بہت سی توسیعات بھی کی گئیں۔ اس مسجد کو جامع مسجد کے لقب سے ملقب کرنے والے اس شہر کے ایک بزرگ معتبر عالم تھے۔ وہ اپنے زمانہ حیات میں مسلمانوں کی توجہ اس مسجد کی طرف منعطف کرانے کی کوشش فرماتے رہے اور وہی لوجہ اللہ امامت بھی فرماتے تھے۔ ان کے وصال کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے رحمۃ اللہ علیہ جو ان کے صحیح جانشین تھے اپنے والد بزرگوار کی جگہ امامت و بندوبست انتظام فرماتے رہے ۱۸۹۶ء کے کاغذات سے جن میں بعض رجسٹری شدہ بھی ہیں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس مسجد کا کام بحیثیت متولی مولانا ممدوح کے ہمراہ زید بھی کرتا رہا ہے جو اس وقت تک زندہ ہے۔ یہ ہر دو صاحب لوجہ اللہ جملہ خدمات مسجد مثل فراہمی ضروریات تعمیر و آبادی برابر فرماتے رہے۔ اس مسجد کے متعلق چند اوقاف ہیں جن کے متولی علیحدہ علیحدہ ہیں۔ بعض اوقاف کسی جداگانہ متولی کے قبضہ میں نہیں بلکہ مولانا مذکور الصدر ان کی آمدنی تحصیل وصول فرماتے تھے۔ اور چند اوقاف کا متولی واقفین کی طرف سے زید ہے۔ بقیہ اوقاف کے متعلق زید اور مولانا کے علاوہ یہ لوگ ہیں جن کو ان کے واقفین نے کیا۔ دستور العمل یہ ہے کہ دیگر اوقاف کی آمدنی جن کا جزو مسجد مذکور کے لئے ہے ان کے متولی کبھی بطور خود صرف کر دیتے تھے اور ہیں اور کبھی زید متولی کو دے دیا کرتے تھے اور ہیں۔ اور اس میں دو طریقے تھے اور ہیں کہ جزو آمدنی متعلقہ مسجد مذکور زید کو دیتے وقت کوئی ہدایت منجانب متولیان نہیں ہوتی تھی۔ اور کبھی اس کے مصارف خاص کر دیئے جاتے تھے کہ یہ رقم فلاں چیز میں صرف کی جاوے۔ چنانچہ حسب ہدایت متولیان مذکور زید اس کو صرف کیا کرتا تھا اور ہے۔ پس اوقاف مذکورہ چار قسم پر ہوئے۔

(۱) جن کی تحصیل وصول حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ (۲) وہ جن کا باقاعدہ متولی زید ہے۔ (۳) وہ

جن کے متولی دیگر اصحاب ہیں۔ (۴) وہ جن کے متولی باضابطہ زید اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ بعد وصال مولانا ممدوح کوئی شخص باضابطہ بحیثیت متولیانہ ان کا قائم مقام نہیں ہوا۔ البتہ ان کی وفات کے بعد تقریباً ڈیڑھ سال تک ان کے خلف اکبر مرحوم امامت اور وقف نمبر ایک کا کام لوجہ اللہ فرماتے رہے۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے عم بزرگوار مدظلہ، وہ بھی اپنے فضل و کمال میں مرجع خلائق ہیں۔ مثل خلف اکبر مذکور مولانا ممدوح خدمات مسجد لوجہ اللہ فرماتے رہے۔ لیکن بوجہ پیرانہ سالی اور ضعف کے انہوں نے اس خدمت کی انجام دہی اپنے برادر زادہ کے سپرد کردی۔ اب عرصہ بیس سال سے یہ اس کو انجام دے رہے ہیں اور امامت نماز جمعہ بھی ان کے متعلق ہے اور وہی وقف نمبر ایک کی تحصیل وصول فرما کر زید متولی کے حوالے کبھی کبھی کرتے تھے۔ کچھ عرصہ ہوا کہ امام صاحب ممدوح نے اپنی ضروریات دنیوی سے مجبور ہو کر تلاش معاش کے لئے باہر جانے کا ارادہ ظاہر فرمایا تو زید متولی نے بوجہ احترام خاندان امام ممدوح کی خدمات کو ضروری جانتے ہوئے مبلغ بیس روپے ماہوار تنخواہ از منافع وقف مقرر کردی اور مبلغ دس روپے دوسری جگہ سے مقرر کرادیئے اور باہر جانے سے ان کو روک لیا۔ اور یہ بھی اس کے ساتھ عرض کردیا کہ جس طرح آپ کے والد ماجد کا یہ معمول تھا کہ بعد نماز جمعہ تا عصر وعظ اور رمضان المبارک میں تراویح میں قرآن پاک سنانا ان دونوں امور کا التزام بھی آپ کے ذمہ رہے گا کہ آپ بذات خود اس کو انجام دیں۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جس جائیداد کا متولی زید ہے اس کی ماہوار آمدنی کل ۴۰۵ روپے ہے۔ مسجد میں علاوہ دیگر مصارف مثل چٹائی لوٹا اور پانی کا انتظام و مرمت مسجد و دیگر ترمیمات ضروری چند ملازمین کی تنخواہ بھی ہے جو حسب ذیل ہیں۔ ایک امام جمعہ ایک امام پنجگانہ۔ جاروب کش و فراش و سقہ و خاکروب و سوختہ وغیرہ۔ پس علاوہ تنخواہ خطیب و دیگر ملازمین و نیز دیگر ضروریات مفصلہ بالا میں ۳۰۰ روپے مقررہ طور سے صرف میں آتے ہیں۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے خطیب صاحب ممدوح نے تیس روپے ماہوار کے علاوہ آمدنی وقف نمبر ایک جو ان کے قبضہ میں ہے وصول کی اور زید متولی کو عرصہ سے نہیں دی اور نہ اس کا کوئی حساب معلوم ہو سکا۔ اب کچھ عرصہ سے خطیب صاحب ممدوح نے جامع مسجد فنڈ کے نام سے ہر جمعہ کو جامع مسجد میں ایک دو گولک فراہمی چندہ کی غرض سے رکھوادی ہیں ان کی آمدنی بھی خطیب صاحب نے اپنے ہی پاس رکھی اور اس کا بھی کوئی حساب معلوم نہ ہو سکا۔ زید متولی نے خطیب صاحب کی خدمت میں یہ خواہش پیش کی کہ مجمع عام میں اپنے حسابات کو پیش کر کے اپنے اس تقدس کو جو خطیب اور امام کے لئے ضروری ہے صاف فرمالیں تاکہ کوئی بدگمانی کا موقع نہ ملے لیکن انہوں نے کوئی توجہ نہ فرمائی۔ کچھ عرصہ انتظار کے بعد زید متولی مذکور نے ان کا ماہانہ ۲۰ روپے ماہوار مذکورہ بالا بند کردیا اور یہ کہہ دیا کہ جب تک مذکورہ بالا آمدنی جو آپ کے قبضہ میں رہتی ہے اس کا حساب لوگوں پر پیش نہ کریں گے اس وقت تک مواخذہ شرعی سے بچنے کی غرض سے میں وہ مقررہ تنخواہ آپ کو نہ دوں گا۔ ان اجمالی حالات کو پیش کرنے کے بعد مفصلہ ذیل امور قابل دریافت ہیں۔

(۱) زید متولی آمدنی وقف متذکرہ بالا تعدادی .... روپے کو جب کہ واقفین نے مصارف متعین نہ کئے ہوں تو

بحالات مذکورہ کس تفصیل سے خرچ کرنے کا ذمہ دار ہے۔ خصوصاً اس صورت میں کہ اگر وضوو فرش وصفائی وغیرہ کا بندوبست نہ ہو تو مسجد کی موجودہ رونق اور نمازیوں کی کثرت نہ رہتی ہو تو اس صورت میں یہ مصارف مقدم ہوں گے یا امام کو مشاہرہ دینا؟

(۲) زید متولی موجودہ امام کے والد کے زمانہ سے نیز ان کے ابا کے حکم سے اس وقت تک زید نے موقوفہ متذکرہ بالا کو ہر ایک مصرف میں صرف کر کے اس کا حساب باضابطہ رکھا ہے اور کسی قسم کی اس میں خیانت اس وقت تک ظہور میں نہ آئی تو کیا ایسی صورت میں اس کو خیانت کے ساتھ متہم کر کے اس نظم کو دوسرے کے سپرد کرنا حق بجانب ہوگا؟ یا نفسانیت پر محمول ہوگا اور اس تفویض کا اختیار بھی ہوگا یا نہیں؟

(۳) دیگر متولیان اوقاف جن ہدایات سے اپنی اپنی آمدنی زید متولی کو دیں آیا زید انہیں ہدایات کی پابندی کے ساتھ خرچ کرنے کا ذمہ دار ہے یا ان کو بطور خود خرچ کرنے کا مختار ہے؟

(۴) زید نے جو تنخواہ مبلغ ص ۲۰ روپے وقف سے خطیب کی مقرر کی تھی وہ اجارہ ہے یا وظیفہ؟ اگر اجارہ ہے تو زید کو اختیارات زیادتی و کمی و منسوخ حسب پابندی یا خلاف ورزی شرائط مذکورہ حاصل ہیں یا نہیں؟

(۵) زید کا مطالبہ دربارہ صفائی خطیب صاحب سے مطالبہ شرعی ہے یا نہیں؟ اور خطیب صاحب کو اس کا پورا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ خطیب صاحب کے مددو معاون ہیں کہ خطیب صاحب حساب نہ دیں اور جس طرح سے وہ خرچ کرتے ہیں خرچ کرتے رہیں۔ یہ لوگ حق بجانب ہیں یا نہیں۔ تو ان کا شریعت میں کیا حکم ہے اور ایسے لوگوں کا امام موجودہ یا دوسرے کسی امام کے متعلق رائے دینا شرعاً معتبر ہوگا یا نہیں؟

(۶) اگر خطیب صاحب واقعات بالا کو پورا نہ فرمادیں تو زید پر ان کی تنخواہ کا دینا ضروری یا جائز ہے یا نہیں؟

(۷) امام پنج وقتی اور خطیب صاحب یعنی امام جمعہ میں مصارف وقف کے لحاظ سے کون مقدم ہے یا دونوں مساوی ہیں؟

(۸) کتب فقہ میں جو یہ مذکور ہے کہ امام و خطیب کا مشاہرہ بقدر کفایہ ہونا چاہئے اور فی زمانہ عامہ بلاد میں امام و خطیب کی تنخواہ حسب رضامندی امام و خطیب مقرر کی جاتی ہے۔ قطع نظر اس کے کہ وہ بقدر کفایت ہو نہ ہو تو۔ یہ تعامل عبارات فقہیہ کے موافق ہے یا مخالف؟ اور اس صورت میں امام و خطیب اجیر و ملازم ہوگا اور شرائط کا پابند ہوگا؟ یا ملازم نہ سمجھا جائے گا چاہے وہ پابندی کرے یا نہ کرے جیسا کہ امام مذکور پابندی نہیں کرتے تو پھر مشاہرہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

(۹) ثم ماھو اقرب للعمارة واھم للمصلحة میں بحسب المصارف کون مقدم ہوگا؟

(۱۰) ماھو اقرب للعمارة کی تفصیل کیا ہے؟

(۱۱) اعم للمصلحة کالا مام میں امام اعم للمصلحة میں داخل ہے یا اقرب للعمارة میں؟

المستفتی نمبر ۸۴۹ حافظ محمد یحییٰ محمد حامد (مراد آباد) ۱۹ محرم ۱۳۵۵ھ م ۱۲ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۵۲) (۱) امام و خطیب بھی مسجد کے مصالح و ضروریات میں ہے۔ کمی آمدنی کی صورت میں تمام

مصالح کالحاظ رکھنااور حصہ رسدی سب کو مہیا کرنا مناسب ہوگا۔(۱)

(۲)بغیر ظہور خیانت و نااہلیت معزول کرنا درست نہیں۔ مگر یہ جب کہ متولی کا تقرر واقف کی شرطیا وصیت کے ماتحت ہو۔ اور اگر یہ بات نہیں ہے اور عام مسلمانوں نے کسی کو متولی بنایا ہے یا کوئی شخص خود مسجد کی خدمت تبرعاً کررہا ہے تو اس کو قائم رکھنا ضروری نہیں ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ خواہ مخواہ اس کو علیحدہ کرنا بھی زیبا نہیں۔(۲)

(۳) دیگر اوقاف کے متولیان جو روپیہ کہ زید کو دے کر پابند کریں فلاں مصرف میں صرف کرو اگر وہ پابندی شرائط وقف کے ماتحت ہو یا واقف نے متولیوں کو پابند کرنے کا حق دیا ہو تو ان کی عائد کی ہوئی پابندی لازم ہوگی ورنہ لازم نہ ہوگی۔(۳)

(۴) اگر تنخواہ مذکورہ کسی خاص وقف سے شرط واقف کے بموجب دی جاتی ہو تو وظیفہ ہے ورنہ اجارہ قرار پائے گی۔ اور اس میں اجارہ کے احکام جاری ہوں گے۔ بشرطیکہ امام نے بھی اس حیثیت کو منظور کیا ہو۔(۴)

(۵) اگر خطیب صاحب کے طرز عمل اور ان کی صلاحیت پر مسلمانوں کو بھروسہ ہو اور خیانت کا شبہ نہ ہو تو خطیب صاحب سے تفصیل حساب طلب کرنا نہیں چاہئے۔(۵)

(۶) اگر عقد اجارہ تھا تو ظاہر ہے کہ کام نہ کرنے کی صورت میں تنخواہ کا استحقاق نہیں۔ اور اگر وظیفہ تھا تو اس کو روکنے کا متولی کو حق نہیں۔(۶)

(۷) یہ دونوں ضروری ہونے میں مساوی ہیں۔ **ويد خل تحت الا مام الخطيب لا نه امام الجا مع**۔(۷)

(۸) بقدر کفایت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اتنا مقرر کیا جائے جو اس کی معاشی ضرورتوں کے پورا کرنے کے لئے اوسط درجے کے لحاظ سے کافی ہو۔ اور معاشی ضرورتیں مختلف ہوتی ہیں۔ کسی کی پچاس روپے میں پوری ہو سکتی ہیں اور کسی کی اسّی روپے میں۔ اس لئے کسی رقم سے اس کی تعیین ہونی مشکل ہے۔ اور اگر

---

(۱)والذی یبدأبه من ارتفاع الوقف ای من غلته عمارته شرط الواقف اولاثم ما هو اقرب الی العمارة، واعم للمصلحة کالامام للمسجد، والمدرس للمدرسة یصرف الیهم الی قدر کفایتهم (رد المحتار، کتاب الوقف، مطلب یبدأ العمارة بما هو اقرب الیها ٤ / ٣٦٧ ط. سعید)

(۲) لا یجوز للقاضی عزل الناظر المشروط له النظر بلا خیانة ولو عزله لا یصیر الثانی متولیا ، ویصح عزله لو منصوب القاضی...... فی البحر اخذ منه عدم العزل لصاحب وظیفة الا بجنحة او عدم اهلیة . (رد المحتار ، کتاب الوقف، مطلب لیس للقاضی عزل الناظر ، ٤ / ٤٣٨ ط. سعید.

(۳)شرط الواقف کنص الشارع فی المفهوم والدلالة وجوب العمل . (الدر المختار کتاب الوقف .مطلب فی قولهم شرط الوقف کنص ٤ / ٤٣٣ ، ٤٣٤ ط . سعید

(۴)لیس للقاضی ان یقرر وظیفة فی الوقف بغیر شرط الواقف . ولا یحل للمقرر الاخذ الا النظر علی الواقف باجرة مثله فنیة ، (الدر المختار، کتاب الوقف مطلب لیس للقاضی ان یقرر وظیفة فی الوقف ٤ / ٤٣٥ ، ٤٣٦ / ٤ ط. سعید)

(۵)لا تلزم المحاسبة فی کل عام، ویکتفی القاضی منه بالا جمال لو معروفا بالا مانة (الدر المختار کتاب الوقف، مطلب فی محاسبة المتولی وتحلیفه ، ٤ / ٤٤٨ ط. سعید)

(۶)لا یصح عزل صاحب وظیفه بلا جنحة او عدم اهلیة (ردالمحتار ، مطلب لا یصح عزل صاحب وظیفه ٤ / ٣٨٢ ط . سعید)

(۷)(رد المحتار ، کتاب الوقف، مطلب بعد العمارة بما هو اقرب الیها، ٤ / ٣٦٧ ط .سعید)

اوقاف عامہ کی آمدنی سے عمل کے مقابلہ میں تعیین رقم کی جائے تو وہ اجارہ کی شکل ہے اور اس میں عمل کرنا استحقاق اجرت کے لئے شرط ہے الا ایسی صورت جو متعارف معہود ہو کہ ترک عمل ہوتا ہے اور تنخواہ دی جاتی ہے وہ استحقاق سے مانع نہ ہو گی۔(۱)

(۹)ماھوا قرب للعمارۃ ۔ عمارت میں وہ تمام مصارف داخل ہوں گے جن سے جائیداد موقوفہ کے بقاو استحکام کا فائدہ حاصل کیا جائے۔ یعنی وقف کی ظاہری حیثیت باقی رہے اور مستحکم ہو۔ اس کا مطلب جدید عمارت بنانا یا توڑ کر از سر نو تعمیر کرنا نہیں ہے۔ پھر معنوی عمارت اصل غرض کا وجود ہے۔ اس لئے جو مصارف اصل غرض کے لئے مفید ہوں (۲) ماھو اقرب للعمارۃ و اعم للمصلحۃ میں ایسے تمام مصارف داخل ہوں گے۔ امام مسجد اور مدرس مدرسہ کو تو صراحۃً ماھوا قرب لعمارتہ میں داخل کیا ہے کہ ان کے وجود سے مسجد اور مدرسہ کی اصل آبادی ہوتی ہے۔(۳)

(۱۰)اقرب للعمارۃ میں امام اور خطیب داخل ہیں۔(۴)

(۱۱)اعم للمصلحۃ کالا مام- یہ کالامام بمثال اقرب للعمارۃ کی ہے جیسے کہ درمختار میں اس کی تصریح ہے۔ثم ماھوا قرب لعمارۃ کا مام مسجد و مدرس مدرسۃ ۔(۵)اوراعم للمصلحۃ میں چراغ بتی صفیں سوختہ وغیرہ داخل ہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

مساجد کے اوقاف مکاتب پر خرچ کرنے کا حکم

(سوال) مساجد شملہ کے اوقاف کا کچھ حصہ ان دینی مدارس پر (جو جمعیۃ انصار المسلمین سے متعلق ہیں) صرف کیا جا سکتا ہے یا نہیں ؟ اس امر کی بھی وضاحت فرمائیں کہ اس آمدنی میں صرف ضلع شملہ کے دیہاتی مکاتب ہی کا حق پہنچتا ہے یا دیگر اضلاع کے مکاتب کو بھی ؟ مساجد شملہ کے اوقاف کی آمدنی بفضل خدا اتنی ہے کہ مساجد کی جملہ ضروریات پوری کر چکنے کے بعد بھی کافی روپیہ جمع رہتا ہے۔

المستفتی نمبر ۹۹۸ محمد یٰسین معتمد جمعیۃ انصار المسلمین شملہ۔ ۲۵ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ م ۱۶ جون ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۵۳) اگر مساجد کی آمدنی مسجد کے مصارف کو پورا کرنے کے بعد اس قدر فاضل رہے کہ مسجد کو اس کی نہ فی الحال حاجت ہو اور نہ آئندہ اس کا خوف ہو کہ مسجد اس کی حاجت مند ہو گی تو ایسی فاضل جمع شدہ رقم کو تعلیم میں خرچ کرنے کی گنجائش ہے۔(۶) دینی تعلیم کا مدرسہ مسجد میں ہی قائم ہو تو اس کی فاضل آمدنی کو اسی

---

(۱)فینبغی ان یعطی لیوم البطالۃ المتعارفۃ بقرینۃ ماذکرہ فی مقابلۃ من البناء علی العرف ، فحیث کانت البطالۃ معروفۃ فی یوم الثلاثاء و الجمعۃ وفی رمضان والعیدین یحل الاخذ .(رد المحتار ، کتاب الوقف، مطلب فی استحقاق القاضی والمدرس الوظیفہ فی یوم البطالۃ ، ٤/ ۳۷۲ ط. سعید)

(۳،۴،۵) ثم ماھوا قرب الی العمارۃ واعم للمصلحۃ کا مام مسجد ولمدرس للمدرسۃ (الدر المختار ، کتاب الوقف ، مطلب یبدا بعد العمارۃ ماھو اقرب البنیا ، ٤/ ۳٦۷،ط. سعید)

(۴)وفی الشامیۃ : ویدخل تحت الا مام الخطیب لانہ امام الجامع اہ (ص ۳٦۷/ ٤)

(٦) ان کان الواقف قدرالدرس لکل یوم مبلغا علم یدرس یوم الجمعۃ او الثلاثاء لا یحل لہ ان یاخذ (رد المحتار کتاب الوقف، مطلب فی استحقاق القاضی و المدرس الوظیفہ فی یوم البطالۃ ٤/ ۳۷۲ ط. سعید)

مدرسہ میں خرچ کرنا ایک طرح مسجد کی تعمیر معنوی میں داخل ہے۔ اور اگر مسجد سے خارج مدرسہ قائم ہو تو متولیان مسجد کی اس متفقہ رائے سے خرچ ہو سکتی ہے کہ مسجد اس سے مستغنی ہے فقط۔(۱) محمد کفایت اللہ

کیا مسجد کی آمدنی سے بھی ضرورت مسجد کو شہید کر کے دوبارہ تعمیر کیا جا سکتا ہے؟

(سوال)(۱) قصبہ کھنڈوہ کے محلہ اہلی پورہ میں ایک مسجد ہے جو محلہ اہلی پورہ مسجد کے نام سے موسوم ہے جس کی ڈیڑھ منزلہ عمارت پر کھپریے چھائے ہوئے ہیں۔ دیواریں اینٹ گارے کی جوڑائی کی اور دیواروں پر چونے کا پلاسٹر ہے۔ فرش پتھر کا ہے۔ عمارت مذکور کی حالت کسی طرح مخدوش نہیں ہے جس سے اس کے منہدم ہونے کا اندیشہ ہو۔ مسجد کا نقشہ جس میں اس کی لمبائی اور چوڑائی وغیرہ دیگر ضروری کیفیت مفصل طور پر درج ہے منسلکہ تحریر ہذا ہے۔

(۲) سرکاری کاغذات یعنی نزول بندوبست ۱۸۶۸ء کے نقشے و دفتروں کے معائنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک بہت بڑا وسیع رقبہ آبادی کی زمین کا حق مسجد مذکور وقف ہے، مگر جو ۱۹۲۲ء ۱۹۲۳ء میں جدید بندوبست ہوا اس میں رقبہ کم ہو کر صرف ۳۱۷۸۷ مربع فٹ رقبہ قائم رہا کاغذات سرکاری سے یہ بات معلوم نہیں ہوتی کہ یہ زمین کب اور کس نے اور کن شرائط پر وقف کی تھی۔

(۳) ۱۹۱۸ء کے قبل نہ مسجد کا کچھ سرمایہ تھا نہ کوئی آمدنی کے ذرائع تھے۔ صرف ساٹھ ستر روپے سالانہ کی آمدنی تھی اور اس کا ختم رمضان شریف میں صرف ہو جانا بیان کیا جاتا تھا۔ مگر ۱۹۱۹ء سے رقبہ مذکور الصدر سے حصول آمدنی کے لئے باقاعدہ انتظام قائم کیا گیا جس کا باقاعدہ ریکارڈ ہے اور آمد و صرف کا حساب بھی قاعدہ کے مطابق ترتیب دیا جاتا ہے اور وقف ایکٹ نمبر ۴۲ کے مطابق ڈسٹرکٹ جج صاحب کے اجلاس میں سالانہ حساب پیش ہوتا ہے۔ ۱۹۲۹ء سے ۱۹۳۵ء تک کا حساب پیش ہو چکا ہے۔

چند پلاٹ ایسے تھے جن پر اکثر اشخاص کے مکانات سابق سے بنے ہوئے تھے ان پر سالانہ واجب کرایہ تشخیص کر کے قائم کیا گیا۔ چند پلاٹ جو موقع موقع کے تھے وہ روک لیے گئے اور قرض حسنہ حاصل کر کے وقتاً فوقتاً ان پر حق مسجد عمارتیں تیار کرا کر ماہانہ کرایہ پر جاری کی گئیں جس کی وجہ سے بعنایت ایزدی یہ سہولتیں بہم پہنچ گئیں کہ ضروری مصارف مثلاً وضو کے لئے بدھنے، تنخواہ مؤذن، بجلی کی روشنی ضروری مرمت مسجد و مکانات متعلقہ مسجد وغیرہ بآسانی انجام پانے لگے اور اسی میں سے قرض بھی ادا ہوتا رہا۔ نیز بتدریج جدید مکانات بھی ۱۹۳۶ء تک تعمیر ہوتے رہے۔

(۴) ۱۹۱۹ء میں اہل محلہ نے باتفاق رائے یہ طے کیا تھا کہ موجودہ مسجد کی عمارت کو منہدم کر کے اس پر ایک عالی شان وسیع عمارت تعمیر کرائی جائے۔ اور اسی سلسلے میں تقریباً آٹھ ہزار روپے سے زیادہ رقم کے وعدوں سے

(۱) والذی ینبغی متابعة المشایخ المذکورین فی جواز النقل بلا فرق بین مسجد او حوض ..... لا سیما فی زماننا فان المسجد او غیرہ من رباط او حوض اذا لم ینقل یا خذ انقاضه اللصوص و المتغلبون کما هو مشاهد و کذلك اوقافه یا کلها النظار او غیرهم . ویلزم من عدم النقل خراب المسجد الاخر المحتاج الی النقل الیه وفیه ان یصرف من فاضل وقف المصالح والعمارة الی الامام والمؤذن باستصواب اهل الصلاح من المسجد اهل المحلة ان کان الوقف متحداً لان غرضه احیاء وقفه . رد المحتار ، کتاب الوقف ، مطلب فی نقل انقاض المسجد و نحوه ، ج : ٤ ، ٣٦٠ ، سعید.

فہرست چندہ بھی مرتب ہوگئی۔ لیکن ۱۹۲۰ء تک مالہ ۱۳۱ روپے وصول آسکے جو سرمایہ مسجد کے ساتھ اس وقت تک کار امانت جمع ہیں۔ ۱۹۳۴ء میں اہل محلّہ نے مسجد کمیٹی سے بذریعہ تحریری درخواست استدعا کی کہ پیش امام صاحب کا ۱۰ روپے ماہوار پر حال میں تقرر عمل میں آیا ہے وہ تا تعمیر مسجد ملتوی کر دیا جائے۔ ہم لوگ محلّہ کی پنچایت کر کے چندہ وصول کرنے کی جلد کوشش کریں گے تاکہ تعمیر مسجد کا کام جلد جاری ہو سکے۔ اس درخواست کی ایک معزز ہستی نے بھی تائید کی اور پیش امام صاحب علیحدہ کر دیئے گئے اور فہرست چندہ مرتب ہوئی اور یہ طے ہو گیا کہ موجودہ مسجد کے رقبہ کے ساتھ دس فٹ چوڑی زمین اور شامل کر کے یہ کل رقبہ صحن مسجد قرار دیا جائے اور مسجد کی مغربی سمت کی زمین جس پر ہیر نجان کا قبضہ مستاجر کرایہ دار کی حیثیت سے ہے حاصل کر کے اس پر مسجد تعمیر کی جائے۔ ان تمام مصارف کا اندازہ کسی حالت میں چھ ہزار روپے سے کم نہیں ہو سکتا۔ مگر جن صاحب کے پاس ۱۹۳۴ء کے وعدوں کا چندہ جمع ہو رہا ہے انہوں نے ۱۳ اپریل ۱۹۳۶ء کو بعد جمعہ مسجد میں بطور اعلان یہ فرمایا کہ ان کے پاس تقریباً ۵۰۲ روپے جمع ہوئے ہیں۔ چند اراکین مسجد کمیٹی کا یہ گھیراؤ ہے کہ سرمایہ مسجد کی رقم ان صاحب کو جن کے پاس ۱۹۳۴ء کے وعدوں کا روپیہ جمع ہو رہا ہے ایک ہفتہ کے اندر دے دیا جائے کہ وہ جلد از جلد تعمیر مسجد کا کام شروع کر دیں۔ حالانکہ نہ ابھی تک تعمیر مسجد کے لئے کوئی خاص جگہ مخصوص کی گئی ہے نہ اتنے بڑے کام کا کوئی نقشہ اسٹمٹ مرتب ہو کر مسجد کمیٹی میں پیش ہوا ہے نہ ظاہراً کوئی سرمایہ کی سبیل ہے۔ یکم مئی ۱۹۳۶ء کو مسجد کے سرمایہ کی رقم ۹۴ اور چندہ وصول شدہ ۱۹۲۰ء کس ۱۳۱ روپے ہے۔

(۵) نقشہ منسلکہ نیز کیفیت مندرجہ نقشہ کے ملاحظہ سے مسجد کی موجودہ وسعت اور نمازیوں کی تعداد نیز نمازیوں کے آرام و تکلیف کا اندازہ ہو گا۔ ان تکالیف اور دقتوں کو محسوس کرتے ہوئے جو خصوصاً نماز جمعہ و رمضان شریف میں نماز تراویح کی جماعت میں بعض اوقات دھوپ و بارش کی وجہ سے نمازیوں کو ہوا کرتی ہے جس کی کہ جماعت بھی شاکی ہے مسجد کمیٹی میں یہ تجویز پیش ہوئی کہ مسجد کے جنوب کی طرف جو ۱۶ فٹ زمین شمالی جنوب افتادہ پڑی ہے اس کو مکان مسجد سے ملحق کر کے دو چشمے مسجد کی توسیع کر لی جائے۔ اس کام میں جو مصارف ہوں وہ مسجد کی جائیداد کے محاصل سے نہ ہوں بلکہ اس رقم سے ہوں جو ۱۹۲۰ء میں چندہ واسطے جدید تعمیر مسجد کے فراہم ہوا تھا۔ اور قلیل رقم ہونے کے سبب اب تک سرمایہ مسجد کے ساتھ امانۃً جمع ہے۔ جن لوگوں نے وہ چندہ کی رقم دی ہے ان میں سے چار نے اس کام میں صرف کر دینے کی بخوشی تحریری اجازت دے دی ہے۔ اس لئے یہ توسیع کا کام کر لیا جائے اور اس کام میں زیادہ سے زیادہ سو سوا سو روپے خرچ ہوں گے۔ جدید تعمیر مسجد کا کام جاری ہونے کی تجویز ہے تو پھر کس لئے اس توسیع کے کام میں یہ روپیہ صرف کیا جائے اور چندہ دہندگان کے اصرار کے ساتھ یہ خواہش کہ ایک موہوم یاد دہانیاں ہوئیں اور جدید چندہ کی فہرستیں بھی مرتب ہوئیں لیکن آج تک ایک بھی تحریک حد تکمیل کو نہیں پہنچی ہرگز توسیع کا کام نہ روکا جائے اور ہمارا دیا ہوا چندہ اس توسیع کے کام میں صرف کر دیا جائے۔

واقعات مندرجہ بالا پیش کرنے کے بعد التماس ہے کہ حسب ذیل سوالات کے جوابات شرع کے

مطابق تحریر فرمائے جائیں۔

(الف) وقف جائیداد کی ترقی آمدنی کے لئے جو ذرائع اختیار کئے گئے تھے جن کا ذکر فقرہ نمبر ۳ میں ہے آیا وہ شرعاً جائز تھے یا ناجائز ؟ اور آئندہ وہ طریقہ جاری رکھا جائے یا بند کر دیا جائے یعنی ترقی آمدنی کے لئے جدید تعمیر مکانات کی بغرض فراہمی کرایہ جاری رکھی جائے یا نہیں ؟

(ب) مسجد مذکور جو کسی طرح مخدوش حالت میں نہیں ہے جس سے اس کے منہدم ہونے کا اندیشہ ہو۔ اگر اس کو شہید کر کے اس کی عمارت کو وسیع اور شاندار بنانا چاہیں اور اس میں وہ رقم صرف کریں جو جائیداد متعلقہ مسجد مذکور سے وصول ہوتی ہے جس کا ذکر فقرہ نمبر ۱، ۲، ۳ میں ہے کیا جدید تعمیر میں محاصل مسجد کی رقم صرف میں لانے کی شرعاً اجازت ہے ؟ غایۃ الاوطار جلد دوم ص ۲۷۵ میں ہے کہ مسجد کے متعلق جو وقف کی جائیداد ہو اس کے ذریعہ سے جو آمدنی ہو اس کو پہلے وقف کی مرمت میں خرچ کیا جائے۔ اس کے بعد جو عمارت سے نزدیک تر ہو جیسے مسجد کا امام وغیرہ اور ابتدائی عمارت لازم نہیں مگر جب خوف ہو وقف کی ویرانی کا۔ اور تعمیر اسی قدر مستحق ہے جس صفت پر واقف نے وقف کیا تھا اور اس سے زیادہ تعمیر کرنا مستحق نہیں۔ اس عبارت کی تائید اردو ترجمہ فتاویٰ عالمگیری جلد چہارم ص ۱۷۱ میں بدین الفاظ ہے۔ "اس مسئلہ کی تاویل یہ ہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب وہ بنانے والا اس محلّہ کا نہ ہو اور اگر محلّہ کا ہو تو محلّہ والوں کو اختیار ہے کہ گرا کر جدید تعمیر سے اس کو بنوا دیں اور اس میں بوریا کا فرش بچھائیں اور قندیلیں لگائیں۔ لیکن اپنے ذاتی مال سے ایسا کریں گے اور اگر مسجد کے مال سے ایسا کرنا چاہیں تو ان کو یہ اختیار نہیں ہے یعنی جو مسجد پر وقف ہے اس کے محاصل سے صرف نہیں کر سکتے۔

(ج) اراکین مسجد کمیٹی یا اہل محلّہ یہ چاہیں کہ وقف جائیداد متعلقہ مسجد مذکور کو بیع یا رہن کر کے رقم حاصل کرنے کے بعد موجودہ مسجد کو شہید کر کے مسجد کی عمارت کو حسب دلخواہ بنائیں تو کیا شرعاً وہ ایسا کر سکتے ہیں۔ جن لوگوں نے تعمیر جدید کے لئے ۱۹۲۰ء میں چندہ دیا ہے اور اب تک امانت جمع ہے وہی لوگ اپنی عطا کردہ رقم کو توسیع مسجد کے کام میں صرف کرنے کی خوشی اجازت دیتے ہیں اس میں سو سوا سو سے زائد صرف نہ ہوگا۔ تفصیل فقرہ نمبر ۵ میں درج ہے۔ کیا وہ رقم توسیع مسجد کے کام میں شرعاً صرف ہو سکتی ہے ؟

المستفتی نمبر ۱۰۰۰ عبدالعزیز خان ٹھیکیدار (کھنڈوہ ضلع نمماڑ) ۲۶ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ م ۱۷ جون ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۵۴) (الف) ان ذرائع کو اختیار کرنا جائز تھا اور جاری رکھنا بھی جائز ہے۔(۱) (ب) اگر کوئی شخص اپنے روپے سے جدید تعمیر مسجد بنانا چاہے یا جو چندہ جدید تعمیر بنانے کی غرض سے ہی دیا جائے اس روپے سے جدید تعمیر بنانی جائز ہے لیکن جب تک جدید تعمیر کے لائق رقم نہ ہو جائے موجودہ عمارت منہدم نہ کی جائے۔ جائیداد مسجد سے جو رقم وصول ہوتی ہے اس کو ضروریات مسجد میں خرچ کرنا چاہئے۔(۲) (ج) اگر تجدید تعمیر ضروری نہیں ہے تو جائیداد موقوفہ مسجد کو بیع یا رہن کرنا جائز نہیں۔(۳) اور اگر تعمیر ضروری ہو جائے مثلاً مسجد منہدم

---

(۱) ولا تجوز اجارة الوقف الا باجرة المثل كذافى محيط السرخسى . (عالمگیریه ، کتاب الوقف، ج :۲/ ۴۱۹ ، ماجدیه) روى عن محمد رحمه الله تعالى انه يؤذن الناس بالنزول سنة ويواجر سنة اخرى ويرم من اجرته. عالمگیریه، کتاب الوقف ، الباب الثانی ، ج ۲ / ۴۶۶ ، ماجدیه)

(۲) اما اهل تلك المحلة فلهم ان يهدموا ويجددوا بنائه ..... لكن من مال انفسهم اما من مال المسجد فليس لهم ذالك . (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوقف الباب الحادى عشر ، الفصل الاول ۲ / ۴۵۷ ط . ماجدية)

(۳) المتولى اذا رهن الوقف بدين لا يصح . (الهندية ، كتاب الوقف ، الباب الخامس ۲ / ۴۲۰ ط .ماجدية)

ہو جائے تو اس وقت بھی کرایہ پر دینا جائز ہو تا ہے بیع جائز نہیں ہوتی۔ہاں ان کی رقم توسیع میں صرف کرنا بلا شبہ جائز ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

مسجد کے تمام مال کی قیمت دوسری مسجد پر لگائے

(سوال) خام مسجد توڑ کر پختہ مسجد بنائی جارہی ہے تو اس کا کٹہرا یا کوئی سامان فروخت کرنا اس غرض سے کہ اس کی قیمت مسجد ہی میں لگائی جائے گی جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۰۱۹ایم۔ عمر صاحب انصاری مقام بھاگا۔ڈاک خانہ تھاوی ضلع سارن ۳ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ م ۲۴ جون ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۵۵) مسجد کا پرانا سامان جو مسجد میں کام نہ آسکے فروخت کر دینا اور اس کی قیمت مسجد میں خرچ کرنا جائز ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،دہلی

صرف خیر کے لئے وقف مکان کی آمدنی کو واقف کے پڑپوتوں پر خرچ کرنے کا حکم

(سوال) مسماۃ مغل جان عرف خانم صاحبہ نے انتقال کیا اور کچھ جائیداد ترکہ میں چھوڑی۔ مسماۃ مذکور نے اپنی زندگی میں یہ وصیت کی تھی کہ منجملہ جائیداد کے ایک مکان واسطے صرف خیر کے رکھا جائے۔ چنانچہ حسب وصیت مرحومہ مذکور ایک مکان صرف خیر کے لئے علیحدہ کر دیا گیا اور ان کے ورثاء اس مکان کو صرف خیر کے کام میں لاتے رہے۔اب جب کہ ان ورثاء کا انتقال ہو گیا جو اس کام کو انجام دیتے رہے اور مکان مذکور کو صرف خیر میں لاتے رہے تو اب کوئی ایسا نہ رہا جو اس مکان کو صرف خیر میں لاتا۔بلکہ مرحومہ کے پڑپوتے کی اولاد بوجہ تنگدستی اور غربت کے اس حالت میں موجود ہے کہ اگر شریعت اجازت دے تو اس مکان کی آمدنی (جو صرف خیر کے لئے علیحدہ کر دیا گیا تھا) ان کی امداد اور اعانت کی جائے۔ پس دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا مکان مذکور کی آمدنی کا کوئی حصہ کل یا جزء مرحومہ کے پڑپوتے کی اولاد پر صرف کیا جاسکتا ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۱۵۵ محمد عثمان صاحب خیاط (دہلی) ۱۱ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ م ۳۰ اگست ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۵۶) صرف خیر میں لانے کے ماتحت واقفہ یا وصیت کرنے والے کی اولاد در اولاد کا سلسلہ جو محتاج ہو زیادہ مستحق ہے کہ ان کی حاجت روائی کی جائے۔ پس اس مکان کی آمدنی میں سے مرحومہ کے پڑپوتے کی محتاج اولاد کی امداد کرنا جائز ہے۔(۳) فقط۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،دہلی

---

(۱) اذا بنی حانو تا و احتاج الی المرمة روی عن محمد (رحمه الله تعالیٰ) انه یعزل منها نا حیه بیتا او بیتین فتواجر و ینفق من غلتها علیه (عالمگیریه، کتاب الوقف، الباب الثانی عشر ۲ /۴٦٦ ط. ماجدیه)

(۲) سئل شیخ الاسلام عن اهل قریة افترقوا وتداعی مسجد القریة الی الخراب وبعض المتغلبة یستولون علی خشب المسجد وینقلونه الی دیارهم هل لواحد من اهل القریة ان یبیع الخشب با مر القاضی و یمسک الثمن لیصرفه الی بعض المساجد او الی هذا المسجد؟ قال نعم (الهندیه، کتاب الوقف الباب الثالث عشر ۲ /۴۷۸، ۴۷۹ ط. ماجدیه) دیباج الکعبة اذا صارت خلقا لا یجوز اخذه ولکن یبیعه السلطان ویستعین به علی امر الکعبة (الهندیة، الباب الحادی عشر ۲ /۴۵۹ ط. ماجدیه)

(۳) اذا جعل ارضا صدقه موقوفة علی الفقراء والمساکین ...... فاحتاج بعض قرابته او بعض ولده الی ذالک والوقف فی الصحة (ففیها احکام) احدها ان صرف الغلة الی فقراء القرابة اولیٰ (الهندیة، کتاب الوقف، الباب الثالث، اوائل الفصل الثامن ۲ /۳۵۵ ط. ماجدیه)

مسجد کے سقہ کو مسجد کی آمدنی سے تنخواہ دینا اور صدقہ جاریہ میں مصرف کیا ہے

(سوال)(۱)جو سقہ مسجد میں پانی بھرتا ہے نمازیوں کے وضو وغیرہ کے لئے اس کو آمدنی وقف میں سے متولی معاوضہ دے سکتا ہے یا نہیں ؟ (۲) کسی مرحومہ کی امانت صدقہ جاریہ میں کسی مدرسہ میں کس مد میں دینی چاہئے۔(۳) کچھ وقف علی الاولاد میں اور کچھ صدقہ جاریہ میں اور کچھ تیل بتی وغیرہ میں اپنی طرف سے اور والدین اور ہمشیر گان کی طرف سے کسی مدرسہ میں دینا چاہتا ہوں تو اس کی نیت کر لینا کافی ہے یا تحریر میں لانا بھی ضروری ہے اور اس مذکورہ وقف میں سے کس مد میں دینی چاہئے ؟

المستفتی نمبر ۱۲۶۱ حاجی مسند علی صاحب۔ موضع جڑودہ (ضلع میرٹھ) ۹ شوال ۱۳۵۵ھ م ۲۴ دسمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۵۷)(۱)پانی بھرنے کی اجرت آمدنی وقف میں سے دینی جائز ہے۔(۱)(۲) صدقہ جاریہ کی رقم مدرسہ کے لئے دینیات کی کتابیں دینے کی صورت میں خرچ ہو سکتی ہیں۔(۳)صدقہ جاریہ تو وہ مدات کہلاتی ہیں جن میں وہ چیز باقی رہے اور اس سے نفع اٹھایا جاتا رہے مسجد کے لئے فرش ، مدرسہ کے لئے کتابیں اور فرش ، کنواں ، حوض سرائے۔ یہ چیزیں صدقہ جاریہ میں داخل ہیں۔وقف علی الاولاد میں اس کی تصریح کر دینی لازم ہے۔(۲) کفایت اللہ کان اللہ لہ ، دہلی

یتیموں پر وقف کی ہوئی آمدنی سے واقف کے محتاج بھانجوں کو دی جاسکتی ہے

(سوال) مسماۃ حافظہ بی بی بنت اسمٰعیل داؤجی پٹیل نے اپنی حیاتی میں اپنی جائیداد کو حسب ذیل امور پر صرف کرنے کے لئے وقف کیا۔

(۱)مکان موقوفہ کی آمدنی کا ایک چوتھائی حصہ جمع رکھا جائے۔باقی آمدنی جو رہے اس کو حسب ذیل امور پر صرف کریں۔ (۲) کچھ رقم ایک مسجد خاص میں دی جائے۔ (۳) کچھ رقم ایک مخصوص مدرسہ میں دی جائے۔ (۴) کچھ رقم لاوارثوں کی تجہیز و تکفین میں صرف کی جائے۔ (۵) کچھ رقم بیواؤں کی امداد میں صرف کریں۔ (۶) کچھ رقم یتیم و مساکین کو دی جائے۔ (۷) ماہ رمضان المبارک میں غربا کو پانچ سو ۵۰۰ روپیہ تقسیم کیا جائے۔ (۸) مذکور الصدر امور پر مخصوص رقم دیتے ہوئے جائیداد کی آمدنی میں بچت ہو تو مذکور الصدر امور پر حسب حصص بچی ہوئی رقم کو تقسیم کیا جائے۔

سوال یہ ہے کہ مسماۃ کی حیات میں ان کے عزیزوں میں کوئی غریب نہ تھا۔ مگر ان کی وفات کے بعد ان کے بھانجے غریب ہو گئے۔ انہوں نے جائیداد کے ٹرسٹیوں سے درخواست کی کہ مسماۃ کے اوقاف میں سے

---

(۱)یدخل فی وقف المصالح قیم وامام خطیب والمؤذن یعبر الشعائر التی تقدم شرط ام لم یشرط. بعد العمارۃ ھی امام وخطیب و مدرس ...... وثمن زیت وقنا دیل وحصر وماء وضوء کلفۃ نقلہ للمیضأۃ. (الدرالمختار کتاب الوقف، بعید مطلب یبدابعد العمارۃ بما ھو اقرب الیہا، ۴/ ۳۷۱ ط. سعید)

(۲) قال الشارح فی شرحہ علی الملتقی : قد نظم شیخنا الشیخ عبدالباقی الحنبلی المحدث ثلاثۃ عشر ممن یجری علیہ الاجر بعد الموت علی ماجاء فی الا حادیث ...... فقال:-

اذا مات ابن ادم جاء یجری ، علیہ الا جر عد ثلاث عشر علوم بثہا ودعاء نجل ،

وغرس النخل والصدقات تجری وراثۃ مصحف ورباط ثغر ، وحفر البئر واجراء نہر ،

(رد المحتار ، کتاب الجہاد ، مطلب فی بیان من یجری علیہم الاجربعد الموت ، ج : ۴ ص ۱۲۲ ،سعید)

ہمیں حصہ ملنا چاہئے مگر ٹرسٹیان اوقاف کہتے ہیں کہ جائیداد موقوفہ میں سے آپ لوگوں کو دینے کی کوئی گنجائش نہیں۔ کیا مذکور الصدر امور میں جو مخصوص رقم ہے اس میں تخفیف کر کے بھانجوں کو دینا یا جو پانچ ۵۰۰ صد روپیہ غربا کو دینے کے ہیں وہ رقم خاص بھانجوں کو دے دی جائے تو شرائط اوقاف میں کوئی شرعاً نقص آتا ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۵۳۷ محمد سلیمان پٹیل ناخدا صاحب (دریاؤ ضلع سورت) ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ م ۲۶ جون ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۵۸) مرحومہ واقفہ کے محتاج بھانجے اس وقف میں سے امداد پانے کے مستحق ہیں اور وہ نمبر ۶ اور نمبر ۷ میں داخل ہو سکتے ہیں۔ نمبر ۶ میں یہ لفظ ہیں۔ کچھ رقم یتیم و مساکین کو دی جائے۔ مساکین میں وہ بھی شامل ہو سکتے ہیں اور اس مد میں سے ان کو رقم دی جاسکتی ہے۔ اسی طرح نمبر ۷ میں رمضان کے مہینہ میں ان کو بھی شامل کر کے امداد دی جاسکتی ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مسجد کے فاضل روپیہ کو دوسری مسجد پر خرچ کرنا

(سوال) ایک مسجد مالدار ہے اس کی آمدنی خرچ سے بہت زیادہ ہے اور خرچ سے باقی ماندہ روپیہ لاکھوں کی تعداد تک پہنچ گیا ہے اور اب کوئی کام مسجد میں ایسا باقی نہیں جس میں روپیہ صرف کیا جاسکے۔ کیا اس مسجد کا فاضل روپیہ کسی دوسری مسجد کی مرمت یا دیگر ضروریات کے لئے صرف کیا جاسکتا ہے یا نہیں۔ اگر صرف کیا جاسکتا ہے تو کس حد تک ؟

المستفتی نمبر ۱۷۸۶ راغب حسن (کولمبو) ۵ ارجب ۱۳۵۶ھ م ۲۱ ستمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۵۹) جب کہ مسجد کی جمع شدہ رقم مسجد کی حاجت سے زیادہ ہو اور آئندہ بھی مسجد کو بظن غالب اس رقم کی حاجت پڑنے کا احتمال نہ ہو تو دوسری محتاج مسجد پر یہ رقم صرف کی جاسکتی ہے۔ اس اجازت میں وہ مقدار شامل ہوگی جس سے مسجد حالاً و مآلاً مستغنی ہو۔(۲) واللہ اعلم۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مسجد میں کم آمدنی پر رکھے ہوئے ملازم کی جگہ زیادہ آمدنی والا ملازم رکھنا

(سوال) یہاں ایک شاہی مسجد ہے جو بہت ہی عالیشان بعہد بادشاہ غازی عالمگیر راجہ کی ساختہ شدہ ہے۔ مسجد ہذا کے نیچے باون ۵۲ دکانیں ہیں۔ ان میں سے پانچ اہل ہنود کے قبضہ میں ہیں۔ بقیہ سینتالیس ۴۷ دوکانیں مسجد ہذا کے تحت میں ہیں۔ مسجد کی کمیٹی چودہ ممبران پر مشتمل ہے۔ پریذیڈنٹ شہر ہذا کے مجسٹریٹ ہیں خواہ اہل ہنود ہو یا اہل اسلام۔ اب سوال یہ ہے کہ کمیٹی نے ایک نویسندہ مقرر پانچ روپے ماہوار میں کیا ہے۔ مسجد کا حساب آمد کرایہ

---

(۱) اذا جعل ارضا صدقة موقوفة على الفقراء والمساكين...... فاحتاج بعض قرابته او بعض ولده الى ذالك والوقف فى الصحة (فههنا احكام) احدها ان صرف الغلة الى فقراء القرابة اولى (الهندية ، كتاب الوقف، الباب الثالث، اوائل الفصل الثامن ،۲/ ۳۹۵ ط . ماجدية)

(۲) وضمن متوليه لو فعل النقش او البياض الا اذا خيف طمع الظلمة فلا بأس به . قوله : الا اذا خيف بان اجتمعت عنده اموال المسجد وهو مستغن عن العمارة والا فيضمنها . (الدر المختار مع ردا لمحتار ، مطلب كلمة لاباس دليل على ان المستحب غيره ج : ۱/ ۶۵۸ ، سعيد)

نامہ وغیرہ لکھتا رہے۔ اب نویسندہ نمبر ۱۰ روپے ماہوار طلب کرتا ہے۔ حالانکہ قابل معتبر نویسندہ پانچ روپے ماہوار میں کام کرنے کو تیار ہے۔ کچھ ممبران نویسندہ مقررہ کو ۱۰ روپے ماہوار دینے پر تیار ہیں اور کچھ ممبران خلاف ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ جب پانچ روپے ماہوار میں قابل نویسندہ رہنے اور کام کرنے کو تیار ہے تو ۱۰ روپے کا نویسندہ جائز ہے یا ناجائز ہے؟

المستفتی نمبر ۱۸۸۷ سید عبدالغفور صاحب ممبر کمیٹی (مارواڑ) ۱۵ رجب ۱۳۵۶ھ م ۲۱ ستمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۶۰) مسلمانوں کو لازم ہے کہ پانچ دکانیں جو غیر مسلم افراد کے قبضہ میں ہیں ان کو مسجد کے لئے حاصل کرنے کی سعی کریں خواہ ان کی قیمت ادا کرنی پڑے اور یہ بھی سعی کریں کہ کمیٹی کا صدر (پریذیڈنٹ) بھی مسلمان ہوا کرے غیر مسلم نہ ہو۔(۱) اور جب کہ پانچ روپے ماہوار پر حساب لکھنے والا مل سکتا ہے تو ۱۰ روپے دینا جائز نہیں ہے۔(۲) ہاں اگر پانچ روپے والا کام ٹھیک نہ کرتا ہو اور ضرورت ہو کہ دوسرا ملازم رکھا جائے اور دوسرا ملازم ۱۰ روپے سے کم میں نہ ملے تو اس وقت دس روپے دینا جائز ہوگا فقط۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مسجد کے لئے دس آنے پر مزدور مہیا ہوتے ہوئے ایک روپیہ پر مزدور مقرر کرنا

(سوال) ایک مسجد اور اس سے ملحقہ جائیداد کے ٹرسٹی مسجد یا مسجد کی جائیداد کی مرمت کے کام کے لئے اپنی قوم کے غریب مزدور مقرر کرتے ہیں مگر ان کو دیگر قوم کے مزدوروں کی نسبت زیادہ مزدوری دیتے ہیں۔ مثلاً اگر دیگر اقوام کے مزدور دس آنے بارہ آنے روزانہ لے کر کام کرتے ہیں۔ تو وہ ٹرسٹی اپنی قوم کے مزدوروں کو ایک روپیہ یا ایک روپیہ دو آنے روزانہ دیتے ہیں۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ یہ وقف کی ملکیت کا اسراف ہے تو وہ ایک جواب دیتے ہیں کہ یہ قوم پروری ہے تو کیا از روئے شرع شریف وقف کے مال سے اس طرح ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا جائز ہے۔ اگر جائز ہے تو فبہا اور اگر ناجائز ہے تو ایسے خرچ کرنے والوں کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

المستفتی نمبر ۱۹۲۸ محمد حسین صاحب بمبئی ۲۴ رجب ۱۳۵۶ھ ۳۰ ستمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۶۱) قوم پروری اپنے مال سے کی جا سکتی ہے۔ مسجد کا مال قوم پروری کے لئے نہیں ہے۔ جتنی مزدوری پر مزدور مل سکتے ہیں اس سے زیادہ دینا جائز نہیں ہے۔ دینے والے خود اس رقم کے ضامن ہوں گے جو زیادہ دی جائے گی۔ فقط۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

چھوٹی مسجدوں کو ختم کر کے ایک بڑی مسجد بنانے کا حکم

(سوال) چند مسجدوں کو توڑ کر ایک جگہ ایک بڑی مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں اور فائدہ عام بھی ہے اور صورت جامع بھی ہے اور جائے مساجد کلکواہ میں اگر پنجگانہ بھی نہ ہو تو فقط حفاظت کافی ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۹۶۱ محمد انصار الدین صاحب۔ آسام۔ ۲۵ شعبان ۱۳۵۶ھ م ۳۱ اکتوبر ۱۹۳۷ء

---

(۱) قرآن مجید میں ہے: ما کان للمشرکین ان یعمروا مساجد الله شاهدین علی انفسهم بالکفر. سورة التوبه، رقم الآية: ۱۷
(۲) وللمتولی ان یستاجر من یخدم المسجد ...... باجر مثله اوزیادة یتغابن فیها، ...... ویضمن لو دفع من مال الوقف. (عالمگیریه، کتاب الوقف، ج: ۴۶۱/۲، ماجدیه)
(۳) وللمتولی ان یستاجر من یخدم المسجد ...... یاجر مثله اوزیادة یتغابن فیها ...... ویضمن لودفع من مال الوقف. (عالمگیریة، کتاب الوقف ج: ۴۶۱/۲، ماجدیه)

(جواب ۲۶۲) مساجد اگر ایسی حالت میں ہو جائیں کہ ان میں پنجگانہ جماعت نہیں ہوتی اور ان کی حاجت نہیں رہی تو ان کو محفوظ مقفل کر کے چھوڑ دیا جائے اور یہ اندیشہ ہو کہ لوگ اس کا سامان چرا کر لے جائیں گے تو ایسی چیزوں کو جو چرائی جاسکتی ہوں دوسری قریب ترین مسجد میں منتقل کر دینا چاہئے۔ اور جب تک کوئی مسجد رفاہ عام کے کاموں میں لائی جاسکے اس کو منہدم کرنا درست نہیں۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مسجد کی آمدنی یا یتیموں کے جمع کی ہوئی مدرسہ پر خرچ کرنا

(سوال) (۱) مسجد کی موقوفہ جائیداد کا روپیہ کسی مکتب یا مدرسہ پر خرچ کرنا جائز ہے ؟ (۲) زید نے ایک مکتب قائم کر رکھا ہے اور روپیہ وغلہ یتیموں اور مسکینوں کے نام سے وصول کرتا ہے۔ حالانکہ مکتب میں کوئی یتیم و مسکین طالب علم نہیں ہے بلکہ اپنے ذاتی احباب اور دوست پر خرچ کرتا ہے۔ ایسے شخص کو چندہ و غلہ وصول کرنا اور چندہ و غلہ دینا جائز ہے ؟

المستفتی نمبر ۲۹۰۰ شیخ حاجی مہنگو محمد مصطفیٰ سلطان پور (اودھ) ۱۱ رمضان ۱۳۵۶ھ م ۱۶ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۶۳) مسجد کا روپیہ کسی شخص کی ملکیت پر خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔ مدرسہ اگر اسی مسجد میں ہو اور روپیہ وافر ہو تو اس پر خرچ ہو سکتا ہے (۲)۔ ایسے شخص کو چندہ اور غلہ دینا ہرگز جائز نہیں جو یتیموں کے نام سے وصول کرے اور خود کھائے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

بوسیدہ مسجد کی لکڑیاں دوسری مسجد کے لئے وقف شدہ مکانات پر لگائی جاسکتی ہیں

(سوال) ایک مسجد جو کہ گر گئی ہو اور اس کی لکڑیاں بیکار پڑی ہوں تو وہ لکڑیاں ایک دوسری مسجد کے وقف شدہ مکانات میں (جن میں کرایہ دار غیر مسلم بھی رہتے ہیں) استعمال کی جاسکتی ہیں یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۲۰۷۷ فرزند علی صاحب (برما) ۲۴ رمضان ۱۳۵۶ھ م ۲۹ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۶۴) مسجد منہدم شدہ میں اگر وہ لکڑیاں کام میں نہ آسکیں تو دوسری مسجد میں مسجد کے موقوفہ مکانات میں استعمال کی جاسکتی ہیں خواہ مکانات میں کرایہ دار مسلمان ہوں یا غیر مسلم (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

(۱) مساجد کی ضرورت سے زائد آمدنی کو کہاں صرف کیا جائے؟

(سوال) یہاں پر بعض مساجد کی آمد اس قدر زائد ہے کہ ضروری اور غیر ضروری مصارف کے باوجود سالانہ کافی رقم کی بچت ہوتی ہے اور سال بہ سال اس آمد میں اضافہ ہو رہا ہے تو کیا اس باقی ماندہ رقوم سے کچھ رقم کو کسی اور

---

(۱) فی رد المحتار : اذا خرب المسجد و وقع الاستغناء عنه الى مسجد آخر مانصه والذى ينبغى متابعة المشايخ المذكورين فى جواز النقل ...... فان المسجد اذا لم ينقل ياخذ انقاضه اللصوص (ردالمحتار كتاب الوقف، مطلب فى نقل انقاض المسجد ٤ / ٣٦٠ ط . سعيد)
(۲) بحوالہ سابق نمبر اص ۲۶۲
(۳) سئل شيخ الاسلام عن أهل قرية افترقوا و تداعى مسجد القرية الى الخراب وبعض المتغلبة يستولون على خشب المسجد وينقلونه الى ديارهم هل لواحد من اهل القرية ان يبيع الخشب بامر القاضى ويمسك الثمن ليصرفه الى بعض المساجد او الى هذا المسجد ؟ قال نعم . (الهندية ، كتاب الوقف، الباب الثالث عشر، ٢ / ٤٧٨، ٤٧٩ ط . ماجدية)

اسلامی کاموں پر صرف کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ اگر کیا جا سکتا ہے تو وہ کون سے امور ہیں؟

المستفتی نمبر ۲۳۲۸ چناروا ڑ مسجد۔ راندیر (سورت) ۲۱ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ ۲۱ جون ۱۹۳۸ء

(جواب ۲۶۵) جب مسجد کی آمدنی اس قدر کثیر ہو کہ مسجد کو اس کی نہ فی الحال حاجت ہو اور نہ فی المآل تو ایسی حالت میں جمع شدہ زائد رقم کو کسی دوسری محتاج مسجد میں یا دینی تعلیم میں خرچ کیا جا سکتا ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مسجد کی ضرورت سے زائد آمدنی کو مساجد پر ہی خرچ کیا جائے

(سوال) ہندوستان کی اکثر مساجد جن کے مصارف کی کفایت اسلامی حکومت کرتی تھی لیکن اسلامی حکومت کے زوال کے بعد مسجدوں کے مصارف غیر اسلامی حکومت کے خزانہ سے بند کر دیئے گئے ہیں اور مسجد کے قریب رہنے والے مسلمانوں نے مسجد کی آبادی کو فریضہ اسلامی سمجھ کر مصارف کا انتظام اپنے ذمہ لے لیا اور مصارف مسجد کے لئے ذرائع آمدنی پیدا کرنے کی یہ ترکیب نکالی کہ مسجد کے آس پاس کی زمین پر جو بنائے مسجد کے بعد برسہا برس سے خالی پڑی تھی اور جس کا کوئی مالک نہ تھا یا مسجد کے قریب بعض مسلمانوں کی افتادہ زمین پر دوکانیں تعمیر کی گئیں اور غیر اسلامی حکومت نے ان دونوں قسموں کی زمینوں سے اس لئے کوئی واسطہ نہیں رکھا اور اعتنانہ کیا کہ وہ غیر قوموں کے معابد اور مذہبی امور کے انتظام و انصرام سے گریز کی روش اختیار کئے ہوئے تھے۔ رفتہ رفتہ تعمیر شدہ دوکانوں کے کرایہ سے اس قدر آمدنی ہونے لگی کہ امام و مؤذن کی تنخواہ، جائے نمازیں، روشنی، پانی مٹکے، بدھنے، رمضان شریف میں ختم قرآن پر حافظ کے وقت کی اجرت، تقسیم شیرینی، مسجد کی قلعی اور مرمت مسجد کی جائیداد کی مرمت کے بعد روپیہ پس انداز ہونے لگا۔ حتیٰ کہ بعض مساجد میں اس روپیہ کی تعداد کئی ہزار تک نوبت پہنچی ہے۔

مذکورہ بالا قسم کی آمدنی سے ضروریات مسجد کی تکمیل، جائیداد کی نگرانی، نئی جائیداد کی خریداری اور مداخل کی حفاظت و تحویل اہل محلہ کی ایک مجلس انتظامیہ کے سپرد ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ مذکورہ بالا قسم کی آمدنی سے جو ضرورت مسجد کی تکمیل اور تکفیل کے بعد بچی رہتی ہے بہ نیت تبلیغ و توسیع علم دین (۱) تفسیر (۲) حدیث (۳) فقہ (۴) کلام (۵) سیر۔ (۶) تاریخ (۷) اخلاق (۸) تصوف کی کتابیں خرید کر عامۃ المسلمین کے لئے ایک دار المطالعہ اور کتب خانہ کا قیام جائز ہے یا نہیں قرآن شریف اور مسائل ضروریہ کی تعلیم کے لئے اہل محلہ کے بچوں کے واسطے کسی معلم کو مقرر کر کے مذکورہ بالا آمدنی سے تنخواہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

اور اگر مذکورہ بالا مدات پر یہ رقم صرف کرنا از روئے شرع جائز نہیں ہے تو بتلایا جائے کہ مسجد کی ضروریات سے بچی ہوئی رقم و دولت کا مصرف خیر فی زمانہ کیا ہو سکتا ہے۔ کیا ہر سال ربیع الاول کے مہینہ میں دو تین سو روپے خرچ کر کے مولود شریف پڑھوا دیا کریں یا محرم الحرام کے مہینہ میں تعزیہ بنوا کر مرثیہ خوانی کی

....

(۱) بحوالہ سابقہ نمبر ۱ ص ۲۶۴

مجالس میں پانچ چھ سو روپے خرچ کر دیا کریں یا یہ رقم انجمن تبلیغ اسلام مسلم لیگ اور جماعت احرار کے چندہ میں دے دیا کریں یا یتیموں اور بیوگان کو تقسیم کر دی جائے یا مظلومین فلسطین کے لئے ہندوستان سے باہر بھیج دی جائے۔ برطانوی ہند میں مسلمانوں کے حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے استفتا کا مدلل جواب مرحمت فرمایا جاوے واجرہ علی اللہ

المستفتی نمبر ۲۴۵۲ محمد عبدالرشید خاں صاحب ایم۔اے (اجمیر شریف) ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ م ۱۲ فروری ۱۹۳۹ء

(جواب ۲۶۶) ھوالموفق۔ مذکورہ سوال رقوم جو اوقاف متعلقہ مساجد کی آمدنی میں سے ضروریات مساجد پوری ہونے کے بعد فاضل بچی ہوئی ہیں اور بظاہر مساجد کو ان رقوم کی نہ فی الحال حاجت ہے اور نہ آئندہ احتیاج کا خطرہ ہے۔ ایسی رقوم سے مساجد میں مدارس دینیہ کا اجرا یا دینی ضرورتوں کے ماتحت دارالمطالعہ کا قیام جائز ہے۔ مسجد یا اس کی متعلقہ وقف عمارت میں تعلیم کا اجراء مسجد کی تعمیر معنوی میں داخل ہے اور تعمیر مسجد شعائر اللہ میں شمار کی گئی ہے اور مصرف وقف مسجد میں شامل ہے ایسی رقوم کو مولود شریف یا تعزیہ یا مرثیہ خوانی پر خرچ کرنا جائز نہیں۔ اور کسی انجمن کی دینی ضروریات میں دینا اگر جائز بھی ہو۔ تاہم تعلیم پر خرچ کرنا بہتر اور افضل ہے۔(۱)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مسجد کی ضرورت سے زائد آمدنی سے علوم معاشیہ کے طلبہ پر خرچ کرنے کا حکم

(سوال) شہر بمبئی میں بعض ایسی مساجد ہیں جن کے تمام لازمی وغیر لازمی فرض واجب مسنون مستحب اور شرعی مصارف کے بعد بھی ان کی آمدنی سے ایک فاضل رقم بچ جایا کرتی ہے جو بیکار و معطل پڑی رہتی ہے اور مسلمانوں کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا، اور مساجد کو نہ تو فی الحال اس کی ضرورت ہے نہ مستقبل میں ضررت معلوم ہوتی ہے۔ کیا ایسی فاضل رقم سے غریب مسلمان طلبہ علوم معاشیہ کیلئے جیسے ہائی اسکول، کالج، یونیورسٹی، صنعتی اداروں اور دینی درس گاہوں میں تعلیم کے لئے وظائف دیئے جاسکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی ۲۴۸۲ حاجی غلام حسین صاحب بمبئی ۳ ۲۵ صفر ۱۳۵۹ھ م ۱۶ اپریل ۱۹۳۹ء

(الجواب ۲۶۷) مساجد کے اوقاف کی آمدنی دراصل تو مساجد کے مصارف کیلئے ہوتی ہے۔ مگر جب آمدنی تمام مصارف پورے کرنے کے بعد بھی فاضل بچ جائے اور مساجد کو اس کی فی الحال بھی حاجت نہ ہو اور آئندہ حاجت پڑنے کا خوف بھی نہ ہو تو ایسی فاضل آمدنی نادار اور غیر مستطیع دینی طلبہ کو امداد ی وظائف میں دی جاسکتی ہے۔ نیز جائز اور مباح علوم معاشیہ کے نادار اور غیر مستطیع طلبہ کو بھی دینا جائز ہے۔ دینی علوم کے نادار طلبہ زیادہ مستحق ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

(۱) یصرف الی عمارة المسجد ودھنه وحصیره وما فیه مصلحة المسجد علی ان للقیم ان یتصرف فی ذلك علی مایری. (عالمگیریه، کتاب الوقف، ج: ۲/ ۴۶۰، ماجدیه) والا صح ماقال الا مام ظهیر الدین ان الوقف علی عمارة المسجد وعلی مصالح المسجد سواء. (عالمگیریه، کتاب الوقف، ج: ۲/ ۴۶۲، ماجدیه)
(۲) واذا استغنی هذا المسجد یصرف الی فقراء المسلمین فیجوز ذلك. کذافی الظهیریة. (عالمگیریه، کتاب الوقف، ج ۲/ ۴۶۰ ماجدیه)

ایک مزید گزارش

مجھے معلوم ہوا ہے کہ بمبئی کی مساجد کی رقوم بینکوں میں یا سرکاری تمسکوں کی صورت میں رکھی جاتی ہیں اور ان کا سود نہیں لیا جاتا۔ یہ بات بڑی خطرناک ہے یا تو رقوم بینکوں میں رکھی نہ جائیں اور نہ سرکاری تمسک خریدے جائیں یا پھر ان کا سود ضرور وصول کر لیا جائے تاکہ وہ مسیحی مشنریوں کے ہاتھ نہ لگے اور عیسائیت کی تبلیغ میں کام نہ آئے۔ اس سود کی تمام رقوم کو آپ تعلیمی وظائف میں خرچ کر دیا کریں اس رقم میں سے مسجد میں ایک پیسہ بھی خرچ نہ کریں۔ سب خیراتی اور تعلیمی امور پر خرچ کر دیں مگر بینک کے پاس یا سرکار کے پاس ہرگز نہ چھوڑیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مسجد کی فاضل آمدنی سے علوم مغربی و مشرقی سیکھنے والے طلباء کو وظیفہ دینا

(سوال) شہر بمبئی و مضافات میں متعدد ایسی مساجد ہیں جن کے ساتھ عرصہ مدید سے ایسے مدارس قائم و وابستہ ہیں جن میں دینیات کے علاوہ علوم تاریخ جغرافیہ، حساب، منطق، گجراتی، اردو، انگریزی اور بعض میں صنعت و حرفت جیسے خیاطی و نجاری کی تعلیم مفت غریب مسلمان بچوں کو دی جاتی ہے اور اس تعلیم کے تمام یا بعض مصارف مساجد کی ان فاضل رقوم سے برداشت کئے جاتے ہیں جو مساجد کے تمام لازمی و غیر لازمی، فرض واجب، مسنون، مستحسن اور شرعی اخراجات کے بعد باقی رہ جاتی ہیں لیکن اس کے بعد بھی ان مساجد کے اوقاف کی آمدنی کی ایک بہت بڑی رقم ہر سال بچ جاتی ہے جو بیکار اور معطل رہتی ہے اور مسلمانوں کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ مہربانی فرما کر یہ بتائیے کہ

(۱) اس فاضل رقم سے غریب مسلمان طلباء کو لسانیات، صنعت، علوم مغربی و مشرقی کی تعلیم کیلئے وظائف دیئے جا سکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) یہ فاضل رقم اگر تعلیمی وظائف کیلئے نہ دی جائے تو پھر کسی اور شکل سے غریب مسلمانوں کے تعلیمی امور میں صرف کی جا سکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۴۸۲ حاجی غلام حسین بمبئی ۲۵ صفر ۱۳۵۸ھ ۱۶ اپریل ۱۹۳۹ء

(جواب ۲۶۸) یہ فاضل رقم جس کی مسجد کو نہ فی الحال حاجت ہے نہ فی المآل اندیشہ احتیاج ہے تعلیمی وظائف میں دی جا سکتی ہے۔ علوم شرعیہ کے طلباء اس کے مستحق ہیں اور علوم معاشیہ جو شرعی نہ ہوں ان کے طلباء کو بھی وظائف دیئے جا سکتے ہیں۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

آل اولاد پر وقف کی صورت میں کون سی اولاد زیادہ مستحق ہے؟

(سوال) ایک شخص سنی المذہب مسلمان نے اپنے ایک وقف نامہ میں مندرجہ ذیل عبارت تحریر کی ہے اگر خدا

(۱) یصرف الی عمارة المسجد ودهنه وحصیره ...... واذا ستغنی هذا المسجد یصرف الی فقراء المسلمین فیجوز ذلک کذافی الظهیریة (عالمگیریہ، کتاب الوقف، ج: ۲/ ۴٦٠، ماجدیہ)

نخواستہ ہماری آل اولاد میں سے کوئی غربت، تنگ حالت میں آجائے تو ان کو حصہ موافق دیا کرے کہ محتاج نہ ہو اس موافق دیا کرنا۔ مندرجہ بالا عبارت کا لحاظ کرتے ہوئے کس کو مستحق سمجھا جائے ؟

المستفتی نمبر ۲۴۸۷ محمد علی صاحب (برما) ۳ ربیع الاول ۱۳۵۸ھ م ۲۴ اپریل ۱۹۳۹ء

(جواب ۲۶۹) اس عبارت کا مطلب تو یہ ہے کہ واقف کے خاندان میں سے جو لوگ حاجت مند ہو جائیں ان کو وقف کی آمدنی میں سے اس قدر دیا جائے کہ وہ حاجت مند نہ رہیں خاندان سے مراد یہ ہے کہ واقف اور اس کے باپ دادا، پردادا کی اولاد میں سے جو لوگ ہوں وہ واقف کے خاندان کے ہیں عورتوں کی وہ اولاد جس کے باپ غیر خاندان کے ہوں اس میں شامل نہ ہو گی۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مساجد کی آمدنی قبرستان پر لگانے کا حکم

(سوال) کس مپرسی وغیر ذی استطاعت قبرستان مسلمانان شملہ میں چند اوقاف یعنی مسجد و جنازہ گاہ کا وجود بعض بہی خواہ اسلام اور حضور نظام خلد اللہ ملکہ کی مساعی جمیلہ و اعانات کا نتیجہ ہیں۔ لیکن مسجد کے بعض دیگر لوازمات مثلاً غسل خانہ گورکن کے مکان کی توسیع و ترمیم وغیرہ اس امر کے متقاضی ہیں کہ ان کی طرف جلد از جلد توجہ مبذول کی جائے۔ لیکن اوقاف مذکور کا کوئی ذریعہ آمد نہیں اور نہ مسلمانوں کی اس جانب کوئی توجہ منعطف ہوتی ہے۔ بایں ہمہ دیگر مساجد شملہ کے خزانہ میں ہزار ہا روپیہ پس انداز اور اخراجات سے کئی گنی زائد سالانہ آمدنی ہے حتیٰ کہ بعض مساجد نے بونڈ بھی خرید کئے ہوئے ہیں۔

منتظم قبرستان مذکور متمول مساجد سے یا مسجد قطبؔ سے قبرستان مذکور کی ضروریات کی تکمیل کے لئے متمنی استمداد ہیں۔ کیا حالات مذکورہ بالا کے پیش نظر مساجد شملہ جن کے کوئی وقف نامہ موجود نہیں اور جن کا روپیہ بینک میں جمع ہے اور آمدنی خرچ سے المضاعف ہے بروئے شریعت اسلام قبرستان مذکور کی ضروریات کی تکمیل کے لئے کوئی رقم بطور امداد دے سکتے ہیں۔

المستفتی نمبر ۲۶۲۳ محمد عمر نعمانی (شملہ) ۲۳ جمادی الاول ۱۳۵۹ھ ۳۰ جون ۱۹۴۰ء

(جواب ۲۷۰) مسجد کے اوقاف کی آمدنی کا اصل حکم یہ ہے کہ اسی مسجد پر صرف کی جائے جس کے لئے وقف ہے البتہ اگر آمدنی اتنی زیادہ اور رقم اتنی جمع ہو گئی ہو کہ مسجد کو نہ فی الحال اس رقم کی حاجت ہے اور نہ اس کا اندیشہ ہے کہ آئندہ مسجد کو اس رقم کی حاجت پڑے گی تو اس زائد از حاجت رقم میں سے کسی دوسری محتاج مسجد کو امداد دی جاسکتی ہے۔(۲) قبرستان کی مسجد یا جنازہ گاہ یا ان کی متعلقہ ضروریات میں کسی مالدار مسجد کی زائد

---

(۱) قوم الرجل : اقرباء ہ الذین یجتمعون معہ فی حدواحد . (المنجد عربی ،ص ۲۶۴ ط. بیروت، وفی الھندیۃ، اذا وقف ارضہ علی اھل بیتہ دخل تحت الوقف کل من یتصل بہ من قبل ابائہ الی اقصی اب لہ فی الا سلام یستوی فیہ المسلم والکافر والذکروالا نثی والمحرم وغیرالمحرم والقریب والبعید...... و یدخل فیہ ولدالواقف ووالدہ ولایدخل اولاد البنات واولاد الا خوات و کذالک اولاد من سواھن من الاناث الااذا کان از واجھن من بنی اعمام الواقف (الھندیہ ، کتاب الوقف، الباب الثالث، الفصل السادس ، ۲/۳۹۱ ط . ماجدیۃ)

(۲) المسجد اذا خرب و استغنی عنہ اھل القریۃ فرفع ذلک الی القاضی فباع الخشب وصرف الثمن الی مسجد اخر جاز." رد المحتار ، کتاب الوقف . ج : ۴/۳۵۹، سعید

ازحاجت رقم سے امداد کرنا متولیان مسجد کے لئے سخت ضرورت کے وقت جائز ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ

کسی مسجد کو کوئی چیز کم قیمت پر یا مفت میں دوسری مساجد کو دینے کا حکم

(سوال) ایک چیز تقریباً چار سال سے ایک مسجد میں بیکار ہے اور ہے بھی اسی مسجد کی۔ کیا متولیان مسجد اس چیز کو وہاں سے منتقل کر سکتے ہیں۔ ایک چیز سو روپے کی ہے اس کو کم قیمت پر دوسری مسجد میں یا مدرسہ میں دے سکتے ہیں یا نہیں ؟ اور اب چیز کی اس مسجد میں ضرورت بھی نہیں۔ اگر روپیہ ہو کسی مسجد کا تو اس کو بھی کسی دوسری مسجد یا مدرسہ میں دینا جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔ المستفتی نمبر ۲۸۱۵

(جواب ۲۷۱) جس مسجد کی وہ چیز ہے اگر اس مسجد میں کام نہیں آسکتی اور نہ اس کی قیمت کی اس مسجد کو ضرورت ہے کہ مسجد مالدار ہے تو اس چیز کو کسی دوسری مسجد میں دے دینا جائز ہے۔(۲) اگر جس مسجد کی ہے اس کو قیمت کی حاجت ہے تو پھر وہ چیز پوری قیمت سے فروخت کر کے اسی مسجد میں قیمت خرچ کی جائے۔(۳) اگر کسی مسجد کا روپیہ ہے اور اس کو اس روپے کی بالکل حاجت نہیں نہ فی الحال، آئندہ حاجت پڑنے کا اندیشہ تو روپیہ کسی غریب مسجد کے کام میں لگایا جا سکتا ہے۔(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(سوال) متعلقہ استعمال مال مسجد۔

(جواب ۲۷۲) عمرو کو بڑی بتی جلانا نماز کے بعد درست نہیں۔ اگر وہ قرآن شریف مسجد ہی میں پڑھنا چاہے تو چھوٹی بتی میں پڑھے ورنہ اپنے گھر جا کر تلاوت کرے۔(۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

امام مقرر کرنے میں نمازیوں کی رائے کب معتبر ہو گی ؟

(سوال) (۱) مصلیوں کی رائے امام کے مقرر کرنے میں کس وقت کی جائے گی۔ (۲) مسجد کے مال وقف سے پیش امام کے وارثوں کو وظیفہ دینا پرورش یا تعلیم کے واسطے (باوجودیکہ واقف نے وقف نامے میں اس کا کچھ تذکرہ نہ کیا ہو) جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۵۷۴ عبدالحامد خاں (آگرہ) ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ م ۶ جولائی ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۷۳) اگر متولیوں کا اختلاف ہو تو پھر نمازیوں کی رائے سے امام مقرر کرنا مناسب ہے۔(۶) اگر واقف نے تصریح نہ کی ہو اور متولیان سابق کا طرز عمل بھی ثابت نہ ہو تو پرورش یا تعلیم کے لئے وظیفہ وقف کی

---

(۱) وضمن متولیہ لو فعل النقش اوالبیاض الا اذا خیف طمع الظلمة فلا باس به قوله الا اذا خیف : ای بان اجتمعت عنده اموال المسجد وهو المستغن عن العمارة (الدر المحتار مع رد المحتار کتاب الصلاة ، مطلب کلمة "لاباس" دلیل علی المستحب وغیره، ج ۱/ ۶۵۸ ، سعید)

(۴،۲) بحوالہ سابق ج ۲ ص ۳۷۶

(۳) اتحد الواقف والجهة ...... جاز للحاکم ان یصرف من فاضل الوقف الاخر علیه، لا نهما حینئذ کشئی واحد . (تنویر الابصار مع الدرالمحتار ، کتاب الوقف ، ج : ۴/ ۳۶۰ ، سعید)

(۵) ولو وقف علی دهن السراج للمسجد لا یجوز وضعه جمیع اللیل بل بقدر حاجة المصلین (عالمگیریه، کتاب الوقف ، ج : ۲/ ۴۵۹ ، ماجدیه)

(۶) فان اجتمعت هذه الخصال فی رجلین یقرع بینهما او الخیار الی القوم . کذافی الخلاصة (عالمگیریه، کتاب الصلاة ، الباب الخامس ج ۱/ ۸۳ ، ماجدیه)

آمدنی میں سے نہ دیا جائے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

وقف کی آمدنی سے خریدی ہوئی جائیداد کو فروخت کرنے کا حکم

(سوال) مسجد کے اوقاف کی آمدنی سے خریدی ہوئی جائیداد کو فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(جواب ۲۷٤) مسجد کے اوقاف کی آمدنی سے خریدی ہوئی جائیداد بوقت ضرورت فروخت ہو سکتی ہے۔ وہ اصل وقف میں داخل نہیں ہوتی۔ فی الهندية . متولی المسجد اذا اشترى بمال المسجد حانوتا او داراثم باعها جا ز اذا كانت له ولا ية الشراء . هذه المسئلة بناءً على مسئلة اخرى ان متولی المسجد اذا اشترى من غلة المسجد دارا اوحانوتا فهده الدار وهذه الحانوت هل تلتحق بالحوانيت الموقوفة على المسجد ؟ ومعناه هل تصير و قفاً؟ اختلف المشائخ رحمهم الله قال الصدر الشهيد المختار انه لا يلتحق ولكن يصير مستغلا (للمسجد كذا فى المضمرات انتهى وكذافى الاشباه والنظائر . والفتاوى السراجية والتاتارخانية (كما نقل عنها العلامة الشامى) والدر المختار والله اعلم وعلمه اتم واحكم۔(۲)

محمد کفایت اللہ غفر لہ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی۔ ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۳۰ھ

مسجد کی آمدنی سے اظہار شوکتِ اسلام کی خاطر مسجد میں چراغاں کرنا

(الجمعیۃ مورخہ ۱۸ مئی ۱۹۲۷ء)

(سوال) کیا ایسی ضرورت کے وقت عامۃ المسلمین ایک اسلامی یادگار کے قیام و اظہار کی خوشی بہ نیت اظہار شوکت اسلام اپنے گھروں میں چراغاں کریں تو آمدنی وقف جو آرائش و روشنی مساجد میں روزانہ خرچ کی جاتی ہے مذکورہ بالا موقع پر بھی روشنی کرنے میں صرف کی جا سکتی ہے یا نہیں۔ مثلاً ایک تقریب پیش کی گئی کہ حضرت محمد بن قاسم کی یادگار یوم آمد ہند کی خوشی میں وقف کی آمدنی سے چراغاں کیا جائے۔

(جواب ۲۷۵) کسی اسلامی قومی خوشی کی عام تقریب میں حد اعتدال کے اندر روشنی کرنا تو مباح ہے لیکن روشنی کرنے والے اپنے روپے سے کر سکتے ہیں۔ وقف کا روپیہ ایسے کاموں میں خرچ نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں اگر واقف نے صراحۃً متولی کو اس کی اجازت دی ہو تو جائز ہوگا۔ اور یہ تقریب جس کا سوال میں ذکر ہے یہ تو کوئی صحیح محل بھی روشنی کرنے کا نہیں ہے۔(۳) واللہ اعلم۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) ومن اختلاف الجهة اذاكان الواقف منزلين احدهما للسكنى والاخر للاستغلال ، فلايصرف احدهما للاخر ، وهى واقعة الفتوى . (رد المحتار ، كتاب الوقف، ج : ٤ / ٣٦٠، سعيد)

(۲) (الفتاوى الهندية ، كتاب الوقف، الباب الخامس ، ٢ / ٤١٧ ، ٢/٤١٨ ط . ماجدية)

(۳) لا باس بنقشه خلا محرابه بجص وماء ذهب لو بماله لا من مال الوقف فانه حرام وضمن متوليه لو فعل (الشامية كتاب الصلاة ، مطلب كلمه لا باس دليل على ان المستحب غيره ١ / ٦٥٨ ط . سعيد)

آٹھواں باب
تصرف فی الوقف

مدرسہ کے لئے وقف شدہ زمین کو فروخت کر کے کسی دوسرے کار خیر میں بدلنا

(سوال) زید نے ایک قطعہ زمین واسطے تعمیر مدرسہ حق عمرو وبکر منتظمان وقف کی آیا عمرو بکر اس قطعہ زمین کو بلا علم یا بلا رضامندی زید فروخت کر کے زر قیمت کسی دوسرے کار خیر میں صرف کر سکتے ہیں یا نہیں ؟

(جواب ۲۷۶) جب کہ زید نے وہ زمین مدرسہ کے لئے وقف کر دی اور متولیوں کے سپرد کر دی تو اس زمین کا وقف صحیح ہو گیا اور زید کو کوئی حق تصرف مالکانہ کا اس پر نہیں رہا۔(۱) اب متولیوں کو لازم ہے کہ اس زمین پر مدرسہ تعمیر کریں۔ لیکن اگر مدرسہ تعمیر کرنے کے لئے روپیہ نہ ہو یا اور کسی وجہ سے تعمیر مدرسہ غیر ممکن یا غیر مفید ہو تو ایسی حالت میں جائز ہے کہ اس زمین پر کوئی عمارت بنا کر کرایہ پر دی جائے اور اس کا کرایہ کسی دوسرے اسلامی مدرسہ پر صرف کیا جائے تاکہ حتی الامکان جہت وقف کی رعایت رہے۔(۲) اور جب تک کہ کسی صورت سے نفس موقوف علیہ کے کام میں آسکے یا اس کے مثل میں منتفع بہ ہو۔ بیکے اس کو فروخت کرنا ناجائز ہے۔(۳)

کیا مکان موقوفہ کو بعد دکانوں سے بدلا جاسکتا ہے ؟

(سوال) زید نے اپنی جائیداد کو اپنی اولاد کے اوپر وقف کیا۔ خلاصہ وقف نامہ یہ ہے :۔

میں چونکہ عمر طبعی کو پہنچ چکا ہوں اس لئے مناسب سمجھتا ہوں کہ اپنی جائیداد جو کہ میری مملوکہ ہے اور جملہ دیون شرعی و قانونی سے پاک و صاف ہے۔ اس کا ایسا انتظام کروں جس سے اللہ و رسول کی رضامندی حاصل ہو۔ اس لئے جائیداد محدودہ مفصلہ ذیل کو وقف دوام گرفتہ اللہ تعالیٰ کرتا ہوں جس سے اجرا امور خیر کا اور پرورش اولاد کی ہمیشہ ہمیشہ ہوتی رہے تاکہ میرے لئے اجر ہو اور بعد میرے نزاع وارثان میں نہ ہو اس لئے میں نے برضا و رغبت قلبی و حواس خمسہ بلا جبر و اکراہ فلاں جائیداد کو وقف کر کے ملکیت میں قادر حقیقی حی القیوم کے کر دیا۔ اور میں بذات خود تاحیات اس کا متولی رہوں گا اور باختیار خود جس طرح مناسب خیال کروں گا اس جائیداد کی آمدنی صرف کروں گا اور مجھ کو یہ بھی اختیار رہے گا کہ اگر اور کوئی جائیداد اس سے زیادہ آمدنی کی کہیں فروخت ہوتی ہو گی تو اس جائیداد کے جزو یا کل کو فروخت کر کے خرید لوں تاکہ آمدنی وقف میں اضافہ ہو جائے۔ مگر جائیداد جدید خرید کردہ بھی وقف ہی رہے گی اور جملہ اختیار شکست و ریخت میرے اختیار سے بحیثیت متولیانہ ہوں گے اور بعد میرے میرے بیٹے عمرو بکر کو ہوں گے۔ الا مکان مسکونہ واقع محلہ چاہ نرگس پر اختیار محض بکر کو جملہ اقسام کا رہے گا۔ وہ اس مکان میں موجودہ نسل سے جس کو چاہیں رکھیں یا نہ رکھیں۔ اور بعد میرے اپنی حیات تک

(۱، ۳) عندهما حبس العين على حكم ملك الله تعالى على وجه تعرد منفعته الى العباد ، فيلزم ولا يباح ولا يوهب ولا يورث كذافي الهندية وفي العيون واليتيمة ان الفتوى على قولهما . كذا في شرح الشيخ ابي المكارم للنقاية . (عالمگيريه ، كتاب الوقف اوائل الباب الاول ۲ / ۳۵۰ ط . ماجدية)
(۲) بحوالہ سابق نمبر ا ص ۲۷۸

یہ دونوں متولی رہیں گے ان کے بعد وہ شخص جو ان کی اولاد میں ہو متولی ہوگا۔ جس کو بہ شرط دین متولی بنائیں مگر کسی کو رہن و بیع کا اختیار نہ ہوگا اور ہمیشہ جائیداد وقف علی الاولاد دواماً رہے گی اور اس وقف نامہ کو رجسٹری بھی کرا دیا گیا۔ اس کی چند مدت بعد زید نے مکان مسکونہ کا جس کو خاص بکر کے اختیار میں بذریعہ وقف نامہ رجسٹری شدہ مذکورہ بالا دے دیا تھا اس کو بکر کی ذاتی دکانات سے تبادلہ کر لیا اور تبادلہ نامہ کا حاصل یہ ہے :۔

مجھ کو وقف نامہ مذکور میں حق حاصل ہے کہ مکان مذکورہ کو بیع کر دوں اور کوئی دوسری حقیقت خرید لوں۔ لہذا میں نے صاحب جج بہادر سے اجازت حاصل کر لی ہے کہ جائیداد موقوفہ کو بیع کر کے اور کوئی دوسری حقیقت خرید لی جاوے جو اسی حیثیت کی ہوگی۔ مکان کا کرایہ مبلغ پچیس (۲۵) روپے ہے اور دکانات کا مبلغ پینتالیس روپے آٹھ آنے ہے اور مکان و دکانات آپس میں ہم حیثیت ہیں۔ اس لئے بحالت ثبات عقل و حواس خمسہ اپنا نفع خیال کر کے میں نے مکان کا دکانات سے تبادلہ کر لیا جو موقوفہ متصور ہوں گی۔ پھر نیچے حدود اربعہ تبادلہ نامہ میں تحریر ہے کہ دکانات جس کو میں نے اپنے قبضہ میں لیا ہے جو بمنزلہ مکان موقوفہ ہیں۔ اب چونکہ یہ دکانات قائم مقام مکان کے ہیں اور مکان فقط بکر کے واسطے ہی وقف تھا لہذا دکانات بھی بکر ہی کے واسطے وقف ہونی چاہئیں اب سوال یہ ہے :۔

(۱) یہ دکانات حسب تصریح تبادلہ نامہ رجسٹری شدہ بمنزلہ مکان موقوفہ کے قائم مقام بحق بکر ہی وقف رہیں گی جیسا کہ تبادلہ نامہ سے بحق بکر ہی صاف ظاہر ہے یا وہ مثل دیگر اوقاف زید کے متصور ہوں گی۔

(۲) زید نے بکر کی اجازت اور رضامندی سے بکر کے مکان مسکونہ کو جس کو زید نے بکر کی ملکیت اور انتظام میں دے دیا تھا بذریعہ وقف نامہ اپنی رائے سے فروخت کر دیا۔ اس لئے زید نے مرض الموت میں بحق پدرانہ اپنے حق میں قرضہ تصور کرتے ہوئے بکر کو بارہ ہزار روپے واسطے خرید مکان کے دینے چاہے جس میں آٹھ ہزار نقد ادا کیا اور چار ہزار روپے کا بشرط حیات اپنی وعدہ کیا مگر بعد وفات زید ورثاء نے اس رقم کو تنہا بکر کے حق میں ناجائز قرار دیا۔ ایسی صورت میں ازروئے شرع کیا حکم ہے ؟

المستفتی نمبر ۱۲۶ ۸ حاجی عبدالاحد عبدالرحمن (مراد آباد) الرمحرم ۱۳۵۵ھ م ۴ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۷۷) تمام کاغذات نقل وقف نامہ مورخہ ۲۳ جنوری ۱۹۲۷ء اور نقل تبادلہ نامہ مورخہ ۹ نومبر ۱۹۳۳ء اور نقل رسید مبلغ آٹھ ہزار روپے مورخہ ۲۵ دسمبر ۱۹۳۴ء اور نقل یادداشت مورخہ ۲۵ دسمبر ۱۹۳۴ء میں نے دیکھے۔ ان کے ملاحظہ سے امور ذیل معلوم ہوئے۔

(۱) وقف نامہ میں جو جائیداد وقف کی تھی اس میں مکان مسکونہ محلہ چاہ نرگس بھی شامل اس لئے وہ بھی وقف ہوا۔

(۲) بحیثیت وقف ہونے کے وہ کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہو سکتا۔(۱)

(۳) وقف نامہ میں حاجی عبدالاحد کو مکان مسکونہ کے انتظام اور سکونت کا حق دیا گیا تھا۔

(۴) اس بنا پر یادداشت مورخہ ۲۵ دسمبر ۱۹۳۴ء میں یہ لکھنا کہ "بالکل تمہاری ملکیت اور انتظام

(۱) بحوالہ سابق نمبر ا ص ۲۷۹

میں دے دیا تھا۔" غلط ہے۔ کیونکہ ملکیت میں دینے کا نہ وقف نامہ میں ذکر ہے اور نہ وقف ہونے کے بعد کسی کی ملکیت میں دینا متصور ہے۔

(۵) تبادلہ نامہ میں جب مکان کو بعوض دکانات مملوکہ حاجی عبدالاحد فروخت کیا گیا تو اس سے ثابت ہوا کہ مکان عبدالاحد کی ملکیت نہ تھا۔ ورنہ عبدالاحد کی ملکیت کو عبدالاحد کی دوسری ملکیت سے بدلنے کے کیا معنی؟

(۶) نیز تبادلہ نامہ میں یہ ظاہر کیا گیا کہ اس تبادلہ میں واقف یا وقف کا فائدہ ہے کہ مکان کا کرایہ کم ہے اور دکانوں کا زیادہ ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ دکانیں وقف میں شامل ہو گئیں اور ان کا فائدہ موقوف علیہم کو پہنچے گا۔ اگر تنہا عبدالاحد کو یہ فائدہ پہنچتا تو تبادلہ بیکار اور لایعنی ہوتا۔

(۷) یہ تبادلہ وقف کی شرط تبادلہ کے ماتحت صحیح ہو گیا۔(۱) اس لئے مکان مسکونہ عبدالاحد کی ملکیت ہو گیا اور دکانات وقف میں شامل ہو گئیں۔

(۸) انتظام کا جو حق کہ وقف نامہ میں مکان مسکونہ پر عبدالاحد کو دیا گیا تھا وہ ختم ہو گیا۔ کیونکہ اب مکان مسکونہ وقف میں داخل نہیں رہا۔

(۹) دکانات وقف میں شامل ہو گئیں اور ان کا فائدہ عام موقوف علیہم کو پہنچے گا اور تبادلہ نامہ میں اس کی تصریح نہیں کی گئی کہ اس کا انتظام بھی عبدالاحد کی ہاتھ میں رہے گا اس لئے وہ متولیان وقف کے زیر انتظام آجائیں گی۔

(۱۰) آٹھ ہزار روپے کا ہبہ جو عبدالاحد کو کیا گیا وہ اگر مرض الموت میں ہوا ہے تو بدون رضامندی دیگر ورثہ کے درست نہیں ہوا۔ نیز اس ہبہ کی یادداشت اس امر کی بھی دلیل ہے کہ عبدالاحد سے مکان مسکونہ کا انتفاع جو ان کی رضامندی سے واپس لیا گیا اس انتفاع کے قائم مقام دکانوں کا انتظام در انتفاع نہیں ہوا۔ ورنہ واقف اس کی تلافی کرنے اور اس کو اپنے ذمہ قرض سمجھنے کی تصریح نہ کرتا۔

بہر حال اس تمام روداد پر سوالات مذکورہ کا جواب یہ ہے کہ دکانات واقف کی موقوفہ جائیداد میں شامل ہو گئیں اور متولیان وقف کے زیر انتظام آگئیں۔ حاجی عبدالاحد کا وہ خصوصی اختیار جو مکان پر ان کو دیا گیا تھا ان دکانوں کے ساتھ متعلق نہیں رہا۔ آٹھ ہزار روپے کا ہبہ مرض الموت میں ہوا ہے تو صحیح نہیں ہوا۔ کیونکہ مرض الموت کا ہبہ وصیت کے حکم میں ہوتا ہے اور وارث کے لئے وصیت بدون رضامندی دیگر ورثاء کے درست نہیں۔(۲) محمد کفایت اللہ

مسجد کے لئے وقف کھیت کو دوسرے کھیت سے تبدیل کرنے کا حکم

(سوال) کسی شخص نے ایک کھیت مسجد میں وقف کر دیا اور اس کو کسی نے ناجائز دبا دیا۔ دوسروں کے کہنے سے وہ

(۱) واما الا ستبدال ولو للمساكين آل بدون الشرط فلا يمكنه الا القاضي (الدر المختار كتاب الوقف، ج: ٤ / ٢٨٦، سعيد)

(۲) ولوا وصى لوارثه اولا جنبى صح حصة الا جنبى ، ويتوقف فى حصة الوارث على اجازة الورثة ان اجازوا جاز و ان لم يجيز وا بطل (عالمگيريه، كتاب الوصايا، ج: ٦ / ٩١ ،ماجديه)

شخص کہتا ہے کہ کھیت کے بدلے مسجد میں دوسرا کھیت دوں۔ اس دینے والے کو کچھ گناہ تو نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۱۷۷ عبدالرحیم صاحب۔ ضلع احمد آباد (گجرات) ۲۱ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ ۹ ستمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۷۸) جو کھیت مسجد میں وقف کر دیا وہ وقف ہو گیا۔ اس کے بدلے میں دوسرا کھیت نہیں بلکہ وہی کھیت دینا چاہئے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

امام کو خیانت ظاہر ہوئے بغیر امامت سے معزول کرنے کا حکم

(سوال) ایک شخص آزادی کا حامی ایک مسجد میں متعین ہے اور اس کے متعلق کچھ تعلیم دین بھی ہے جمعہ میں وہ خطبہ بھی دیتا ہے۔ فلسطین میں عربوں پر انسانیت سوز مظالم سے متاثر ہو کر وہ حکومت کے خلاف مظاہرہ کرتا ہے اور شرکاء جمعہ کو ظلم سے آگاہ کر کے فلسطین کے مظلوم عربوں کے ساتھ ہمدردی پر ابھارتا ہے وزیرستان پر مظالم کا بے پناہ سلسلہ ہے اس کے صدمے میں وہ ظلم کی فریاد کرتا ہے۔ اور مسلم خون کی درد بھری داستان سے پر اشک ہے اور ظالموں کو نفرت کی نظر سے دیکھتا ہے پبلک کو اس صدمہ میں شریک غم بناتا ہے۔ غریب کی ہمدردی میں سرمایہ دار کی چیرہ دستیوں کی شکایت کرتا ہے۔ اور غریب کو اس کے حقوق سے آگاہ کرتا ہے اور حکومت کے رویہ پر نرم نکتہ چینی کرتا ہے اور مسلمانوں کو ابھارتا ہے کہ وہ ہر انسانی غلامی سے کٹ کر اللہ تعالیٰ کی غلامی کریں اور جہاں انسان اور خدا کے احکام میں ٹکر ہو جائے اللہ تعالیٰ کا ہو جائے۔ کانگریس کا ممبر بن چکا ہے۔ جمعیۃ العلماء مجلس احرار اسلام کے مقاصد اور لائحہ عمل سے اس کو ہمدردی ہے اور ان میں کامیابی کا ساعی ہے۔ جس مدرسہ سے اس کا تعلق ملازمت ہے اس کا بانی زندہ ہے۔ اس نے کچھ جائیداد اخراجات مدرسہ کے لئے وقف کی ہوئی ہے اور وقف نامہ میں یہ حق اپنا سمجھتا ہے کہ اس وقف کو روک لے یا دوسرے کسی ادارے میں وقف منتقل کر دے اور امام کو مذکورہ بالا جذبات و اقدامات کے سبب مدرسہ و مسجد کی ملازمت سے علیحدہ کر دے اور چاہتا ہے کہ لوگ اس واقف اور بانی مسجد کے ہم نوا ہوں جس میں وہ زور زر سے کامیاب ہو سکتا ہے۔ کیا ایسے امام و مدرس کو مذکورہ وجوہات کے باعث مسجد کی امامت و خطابت سے علیحدہ کیا جا سکتا ہے اور شرعاً اس کا بانی مسجد کو کوئی حق حاصل ہے۔ نیز کیا وہ بانی اپنی وقف کی آمدنی کو محض اس وجہ سے صرف سے روک سکتا ہے اور کیا اس وقف کو کسی دوسرے ادارے میں منتقل کر سکتا ہے ؟

المستفتی نمبر ۲۰۳۱ سکریٹری انجمن رحمانیہ (ملتان) ۷ نومبر ۱۹۳۷ء ۱۲ رمضان ۱۳۵۶ھ

(جواب ۲۷۹) امام کے ان افعال کی بنا پر اس کو امامت یا خطابت سے علیحدہ کرنا ظلم ہے۔ اور اس بنا پر وقف کو کسی دیگر ادارے میں منتقل کرنا اس کے اختیار سے باہر ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) ولو كان مسجد فى محلة ضاق على اهله ولا يسعهم ان يزيدوا فيه فسالهم بعض الجيران ان يجعلوا ذالك المسجد له ليدخله فى داره ويعطيهم مكانه عوضا ما هو خير له فيسع فيه اهل المحلة : قال محمد رحمة الله عليه لا يسعهم ذالك. كذا فى الذخيرة . (عالمگيرية، كتاب الوقف، الباب الحادى عشر ۲/ ٤٥٧ ط. ماجدية)

(۲) استفيد من عدم صحة عزل الناظر بلا جنحة عدمها لصاحب وظيفة فى وقف بغير جنحة وعدم اهلية ...... من الاشباه اذا السلطان مدرساليس باهل لم تصح توليه ...... فان الا هل لم ينعزل وصرح البزازى فى الصلح بان السلطان اذا اعطى غير المستحق فقد ظلم مرتين بمنع المستحق واعطائه غير المستحق (رد المحتار ، كتاب الوقف، مطلب لا يصح عزل صاحب وظيفة بلا جنحة و عدم اهلية ٤/ ۳۸۲ ط. سعيد) سئل شمس الائمة الحلوانى عن مسجد اوحوض ...... وهناك مسجد محتاج الى العمارة اوعلى العكس هل يجوز للقاضى صرف وقف ما استغنى عن العمارة الى عمارة ماهو محتاج الى العمارة؟ قال لا كذافى المحيط (الهنديه، كتاب الوقف، الباب الثالث عشر ۲/ ٤٧٨ ط. ماجديه)

قبرستان کی خرید و فروخت کا حکم

(سوال) قبرستان کا خرید و فروخت ممنوع ہے چنانچہ ہدایہ وغیرہ میں مسطور ہے کہ اگر کسی نے قبریں فروخت کیں تو شریعت محمدی نے اس کے لئے کیا تعزیر مقرر فرمائی اور بھٹہ خشت ہائے پختہ کے لئے کس قد فاصلہ محدود کر کے بنایا جائے قبرستان سے۔

المستفتی نمبر ۲۴۴۳۶ غلام مصطفیٰ صاحب (سرحد) ۲۴ ذی قعدہ ۱۳۵۷ھ م ۱۲ جنوری ۱۹۳۹ء

(جواب ۲۸۰) قبرستان اور ہر موقوفہ شے کی بیع و شرا ناجائز ہے۔ بائع اور مشتری دونوں قابل تعزیر ہیں۔(۱) بھٹہ قبرستان سے اتنے فاصلہ پر ہو کہ اس کی گرمی اور بدبو قبرستان تک نہ پہنچے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

تولیت کی ترتیب، وقف میں ردوبدل اور وقف کے ایک سے زیادہ مصارف کا حکم

(سوال) (۱) ایک شخص نے اپنی جائیداد کو وقف کیا اور وقف نامہ میں اغراض وقف یہ تحریر کیں کہ ایک مدرسہ جاری کیا جاوے جس میں مسلمان بچوں کو تعلیم دین کے ساتھ علم معاش کی بھی تعلیم دی جایا کرے جو ضرورت وقف کے لحاظ سے ضروری ہو آمدنی جائیداد موقوفہ سے مدرسہ کی مرمت، مدرسین کی تنخواہ طالب علموں کے وظائف، کتابوں کی فراہمی کی جایا کرے۔ ان اغراض کے بعد وہ وقف نامہ میں تحریر کرتا ہے (الفاظ واقف) اگر کسی وقت اس کی یا اس میں سے بعض کی ضرورت نہ ہو تو کل آمدنی موقوفہ یا اس کا جزو جیسی کہ صورت ہو عام فقراء مساکین، مریضوں اور مسافروں کے لئے صدقہ ہے جو ان کی امداد و حاجت روائی میں صرف کی جائے گی۔ وقف ہونے کے بعد واقف نے مدرسہ جاری کر دیا جو کہ چلتا رہا پھر واقف نے اپنے مرنے سے قبل یہ انتظام جدید کیا کہ مدرسہ بھی چلتا رہے اور بقیہ آمدنی موقوفہ سے مقراء مساکین، مریضوں اور مسافروں کے لئے بھی انتظام امداد کر دیا لہذا سوال یہ ہے کہ واقف نے جو اپنی وفات سے قبل یہ انتظام کہ مدرسہ بھی چلے اور بقیہ آمدنی فقراء مساکین، مریضوں، مسافروں کی امداد میں صرف کی جائے گی لہذا یہ فعل اور انتظام واقف کا کرنا شرعاً جائز اور درست ہے یا نہیں؟

(۲) واقف نے ایک وقف کیا اور موقوفہ کا متولی اپنی بیوی کو مقرر کیا اور بیوی کے بعد ایک نابالغ لڑکے کو متولی مقرر کیا یعنی یہ کہ اپنی زندگی تک بیوی متولی رہے گی اور بیوی کی وفات کے بعد یہ لڑکا متولی موقوفہ کا ہوگا۔ اب سوال یہ ہے کہ ایک واقف یکے بعد دیگرے اپنی حیات تک متولی موقوفہ کے مقرر کر سکتا ہے یا نہیں؟

(۳) ایک واقف نے ایک وقف کیا اور وقف نامہ میں تولیت کے متعلق یہ تحریر کیا۔ (الفاظ واقف) "تولیت اس وقف کی میری حیات تک مجھ سے متعلق رہے گی اور میرے بعد جس کو میں بذریعہ تحریر متولی مقرر کر جاؤں اور پھر اس سے جس کو وہ مقرر کرے۔" کچھ عرصہ بعد واقف نے ایک شخص زید کو اپنی زندگی میں متولی موقوفہ کا

(۱) وعندهما جس العين على حلم ملك الله تعالى على وجه تعود منفعته الى العباد فيلزم و لا يباع ولا يوهب ولا يورث ان الفتوى على قولهما (عالمگيرية، كتاب الوقف، الباب الاول ۲/ ۳۵۰ ط. ماجدية)
(۲) کیونکہ حدیث شریف میں ہے: اذى المؤمن فى موته كا ذاه فى حياته. مرقاة ج ۱/ ۵۸۲

مقرر کردیا اور پھر کچھ عرصہ بعد ایک شخص عمر کو زید کی وفات کے بعد متولی ہونا تحریر کردیا یعنی یہ کہ (زید) اپنی حیات تک متولی رہے گا اور زید کی وفات پر عمر متولی ہوگا۔ اب واقف تو مر گیا ہے۔ اب زید یہ کہتا ہے کہ میں موجودہ متولی ہوں اور حسب شرائط وقف نامہ جیسا کہ الفاظ وقف نامہ میں تحریر ہیں۔ (الفاظ واقف) جس کو میں بذریعہ تحریر متولی مقرر کروں اور پھر وہ جس کو متولی مقرر کرے (عمر) یہ کہتا ہے (زید) سے کہ تمہارے بعد واقف نے مجھ کو متولی مقرر کیا ہے اب سوال یہ ہے کہ زید موجودہ متولی کا مقرر کردہ شخص زید کی وفات پر متولی ہوگا یا واقف کا۔ زید کی وفات پر عمر مقرر کردہ متولی ہوگا۔

(۴) ایک واقف نے جو شرائط یا انتظام تولیت کے بارے میں وقف نامہ میں مقرر کیا ہے کیا واقف اپنی زندگی میں اس کو تبدیل یا ردوبدل کر سکتا ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۲۴۶۶ ناصر حسین صاحب انصاری (آگرہ) ۷ محرم ۱۳۵۸ھ م ۱۹ مارچ ۱۹۳۹ء

(جواب ۲۸۱) (۱) جب کہ مدرسہ بھی جاری ہے یعنی اغراض متقدمہ بھی پورے ہورہے ہیں اور ان کے ساتھ امداد یتامیٰ و مساکین بھی جاری کردی تو یہ تصرف جائز ہوا۔(۱)

(۲) تولیت کی ترتیب واقف معین کر سکتا ہے اور اگر کوئی بات صریح طور پر مفاد وقف کے خلاف نہ ہو تو اس کی معین کردہ ترتیب قائم رکھی جائے گی۔(۲)

(۳) واقف کی آخری تحریر یا آخری تجویز پر عمل ہوگا۔ پہلی تحریر آخری تحریر سے منسوخ ہوگئی۔(۳)

(۴) شرائط وقف میں سے جو شرائط کہ تولیت اور متولی کے متعلق ہوں ان کو واقف بدل سکتا ہے۔(۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

الجواب صحیح فقیر محمد یوسف دہلوی۔ مدرسہ امینیہ دہلی

کیا منشاء واقف وقف میں ردوبدل ہو سکتا ہے؟

(سوال) حسب منشائے واقف جائیداد موقوفہ کے اندر انتظام وانصرام ضروری ہے یا وقتاً فوقتاً مصلحت وضرورت وقت کا لحاظ کر کے ردوبدل کی گنجائش منتظم وکارکنان کو حاصل ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۲۴۸۴ حافظ محمد رفیق الدین صاحب۔ بہار شریف (پٹنہ) ۲۵ صفر ۱۳۵۸ھ م ۱۶ اپریل ۱۹۳۹ء

---

(۱) اذا جعل داره اوبنی داراً وجعلها لطلبة العلم والقرآن والمتفرعين لهما وللعبادة والخير يسكنونها فهو جائز (النتف فی الفتاوی کتاب الوقف ص ۳۱۹)

(۲) (ولاية نصب القيم الى الواقف ثم لوصيه) (تنوير الابصار ، كتاب الوقف، ٤/٤٢١ ط. سعيد) وفي الشاميه : لوشرط الواقف كون المتولي من اولاده و اولادهم ليس للقاضي ان يولي غيرهم بلا خيانة ، ولو فعل لا يصير متوليا اه (رد المحتار، كتاب الوقف، مطلب لا يجعل الناظر من غير اهل الوقف ، ٤/٤٢٥ ط. سعيد)

(۳،۴) (اراد المتولي اقامة غيره مقامه في حياته ان كان التفويض له عاما صح) ولا يملك عزله (الدر المختار) وفي الشاميه : (قوله ولا يملك عزله الخ) ...... بخلاف الواقف ، فان له عزل القيم وان لم يشترطه ، والقيم لا يملكه كالوكيل . (رد المحتار، كتاب الوقف، مطلب للناظر ان يوكل غيره ، ٤/٤٢٥ ط. سعيد)

(جواب ۲۸۲) منشاء واقف کا لحاظ ضروری ہے۔ ایسا تغیر و تبدل جو اصولاً منشاء واقف کے خلاف نہ ہو جائز ہو سکتا ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(۱) مسجد اور مدرسہ کی آمدنی سے زمین خرید کر اپنی اور اپنے اولاد کے تولیت کا قبالہ لکھوانے سے وقف صحیح ہے
(۲) مسجد شرعی میں نماز پڑھنے سے روکنا درست نہیں

(سوال) ساؤتھ افریقہ میں ایک بزرگ نے مسلمانوں سے چندہ فراہم کر کے ساؤتھ افریقہ کے اکثر مقامات میں مساجد و مدارس بنوانے کے لئے زمین اپنے نام پر تحریدی اور اس میں اسی پیسہ سے مساجد و مدارس بنوائے اور قبالہ اس طرح کا تحریر فرمایا کہ مذکورہ مسجدوں اور مدرسوں کے متولی خود ہیں۔بانی مسجد کے انتقال کےبعد ان کے بڑے صاحبزادے پھر بڑے صاحبزادے کےبعد پوتے علیٰ ہذا القیاس اگر بڑے صاحبزادے کے کوئی اولاد نہ رہے تو اس وقت مسجد کے اطراف تین میل کے سنی مسلمانوں کو یہ حق ہوگا کہ وہ بانی مسجد کی دیگر اولاد کو مسجد کی تولیت کے لئے انتخاب کریں خواہ بیٹے پوتے نواسے ہوں۔ بہر حال قبالہ کی رو سے تولیت کا حق موصوف اور نسل موصوف کو ہے تاہم اکثر مسجدیں اور مدارس قبالہ کی تبدیلی کے بغیر مسلمانوں کے سپرد ہیں۔ متولی صاحب اس میں کچھ تعرض نہیں کرتے۔ جس مسجد کے متعلق فساد برپا ہے وہ مور سبرگ (ناٹال) سے متعلق ہے۔ مسلمانوں کا یہ اعتراض ہے کہ چونکہ قبالہ اس صورت کا ہے اس لئے مسجد وقف نہیں اور موصوف کی بنائی ہوئی مسجدوں میں نماز صحیح نہیں الخ...... مذکورہ مسجد کے علاوہ دوسری سب مسجدوں میں نماز ہوتی ہے۔اب اس کے متعلق چند سوالات مندرجہ ذیل ہیں :۔

(۱) اس صورت کا قبالہ ہونے سے مسجد وقف ہے یا نہیں ؟
(۲) اگر وقف نہیں تو وقف کی کون سی صورت ہے ؟
(۳) مذکورہ طریقہ کا قبالہ بنانا ازروئے شرع درست ہے یا نہیں ؟
(۴) اس مسجد کی نسبت ایسی کارروائی کرنا جو مسجد کے شایان شان نہ ہو یعنی عام مسلمانوں سے مسجد کے خلاف دستخط کرانا اور ان کو مسجد میں آنے سے روکنا اور یہ کہنا کہ بانی مسجد نے قبالہ میں یعنی ٹرسٹ ڈیڈ میں خود اور اپنی اولاد کا حق تولیت رکھا ہے اس لئے یہ بانی مسجد کی ملکیت ہے جب تک دوسرے مسلمانوں کو تولیت میں شامل نہ کریں اس وقت تک اس مسجد میں نماز نہ پڑھیں اور مسجد کا بائیکاٹ کریں۔ یہ ہے ان کا مطالبہ چنانچہ معدودے چند لوگ ہیں جو صرف جمعہ کو آتے ہیں۔ مخالف بھی معدودے چند ہیں لیکن مخالفوں نے عام مسلمانوں کو بھکا کر دستخط کرالیے ہیں تو ایسی حرکات کی نسبت شرعاً کیا حکم ہے ؟
(۵) مذکورہ بالا مطالبہ یعنی قبالہ کو مطلق بدل دیا جائے تو صحیح ہے یا نہیں ؟

(۱) شرط الواقف كنص الشارع اى فى المفهوم والدلالة و وجوب العمل به .(الدر المختار، كتاب الوقف، مطلب فى

(۶) مسجد ہی کے متصل مسجد کی زمین میں گھر بھی ہیں جس میں متولی صاحب رہتے ہیں تو متولی صاحب رہنے کے مستحق ہیں یا نہیں ؟

(۷) بانی مسجد کا انتقال ہوئے پچیس چھبیس سال کا عرصہ ہو گیا اب ان کے بڑے صاحبزادے متولی ہیں جو بمبئی میں مقیم ہیں۔ موصوف کے دوسرے بھائیوں کے زیر نگرانی بعض مسجدیں ہیں۔ اور بعض مسلمانوں کے سپرد ہیں۔ اوپر لکھ دیا ہے۔ اس طرح کی نگرانی کا شرعاً کیا حکم ہے ؟

(۸) ان مسجدوں کے لئے تو کوئی مستقل آمدنی نہیں مانگ تانگ کر مسجد اور مدرسہ کی ضروریات کو بھی پورا کرنا اور متولی صاحب اپنے اہل و عیال پر بھی صرف کریں۔ چنانچہ قبالہ میں بھی یہی لکھا ہے کہ یہ مسجدیں اور مدرسہ مسلمانوں کے مذہبی امور کے لئے ہیں اور چندہ سے جو آمدنی ہو گی وہ مسجد اور مدرسہ کے کام میں صرف کریں اور اسی سے اپنا نفقہ بھی پورا کریں تو متولی صاحب اس آمدنی کو اپنے اہل و عیال کے لئے صرف کرنے کے مستحق ہیں یا نہیں ؟ اگر آپ قبالہ ملاحظہ کرنا چاہتے ہوں تو جواب ملتے ہی فوراً خدمت میں بھیج دوں گا۔

نوٹ :۔ ہم مسجد اور مدرسہ بلا کسی شرط پر مسجد کے تمام کاروبار مسلمانوں کو دینے کے لئے تیار ہیں، لیکن وہ ضد کر رہے ہیں کہ قبالہ کو بھی بدل دیا جائے جب لیں گے ورنہ نہیں ؟

المستفتی نمبر ۲۵۰۷ عبدالمجید صاحب (افریقہ) ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ ۱۲ جون ۱۹۳۹ء

(جواب ۲۸۳) مسجد اور مدرسہ اور اس کے متعلقہ مکانات وغیرہ کے قبالوں میں اگر اس کی تصریح کر دی گئی ہو کہ یہ تمام وقف ہیں کوئی ذاتی ملکیت کا ذکر نہ ہو اور نہ یہ اندیشہ ہو کہ ذاتی ملکیت کا دعویٰ کیا جا سکتا ہے تو اس صورت میں قبالہ بدلنا لازم نہ ہو گا صرف اتنی بات سے کہ تولیت کا حق واقف یا بانی کی اولاد کے لئے رکھا ہے وقف میں کوئی خرابی نہیں آتی۔(۱)

چندے کی رقم میں سے متولی اپنی تنخواہ یعنی عمل کی اجرت لے تو جائز ہے۔ مسجد کے متعلق وقف مکان میں متولی رہ سکتا ہے مگر یہ بھی اس طرح کہ گویا مکان کا کرایہ اس کی تنخواہ میں شامل ہے۔(۲)

لیکن اگر قبالہ اس قسم کا ہو کہ اس کی وجہ سے کسی وقت ذاتی ملکیت کا دعویٰ ہو سکتا ہو اور قبالہ کو بطور حجت کے پیش کیا جا سکتا ہو تو پھر قبالہ کو بدلوانا ضروری ہو گا اور جب کہ یہ تمام اشیاء مسجد، مدرسہ، مکانات فی الحقیقت وقف ہیں تو قبالہ کو بدلوانے میں کیا تامل ہے۔

متولی کو چاہئے کہ وہ مسلمانوں کے اطمینان کے لئے قبالہ کو تبدیل کرادے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

امامت سے معزول ہونے کے بعد مسجد کی زمین سے نفع اٹھانے کا حکم

(سوال) جامع مسجد محلہ قلعہ واقعہ قصبہ دیوبند جو کہ سلطان سکندر شاہ بن بہلول شاہ کے زمانہ کی تعمیر شدہ ہے

---

(۱) (لا يجعل القيم فيه من الاجانب ماوجد في ولد الواقف واهل بيته من يصلح لذالك(ردالمحتار، كتاب الوقف، مطلب لا يجعل الناظر من غير اهل الواقف، ٤/ ٤٢٤ ط. سعيد)

(۲) اما الناظر بشرط الواقف فله ماعينه له الواقف، ولو اكثرمن اجر المثل كما في البحرو لو عين له اقل فللقاضي ان يكمل له اجر المثل بطلبه (ردالمحتار مطلب المراد من العشر للمتولي اجر المثل ٤ / ٤٣٦ ط. سعيد)

جیسا کہ اسکی پیشانی کے کندہ پتھر سے ظاہر ہوتا ہے۔ اسی زمانہ سے کچھ زمین کی مال گذاری سرکاری جس کی مقدار ۳۵ سالانہ ہے اس مسجد کے اخراجات کے لئے وقف ہے۔ اس مسجد کا احاطہ بہت بڑا وسیع تھا۔ اسی احاطہ میں جنوبی جانب کو کسی زمانہ میں کسی اہل خیر یا اہل محلّہ نے کچھ حجرے امام و مؤذن کے لئے تعمیر کر دیئے۔ کچھ عرصہ کے بعد ان حجروں کا پردہ کر کے بصورت مکان بنا کر کسی امام کو مقرر کر کے رکھ دیا گیا۔ وہی امامت کرتا اور مکان میں رہائش کرتا رہا اور اس زمین کی ۸ سالانہ آمدنی اور کچھ اہل محلّہ کی خیر و خیرات سے گذر اوقات کرتا رہا۔ مسجد کا خرچ اہل محلّہ لوٹے، صف وغیرہ کا برداشت کرتے رہے۔ جب امام مقرر کردہ کا انتقال ہوا تو مسجد کی جنوبی جانب ہی میں اس کو دفن کر دیا گیا جو درگاہ کے نام سے موسوم ہے۔ امامت اسی خاندان میں نسلاً بعد نسل چلتی رہی۔ اور رہائش اسی مکان میں رہی۔ اس درمیان میں جو بھی بندوبست سرکاری ہوا اس زمین میں امام کا نام بسلسلہ تولیت و اہتمام درج ہوتا رہا جس کی مالگذاری وقف ہے۔ مسجد کی جنوبی جانب متصل درگاہ دو عدد دکان بھی کسی صاحب خیر نے تعمیر کرادی جس کی آمدنی بھی امام بصرف خود لاتا رہا۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ امام سابق کی اولاد میں سے کوئی امامت یا کار تولیت کے قابل نہ رہا بلکہ سرکاری ملازمت اختیار کرلی تو اہل محلّہ نے مدرسہ عربی کے طالب علم کو امامت کے لئے مقرر کر لیا اور طالب علم ہی یکے بعد دیگرے امام ہوتا رہا۔ باقی تمام انتظام اہل محلّہ کرتے رہے۔ لیکن اہل محلّہ کی غفلت و سستی سے اس مکان میں امام سابق کی اولاد ہی رہتی رہی اور زمین میں ان کا ہی نام درج ہوتا رہا۔ اگرچہ تمام انتظام اہل محلّہ کی سعی و اہتمام سے مسجد کا ہوتا رہا۔ امام سابق کی اولاد میں سے ایک شخص نے جو مکان پر قابض تھا ان حجرات کو جو بشکل مکان بنائے گئے تھے توڑ پھوڑ کر اور کچھ زمین اور احاطہ مسجد سے شامل کر کے ایک بہت بڑا مکان از سر نو بنالیا۔ تمام ملبہ سابق کو بھی اس میں لگالیا۔ اگرچہ بعض اہل محلّہ نے کچھ تعرض بھی کیا لیکن بعض دوسروں نے اس کا ساتھ دیا اور مکان بنوادیا۔ امام سابق کی اولاد برابر اسی مکان میں رہتی ہے زمین میں جس کی مال گذاری وقف ہے انہیں کا نام چلا آرہا ہے۔ ۸ سالانہ میں سے آج تک ایک حبہ بھی مسجد کے کسی کام میں صرف نہیں ہوا۔

ادھر اہل محلّہ کی سعی و اہتمام اور چندہ سے مسجد کی شمالی جانب چند دکانات تعمیر کرادی گئیں جن کی آمدنی سے مسجد کا انتظام اور جملہ اخراجات پورے ہوتے ہیں اور نیز اہل محلّہ نے تمام شہر دیوبند و بیرون شہر سے چندہ کر کے غربی جانب میں ایک بہت بڑا وسیع درجہ تعمیر کرا کر سابق دیوار میں تین در کھول دیئے جس سے مسجد بہت شاندار ہو گئی۔ صحن مسجد بڑھانے کی اگرچہ ضرورت ہے لیکن یہ مکان متنازعہ صحن کے وسیع کرنے میں حارج ہے۔

۲۵ء میں اس سابق امام کی اولاد نے اس مکان اور درگاہ اور دو عدد دکان متصل درگاہ اور زمین وغیرہ کی ملکیت کا اور اپنی تولیت کا دعویٰ کر دیا اور محلّہ کے بڑے بڑے سر بر آوردہ لوگوں کو مدعا علیہ قرار دیا۔ اہل محلّہ کی سعی تمام سے وہ مقدمہ بعد ملاحظہ کرانے احاطہ مسجد کے سہارنپور کی ججی سے موافق مسجد کے فیصل ہو گیا۔ اور تولیت مسجد سے اس کا کوئی تعلق نہ رہا مکان مسجد کا قرار دیا گیا۔ اس کا اپیل مخالف نے الہ آباد دائر کیا۔ وہاں سے بھی خارج ہو گیا۔ اس کے باوجود اہل محلّہ کی غفلت اور سستی سے بدستور سابق وہی قابض و ساکن رہا اور اب تک ہے۔

نہ ہی زمین مسجد کی آمدنی مسجد میں صرف ہوتی ہے۔ اب دوبارہ اہل محلّہ کی طرف سے اس پر دعویٰ کیا گیا تو وہ بھی موافق مسجد کے فیصل ہو گیا لیکن اس نے پھر اپیل الہ آباد کر دیا اور یہ بھی چاہتا ہے کہ فیصلہ کر لیا جائے یعنی صلح۔ تو اب آنجناب سے دریافت طلب یہ امر ہے کہ از روئے شرع کس طرح فیصلہ کیا جائے کہ جس سے کارکنان مسجد پر کوئی بار اخروی نہ رہے۔

ان امور کا خاص طور سے لحاظ فرمایا جائے۔

(۱) جب سے کہ امامت و تولیت سے کوئی تعلق نہیں مکان مسجد میں کہ جس کی زمین تو یقیناً وقف ہی ہے بلا کرایہ رہنا۔

(۲) زمین مسجد کی آمدنی .... اب تک مسجد میں صرف نہ ہونا جس کو تقریباً پچاس سال یا کچھ زائد ہوئے ہیں۔

(۳) مکان سابق کے ملبہ اینٹ، کڑی، کیواڑ وغیرہ وغیرہ کو شامل تعمیر مکان کر لینا۔

(۴) مسجد کے صحن کی توسیع بوجہ مکان متنازعہ نہ ہو سکنا۔ فقط والسلام

المستفتی نمبر ۲۳۵۲ سید اختر حسین عفاعنہ۔ دیوبند یکم جمادی الثانی ۱۳۶۱ھ م ۱۵ جون ۱۹۴۲ء

(جواب ۲۸٤) مسجد کے ساتھ اس کے احاطہ میں جو زمین موضع مہیاللصلوۃ کے علاوہ ہوتی ہے وہ بھی مصالح مسجد پر وقف ہوتی ہے۔ امام جب تک امامت کے فرائض ادا کرتا رہا اس وقت تک اس مسجد سے نیز مسجد کے دوسرے وقف کی آمدنی ۵ سالانہ سے انتفاع اس کیلئے جواز کی حد میں آسکتا تھا۔(۱) لیکن جس وقت سے کہ امامت کے فرائض ادا کرنے چھوڑ دیئے اس وقت سے نہ وہ اس آمدنی کا مستحق تھا اور نہ مسجد کی زمین سے سکونت کا فائدہ حاصل کر سکتا تھا۔ اس وقت سے اس کے ذمہ کرایہ ادا بھی لازم ہے اور ۵ سالانہ بھی مسجد کو واپس کرنا لازم ہے۔(۲) نیز مسجد کی زمین کو خالی کرنا یا اپنے مکان کی قیمت (جو منہدماً و مقلوعاً سامان و ملبہ کی قیمت ہو) لے کر مکان مسجد کو دیدینا لازم ہے اس میں سے اس سامان و ملبہ کی قیمت وضع ہو جائے گی۔ جو خود مسجد کا تھا اور اس نے اپنے مکان میں لگالیا تھا۔(۳) جب اس کا تعلق مکان سے منقطع ہو جائے تو اہل مسجد مکان کو منہدم کر کے صحن کو وسیع کر سکتے ہیں۔(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) (یبد امن غلته بعمارته) ثم ماهو اقرب لعمارته کامام مسجد ومدرس مدرسة یعطون بقدر کفا یتهم . (الدر المختار ، کتاب الوقف ، مطلب یبدابعد العمارة بما هو اقرب الیها، ٤/ ۳٦۷ ط. سعید)

(۲) اسکنه المتولی بلااجر کان علی الساکن اجر المثل ولو غیر معدللا ستغلال به یفتی (الدر المختار) (قوله کان علی الساکن اجر المثل) ...... ودخل مالو کان الوقف مسجدا اومدرسةسکن فیه فتجب اجرة المثل، (رد المحتار، کتاب الوقف، مطلب سکن المشتری دار الوقف، ٤/ ٤۰۸ ط سعید)

(۳) فان کان الغاصب زاد فی الارض من عنده ...... ان کانت الزیادة مالاً متقوما کالبناء والشجر یؤمر الغاصب برفع البناء و قلع الاشجار و ردالارض ان لم یضر ذالک با لوقف وان کان اضر بالوقف...... لم یکن للغاصب ان یرفع البناء او بقلع الاشجار الا ان القیم بضمن ذالک بالوقف وقیمة البناء مرفوعا . (فتاوی عالمگیریة ، کتاب الوقف، الباب التاسع ، ۲/ ٤٤۷ ط. ماجدیة)

(٤) فی الکبری مسجد ارادا هله ان یجعلوا الرحبة مسجدا والمسجد رحبة ...... فلهم ذالک (عالمگیریه، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر ، الفصل الاول ۲ ٤٥٦ ط. ماجدیة)

وقف کردہ چیز کو اپنے قبضے اور تصرف میں لانے کا حکم

(الجمعیۃ مورخہ ۲ اگست ۱۹۲۷ء)

(سوال) وقف کردہ چیز کو اپنے قبضہ میں لانا اور اپنے تصرف میں لانا، تصرف کرنے سے باز نہ آنا کیسا ہے۔ جو شخص تصرف بےجا کرتا ہے اس کا حقیقی بھائی سودی کاروبار بھی کرتا ہے۔ ایسے لوگوں کے ساتھ میل جول رکھنا کیسا ہے ؟

(جواب ۲۸۵) مال وقف میں خلاف شرط واقف تصرف کرنا حرام ہے۔ اور جو شخص کہ مال وقف کو اپنے تصرف میں ناحق لائے اس کے ذمہ ضمان واجب الادا ہوگا۔(۱) سود خوار شخص سے زجراً ترک تعلقات کرنا جائز ہے۔ جب تک وہ توبہ نہ کرے اس وقت تک مقاطعہ جاری رکھنا چاہئے۔ محمد کفایت اللہ غفرلہ، دہلی

کیا متولی مسجد مؤذن اور امام کو مسجد کی آمدنی سے قرض دے سکتا ہے؟

(الجمعیۃ مورخہ ۲۸ ستمبر ۱۹۳۳ء)

(سوال) خادمان مسجد (مثلاً مؤذن وامام) کو بوقت ضرورت متولیان مسجد مسجد کے وقف مال سے قرض حسنہ دے سکتے ہیں یا نہیں ؟

(جواب ۲۸۶) متولی مسجد کو اختیار ہے کہ وہ مسجد کے خادموں کو ان کی ضروریات کے وقت مسجد کے فنڈ سے روپیہ قرض دے دے۔ لیکن یہ شرط ہے کہ قرض کی وصولیابی کی طرف سے اطمینان ہو۔ ضائع ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

مسجد کے لئے وقف شدہ زمین پر سڑک بنانا

(الجمعیۃ مورخہ ۱۸ اگست ۱۹۲۷ء)

(سوال) یہاں گورنمنٹ ہائی اسکول (امراوتی) کو گورنمنٹ نے ایک قطعہ زمین اس غرض سے عطا فرمایا تھا کہ اس میں مسلمان اپنے خرچ سے مسجد بنالیں۔ چنانچہ مسلمانوں نے چندہ کر کے ایک عظیم الشان مسجد بنوالی ہے مگر مسجد کے ارد گرد افتادہ زمین بھی ہے جو مسجد کی ملک اور قبضہ میں ہے۔ اور اس کا احاطہ بھی کر لیا گیا ہے۔ اب میونسپل کو نئی سڑک کے لئے کچھ زمین کی ضرورت ہے تو اس افتادہ مگر مملوکہ واحاطہ شدہ زمین سے کچھ حصہ دیا جاسکتا ہے یا نہیں ؟

(جواب ۲۸۷) اگر یہ افتادہ زمین مسجد کی ملک ہے اور مسجد کے کام آسکتی ہے تو اسے سڑک کے لئے بمعاوضہ یا بلامعاوضہ دینا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ وقف مسجد کے لبدال یا بیع یا ہبہ کا حق متولی کو نہیں ہوتا۔(۳) محمد کفایت اللہ

(۱) متولی المسجد لیس له ان یحمل سراج المسجد الی بیته ...... لو اشتری القیم بغلة المسجد ثوبا و دفع الی المساکین لا یجوز (عالمگیریه ، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر ، الفصل الثانی ۲/ ٤٦٢ ط . ماجدیة)

(۲) مال موقوف علی المسجد الجامع واجتمعت من غلاتها ثم نابت الا سلام نائبة...... واحتیج الی النفقة فی تلك الحادثة...... ان لم تکن للمسجد حاجة للحال فللقاضی ان یصرف فی ذالك لکن علی وجه القرض. (عالمگیریة، کتاب الوقف،الحادی عشر ، الفصل الثانی ۲/ ٤٦٤ ط. ماجدیة)

(۳) (واما) الا ستبدال ولو للمساکین آل (بدون الشرط فلا یملکه الا القاضی) دور و شرط فی البحر خروجه عن الا نتفاع بالکلیة و کون البدل عقار اوالمستبدل قاضی الجنة المفسر بذی العلم والعمل .(الدر المختار کتاب الوقف، مطلب فی شروط الا ستبدال ٤/ ٣٨٦ ط. سعید)

نواں باب
وقف علی الاولاد

اپنی بعض اولاد پر وقف کرنے کا حکم

(سوال) جائیداد کو وقف علی الاولاد کرنا اور کسی وارث کو محروم کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۲۳۴۱ محمد اسماعیل صاحب (آگرہ) ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ م ۲۶ جون ۱۹۳۸ء

(جواب ۲۸۸) جائیداد کو وقف علی الاولاد کرنا جائز ہے۔ مگر وقف میں بعض وارثوں کا حصہ مقرر کرنا اور بعض کو محروم کر دینا جائز نہیں ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

کیا وقف شدہ جائیداد واقف کی موت کے بعد شرعی اعتبار سے ورثاء میں تقسیم ہو گی؟

(سوال) زید نے اپنی جائیداد میں سے کچھ حصہ وقف اولاد کیا۔ زید کے تین لڑکے چار لڑکیاں ایک زوجہ ہے۔ وقف اولاد میں ان کا حق دار بحصہ شرعی قرار دیا لیکن اپنی حیات میں حصہ مساوی دیتا رہا اور بہی کھاتہ میں اندراج بھی کرتا رہا۔ خود تقریباً چار سال تک متولی بھی رہا۔ اپنی حیات میں ہی اپنے متولی ہونے سے سبکدوش ہو کر لڑکے کو متولی بنا دیا۔ وہ بھی مساوی حصہ دیتا رہا اور اندراج بہی کھاتہ میں مساوی حصہ کا کرتا رہا۔ جائیداد وقف اولاد کرنے سے پیشتر زید کی تین لڑکیاں فوت ہو گئی تھیں۔ زید نے ان کی اولاد کے لئے اس جائیداد کی آمدنی میں آٹھ بچوں کے لئے جس میں دو لڑکے اور چھ لڑکیاں نابالغ ہیں فی کس پچیس روپے یعنی کل دو سو روپے ماہوار تینوں مرحوم لڑکیوں کی اولاد کے لئے تاحیات مرحومین کی اولاد کے لئے بھی لکھا اب زید کا انتقال ہو گیا۔

(۱) زید کی حیات میں حصہ شرعی جائز تھا یا نہیں یا مساوی جائز تھا؟ (۲) زید کے انتقال کے بعد حصہ شرعی رہے گا یا مساوی۔ (۳) مرحوم اولاد کے لئے جو ماہوار مقرر کیا ہے کہ مرحوم کی اولاد جب تک زندہ رہے فی کس ...... روپے ماہوار اس وقف اولاد میں سے دیا جائے جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۲۴۴۵ حاجی محمد یعقوب صاحب (دہلی) ۴ ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ م ۲۶ جنوری ۱۹۳۹ء

(جواب ۲۸۹) زید اپنی زندگی میں جس طرح دیتا رہا اور زید کے بعد اس کا لڑکا زید کی حیات میں دیتا رہا یعنی برابر کا حصہ اور مرحومہ لڑکیوں کی اولاد کو فی کس پچیس روپے اسی طرح زید کی وفات کے بعد بھی دیا جائے گا۔ جب کہ جائیداد وقف ہو گئی تو اب اس میں بقاعدہ میراث حصہ جاری نہ ہو گا۔ بلکہ شرعی حصہ سے برابر حصہ ہی مراد ہو گا۔(۲) کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

وقف شدہ جائیداد میں تقسیم کرنے کا طریقہ

(سوال) زید نے اپنی جائیداد کا کچھ حصہ وقف الاولاد کیا۔ زید کے تین لڑکے چار لڑکیاں ایک بیوی ہے۔ وقف

(۱،۲) رجل قال ارضی صدقة موقوفة علی ولدی ونسلی فالوقف صحیح يدخل فيه الذكور والاناث من ولده و ولد ولده ومن قربت ولاته ومن بعدت ويستوی فيه ولد البنين و البنات (عالمگيرية، كتاب الوقف، الباب الثالث الفصل الثانی ، ص ۲/۳۷۵ ط. ماجدية)

اولاد میں تحریر کیا ہے کہ سب کو شرعی حصہ دیا جائے اور خود متولی ہو کر لڑکی سے لڑکے کو دو چند دیتا رہا۔ کچھ حصہ حق دار لیتے رہے۔ کچھ حق داروں کا بہی کھاتے میں جمع کرتا رہا۔ تقریباً چار سال تک خود متولی رہا۔ اپنی حیات ہی میں اپنے لڑکے کو متولی کر دیا۔ حیات میں چونکہ شرعی حصہ مساوی ہوتا ہے اس لئے متولی کا لڑکا تقریباً تین سال تک مساوی دیتا رہا اور کھاتہ میں بھی مساوی اندراج کرتا رہا۔ جائیداد وقف کرنے سے پہلے زید کی تین لڑکیاں فوت ہو گئیں۔ تینوں فوت شدہ لڑکیوں نے آٹھ بچے چھوڑے جس میں دو لڑکے چھ لڑکیاں نابالغ۔ زید نے ان آٹھ بچوں کے لئے مندرجہ بالا وقف اولاد جائیداد کی آمدنی میں سے دو سو روپیہ ماہوار مساوی حصہ ان بچوں کو یعنی پچیس روپے فی کس تقسیم کر کے دینے کو بھی لکھا ہے۔ اب زید کا انتقال ہو گیا۔

(۱) زید اپنے متولی ہونے کے زمانہ میں لڑکوں کو لڑکیوں سے دو چند دیتا رہا۔ وہ رقم جو زائد لڑکوں کو پہنچی ہے لڑکیاں اب ان سے لینے کی حق دار ہیں (یعنی لڑکوں سے) یا نہیں۔

(۲) زید کا لڑکا متولی ہونے کی صورت میں زید کی حیات میں اپنے بھائی بہنوں کو حصہ مساوی دیتا رہا اب کیونکر دیا جائے۔

(۳) زید کی فوت شدہ لڑکیوں کے آٹھ نابالغ بچوں کو دو سو روپے ماہوار مندرجہ بالا وقف جائیداد میں سے مساوی یعنی فی کس پچیس ۲۵ پچیس ۲۵ روپے ماہوار دینے کو لکھا ہے وہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۴۴۴ جناب محمد یعقوب صاحب دہلی۔ ۴ ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ ۲۶ جنوری ۱۹۳۹ء

(جواب ۲۹۰) زید نے وقف نامہ میں اگر یہ لکھا تھا کہ اولاد ذکور واناث کو شرعی حصہ دیا جائے تو موقوفہ جائیداد میں شرعی حصہ وہ ہونا چاہئے جو واقف اپنی شرط سے معین کرے۔ اگر واقف نے وقف نامہ میں کوئی شرط اور تصریح نہیں کی تو اس کے طرز عمل سے تعیین کی جائے گی۔ اس کا عمل اس سوال میں یہ بتایا گیا ہے کہ لڑکوں کو دوہرا اور لڑکیوں کو اکہرا دیتا تھا اور اسی واقعہ کے متعلق اس سے پہلے جو سوال کیا گیا تھا اس میں یہ بتایا تھا کہ لڑکوں لڑکیوں کو برابر دیتا رہا۔ یہ بات دونوں سوال یکساں ظاہر کرتے ہیں کہ اس نے اپنی زندگی میں اپنے لڑکے کو متولی بنادیا اور لڑکا اپنے بھائیوں بہنوں کو برابر دیتا رہا اور ظاہر یہ ہے کہ زید کو اس معاملہ کی خبر ضرور ہو گی۔ پس اگر اسے خبر تھی اور اس نے اپنے لڑکے کو برابر برابر دینے سے روکا نہیں تو یہ دلیل اس بات کی ہو گی کہ اس نے لڑکوں لڑکیوں کو برابر برابر دینا آخر الامر قرار دیا۔ پس اس کے انتقال کے بعد بھی وہی عمل جاری رہے گا اور اس کے نواسوں اور نواسیوں کو بھی اسی طرح .... روپے برابر ملتا رہے گا۔ زید کے انتقال کے بعد اس کا ترکہ اولاد ذکور واناث میں دوہرا اکہرا تقسیم ہوتا مگر جائیداد موقوفہ کی آمدنی اب ترکہ زید نہیں ہے کہ اس میں میراث کے قاعدہ سے شرعی حصہ قائم کیا جائے وہ تو وقف ہے اور وقف میں شرعی حصہ وہ ہے جو واقف کی تعیین قولی یا فعلی یا تقریری سے ثابت ہو اور زید کی آخری حالت میں برابر حصہ دیا جاتا تھا لہذا وہی جاری رہنا چاہئے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) وفي الوقف على القريب تقسم الغلة على الرؤس الصغير والكبير والذكر والانثى والفقير والغني سواء لمساواة الكل في الاسم. (عالمگيرية، كتاب الوقف، الباب الثالث ۲/۳۷۹، ط ماجدية)

دسواں باب
متفرقات

شہیدوں کی قبروں کو مسجد میں شامل کرنا

(سوال) ایک مسجد کے حوض کے کنارے پر دو قبریں شہیدوں کی ہیں۔ اس کا صحن کشادہ کرنے کے لئے زمین برابر کر سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۵۰۷ محمد طاہر محمودی صاحب۔ قصبہ کڑی ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ م ۲۰ جون ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۹۱) اگر قبریں بناء مسجد سے پہلے کی ہیں تو ان کو برابر کرنا جائز نہیں کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ ان کی زمین وقف مسجد میں شامل نہیں اور اگر بناء مسجد کے بعد مسجد کی زمین میں شہیدوں کو دفن کر دیا تھا تو ان کو مسجد میں ملا لینا جائز ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

زمین کھودنے سے انسانی ہڈیاں نکلیں تو ان کا حکم

(سوال) (۱) زید ایک خریدی ہوئی زمین میں کنواں لگوانے کی خاطر کھدوائی شروع کرتا ہے اور چار پانچ فٹ کی گہرائی سے ایک سالم انسانی پنجر برآمد ہوتا ہے۔ دوسرے پنجر کی کھوپری کی ہڈی۔ دو تین دانت اور بازو کی ہڈیاں بھی نکلتی ہیں۔ دوسرے پنجر کا بقایا حصہ تاحال نامکمل کنویں کی کچی دیوار میں موجود ہے اور دکھائی دیتا ہے۔ کیا ایسے ناتمام کنویں کو مکمل کیا جانا اسلامی شریعت کے نزدیک جائز ہے۔
(۲) جو انسانی ہڈیاں برآمد ہوئیں ان کا کوئی احترام نہیں کیا گیا بلکہ کوڑا کرکٹ سمجھتے ہوئے باہر پھینک دی گئیں۔ کنواں لگوانے والے نے خود دیکھیں اور اس کو اس کا علم ہے۔ اس آدمی کے بارے میں شریعت کیا حکم رکھتی ہے۔ شخص مذکور اہل سنت والجماعۃ کے زمرے میں خود کو تسلیم کرتا ہے۔
(۳) اگر استفتا نمبر ۱، ۲ کا دیدہ و دانستہ مرتکب امام مسجد اور خطیب ہو تو اس کی امامت میں نماز ادا کرنے کے بارے میں شریعت کیا حکم رکھتی ہے۔ دراں حالیکہ وہ ایسے جرم سے دیدہ و دانستہ توبہ نہیں کرتا۔ بلکہ اسے جائز سمجھتے ہوئے اپنی ضد پر قائم ہے۔
(۴) کیا وہ لوگ جو اس بات کے عینی شاہد ہیں اور وہ جس کو اس کا علم بھی ہے کسی ذریعہ سے اس امام مسجد او خطیب کو کنواں لگوانے سے باز رکھ سکتے ہیں۔ کیوں کہ ان کے دلوں میں اس بے حرمتی کا از حد رنج ہے۔ کیا کوئی قانونی صورت ایسی ہے جس کی رو سے کنواں لگوایا جانا بند ہو سکے فقط۔

المستفتی نمبر ۱۶۰۸ ابلاغ علی صاحب (ضلع گجرات) ۹ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ م ۱۸ جولائی ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۹۲) یہ زمین اگر مملوکہ ہے تو اس میں یہ قبریں ایک مملوکہ زمین میں دفن واقع ہونے کے طور پر

---

(۱) اذا دفن المیت فی ارض غیرہ بغیر اذن مالکها فالمالك بالخیار ان شاء امر باخراج المیت و شاء سوی الارض و ذرع فیها کذا فی التجنیس. (عالمگیریة، کتاب الصلاة، الباب الحادی و العشرون، الفصل السادس ، ۱/ ۱۶۷ ط. ماجدیة)

بنی ہوں گی۔ اس صورت میں مالک زمین کو یہ حق ہوتا ہے کہ جب لاشیں بالکل مٹی ہو جائیں تو اس زمین کو اپنے کام میں لے آئے۔(۱) لیکن اگر پہلے سے علم نہ ہو کہ یہاں پر قبریں تھیں اور لاعلمی میں زمین کھودی گئی اور لاشیں نکلیں تو لازم تھا کہ زمین کو برابر کر دیا جاتا یا ہڈیوں کو احترام کے ساتھ دوسری جگہ دفن کر دیا جاتا۔(۲)

ہاں اگر اس امر کا ثبوت موجود ہو کہ قبریں مسلمانوں کی نہ تھیں اور لاشیں کفار کی ہیں تو ان کا وہ احترام جو مسلمان کی لاش کا ہوتا ہے۔ واجب نہیں۔ ہندوستان کے کفار اپنے مردے دفن نہیں کرتے جلاتے ہیں۔ مگر عیسائی دفن کرتے ہیں۔ بہر حال اگر معاملہ مشتبہ ہے تو لازم ہے کہ اس جگہ کنواں نہ کھدوایا جائے (۳)۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

آندی میں لوگوں کی سہولت کے لئے سہ درہ بنانا کار خیر ہے

(سوال) زید نابینا اور معذور ہے اس کے پاس اراضی زرعی ہے۔ وہ لاولد بغیر زوجہ بھی ہے۔ زید اپنی تمام اراضی زرعی بکر کے حق میں جو زید کا حقیقی چچا ہے بعوض زربدل منتقل کر کے اس زربدل سے شارع عام پر بغرض حصول ثواب دارین ایک مکان سہ درہ نزد چاہ آبنوشی بنادیا۔ جس میں آئندگان وروندگان عام موسم گرما و سرما و باران میں آرام پاتے ہیں۔ آیا یہ عمارت عام وقف منجانب زید بہ فروختگی جائیداد خود شرعاً جائز داخل حسنات ہے ؟

المستفتی نمبر ۲۱۸۳ امیر خاں صاحب (پٹیالہ) ۳ ذی قعدہ ۱۳۵۶ھ ۱۶ جنوری ۱۹۳۸ء

(جواب ۲۹۳) زید کو اختیار تھا کہ اپنی مملوکہ جائیداد کو اپنی زندگی اور صحت میں کسی نیک کام میں لگادے اور مسافروں کے آرام کے لئے سہ درہ بنانا بھی کار خیر ہے اس لئے زید کا یہ فعل جائز ہے اور سہ درہ وقف عام ہو گیا۔ اب اس کو واپس لینے کا زید کو بھی حق نہیں ہے۔ اراد ان یجعل ماله فی جهة القربة فبناء الرباط للمسلمین افضل (الی قوله) ولو کان مکان الدار ضیعة فالو قف افضل (عالمگیری)(۴) محمد کفایت اللہ، دہلی

کیا آمدنی وقف کرنے کے لئے لفظ وقف بولنا ضروری ہے ؟

(سوال) ایک شخص حیات اور صحت کی حالت میں اپنے دوست کو مبلغ ایک ہزار روپیہ نقد دیتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ایک تحریر دیتا ہے کہ مذکورہ روپیہ سے شیئر (حصہ) خرید کر اس کی آمدنی میری حیات تک مجھے دے۔ میرے بعد میری بڑی لڑکی کو دے۔ اس کی وفات کے بعد آمدنی مذکورہ میرے چھوٹے بچوں کو دے۔ اس تحریر میں یہ ظاہر نہیں کرتا کہ روپیہ مذکورہ وقف ہے۔ وہی شخص ایک وصیت نامہ لکھتا ہے کہ میرے بعد میرا مال میرے ورثاء پر شرعی طریقہ سے تقسیم کیا جائے۔ اب استفسار طلب امر یہ ہے کہ وہ ایک ہزار روپیہ اور اس

---

(۱) ولا ینبغی اخراج المیت من القبر الا اذا کانت الا رض مغصوبة ...... اذا دفن المیت فی ارض غیره بغیر اذن مالکها فالمالك بالخیار ان شاء امر باخراج المیت ، وان شاء سوّی الارض وزرع فیها (عالمگیریة ، کتاب الصلاة، الباب الحادی و العشرون ، الفصل السادس ، ۱/ ۱۶۷ ط . ماجدیة)

(۲) مقبرة کانت للمشرکین ارادوا ان یجعلوها مقبرة للمسلمین ، فان کانت آثار هم قد اندرست فلا بأس بذالك و ان بقیت آثارهم بان بقی من عظمهم شئی ینبش ...... ثم یجعل مقبرة للمسلمین الخ (الهندیة، کتاب الوقف، الباب الثانی عشر ۲/ ۴۶۹ ط ماجدیة)

(۳) حدیث شریف میں ہے : کسر العظم المیت ککسره حیا: قال العینی اشارة الی انه لا یهان المیت کما لا یهان الحی عزیز ص ۵۸۲

(۴) کتاب الوقف، الباب الرابع عشر فی المتفرقات ، ۲/ ۴۸۱، ۴۸۲ ط. ماجدیة)

کی آمدنی مرحوم مذکور کے ترکہ میں شمار کر کے تمام ورثاء پر حصہ رسد تقسیم ہو گایا اس کی تحریر کے موافق اس کا انتظام کیا جائے۔

المستفتی نمبر ۲۱۹۳ مولانا عبدالخالق صاحب (سورت) ۱۵ ذی قعدہ ۱۳۵۶ھ ۱۸ جنوری ۱۹۳۸ء

(جواب ٢٩٤) اگر مرحوم نے اس تحریر میں یہ نہیں لکھا کہ چھوٹے بچوں کے نہ رہنے کی صورت میں فقراء کو دی جائے اور تحریر میں لفظ وقف بھی نہیں آیا تو اس کے انتقال کے بعد یہ رقم یا شیر ز ترکہ میں شامل ہو کر ورثاء پر تقسیم ہوں گے یعنی وقف قرار نہ دیئے جائیں گے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مسجد، مدرسہ، یا وقف جائیداد پر ٹیکس کا حکم

(سوال) میونسپل بورڈ بجنور نے جملہ عمارات و مکانات و اراضیات پر پانچ روپیہ ماہوار کی حیثیت کے مکان پر حسب ذیل ہاؤس ٹیکس تجویز کر کے بغرض رائے عامہ مشتہر کیا ہے۔

(۱) جملہ مکانات و عمارات و اراضیات پر جن کی کرایہ کی حیثیت پانچ روپے ماہوار ہے شرح تین روپے ساڑھے چودہ آنے فی صدی ٹیکس عائد کیا جائے گا۔

(۲) جملہ مکانات و عمارات و اراضیات جو صرف عبادت کے لئے استعمال ہوتے ہیں بشمول گرجا گھر، مندر، مسجد، امام باڑہ، ٹھاکر دوارہ مستثنیات میں سے ہیں لیکن ان کے متعلق ایسی اراضیات مکانات عمارات جن سے کوئی آمدنی بشکل کرایہ گھاس و بہار باغ و دیگر پیداوار کے ہوتی ہے ان پر بشرطیکہ وہ حیثیت مندرجہ بالا میں آتی ہوں ٹیکس عائد کیا جائے گا۔ چونکہ مسجد کے مکانات و اراضیات موقوفہ جن کی آمدنی سے مسجد کے پانی، چٹائی و لوٹے و روشنی و دیگر اخراجات پورے ہوتے ہیں ٹیکس سے بری نہیں ہوتے۔ کیا مذہبی نقطہ نظر سے جائیداد موقوفہ پر یہ ٹیکس جائز ہے یا ناجائز۔ اگر ناجائز ہے تو مسلمانوں کو اس کے خلاف کیا طرز عمل اختیار کرنا چاہئے۔

المستفتی نمبر ۲۳۹۳ عبدالوحید ایڈیٹر اخبار الواحد بجنور۔ ۱۱ جمادی الثانی ۱۳۵۷ھ ۱۰ اگست ۱۹۳۸ء

(جواب ٢٩٥) تمام اوقاف کو ٹیکس سے مستثنیٰ کرانے کی سعی کرنا چاہئے۔ کسی وقف جائیداد پر بعد وقف ہونے کے کوئی جدید ٹیکس عائد نہ ہونا چاہئے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

کفار کی بنی ہوئی مسجد کے عوض دوسری مسجد بنوانا

(سوال) یہاں جو جامع مسجد کے دروازہ کو وسیع کرنے پر فائرنگ ہوا اس کی بابت اسٹیٹ کے حکام بالا یعنی خان بہادر عبدالعزیز خاں یہ فرماتے ہیں کہ راجہ بہادر کی یہ مرضی ہے کہ مسلمانان جے پور کے لئے ایک لاکھ روپیہ لگا

---

(۱) رجل قال ارضی صدقة موقوفة علی نفسی يجوز هذا الوقف علی المختار كذافی الخزانة المفتين ولو قال وقفت علی نفسی ثم من بعدی علی فلان ثم علی الفقراء جاز عند ابی يوسف رحمة الله عليه .(الهنديه، كتاب الوقف ، الباب الثالث ، الفصل الثانی ۲/ ۳۷۱ط . ماجديه قال فی الشاميه: لو وقف علی الا غنياء وحدهم لم يجز لا نه ليس بقربة ، اما لو جعل آخره للفقراء فانه يكون قربة فی الجملة .(الشاميه، كتاب الوقف، مطلب علی الا غنياء وحدهم لم يجز ، ٤/ ٣٣٨ ط. سعيد)

(۲) اذا جعل الرجل ارضه الخراجية مقبرة او خانا للغلة او مسكناللفقراء سقط الخراج عالمگيرية ، كتاب السير ، الباب السابع ، ۲/ ۲٤۲ ط. ماجدية)

کر دوسری مسجد بنوادی جائے۔ شریعت سے اس کی بابت کیا حکم ہے۔ کہ کفار راجہ کے پیسہ سے مسجد بنی ہوئی میں نماز جائز ہے یا نہیں۔ اور اس مسجد کے معاوضہ میں دوسری مسجد بھی جائز ہے یا نہیں۔ اس پر ۱۵ مارچ کو بہت جلد جواب طلب ہے۔

المستفتی نمبر ۲۴۶۵ امام صاحب مسجد لوہاراں (جے پور) ۲۲ محرم ۱۳۵۸ھ م ۱۴ مارچ ۱۹۳۹ء

(جواب ۲۹۶) اس مسجد کے معاوضہ میں دوسری مسجد بنوانے کا اگر مطلب یہ ہے کہ موجودہ مسجد سے مسلمان دست بردار ہو جائیں اور یہ مسجد ریاست کو دیدیں اور دوسری مسجد بنوالیں تو یہ قطعاً ناجائز اور مسلمانوں کو ایسی تبدیلی منظور کرنا حرام ہے(۱) اور اگر یہ مسجد قدیم قائم رہے اس کی مسجدیت میں کوئی فرق نہ آئے اور ریاست دوسری مسجد کسی وسیع مقام پر بنادے اور مسلمانوں کو دے دے تو اس نئی مسجد میں نماز جائز ہو گی بشرطیکہ اس نئی مسجد کی عمارت یا زمین سے ریاست کے حقوق مالکانہ یا تبدیل و تغیر کے اختیارات متعلق نہ رہیں اور بالکلیہ مسلمانوں کو دے دی جائے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

خاص جگہ کے فقراء کے لئے وقف کی ہوئی آمدنی کا حکم

(سوال) ایک شخص نے اس طور پر وقف کیا ہے کہ اپنے وقف کی آمدنی کے ایک سو حصے کئے ہیں جس میں مکہ شریف کے لئے پچیس حصے، مدینہ شریف کے لئے پچیس حصے، بغداد شریف کے لئے دس حصے اور اپنے وطن اصلی کے لئے دس حصے اور جہاں وہ شخص اس وقت تجارت کرتا تھا اور وفات پائی وہاں کے لئے تیس حصے یعنی اللہ واسطے ان مقامات میں غرباء پر یہ رقم آمدنی کی خرچ کی جاوے اور وطن اور جہاں وفات پائی وہ حصے آمدنی کے اقرباو غربا پر خرچ کی جائے۔ جب جائیداد وقف کی تھی آمدنی کم تھی اور اب اس وقت آمدنی بہت بڑھ گئی ہے۔ مرحوم واقف کے اقارب بہت زیادہ غریب ہیں متولیوں کا ایسا خیال ہے کہ مکہ، مدینہ، بغداد کی رقوم سب جگہ کی یا بعض کی موقوف کر کے خویش و اقارب پر خرچ کریں کیونکہ وہ بہت حاجت مند ہیں۔ مرحوم واقف بعد وقف کرنے کے بہت مدت تک حیات تھا۔ اس نے بغداد کبھی رقم نہیں بھیجی۔ سوال یہ ہے کہ کیا بعض مقامات کی رقوم موقوف کر کے اقارب پر خرچ کرنے کا متولیوں کو اختیار ہے یا کل آمدنی کے لئے جیسا واقف نے لکھا ہے ویسا ہی کرنا لازم ہے۔

المستفتی نمبر ۲۵۴۷ جامعہ حسینیہ۔ راندیر (سورت) ۲۷ شعبان ۱۳۵۸ھ م ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۹ء

(جواب ۲۹۷) جیسا کہ واقف نے لکھا ہے ویسا ہی کرنا ہو گا بشرطیکہ حد جواز سے باہر نہ ہو. شرط الواقف کنص الشارع . (۱) نذر میں تو تخصیص مکان بسا اوقات لغو قرار دی جاتی ہے مگر وقف کا یہ حکم نہیں ہے البتہ اگر مرحوم نے اپنی زندگی میں مدت دراز تک بغداد رقم نہیں بھیجی تو یہ تخصیص اس کے اپنے عمل کی وجہ سے منسوخ

(۱) کیونکہ جس جگہ مسجد بنادی جائے وہ قیامت تک مسجد کے حکم ہو گی۔ اور اس کے آداب کی رعایت لازم ہے اور ریاست کو دینے سے مسجد کے آداب کو بجا نہیں لایا جائے گا بلکہ اپنی مرضی سے دوسری ضروریات کے لئے استعمال کی جائے گی۔
(۲) مسئلہ مذکورہ "فصل دوازدھم غیر مسلم کا مال مسجد میں لگانا" میں تفصیل سے مذکور ہے لہذا وہاں مراجعت کی جائے۔
(۱) (الدر المختار، كتاب الوقف، مطلب في قولهم شرط الواقف كنص الشارع، ٤ / ٤٣٣ ط. سعيد)

سمجھ لینے کی گنجائش ہے۔(۱)واللہ اعلم۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

کیا موقوفہ زمین کا مال گذاری ادانہ کرنے کی وجہ سے نیلام ہونا متولی کی خیانت ہے ؟

(سوال) حضرت مخدومی و مطاعی دامت فیوضکم . السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ مزاج گرامی موقوفہ زمین کی آمدنی کی کمی کی وجہ سے اگر زمین موقوفہ کی مال گذاری زمینداری ادانہ ہو اور متولی نہ دے اور اس کی وجہ سے موقوفہ زمین نیلام ہو جائے تو یہ متولی کی خیانت کو مستلزم ہو گا یا نہیں ؟اور کیا ایسی صورت میں متولی پر شرعاًواجب ہے کہ اپنی ذاتی جائیداد سے مال گذاری موقوفہ زمین کی ادا کرے۔ اس کے متعلق فتوے کی ضرورت ہے۔ جس میں فقہ کی عبارت کی نشان دہی بھی کی جائے میرے علم میں کوئی جزئی نہیں ہے اس لئے حضور کی طرف رجوع کر رہا ہوں۔ جواب سے مع عبارت فقہ کے نوازش فرمائی جائے۔

المستفتی نمبر ۲۶۷۸ مولانا عبدالصمد صاحب رحمانی دفتر امارت شرعیہ۔ پھلواری شریف پٹنہ (بہار) ۲رجب ۱۳۶۰ھ م ۲۸ جولائی ۱۹۴۱ء

(جواب ۲۹۸) متولی پر یہ بات تو کسی طرح لازم نہیں کہ مطالبات سرکاری اپنے پاس سے تبرعاًادا کرے۔ ہاں یہ بات اس کے لئے بہتر تھی کہ وقف کو بچانے کے لئے قرض لے کر ادا کر دیتا۔ یہ قرض لینا باجازت حاکم اور بغیر اجازت حاکم دونوں طرح اس کے لئے دیانۃً جائز تھا مگر واجب نہ تھا۔ اس لئے اگر اس نے قرض نہ لیا اور وقف کو سرکار نے نیلام کر دیا تو اس میں متولی کی طرف سے کوئی خیانت نہیں پائی گئی۔ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ وقف میں کچھ آمدنی نہیں ہوئی۔ لیکن اگر آمدنی ہوئی تھی اور وہ متولی نے دوسرے مصارف میں خرچ کر دی اور سرکاری مطالبہ ادانہ کیا اور اس میں وقف نیلام ہو گیا تو یہ متولی کی خیانت ہو گی۔ اس پر لازم تھا کہ سرکاری مطالبے پہلے ادا کرتا۔ کیونکہ اس میں وقف کے ہلاک اور ضائع ہونے کا خوف تھا۔ دوسرے اخراجات ملتوی کرنے میں یہ خوف نہ تھا۔ قال ھلال رحمہ اللہ فی وقفه اذا استرمت الصدقة ولیس فی ید القیم مایرمها فلیس له ان یستدین علیها وعن الفقیه ابی جعفر رحمه الله تعالیٰ ان القیاس ھکذا لکن یترك القیاس فیما فیه ضرورة نحوان یکون فی ارض الوقف زرع یا کله الجراد و یحتاج القیم الی النفقة او طالبه السطان بالخراج جاز له الا ستدانة والاحوط فی ھذه الضرورات ان یستدین بامر الحالکم الا ان یکون بعید امنه ولا یمکنه الحضور فحینئذ لا باس بان یستدین بنفسه کذا فی الظهیریة ھذااذا لم تکن فی تلك السنة غلة فاما اذا کانت ففرق القیم الغلة علی المساکین ولم یمسك للخراج شیئاً فانه یضمن حصة الخراج کذافی الذخیرة . قیم وقف طلب منه الخراج والجبایات ولیس فی یدیه شئی من مال الوقف فاراذان یستدین قال ان امر الواقف بالاستدانة له

(۱)لیس له اعطاء الغلة لغیر من عینه لخروج الوقف عن ملکه بالتسجیل اه فانه صریح فی عدم صحّة الرجوع عن الشروط فی البحران التولیة خارجة عن حکم سائر الشروط . لان له فیها التغییر کلما بداله . (رد المحتار ، کتاب الوقف ، مطلب لا یجوز الرجوع عن الشروط ، ۴۵۹/۴ ط سعید)

ذلك وان لم یامره تکلموا فیه والا صح انه ان لم یکن له بدمنه یرفع الا مرالی القاضی حتی یا مر بالاستدانة کذا قال الفقیه رحمه الله تعالیٰ ثم یرجع فی الغلة کذا فی المضمرات (فتاوی هندیه ص ۴۱۸ ج ۲)(۱) کتبہ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

آبادی پر بمباری کی صورت میں چند متفرق مسائل

(سوال)(۱) کسی شہر پر اگر بمباری ہو چکی ہو اور ہر لحہ ہوائی حملہ کا خطرہ رہتا ہو تو کیا ائمہ مساجد و مؤذنین پر مساجد کے آباد رکھنے اور پنجوقتہ نماز باجماعت ادا کرنے کا فرض بالکل اسی طرح جیسا کہ زمانہ امن میں عائد ہوتا ہے، عائد رہتا ہے یا نہیں ؟

(۲) اگر غیر مستطیع افراد شہر سے باہر نسبتاً محفوظ مقامات پر جانے کی قدرت نہ رکھنے کی وجہ سے شہر میں رہنے پر مجبور ہوں تو ایسی حالت میں کیا ائمہ مساجد اور مؤذنین کا شہر ہی میں رہنا ضروری ہے ؟

(۳) کیا منتظمین اوقاف و مساجد پر اس قسم کے خطرے کے زمانے میں ائمہ مساجد و مؤذنین و دیگر ملازمین کو محفوظ مقامات پر منتقل کرنے کا فرض عائد ہوتا ہے یا نہیں ؟ اور اس معاملہ میں کسی قسم کا امتیاز روا رکھنا ان لوگوں کی جان و مال کے استخفاف کو مستلزم ہے یا نہیں ؟

(۴) کیا اوقاف کی آمدنی میں سے علاوہ تنخواہ کے ملازمین کو شہر سے باہر لانے لے جانے کے لئے اور اوقات نماز میں پہنچنے کی غرض سے موٹروں اور سواریوں کا انتظام کرنا درست ہے یا نہیں ؟

(۵) ائمہ و مؤذنین و دیگر ملازمین مساجد کی جان و مال کی حفاظت کا فرض کس پر عائد ہوتا ہے منتظمین پر یا خود ملازمین پر ؟ اگر منتظمین اس فرض کی ادائیگی سے قاصر ہوں یا قصداً اس کی ذمہ داری نہ لینا چاہتے ہوں تو کیا ائمہ و مؤذنین وغیرہم کا اپنے فرائض سابقہ کو اسی طرح انجام دیتے رہنا ضروری ہے یا فرائض کی انجام دہی کے لئے منتظمین کی ذمہ داری شرط ہے ؟ ایسی حالت میں کیا ائمہ و مؤذنین کا بغیر پابندی کے بقدر طاقت و وسعت اپنی اپنی خدمات کو انجام دے دینا نہیں ان کی ذمہ داری سے سبکدوش کر سکتا ہے ؟

(۶) ایسے لوگ جو مالی منفعت کے خیال سے اپنی جان کو خطرے میں ڈال دینے پر رضامند ہوں ان کا یہ فعل شرعی نقطہ نظر سے کیسا ہے ؟

(۷) جب کہ خطرہ شخصی مدافعت کی حدود سے بالاتر ہو تو مساجد کو آباد رکھنے کی کیا صورت ہے ؟ کسی خاص شخص یا چند افراد کو معاوضہ دے کر مسجد کے آباد رکھنے کا فرض ان پر عائد کرنا کیسا ہے۔ مسجد کے ساز و سامان کو دوسری جگہ منتقل کر کے مسجد کو بغیر کسی حفاظت کے کھلا چھوڑ دیا جائے یا اس کے لئے چند افراد کو مقرر کیا جائے ؟ کیا مسجد کو بند کر دینا۔ یہاں تک کہ اوقات نماز میں بھی بند رہے درست ہے کہ نہیں ؟

(۸) جو لوگ خطرے کی حالت میں دور و دراز مقامات پر چلے جائیں ان کا یہ فعل شرعی حیثیت سے کیسا ہے ؟ کیا

(۱)(عالمگیریه، کتاب الوقف، الباب الخامس ، مطلب فی الاستدانة علی الوقف، ۲/ ۴۲۴ ط. ماجدية)

وہ ضعیف الایمان سمجھے جائیں گے ؟ اور کیا وہ لوگ جو خطرہ کی حالت میں رہنا پسند کرتے ہیں۔ حقیقت میں متوکل اور قوی الایمان ہیں ؟

(۹) متمدن ممالک میں جہاں بمباری یا مشین گن کی بارش ہوتی ہے لوگوں پر خوف وہراس طاری ہونے کی وجہ سے اموات کی تجہیز و تکفین نہیں ہو سکتی اور غیر معلوم تعداد ان کی ناگفتہ بہ صورتوں اور حالات میں پھینک دی جاتی ہے یا جلادی جاتی ہے۔ ان میں کوئی امتیاز نہیں ہوتا۔ ایسی حالت میں شرعی حکم کیا ہے اور مسلم جماعتوں پر کیا فرض عائد ہوتا ہے ؟

المستفتی نمبر ۲۶۹۴ رشید نواب مکی۔ رنگون۔ برما ۴ محرم ۱۳۶۱ھ ۲۲ جنوری ۱۹۴۲ء

(جواب ۲۹۹) (۱) ان کو حق ہے کہ وہ بغرض احتیاط باہر چلے جائیں لیکن اس غیر حاضری کے زمانے کی تنخواہ مانگنے کے وہ بغیر مرضی متولیوں کے حق دار نہیں۔(۱)

(۲) ضروری نہیں۔

(۳) متولیوں پر یہ فرض عائد نہیں ہوتا۔ البتہ مروت واخلاق کے طور پر وہ ایسا کریں تو بہتر ہے اور اس میں غیر مستطیع ملازم اس رعایت کے زیادہ مستحق ہیں۔(۲)

(۴) اگر مسجد کی آمدنی وافر ہو تو درست ہے۔(۳)

(۵) ان کی جان ومال کی حفاظت کا فرض خود ان پر عائد ہوتا ہے جیسے کہ تمام ملازمین جو لوگوں کے شخصی یا اداروں کے ملازم ہیں۔(۴)

(۶) ان کا یہ فعل جائز ہے کیونکہ بمباری بھی یقینی نہیں اور بمباری میں ہلاکت بھی یقینی نہیں۔

(۷) جائز ہے۔ اگر مسجد میں نماز پڑھنے والے رہیں تو بند نہ کی جائے اور نمازی نہ رہیں تو بند کرنا مباح ہے۔(۵)

(۸) بغرض احتیاط باہر جانا مباح ہے اور رہنا بھی مباح ہے۔ ایمان کا ضعف وقوت نیت پر موقوف ہے(۶)

(۹) مسلم جماعتوں کا فرض ہے کہ وہ حتی الامکان مسلم اموات کی تجہیز و تکفین کا انتظام کریں البتہ

---

(۱) فی القنية ان كان الواقف قدر للدرس لكل يوم مبلغا فلم يدرس يوم الجمعة او الثلاثاء لايحل له ان ياخذ، ويصرف اجر هذين اليومين الى مصارف المدرسة .(رد المحتار ، كتاب الوقف، مطلب فى استحقاق القاضى والمدرس الوظيفة فى يوم البطالة ، ٤ / ٣٧٢ ط. سعيد)

(۲) اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: "وتعاونوا على البر والتقوىٰ ولا تعاونوا على الاثم والعدوان (سورة المائده)

(۳) وضمن متوليه لوفعل النقش أو البياض الا إذا خيف طمع الظلمة فلا بأس به قوله: الا اذا خيف :بان اجتمعت عنده اموال المسجد و هو مستغن عن العمارة والا فيضمنهما .(الدر المختار مع رد المحتار ، كتاب الصلاة، مطلب كلمة لاباس دليل على ان المستحب غيره ج : ١ / ٦٥٨ سعيد)

(۴) قرآن مجید میں ہے : "ولا تلقوا بأيديكم الى التهلكة" سورة البقره

(۵) وكما كره غلق باب المسجد الا لخوف على متاعه، به يفتى. قوله الا لخوف على متاعه هذا اولى من التقييد فى زماننا، لان المدار على خوف الضرر ...... وفى العناية : والتدبير فى الغلق لا هل المحلة (الدر المختار مع رد المحتار كتاب الصلوة ، مطلب فى احكام المسجد ، ج : ١ / ٦٥٦ ، سعيد)

(۶) وان كان لا يرجو القوة والشركة للمسلمين فى القتال فانه لا يحل له القتال لما فيه من القاء نفسه فى التهلكة" الهندية ، كتاب السير ، الباب الاول ، ٢ / ١٨٨ ط . ماجدية

اس صورت میں کہ ان کو موقع ہی میسر نہ ہو یا ان کی وسعت سے باہر ہو معذور ہوں گے۔(۱)

بازاری کی وقف کی ہوئی آمدنی کا حکم

(سوال) ایک زن بازاری اپنی کچھ ایسی جائیداد جو اس نے ناجائز طریق پر حاصل کی تھی بحق مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور وقف کرنا چاہتی تھی لیکن اہل مدرسہ نے اس کو قبول نہیں کیا۔ گو زن بازاری کی سب سے مختلف طریقوں سے مسلسل کوششیں وقف کے قبول کرنے کے لئے عمل میں لائی گئیں اہل مدرسہ نے اپنی ذمہ داریوں کے صحیح احساسات کے ماتحت قطعی انکار کر دیا۔ اس کے بعد اس اہل مدرسہ کی مرضی کے خلاف بطور خود وہ جائیداد بحق مدرسہ حکومت وقت کے قانون کے موافق دفتر رجسٹری میں جاکر وقف کر دی اور وقف نامہ میں اپنی زندگی میں اس کی متولی ہونے کی شرط درج کر دی لکھدیا کہ پانچ روپیہ ماہانہ بطور کرایہ مدرسہ کو دیتی رہوں گی ۔ چنانچہ اس نے ایک ماہ کے پانچ روپے حضرت ناظم صاحب مدرسہ کے نام بذریعہ منی آرڈر بھیجے۔ حضرت ناظم صاحب نے سہواً منی آرڈر وصول کر لیا۔ بعد میں تنبہ ہوا کہ یہ روپیہ تو اس جائیداد کے متعلق ہے جس کے وقف کو قبول کرنے سے انکار کر دیا گیا تھا۔ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ اب جب کہ وقف باقاعدہ ہو چکا ہے اس کی آمدنی قبول کرنے سے انکار کرنا اور وصول شدہ روپے کو واپس کرنا جائز نہیں ہے۔

المستفتی نمبر ۲۶۶۷ محمد اکرام الحسن مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۱ جمادی الثانی ۱۳۶۲ھ م ۱۷ جون ۱۹۴۳ء

(جواب ۳۰۰) وقف کرنا واقف کا فعل ہے۔ اس کی صحت کے لئے موقوف علیہ یا اس کے وکیل متولی کا قبول کرنا شرط نہیں ہے۔ اس بنا پر وقف قبول کرنے اور بعد الوقف اس کی آمدنی لینے میں حق کرنا تو درست نہیں معلوم ہوتا۔ موقوف کی خباثت کی بنا پر وقف کی صحت یا پاکی میں تردد ہونے کی وجہ سے اگر وقف کو قبول نہ کرنا جائز تھا تو اسی بنا پر اس کی آمدنی کو قبول نہ کرنا بھی جائز ہے۔ اور یہی اسلم واحوط ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

مسجد کی زمین پر ذاتی کوٹھی بنانا ناجائز ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۲۰ مارچ ۱۹۳۶ء)

(سوال) ایک قدیم مسجد کے حجرے اور دکانوں کو ایک مسلمان نے گرا کر اپنی کوٹھی بنالی۔ حجرے کے لئے اس کوٹھی کے ایک کمرے کا دروازہ مسجد میں رکھ دیا مگر اس کمرے کا بالا خانہ کوٹھی کے بالا خانے میں شامل ہے۔ کوٹھی مذکورہ میں مسجد کی زمین کے علاوہ اس شخص کی اپنی زمین بھی شامل ہے۔

(جواب ۳۰۱) مسجد اور مسجد کے متعلق موقوفہ زمین پر ذاتی تعمیر بنانا غصب وقف ہے۔ اس لئے اس کو خالی کرنا

---

(۱) قال الله تعالى: "لا يكلف الله نفسا الا وسعها ."(سورة البقرة ، الجزء الثالث رقم الآية. ۲۸۶)

(۲) واذا وقف على قوم فلم يقبلوا ...... فان رد كلهم كان الوقف جائز اوتكون الغلة للفقراء واذا رد البعض فان كان الاسم ينطلق على الباقين فالغلة كلها تكون للباقين. (عالمگيريه، كتاب الوقف، الباب الخامس، ۲/ ۴۲۹ ط . ماجدية)

اور وقف میں شامل کرنا لازم ہے۔ذاتی مکان کا دروازہ زمین وقف پر کھولنا بھی جائز نہیں۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ،دہلی

وقف نامہ

الحمدلله رب العٰلمین والصلوٰة والسلام علیٰ رسوله محمد واله واصحابه اجمعین اما بعد منکہ بن ساکن ضلع کا ہوں۔

(الف) چونکہ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور انسان کے لئے اس سے زیادہ مفید کوئی چیز نہیں کہ اپنے لئے زاد آخرت خود مہیا کرے۔ نیز پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ بہترین صدقہ وہ صدقہ ہے جو صحت و تندرستی کے زمانے میں کیا جائے۔(۲)

(ب) شریعت اسلامیہ میں وقف کو ایک قسم کا صدقہ قرار دیا گیا ہے۔ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ میں اپنا فلاں مال خدا کی راہ میں خرچ کرنا چاہتا ہوں تو آنحضرت ﷺ نے وقف کرنے کا مشورہ دیا اور اس کو لفظ صدقہ سے تعبیر فرمایا۔(۳)

(ج) شریعت اسلامیہ نے وقف علی الاولاد کو جائز رکھا ہے اور قانون مجریہ ایکٹ نمبر ۶ مصدرہ ۷ مارچ سن ۱۹۱۳ء نے بھی اسے صحیح اسلامی مسئلہ قرار دیا ہے۔(۴)

(د) میں حنفی ہوں اور مذہب حنفیہ میں وقف علی نفس الوقف جائز ہے۔ جیسا کہ ایکٹ مذکور کی دفعہ ۳۔ کے ضمن حرف (ب) میں اس کی تصریح ہے۔

---

(۱) ولو غصبها من الواقف او من واليها غاصب فعليه ان يردها الى الواقف ...... فان كان الغاصب زاد فى الارض ...... كالبناء والشجر يؤمر الغاصب بدفع البناء وقلع الا شجار وردا لارض . (عالمگیریہ ، کتاب الوقف الباب التاسع ، ۲/ ٤٤٧ ط. ماجدية)

(۲) عن ابى هريرة رضى الله تعالى عنه قال قال رجل يا رسول الله ، اى الصدقة افضل قال ان تصدق وانت صحيح شحيح تامل العيس وتخشى الفقر . (رواه النسائى ، كتاب الزكاة ، باب اى صدقة افضل ۱/ ۲۷۳ ط . سعيد.

(۳) عن ابن عمر رضى الله تعالى عنه قال اصاب عمر ارضا بخيبر ...... فقال يا رسول الله ...... ماتامرنى به قال ان شئت حبّست اصلها وتصدقت بها الخ (رواه مسلم، كتاب الوصية ، باب الوقف، ۲/ ٤۱ ط . قديمى كتاب خانه)

(۴) لو قال ارضى هذه صدقة موقوفة على من يحدث لى من الولدوليس له ولد يصح هذا الوقف . (عالمگیریہ) کتاب الوقف، الباب الثالث، الفصل الثانى ، ۲/ ۳۷۱ ط. ماجدية)

ان امور مذکورہ بالا کی بنا پر میں نے بحالت صحت و ثبات عقل و درستی ہوش و حواس اپنی جائیداد مفصلہ ذیل کو آج بتاریخ ماہ سن اپنی زندگی تک اپنے نفس (۱) پر اور اپنے بعد اپنی اولاد ذکور و اناث کے سلسلوں پر جب تک وہ سلسلے چلتے رہیں اور پھر اپنے خاندان کے فقراء اور مساکین پر اور پھر عام فقراء اور مساکین و امور خیر پر ہمیشہ کے لئے شرائط مفصلہ ذیل پر وقف کیا۔ اور اپنے قبضہ مالکانہ سے نکال کر بحیثیت متولی جائیداد موقوفہ کو اپنے متولیانہ (۲) قبض میں لے لیا۔

شرائط متعلقہ تولیت و نظارت

(۱) جب تک میں زندہ ہوں اس وقت تک تمام جائیداد موقوفہ کا متولی (۳) میں خود رہوں گا۔
(۲) میرے انتقال کے بعد اس وقف کے چار ناظر (۴) (ٹرسٹیز) ہوں گے جن کو میں نامزد کرتا ہوں اور وہ حسب ذیل ۵ ہیں :۔

(۳) ہر ناظر (ٹرسٹی) کی وفات یا علیحدگی پر باقی نظار کو لازم ہوگا کہ وہ اتفاق رائے یا کثرت رائے سے تاریخ وفات یا علیحدگی ناظر سابق سے ایک ماہ کے اندر اس کا قائم مقام مقرر کرلیں۔ اگر انہوں نے مدت مذکورہ میں مقرر نہ کیا تو مستحقین وقف میں سے بالغین کو اختیار ہوگا کہ وہ نظار کو نوٹس میعادی ایک ماہ کا دے کر تقرر ناظر کا مطالبہ کریں اور نوٹس کی میعاد گزر جانے پر ان بالغین مستحقین وقف کو اختیار ہوگا کہ وہ اتفاق یا کثرت رائے سے ناظر متوفی یا علیحدگی شدہ کا قائم مقام مقرر کردیں۔

---

(۱) واقف کو اختیار ہے کہ موقوف علیہم کی ترتیب جس طرح چاہے قرار دے۔ لیکن بہر صورت اس کی تصریح ضروری ہے کہ آخر میں وقف عام فقرا و مساکین یا امور خیر مثلاً مساجد و مدارس کے لئے ہوگا۔ (۱)
(۲) اگر ابتداء سے ہی واقف نے وقف کا متولی کسی دوسرے شخص کو قرار دیا ہو تو یہاں پر اس متولی کے قبضہ میں دیا جانا تحریر کیا جائے۔
(۳) واقف کو اختیار ہے کہ حق تولیت اپنی زندگی میں بھی کسی دوسرے شخص کو دے دے اور اس صورت میں یہاں پر اس کے نام کی تصریح ضروری ہے۔ (۲)
(۴) واقف کو اختیار ہے کہ نظار وقف کی تعداد جتنی مناسب سمجھے مقرر کرے اور ناظر مقرر کرے۔ یا نہ کرے۔ (۳)
(۵) یہاں پر نظار وقف جن کو واقف مقرر کرنا چاہے ان کے نام لکھ دے۔

(۱) قال فی الشامیه: لو وقف علی الا غنیاء وحدهم لم یجز لانه لیس بقربة، امالو جعل آخره للفقراء فانه یکون قربة فی الجملة (رد المحتار ، کتاب الوقف، مطلب لو وقف علی الاغنیا، وحدهم لم یجز ، ۳۳۸/۴ ط . سعید)
(۲) ان شرط ان یلیه فلا ن ...... فالتولیة جائزة ...... ولو جعل الیه الو لایة فی حال حیاته وبعد وفاته کان جائزا (عالمگیریه، کتاب الوقف، الباب الخامس ۴۱۹/۲ ط. ماجدیه)
(۳) ولو اوصی الی رجلین فقبل احدهما وابی الآخرا قام القاضی بقیم مکانه رجلا آخر حتی یجتمع رأی الرجلین کما قصدا لواقف ، (عالمگیریة ، کتاب الوقف ، الباب الخامس ۲/ ۴۱۰ ط.ماجدیة)

(۴) میری وفات کے بعد میری اولاد مذکور میں سے کسی ایسے شخص کو جو شریعت کا پابند تعلیم یافتہ اور ہوشیار ہو نظار وقف (۱) اپنے اتفاق یا کثرت رائے سے متولی مقرر کریں۔
(۵) اگر اولاد ذکور کے سلسلہ میں کوئی باقی نہ رہے یا لائق تولیت نہ ہو تو نظار کو اختیار ہوگا کہ سلسلہ اناث کی اولاد مذکور میں سے کسی ایسے ہی شخص کو جس کا دفعہ ۴ میں ذکر ہے متولی مقرر کریں۔
(۶) جب کہ اولاد ذکور و اناث کے دونوں سلسلوں میں کوئی مذکر باقی نہ رہے یا لائق تولیت نہ ہو تو نظار وقف کو اختیار ہوگا کہ کسی مسلمان کو جو صفات مذکورہ دفعہ ۴ سے موصوف ہو متولی مقرر کریں۔
(۷) متولی بہر صورت جماعت نظار سے جداگانہ شخص ہوگا۔ اور وہ ہر صورت میں آنریری یا تنخواہ دار ہو سکتا ہے۔ اس کی تنخواہ نظار وقف کی رائے سے مقرر ہوگی۔ لیکن کسی صورت میں ....(۲) روپیہ سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔
(۸) نظار وقف ہمیشہ آنریری ہوں گے اور ان کا مسلمان حنفی ہونا لازمی ہے۔
(۹) جائیداد موقوفہ کی خدمت اور تحریر حساب و کتاب کے لئے تنخواہ دار ملازم رکھے جا سکتے ہیں جن کی تعداد ....(۳) تک اور جن کی انتہائی تنخواہ......... روپیہ تک ہو سکتی ہے۔ ایسے ملازمین کا عزل و نصب نظار کے اختیار سے ہوگا۔
(۱۰) متولی (۴) کو لازم ہوگا کہ (الف) جائداد موقوفہ کی تمام آمدنی و خرچ کا باقاعدہ رجسٹر رکھے اور تمام اندراجات باضابطہ کرتا رہے۔ (ب) تمام مستحقین کو ان کے حصوں کا روپیہ ہر (۵) سہ ماہی پر تقسیم کر کے رسید باضابطہ حاصل کرے۔ (ج) ملازمین کی پوری (۲) نگرانی کرے۔

---

(۱) واقف کو اختیار ہے کہ اگر وہ مناسب سمجھے تو اپنی اولاد ذکور میں سے کسی خاص شخص کو تولیت کے لئے نامزد کر دے یا سب سے بڑے بیٹے اور اس کے بعد سب سے بڑے کو حق تولیت دے یا اور کسی شخص کو متولی بنائے یا کسی خاص جماعت کو متولی مقرر کرنے کا اختیار دے۔ (۱)
(۲) یہاں پر تنخواہ کی انتہائی مقدار لکھ دینی چاہئے۔ اس کی مقدار جائیداد موقوفہ کی حیثیت اور کار متعلقہ کی قلت یا کثرت کے لحاظ سے معین کی جائے۔
(۳) یہاں پر ملازمین کی وہ تعداد جو جائیداد موقوفہ کی قلت کثرت کے لحاظ سے ضروری یا مناسب ہو لکھنی چاہئے۔ اسی طرح ملازمین کی انتہائی تنخواہ بھی معین کر دینی چاہئے۔
(۴) اس دفعہ میں متولی سے ہر وہ متولی مراد ہے جو واقف کے علاوہ کوئی اور شخص ہو۔ خود واقف پر یہ دفعہ عائد نہیں ہوتی۔
(۵) واقف کو اختیار ہے کہ تقسیم ماہواری یا سہ ماہی یا ششماہی یا سالانہ جو مناسب سمجھے مقرر کرے۔

---

(۱) لوشرط الولایة لولده علی ان یلیها الا فضل من ولده تکون الولایة افضل او لاده (عالمگیریة، کتاب الوقف، الباب الخامس ۲ / ۴۱۱ ط. ماجدیه)
(۲) فاذاتم ولزم لا یملك ولا یعار ولا یرهن. (تنویر الابصار، کتاب الوقف، ج: ۴ / ۳۵۱، ۳۵۲، سعید)

(۱۱) نظار کو ہر وقت اختیار ہوگا کہ متولی سے حساب طلب کریں یا رجسٹروں کا معائنہ کریں۔ اسی طرح مستحقین وقف بھی حساب دیکھنے کے ہر وقت مجاز ہیں۔

(۱۲) خود واقف یا کسی متولی یا کسی دوسرے شخص کو یہ اختیار نہیں کہ جائیداد موقوفہ کو کلاً یا جزءاً بیع یا ہبہ یا کسی طریقہ سے دائمی یا عارضی طور پر منتقل کرے یا کسی طرح کا بار کفالت اس پر عائد کرے۔(۱)

(۱۳) ہر ناظر اور مستحق وقف کو اختیار ہے کہ وہ متولی کے خلاف غبن یا خیانت کا دعویٰ عدالت مجاز میں دائر کرے اور بعد ثبوت غبن یا خیانت عدالت مجاز متولی کو معزول کر سکتی ہے۔ اور اگر تمام نظار اور مستحقین وقف کسی متولی کی خیانت یا غبن پر متفق ہو جائیں تو ان کا اتفاقی جلسہ خود ایسے متولی کو معزول کر سکتا ہے اور جب کہ کوئی متولی عدالت مجاز یا اتفاقی جلسہ سے معزول ہو جائے تو دوسرا متولی دفعات ۴ تا ۷ کی پابندی سے مقرر کیا جائے۔

شرائط متعلقہ مصارف وقف

(۱۴) جب تک میں زندہ ہوں اس تمام جائیداد کی آمدنی اپنے خرچ میں لانے یا اپنی رائے سے امور خیر میں خرچ کرنے کا مجھے کامل اختیار ہے۔

(۱۵) میرے انتقال کے بعد جائیداد موقوفہ کی آمدنی سے اس کے متعلقہ ضروری مصارف مثل ہاؤس ٹیکس و تنخواہ متولی و ملازمین و خرچ رجسٹر ہائے حساب و لگان سرکاری وغیرہ ادا کرنے کے بعد باقی تمام آمدنی کا(۲) $\frac{1}{4}$ مدارس(۳) دینیہ و مساجد(۴) و فقراء و مساکین میں حسب رائے متولی(۵) خرچ کیا جائے۔

(۱۶) اور $\frac{1}{4}$ حصہ(۶) نکال کر کسی محفوظ(۷) طریقہ سے جمع رکھا جائے۔ جس سے جائیداد موقوفہ کی مرمت شکست ریخت بوقت حاجت کی جائے۔ لیکن اگر عرصہ تک یہ روپیہ خرچ نہ ہو اور اس قدر جمع ہو جائے کہ جائیداد وقف کی بظن غالب اس کی حاجت نہ ہو تو متولی باجازت تحریری نظار اسے امور خیر مندرجہ دفعہ ۱۵ میں خرچ کردے۔

---

(۱) بہتر ہو کہ نگرانی ملازمین کی نوعیت بیان کر دی جائے۔ نیز یہ بھی بتا دیا جائے کہ متولی ان ملازمین کا افسر اور وہ اس کے ماتحت ہوں گے۔

(۲) اس حصہ کی مقدار معین کرنے میں واقف کو پورا اختیار ہے۔ جتنی مقدار مناسب سمجھے معین کرے۔

(۳) مدارس دینیہ کی تشخیص کر دینا مناسب ہے کہ فلاں خاص مدرسہ یا کم از کم اس قدر لکھ دے کہ فلاں فلاں شہروں کے اسلامی مدرسے جن میں قرآن مجید اور تفسیر و حدیث و فقہ کی عربی تعلیم دی جاتی ہو۔ یا جو اور قیود مناسب سمجھے وہ ذکر کرے۔

(۴) مساجد کی تعیین اور تشخیص ہو تو بہتر ہے، ورنہ یہ لکھ دے کہ فلاں شہر کی مسجدیں، یا جن مسجدوں کی کوئی آمدنی نہ ہو وغیرہ۔

(۵) واقف کو اختیار ہے کہ مناسب سمجھے تو نظار وقف کی منظوری ان مصارف کے لئے شرط کر دے

(۶) جائیداد موقوفہ کی حیثیت سے مصارف مرمت کے لئے جس قدر ضرورت سمجھے اتنا حصہ مقرر کرے۔

(۷) واقف کو اختیار ہے کہ محفوظ طریقہ کی تعیین یا تشریح کر دے۔ نیز یہ بھی بتا دے کہ اس روپیہ کے ذمہ دار ناظر ہوں گے یا متولی۔

(۱۷) اور ۵/۴۸ یعنی تمام آمدنی (بعد وضع مصارف ضروریہ) کا آٹھواں(۱) حصہ میری زوجہ یا زوجات کو (اگر کوئی موجود ہو) اس کی زندگی تک دی جائے۔ زوجہ یا زوجات کے انتقال کے بعد متوفیہ کا حصہ اس کے والدین(۲) کو یا اولاد کو (اگر کسی دوسرے خاوند سے ہو) ان کی زندگی تک دیا جائے اور اگر متوفیہ کے ماں باپ اور اولاد نہ ہو یا جب وہ انتقال کر جائیں تو متوفیہ کا حصہ بقیہ آمدنی میں شامل ہو کر دفعات آئندہ کے موافق تقسیم ہو گا۔

(۱۸) بقیہ کل ۴۳/۴۸ حصص اور بصورت حصہ زوجہ یا زوجات شامل ہو جانے کے ۳۸/۴۸ حصے میری اولاد ذکور و اناث میں اس طرح تقسیم کیا جائے کہ ذکر کو دوہرا(۳) اور مونث کو اکہرا دیا جائے۔ اگر میرا کوئی پوتا پوتی۔ یتیم ہو یا نواسہ نواسی کی والدہ فوت ہو جائے تو ان پوتا پوتی کو ان کے والد کا حصہ اور ان نواسہ نواسی کو ان کی والدہ کا حصہ میری اولاد کے ساتھ دیا جائے انہیں محروم نہ سمجھا جائے۔

(۱۹) جب میری اولاد ذکور یا اناث یا ان کی اولاد در اولاد میں سے کوئی فوت ہو تو ہر فوت ہونے والے مذکر کی بیوی (۴) اور فوت ہونے والی مؤنث کے خاوند کو ان کی زندگی تک مثل حصہ فرائض دے کر باقی حصہ متوفی یا متوفیہ کو اس کی اولاد ذکور و اناث میں بحصہ (۵) مساوی تقسیم کیا جائے اور متوفی کی بیوی اور متوفیہ کے خاوند کے فوت ہونے کے بعد وہ حصہ بھی متوفی کی اولاد پر تقسیم کیا جائے اور تقسیم کا یہ قاعدہ برابر اسی طرح جاری رہے جب تک کہ اولاد ذکور و اناث کا سلسلہ بطناً بعد بطن جاری اور باقی رہے اور جب کہ کسی مذکر یا مؤنث کا سلسلہ اولاد ختم ہو جائے تو اس کا حصہ اولاد کے دوسرے سلسلوں پر تقسیم کر دیا جائے۔

(۲۰) جب میری اولاد ذکور و اناث کے تمام سلسلے منقطع ہو جائیں تو میرے خاندان آباؤ اجداد (۶) کے لوگوں میں سے جو نادار حاجت مند ہوں ان کی امداد کی جائے۔

(۲۱) اگر خدانخواستہ میرے خاندان کا بھی کوئی شخص باقی نہ رہے۔ یا سب مستغنی ہوں تو پھر وقف کی تمام آمدنی

---

(۱) واقف کو اختیار ہے کہ زوجہ یا زوجات کا حصہ کچھ کم یا زیادہ مقرر کرے۔(۱)
(۲) اگر زوجہ کے اور وارثوں مثلاً بھائی، بہن، دادا، دادی، نانی وغیرہ کو دلوانا چاہے تو ان کی تصریح کر دے
(۳) واقف کو اختیار ہے کہ مذکر مؤنث کو دوہرا اکہرا دلوائے یا برابر دونوں طرح جائز ہے۔(۲)
(۴) اگر فوت ہونے والے کے بعد اس کا حصہ فرائض کے بموجب تمام اس کے وارثوں میں تقسیم کرانا چاہے تو اس کی تصریح کر دے۔
(۵) اختیار ہے کہ حصہ دوہرا اکہرا رکھے یا برابر۔(۳)
(۶) خاندان کے لوگوں کے استحقاق کیلئے ان کی ترتیب قائم کر دینی مناسب ہے۔ مثلاً میرے بھائیوں، بہنوں کی اولاد ذکور و اناث یا میرے چچا پھوپی کی اولاد ذکور و اناث یا میرے والد کے چچا کی اولاد وغیرہ۔

(۱،۲،۳) وان قال للذكر كا نثيين فكما قال. (الدر المختار ، كتاب الوقف ، مطلب قال للذكر كانثيين ولم يوجد الاذكور فقط اواناث فقط ٤/٤٧١ ط. سعيد)
(۱) سئل عمن شرط السكنى لزوجته فلانة بعد وفاته ما دامت عز بافمات و تزوجت وطلقت هل ينقطع حقها بالتزويج؟ أجاب نعم! (الدر المختار) (قوله أجاب نعم أى ينقطع بالتزويج الا ان يشترط ان من مات زوجها اوطلقها عادحقها. (رد المحتار ، كتاب الوقف ، مطلب اذا قال مادامت عذبا. ٤/٤٥٢ ط سعيد)

مدارس اسلامیہ(۱) اور مساجد اور فقراء مسلمین اور مسلمان مقروضین کی امداد میں خرچ کی جائے۔ نیز مفلس اموات مسلمین کے تجہیز و تکفین کے مصارف دیئے جائیں۔

(۲۲) اگر مستحقین وقف میں سے کوئی شخص مرتد ہو جائے یا اہل سنت والجماعت کا طریقہ چھوڑ کر رافضی، خارجی، قادیانی وغیرہ ہو جائے تو ہمیشہ کے لئے اپنے حق اور حصہ سے محروم ہو جائے گا۔ اس کا حصہ دیگر مستحقین وقف میں تقسیم ہوگا۔

(۲۳) اگر کسی وقت جائداد موقوفہ کی تعمیر کی حاجت ہو اور دفعہ ۱۶ کے بموجب جمع شدہ رقم کافی نہ ہو تو جائیداد موقوفہ کی کل آمدنی یا کوئی حصہ حسب ضرورت تعمیر میں خرچ کیا جائے۔ اس کے بعد آمدنی مستحقین میں تقسیم کی جائے۔ لیکن ایسی تعمیر کے لئے نظار وقف اور متولی کا اتفاق رائے ضروری ہے۔ تفصیل جدئداد موقوفہ۔

خاکسار محمد کفایت اللہ غفر لہ ۲ مئی ۱۹۱۷ء

(نوٹ) مندرجہ بالا وقف نامہ ایک قلمی مسودہ کی صورت میں حضرت مفتی اعظمؒ نے کسی کے لئے مرتب فرمایا ہوگا۔ یہاں اس لئے درج کیا گیا کہ واقف حضرات کے لئے رہنما ثابت ہوگا اور اس سے وقف نامہ جات کے طریقہ تحریر کا اندازہ ہو سکے گا۔ (حفیظ الرحمان واصف عفی عنہ)

---

(۱) اگر مدارس مساجد کی تعیین کر دی جائے تو بہتر ہے۔ یا تعیین کے لئے کوئی قیود و اوصاف ذکر کر دیئے جائیں یا تعیین کا اختیار نظار وقف یا متولی کو دے دیا جائے۔ یہ بھی مناسب ہے کہ مدارس اور مساجد اور فقراء وغیرہ متفرق مدات کے لئے حصص معین کر دے۔ مثلاً مدارس کے لئے........ فقراء اور مقروضین اور مفلس اموات کے گور و کفن کے لئے........ فلاں مد کے لئے........۔

كتاب المعاش

پہلا باب
ملازمت اور اجارہ (نوکری اور اجرت و کرایہ)

آدھو آدھ منافع پر مویشی رکھوالی کے لئے دینا

(سوال) اس ملک میں ایسا طریقہ رائج ہے کہ گائے یا بھینس یا بکری کا بچہ جب چھوٹا ہوتا ہے تو اس کا مالک کسی کو پرورش کے واسطے دیتا ہے اور اجرت حق پرورش کی یہ قرار دی جاتی ہے کہ جب بچہ بڑا ہو جائے مالک اور پالنے والا اس کی قیمت لگا کر نصفا نصف بانٹ لیتے ہیں یا مالک جانور نصف قیمت پالنے والے کو دے کر جانور لے لیتا ہے یا پالنے والے نصف قیمت دے کر خود رکھ لیتے ہیں۔ اور بعض وقت مالک پالنے والے کو دو بچے شرط مذکورہ پر دیتا ہے۔ جب دونوں بڑے ہو جاتے ہیں تو مابین ایک ایک لے لیتے ہیں۔ صورت اولیٰ و ثانیہ میں ایک یا دونوں اگر مر جائیں تو پالنے والے کی محنت اکارت جاتی ہے۔ کیا شرعاً یہ عقد جائز ہے یا نہیں؟ اور مالک اور پالنے والے کی ملک طریقہ مذکورہ سے شرعاً صحیح ہو گی یا نہیں۔ اور ہر ایک کو طریقہ مذکورہ سے جس جانور پر ملک ثابت ہو جائے اس کو قربانی وغیرہ میں لینا جائز ہے یا نہیں؟

(جواب ٣٠٢) یہ دونوں صورتیں ناجائز ہیں۔ کیونکہ اس میں پالنے والا جو در حقیقت اجرت پرورش کا مستحق ہے نفس شئی مستاجر علیہ میں شریک قرار دیا جاتا ہے جو معنی میں قفیز طحان اور عامل لنفسہ ہونے کی وجہ سے مکروہ اور ناجائز ہے۔ جانور زندہ رہے تو مالک کا ہے اور پالنے والا اجر کا مستحق ہے اور مر جائے تو مالک کا مرا اور پالنے والا بقدر خدمت اجرت کا مستحق ہے۔ مالک کی ملک صحیح ثابت ہے اسلئے قربانی کرنے میں اس کے حق میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اور پالنے والے کی صحیح نہیں۔ اس لیے اسے اس جانور کی قربانی کرنا جائز نہیں۔(۱) **واللہ اعلم بالصواب۔**

علاج کی اجرت لینے اور دوا فروخت کرنے کا حکم

(سوال) طبیب کو مریض سے علاج کی فیس (اجرت) لینا اور دوا قیمۃً فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(جواب ٣٠٣) طبیب کو مریضوں سے علاج کی فیس لینا جائز ہے۔ خواہ مریض کے مکان پر جا کر اس کو دیکھے اور تشخیص مرض کر کے نسخہ تجویز کرے اور خواہ مریض خود طبیب کے مطب میں آکر علاج کرائے ان صورتوں میں علاج کی اجرت لینا جائز ہے۔ اور دوا قیمۃً فروخت کرنے کے جواز میں تو کوئی شبہ ہی نہیں۔ کیونکہ دوا اس کا مال ہے اسکی ملک ہے۔ اسے فروخت کرنے یا مفت دینے کا کامل اختیار اگر مفت دے اس کا احسان ہے۔ قیمت لے کر دے اس کا حق ہے۔ **ولوا ستا جرطبیباً او کحالا او جراحاً یدا ویہ وذکر مدة جاز کذافی الغیاثیہ**

---

(۱) دفع بقرة الى رجل على ان يعلفها وما يكون من اللبن والسمن بينهما انصا فافا لاجارة فاسدة وعلى صاحب البقرة للرجل اجر قيامه وقيمة علفه ان علفها من علف هو ملكه لا ما سرحها فى المرعى ويرد كل اللبن ان كان قائم وان اتلف فالمثل (عالمگیریہ، كتاب الاجارة، الباب الخامس ،الفصل الثالث ، ٤/٤٤٥ ط .ماجدية)

(عالمگیری) (۱) وكذاالطبيب لوباع الا دوية نفذ (ردالمحتار) (۲) قلت هذا فى الطبيب الجاهل الممنوع من العلاج وبيع ادوية فنفاذ البيع من الطبيب العالم المتقن الحاذق وجوازه اولى . ولا يجب الدواء للمرض ولا اجرةالطبيب ولا الفصد ولا الحجامة كذافى السراج الوهاج (عالمگیری باب النفقات) (۳)وكذا فى رد المحتار قلت ويوخذ منه جواز اجرة الطبيب وكونها على الزوجة لاعلى الزوج . والله اعلم۔

بینک کی ملازمت کا حکم

(سوال) بینک کی وہ ملازمت جس میں سود کا حساب کتاب و عملدر آمد وصول باقی کرنا پڑتا ہے جائز ہے یا نہیں ؟

محمد یوسف تھانوی اجمیری دروازہ۔ دہلی

(جواب ٣٠٤) سرکاری بینک کی ملازمت اس حیثیت سے کہ اس میں سودی کاروبار ہوتا ہے ناجائز نہیں ہے۔ کیونکہ بحالت موجودہ گورنمنٹ برطانیہ محارب اور ہندوستان دارالحرب ہے اور اس میں گورنمنٹ سے سود لینا ناجائز نہیں ہے۔ لیکن سرکاری بینکوں میں قصداً روپیہ جمع کرنا اور اس ذریعہ سے ایک قسم کی امداد پہنچانی درست نہیں۔ فقط(۴) مورخہ ۷ ار مضان ۱۳۴۲ھ

دکانیں کرایہ پر دیتے ہوئے سلامی کی صورت میں رقم لینے کا حکم

(سوال) یہاں پر لوگ دکانیں کرایہ پر دیتے ہیں مگر علاوہ کرایہ کے ایک اور رقم جسے سلامی کہتے ہیں مستاجر سے لیتے ہیں۔ مستاجر اس وجہ سے کہ وہ دکان موقع کی ہوتی ہے اس رقم زائد یعنی سلامی کا دینا بھی منظور کرتے ہیں۔ یہ سلامی ماہواری کرایہ سے کوئی تعلق نہیں رکھتی۔ بلکہ ماہواری کرایہ ماہ بہ ماہ علیحدہ دینا ہوگا۔ آیا یہ سلامی کا روپیہ لینا اور دینا جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

(جواب ٣٠٥) یہ سلامی اگرچہ بظاہر کرایہ ماہواری سے علیحدہ معلوم ہوتی ہے مگر جب کہ مالک جائیداد لیتا ہو تو منجملہ کرایہ ہی شمار ہوگی۔ اور جتنے دنوں کے لئے دکان کرایہ پر لی گئی ہے اس کے کرایہ ماہواری کی مجموعی رقم کے ساتھ یہ بھی کرایہ میں داخل اور محسوب ہوگی۔ مثلاً دس ۱۰ روپے ماہوار کرایہ پر سال بھر کیلئے دکان دی اور سو روپے سلامی کیلئے تو یوں سمجھا جائے گا کہ دو سو بیس روپے سال بھر کا کرایہ لیا گیا ہے۔ اور اگر تمام مدت کرایہ پر رہنے کی معین نہ ہو تو اس صورت میں اگر صاحب جائیداد اس طرح پر کہے کہ میں یہ دکان دس روپے ماہوار کرایہ پر دیتا ہوں مگر پہلے مہینہ کا کرایہ ایک سو دس روپے مقرر کرتا ہوں اور اس کے بعد ہر مہینہ دس روپے ماہوار کرایہ لوں گا تو یہ صورت جائز ہے۔ اور حسب قاعدہ فقہیہ ایک ماہ کا اجارہ لازم اور آئندہ ہر مہینہ میں مباشرت استعمال دکان سے صحیح ہوتا رہے گا۔(۵) وهذا كله ظاهر على من له نظر فى الفقه والله اعلم۔

محمد کفایت اللہ غفرلہ، سنہری مسجد، دہلی

....

(۱)(عالمگيريه ، كتاب الا جارة ، الباب الخامس، الفصل الرابع ، ٣٤/ ٤٥٠ ط ماجديه)

(۲) (رد المحتار ، كتاب الحجر ، ص ٦/١٤٧ ط. سعيد)

(۳)(فتاوىٰ عالمگيريه ، كتاب الطلاق ، الباب السابع عشر ، الفصل الا ول ٥٤٩/١ ط. ماجدية)

(۴)وتعا ونوا على البر و التقوى ولا تعاونو اعلى الا ثم والعدوان ، سورة المائدة الجزء السادس رقم الآية نمبر ٢ .

(۵)والحيلة ان يعقد عقودا متفرقة كل عقد سنة بكذا ، فيلزم العقدا لاول لانه ناجز (درمختار ، كتاب الا جارة ، ج : ٦ ، ٧ ، سعيد)

شراب اور خنزیر کا گوشت فروخت کرنے والوں اور فاحشہ عورتوں کو دکان اور مکان کرایہ پر دینے کا حکم

(سوال) کیا مسلمان کیلئے یہ جائز ہے کہ وہ فاحشہ عورتوں کو اپنے مکانوں یا دکانوں میں کرایہ پر آباد کرے باوجود اس علم کے کہ یہ عورتیں زناکاری کا پیشہ کرتی ہیں انہیں اپنے مکانون میں آباد کرنا اور کرایہ کھانا کیسا ہے۔ بعض لوگ اسی غرض سے مکان بنواتے ہیں اور رنڈیوں کو ان میں رکھتے ہیں اور کرایہ لیتے ہیں۔ اسی طرح شراب یا خنزیر کا گوشت بیچنے والے کو دکان کرایہ پر دینا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(جواب ۳۰۶) زانیہ عورتوں کی زنا کی کمائی ان کی ملک میں داخل نہیں ہوتی اور اس لئے ان کو خود بھی اس کا استعمال کرنا حرام ہے اور دوسرے لوگوں کو بھی وہ روپیہ ان سے لینا خواہ بطور کرایہ کے ہو یا ... قیمت یا ہبہ کے جائز نہیں۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے۔ مهر البغی خبیث۔(۱) یعنی زانیہ کی خرچی خبیث ہے۔ وفی المنتقی ابراهیم عن محمد رحمة الله تعالیٰ فی امرأة نائحة اوصاحب طبل او مزمارا کتسب مالا بازاء النیاحة اوبازاء الغناء قال ان کان علی شرط رده علی اصحابه ان عرفهم یرید بقوله علی شرط ان شرطو الها فی او له و هذا لا نه اذا کان الا خذ علی الشرط کان المال بمقابلة المعصیةفکان الا خذ معصیة والسبیل فی المعاصی ردها وذلك ههنا بردالما خوذ الخ (عالمگیری)(۲) پس رنڈیوں کو اپنے مکان میں رکھنا اور ان کا حرام مال کرایہ میں لینا کسی طرح جائز نہیں ہے۔ اس کے علاوہ زنا چوں کہ ایک سخت کبیرہ گناہ ہے اس لئے رنڈیوں کو اپنے مکان میں آباد کرنا گویا ان کی ایک کبیرہ گناہ پر اعانت کرنا ہے جو حرام ہے۔ قال الله تعالیٰ تعاونو اعلی البر و التقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔(۳) اسی طرح شراب بیچنے والے کو دکان کرایہ پر دینا انہیں وجوہ سے ناجائز ہے۔ ہاں اگر شراب بیچنے والا مسلمان نہ ہو اور مسلمانوں کی آبادی بھی اس بستی میں زیادہ نہ ہو بلکہ زیادہ تر کفار ہی آباد ہوں تو شراب بیچنے والے کافر کو دکان کرایہ پر دینا جائز ہے لیکن زانیہ کو مکان کرایہ پر دینا کسی حال میں جائز نہیں۔ وجاز اجارة بیت بسوا دالکوفة لا بغیر ها علی الاصح لیتخذبیت نا راو کنیسة اوبیعة اویباع فیه الخمر (تنویر الا بصار)(۴) وقالا لا ینبغی ذلك لا نه اعانة علی المعصیة وبه قالت الثلاثة زیلعی (درمختار)(۵) اور یہی حکم خنزیر کا گوشت بیچنے والے کو دکان کرایہ پر دینے کا ہے۔ والله اعلم وعلمه اتم واحکم۔

کتبہ محمد کفایت اللہ غفر لہ مدرس مدرسہ امینیہ، دہلی مہر دار الافتا

کیا بیٹا باپ کے نام جمع کرائی ہوئی اپنی اجرت لے سکتا ہے؟

(سوال) زید اور بکر کی کمپنی میں زید کا بیٹا ملازم تھا۔ اس کی اجرت زید کے حساب میں جمع ہوتی تھی۔ اب لڑکا اپنی وہ

---

(۱) (رواه مسلم، کتاب المساقاة والمزارعة، باب تحریم ثمن الکلب ۲/ ۱۹ ط. قدیمی)

(۲) (فتاوی عالمگیریه، کتاب الکراهیة، الباب الخامس عشر، ۳۴۹/۵ ط. ماجدیه، ومثله فی الشامیه، فی کتاب الاجارة، مطلب فی الاستئجار علی المعاصی، ٦/ ... ط سعید)

(۳) (سورة المائدة، الجزء السادس رقم الآیة نمبر ۲)

(۴) (تنویر الابصار الا لفظ جاز، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، ۳۹۲/٦ ط. سعید)

(۵) (الدر المختار، ایضا)

اجرت جو زید کے حساب میں جمع ہے چاہتا ہے۔

المستفتی نمبر ۵۸ ملیگار عبدالرحمٰن (نارتھ ارکاٹ) ۲۱ جمادی الاخری ۱۳۵۲ھ م ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۳۰۷) لڑکے کی اجرت (تنخواہ) جو باپ کے نام جمع ہوتی تھی لڑکا اس کا مستحق ہے۔ بشرطیکہ اس لڑکے کا کھانا پینا، رہنا سہنا باپ سے علیحدہ رہا ہو۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

گورنمنٹ برطانیہ کے لئے چھٹی رسانی کی نوکری کا حکم

(سوال) چھٹی رسانی کی نوکری گورنمنٹ برطانیہ کی کرنی جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۷۶، ۷ جمادی الاخری ۱۳۵۲ھ ۱۸ اکتوبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۳۰۸) چھٹی رسانی کی ملازمت [illegible]نی مباح ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

(۱) کیا سود کا حساب کتاب لکھنے کی صورت میں بھی پٹوار کی ملازمت جائز ہے؟
(۲) کفار سے سود لینے کا حکم
(۳) کفار کا مال کھانے کا حکم

(سوال) (۱) موجودہ ملازمت پٹواری جائز ہے یا نہیں؟ پٹواری کو آڑ رہن کے متعلق اور رہن باقبضہ کے متعلق روز نامچہ اندراج کرنا پڑتا ہے اور انتقال بھی درج ہوتا ہے۔ آڑ ہن کا سود مرتہن لیتا ہے رہن باقبضہ میں بھی مرتہن فائدہ اٹھاتا ہے۔ سود اور رہن زمین کا منافع شریعت میں حرام ہے۔

(۲) لوگ انتقال وراثت لڑکوں کے نام درج کراتے ہیں۔ اس میں لڑکیوں کا حصہ غصب ہوتا ہے۔ سالم مسلمانوں کے مواضعات میں بھی اور سالم ہندوؤں کے مواضعات میں بھی۔ اور جو مواضعات مسلمانوں اور ہندوؤں کے مشترک ہیں ان سب میں ایسا ہی عمل ہوتا ہے۔ تینوں صورتوں میں کیا حکم ہے؟

(۳) اس زمانے میں کفار سے سود لینا اور رہن باقبضہ لراضی کفار سے لے کر نفع اٹھانا جائز ہے یا نہیں۔

(۴) کفار کا مال رضامندی سے کھانا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۳۱۶ حاجی محمد پٹواری قلعہ رائپور ضلع لدھیانہ۔ ۴ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ م ۷ اجون ۱۹۳۴ء

(جواب ۳۰۹) پٹواری کا کام کاغذات میں اندراج کرنا ہے اور اگرچہ یہ بھی فی الجملہ معاونت ہے۔ لیکن یہ اس کے اپنے ضمیر کے تقاضے سے نہیں ہے اور نہ اس کا اندراج سود کی دستاویز کا حکم رکھتا ہے اس لئے موجودہ حالات وواقعات کے اندر یہ ملازمت مباح ہے۔ نمبر ۲ کا بھی وہی جواب ہے۔(۲)

(۳) کفار اہل حرب یعنی انگریزوں سے یا یورپ کی دوسری اقوام سے سود لینے کی گنجائش تو ہو سکتی ہے لیکن ہندوستانی کفار سے نہیں۔(۳)

(۴) کفار کی رضامندی سے ان کا مال کھانا اگر کسی ناجائز عقد کے ذریعہ سے نہ ہو تو جائز ہے۔(۴) محمد کفایت اللہ

---

(۱) ولم یکن لهما شئی ، فالکسب کله للاب ان کان الا بن فی عیاله ، لکونه معیناً له (رد المحتار ، کتاب الشرکة ، ج : ٤/ ٣٢٥ ، سعید)

(۲) لو استاجر الذمی مسلما لیبنی له بیعة او کنیسة جاز (فتاوی عالمگیریه ، کتاب الاجارة ، ج : ٤/ ٤٥٠)

(۳) اذا استاجر الذمی من المسلم بیتالیبیع فیه الخمر جاز عند ابی حنیفة خلافالهما ، (عالمگیریة ، کتاب الا جارة الباب الخامس الفصل الرابع. ٤/ ٤٤٩ ط . ماجدیة)

(۴،۵) (ولا) ربا (بین متفاوضین ...... ولا بین حربی و مسلم ثمة) لان ماله ثمة مباح فیحل برضاه مطلقا بلا غدر خلا فا للثانی والثلاثة ، (رد المحتار ، کتاب البیوع ، باب الربا، او اخر باب الربا ، ٥/ ١٨٥، ١٨٦ ط. سعید)

کھانے کی مقدار متعین کئے بغیر اسے اجرت بنانے کا حکم

(سوال) عام طور سے یہ رواج ہے کہ کچھ روپیہ اور کھانے پر آدمی کو گھر میں ملازم رکھ لیتے ہیں اور کھانے کی مقدار و کیفیت آدمی کو ملازم رکھتے وقت بیان نہیں کرتے تو اس طرح کی ملازمت جائز ہے یا نہیں

المستفتی نمبر ۵۲۰ محمد ابراہیم (احمد آباد) ۶ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ ۸ جولائی ۱۹۳۵ء

(جواب ۳۱۰) یہ ملازمت جائز ہے۔ کھانے کی مقدار بس اتنی معلوم ہونا کافی ہے کہ پیٹ بھر کھانا ملے گا(۱)

محمد کفایت اللہ

خریدنے کی غرض سے اپنے قبضہ میں لی ہوئی گھڑی اگر خراب ہو جائے تو ضمان کس پر ہو گا؟

(سوال) ایک گھڑی ساز کے پاس گھڑی آئی فروخت ہونے کے واسطے۔ دوسرا ایک شخص لے گیا اس کی چال دیکھنے کے واسطے۔ چار پانچ روز تک اس نے اپنے پاس رکھی۔ اسی دوران میں وہ گھڑی گر پڑی اور خراب ہو گئی۔ اس کی مرمت میں جو اجرت خرچ ہو گی اس کا ذمہ دار کون ہو گا؟

المستفتی نمبر ۵۸۵ حافظ برکت علی دہلی۔ ۲۶ جمادی الاول ۱۳۵۴ھ ۷ ۱۲ اگست ۱۹۳۵ء

(جواب ۳۱۱) جو شخص خریدنے کے ارادے سے لے گیا تھا اور اس کے پاس یہ نقصان ہوا اس کی اجرت اسی کے ذمہ ہو گی۔ نہ اصلی مالک پر نہ دکاندار پر۔(۲) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

بینک کی ملازمت کا حکم

(سوال) بینک کی ملازمت شرعاً کیا حکم رکھتی ہے جس میں سود لکھنے اور پڑھنے کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔

المستفتی نمبر ۶۱۱ حکیم محمد قاسم ۷ جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ ۱۶ ستمبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۳۱۲) بینک کی ملازمت مباح ہے۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

خاوند کی اجازت کے بغیر شیعہ آدمی کی نوکری کرنا
شیعہ کی ملازمت پر رکھوانے والے کے پیچھے نماز کا حکم

(سوال) (۱) زید حنفی ہے۔ اس نے ایک حنفی عورت کو شیعہ کے یہاں دائی میں رکھوا دیا تھا۔ اس کے بعد اس کا

---

(۱) وما جاز فی استئجار العبد للخدمة جاز فی استئجار الظئر وما بطل هناك بطل ههنا الاان ابا حنيفة استحسن جواز استئجار الظئر بطعامها وكسوتها وان لم يوصف شئی من ذالك ولها الوسط من ذالك وقالا لايجوز . (فتاوی عالمگیریة کتاب الاجارة الباب العاشر ، ۴/۴۳۱ ط. ماجدية)

(۲) (اگر خریدنے کیلئے لے گیا تو مفتی صاحب (قدس سرہ رحمۃ اللہ علیہ) نے جیسا فرمایا ویسا ہی جواب ہے، لیکن اگر دیکھنے کے لئے لے گیا، اور یہ بولا کہ مجھے گھڑی دو میں فلاں کو دکھاتا ہوں یا اس کی چال دیکھنا ہے، اور یہ نہیں پوچھا کہ کتنے کی ہے اور کتنے میں بیچتے ہو وغیرہ وغیرہ، تو اس صورت میں لے جانے والا صاحب الامانت ہے اگر اس نے تعدی نہیں کیا تو اس پر ضمان لازم نہیں۔) قال فی الهندية : وفی فروق الكرابيسی : هذا الثوب لك بعشرة فقال هاته حتى انظر اليه اوحتى اريه غيره فضاع قال ابو حنيفة رحمة الله عليه لا شئی عليه يعنی يهلك امانة وان قال هاته فان رضية اخذته فضاع كان عليه الثمن ، ، عالمگيرية، کتاب البيوع ، الباب الثانی ، الفصل الثانی ۳/۱۱ ط. ماجدية)

(۳) واضح رہے کہ یہ حکم ہندوستان کے بنکوں کے بارے میں ہے، پاکستان کے بنکوں میں ملازمت جائز نہیں۔

(۳) (ولا) ربا (بين متفاوضين) ...... (ولا بين حربی ومسلم ثمة) الدرالمختار، کتاب البيوع ، باب الربا، ۵/۱۸۵،۱۸۶ ط. سعيد۔

شوہر جو کلکتہ میں تھا آیا اور اس نے اپنی بیوی کو شیعہ کے ہاں سے چھوڑوادیا۔ اور کچھ روز رہ کر پھر کلکتہ چلا گیا۔ پھر زید نے کوشش کر کے اس عورت کو اسی شیعہ کے ہاں رکھوادیا۔
(۲) اور عورت جو شیعہ کے ہاں ملازم ہے بظاہر اس کا فعل خراب ہے۔ وہ شیعہ اور عورت ایک ہی ڈیرے میں رہتے ہیں۔
(۳) زید محلّہ کی مسجد کا امام بھی ہے۔ اس کے پیچھے نماز درست ہوگی یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۶۴۵ عبدالاحد (ضلع دربھنگہ) ۱۴ رجب ۱۳۵۴ھ ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۳۱۳) اس میں زید نے یہ برا کیا کہ عورت کو اس کے خاوند کی مرضی کے خلاف ایسی جگہ نوکر رکھایا جس کو خاوند پسند نہیں کرتا تھا۔ اگر خاوند راضی ہوتا تو شیعہ کے ہاں نوکری ناجائز نہیں۔(۱)
(۲) یہ بات ہے تو پھر نوکری ناجائز ہے اور رکھانے والا بھی گنہگار ہے۔(۲)
(۳) عورت کو شیعہ کے پاس سے چھڑا لیا جائے اور زید بھی توبہ کر لے تو اس کی امامت جائز ہوگی۔(۳)

محمد کفایت اللہ

امامت اور نکاح خوانی کی اجرت کا حکم

(سوال) عوام رسول اللہ ﷺ کے گھر سے کھانا کھایا کرتے تھے نہ کہ رسول اللہ صلعم کسی کے گھر سے کھاتے تھے اور نہ ہی کوئی اجرت یا مزدوری لیتے تھے اور قرآن اس حکم کو کئی جگہ فرماتا ہے۔ اس کے مخالف آج علماء مقتدیوں کے گھروں سے کھاتے ہیں اور اپنی نماز پڑھائی جنازہ یا نکاح پڑھائی کی اجرت لے لیتے ہیں۔

المستفتی نمبر ۶۹۹ حکیم سید عبداللہ شاہ زنجانی دہلی ۹ شوال ۱۳۵۴ھ ۵ جنوری ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۱۴) قرآن مجید میں کہیں پیغمبر ﷺ کو امت کے گھر کھانا کھانے سے منع نہیں فرمایا گیا۔ اس لئے امت کے افراد بھی حضور ﷺ کے دولت خانہ پر کھانا کھاتے تھے اور حضور ﷺ بھی کبھی کبھی اپنے مخلصین کے مکان پر کھانا تناول فرماتے تھے۔ لیکن حضور ﷺ کا تناول فرمانا معاذ اللہ اجرت کے طور پر نہیں ہوتا تھا بلکہ محبت و صداقت کی بنا پر ہوتا تھا جس کا قرآن پاک میں بھی ذکر ہے۔ رہا آج کل مساجد کے اماموں، مؤذنوں یا استادوں کا اجرت امامت یا اذان یا اجرت تعلیم لینا تو یہ مسئلہ مجتہدین امت میں مختلف فیہ تھا۔ امام ابو حنیفہ عبادات کی اجرت لینے دینے کو ناجائز فرماتے تھے اور دوسرے ائمہ جائز فرماتے تھے۔ متاخرین حنفیہ نے بھی دوسرے ائمہ کے قول کے موافق تعلیم و امامت و اذان کی اجرت کے جواز کا فتویٰ دے دیا ہے۔ کیونکہ بغیر اجرت ان چیزوں کا بقا اور نظام کا قیام مشکل ہے۔(۴)　　　محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(۱) لو استاجر الذمی مسلما لیبنی له بیعة او کنیسة جازو یطیب له الا جر . (عالمگیریه ، کتاب الاجارة ، الباب الخامس عشر ، الفصل الرابع ٤ ‎/‎ ٤٥٠ ط ماجدیة) حرة آجرت نفسها اذا عیال لا بأس به و کره ان یخلوبها. (الهندیة کتاب الاجارة الباب الحادی عشر ، ٤ ‎/‎ ٤٣٤ ط. ماجدیة)
(۲) لا تجوز الا جارة علی شئ من الغناء والنوح والمزامیر والطبل . (عالمگیریة ، کتاب الاجارة ، الباب الخامس عشر ، الفصل الرابع ٤ ‎/‎ ٤٤٩ ط. ماجدیة)
(۳) ولو صلی خلف مبتدع او فاسق فهو محرز ثواب الجماعة لکن لا ینال مثل ماینال خلف تقی (عالمگیریة ، کتاب الصلاة ، الباب الخامس عشر الفصل الثالث، ١ ‎/‎ ٨٣ ط. ماجدیة)
(۴) فی الاصل لایجوز الاستئجار علی الطاعة کتعلیم القرآن والفقه والا ذان والتذکیر ...... مشائخ بلخ جوز والاستئجار علی تعلیم القرآن ، (عالمگیریه، کتاب الاجارة، الباب الخامس عشر ...... الفصل الرابع ، ٤ ‎/‎ ٤٤٨ ط ماجدیه)

ہوٹل میں شراب پینے کی صورت میں کرائے کا حکم

(سوال) ایک شخص نے انگریز کو ہوٹل کرایہ پر دیا ہے۔ وہ اس میں ناجائز چیزیں لگاتا ہے اور اپنے مسافروں کو شراب بھی دیتا ہے تو اس کا کرایہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۶۵ ۷ حاجی محمد اسمعیل (دہلی) ۲۴ ذی قعدہ ۱۳۵۴ھ م ۱۸ فروری ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۱۵) مکان (یعنی ہوٹل) کا مالک کرایہ دار کے فعل کا ذمہ دار نہیں۔ اس کو اپنے مکان اور جائیداد کا کرایہ لینا جائز ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

قادیانی کی زمین کرائے پر لینا

(سوال) ایک شخص تقریباً تمیں سال سے قادیانی ہو گیا ہے اور شخص مذکور ضلع پشاور میں مالک زمین و میانہ جات ہے۔ اب اگر کوئی مسلمان اس قادیانی کی زمین اجارہ پر لیوے یا نصف حصہ پر کاشت کرے تو بروئے شرع شریف وہ اجارہ گیرندہ یا کاشت کنندہ شخص پر کوئی گناہ تو نہ ہو گا؟

المستفتی نمبر ۷۰ ۷ حکیم عبدالرؤف پشاور۔ ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ ۱۹ فروری ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۱۶) قادیانی کی زمین اجارے پر یا تقسیم پیداوار پر لینے والا خارج از اسلام تو نہ ہو گا لیکن اگر قادیانی کی زمین نہ لے تو ایک مسلمان کے لئے یہ اچھا ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

معاہدہ پر عمل کرنے کے باوجود معطل کرنے کا حکم

(سوال) منجانب وقف ایک مدرسہ عربیہ قائم ہے جس کے منتظمین نے زید کے پاس ایک خط روانہ کیا کہ مبلغ ۴۰ روپے ماہوار اگر منظور ہوں تو مدرسہ میں تمہارا تقرر کیا جائے۔ زید نے جواب دیا کہ پر شین لکچر بوجہ عدم دلچسپی نہ دوں گا (نہ پڑھاؤں گا) چنانچہ بسلسلہ مدرسین عربیہ بعد تقرر زید کام انجام دیتا رہا تقریباً سات سال تک۔ پھر ایک مدرس خالد کا جدید تقرر کیا گیا اس جگہ پر جو فارسی کی تھی۔ خالد نے فارسی کی تعلیم سے لاعلمی ظاہر کی تو منتظمین مدرسہ نے زید سے کہا کہ تم فارسی پڑھاؤ۔ تو زید نے معاہدہ و تحریر بالا کی طرف حوالہ دیتے ہوئے تعلیم فارسی سے انکار کر دیا۔ اس پر منتظمین مدرسہ نے زید کو معطل کر دیا۔ اب مندرجہ ذیل امور کے جواب مطلوب ہیں

. لا طاعة لمخلوق فى معصية الخالق

(۱) زید کا معاہدہ جائز ہے یا نہیں؟ (۲) زید جب کہ دوسری جگہ سے ملازمت ترک کر کے آیا اب اس پر زور ڈالنا کہ فارسی کی تعلیم دو ورنہ موقوف کر دیا جائے گا۔ جائز ہے یا نہیں؟ (۳) خالد کا تقرر صحیح ہے یا نہیں؟ (۴) تنخواہ

(۱،۲) اذا استاجر الذمى من المسلم بيتا ليبيع فيه الخمرجاز عند ابى حنيفة رحمه الله عليه خلافا لهما (الهندية كتاب الاجارة ، الباب الخامس عشر ، الفصل الرابع ۴۴۹/۴ ط. ماجدية)

واضح رہے قادیانی زندیق ہیں اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں، ان کے ساتھ کسی طرح کاروبار جائز نہیں۔ جیسا کہ احسن الفتاویٰ میں ہے: "جو شخص جو عقائد کفریہ کا برملا اعلان کرتا ہو اور اپنی کو اسلام قرار دیتا ہو اس کو اصطلاح شرع میں "زندیق" کہا جاتا ہے جیسے: شیعہ، قادیانی، آغاخانی، ذکری پرویزی اور انجمن دیداراں وغیرہ، ان سب کا یہی حکم ہے کہ ان سے کسی قسم کا بھی لین اور کوئی تعلق رکھنا جائز نہیں۔" (کتاب البیوع باب البیع الفاسد والباطل ۶ /۵۳۴، سعید)

ایام تعطل منتظمین کو دینا چاہئے یا نہیں ؟ اور زید کو لینا جب کہ وہ وطن چھوڑ کے موجود رہا ہو شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟ (۵) علماء کو معطل کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ (۶) ایسا عالم جو کہ نائب مفتی رہا ہو اس کو پاگل کہنا جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۸۳۰ حمید اللہ (آگرہ) ۱۲ محرم ۱۳۵۵ھ م ۵ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۱۷) اگر زید نے ابتدائے ملازمت میں فارسی پڑھانے سے انکار کر دیا تھا تو اب منتظمین کا اس کو فارسی پڑھانے کا حکم دینا درست نہیں تھا۔ اور اس بنا پر معطل کرنا بھی غلط تھا۔(۱) اس زمانہ تعطل کی تنخواہ زید لے سکتا ہے اور منتظمین کو دینا ضروری ہے۔ اور اس کے وہ خود ضامن ہوں گے نہ کہ ادارہ۔(۲) **محمد کفایت اللہ**

داخلہ اور ماہواری فیس کا حکم

(سوال) ایک اسلامی مدرسہ کی حالت نہایت خراب ہے۔ یہاں کے مسلمان اس قدر بے حس ہیں کہ باوجود خدمات کے اعتراف کے مالی امداد کی طرف راغب نہیں ہوتے۔ اس مدرسہ میں نہ گورنمنٹ سے کوئی امداد لی جاتی ہے۔ نہ کسی بورڈ وغیرہ سے۔ اندریں صورت (۱) اگر بچوں کے داخلہ کے وقت کوئی رقم داخلہ فیس کے طور پر لی جائے تو جائز ہے یا نہیں ؟ (۲) درجہ قرآن حفظ یا ناظرہ، اردو فارسی یا عربی ان میں سے کسی درجہ کے لڑکوں پر ماہواری فیس شرعاً مقرر کرنا درست ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۰۸۱ مہتمم مدرسہ دینیہ اسلامیہ۔ (غازی پور) یوپی۔ ۱۰ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ م ۳۰ جولائی ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۱۸) (۱) داخلہ کی فیس تو کوئی معقول نہیں۔ (۲) ماہوار فیس لی جا سکتی ہے۔(۳)

(۱) زانیہ کی رقم سے خریدے ہوئے مکان میں تجارت کا حکم
(۲) مال حرام سے حج کا جائز طریقہ

(سوال) (۱) کسی عورت کے خریدے ہوئے مکان میں بود و باش کرنا جائز ہے یا نہیں اور تجارت کر سکتے ہیں یا نہیں ؟۔ (۲) اور کسی عورت کے نقد مال سے کچھ تجارت کر کے اس مال کے نفع میں سے حصہ لینا جائز ہے یا نہیں۔ (۳) کسی عورت اپنے نقد مال کو زائل کر کے عین شے کسی اور شخص کو دے کہ اس کے بدلے میں اور مال اسی شخص سے لے کر حج کرے تو کیا یہ حج ادا ہو جائے گا ؟

المستفتی نمبر ۱۱۴۷ (بدست عبد الرزاق متعلم مدرسہ ہذا) ۵ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ م ۲۶ اگست ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۱۹) کسی اور زانیہ عورت نے زنا سے جو مال کمایا ہے اور اس مال کے ذریعہ سے جائیداد حاصل کی وہ

---

(۱) لا یصح عزل صاحب وظیفة بلا جنحة ، (رد المحتار ، ٤ / ۳۸۲ ط. سعید)
(۲) الاجیر الخاص عند الحنفیة : هو من یعمل لواحد عملا موقتا بالتخصیص ویستحق الاجرة بتسلیم نفسه فی المدة وان لم یعمل . (القاموس الفقهی ط. ادارة القران ، ط. ص ١٤ ، ١٥)
(۳) مشایخ بلخ جوزوا الاستیجار علی تعلیم القرآن . (عالمگیریة ، کتاب الاجارة ، الباب الخامس عشر ، الفصل الرابع ٤ / ٤٤٨ ط. ماجدیة)

سب خبیث ہے۔ اس سے نفع اٹھانا ناجائز ہے۔ اس مال سے تجارت کرنا بھی خباثت سے خالی نہیں۔(۱) ہاں اگر کسی شخص سے قرض لے اور اس قرض لئے ہوئے روپے کو کسی کو دے دے اور وہ شخص اس سے تجارت کرے تو یہ تجارت جائز ہو گی اور اسی طرح قرض لئے ہوئے مال سے حج کر سکتی ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

قرات پر اجرت لینے والے کے پیچھے نماز کا حکم
دم کرانے پر اجرت لینے والے کی امامت

(سوال)(۱) حافظ قرآن کو کسی میت کے واسطے پڑھنے کے لئے اجرت پیشتر سے طے کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ نماز اس حافظ کے پیچھے ہو سکتی ہے یا نہیں۔
(۲) حافظ قرآن کو شیطان یا جن یا بلیات کے واسطے دم کرنا اور اس سے اجرت طے کر لینا پیشتر سے کہ ہم اتنا لیں گے تب چلیں گے جائز ہے یا ناجائز؟ ایسے شخص کی امامت میں نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۱۱۷۳ عبدالرزاق صاحب (ضلع میدنی پور) ۱۹ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ م ۷ ستمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۲۰)(۱) ایصال ثواب کے لئے قرآن مجید پڑھنے کی اجرت طے کر کے لینا ناجائز ہے(۳)۔
(۲) دم کرنے کی یعنی علاج کی اجرت لینی طے کرنی جائز ہے۔(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

کرائے پر زمین لے کر اس میں لگائے ہوئے باغ میں وراثت کا حکم

(سوال) کسی شخص نے کسی زمیندار کی زمین میں باجازت آم کا باغ کاشت کیا ہے اور اس جگہ کا رواج ہے کہ کاشت کرنے والے کو نصف ثمر درخت دیا کرتے ہیں۔ جب تک وہ درخت پھل دیتے رہیں گے نصف زمیندار کا اور نصف غارس کا حق سمجھا جاتا ہے۔ لیکن وہ زمیندار جو کہ اب موجود زندہ ہے اس کا...... اور اس کے آباؤ اجداد کا طریقہ چلا آتا ہے کہ کاشت کرنے والے کو انتقال پٹواری و تحصیلدار صاحب نہیں کراتے یعنی اس کا حصہ سرکاری کرا کے پختہ نہیں کر دیتے زبانی وغیرہ پر وفا کرتے ہیں وہ وہاں تک کہ غارس کسی دوسرے شہر میں وطن نہ بنا دے۔ اگر قلب مکانی کر جائے تو بس حصہ ختم ہے۔ اسی طرح اگر مر جائے اور اس کی اولاد سے کوئی نہ رہے تو دوسرے اقربا کو نہیں دیتے بلکہ واپس قبضہ کر لیتے ہیں۔ چنانچہ اب کے موجودہ زمیندار کے کسی جد نے ایک

---

(۱) ولاتجوز الاجارة على شئى من الغناء والنوح.(عالمگیریه کتاب الاجارة، الباب الخامس عشر، الفصل الرابع ۴۴۹/۴ ماجدیه)
(۲) رجل اکتسب مالامن حرام ثم اشترى فهذا على خمسة اوجه: اما ان دفع تلك الدراهم الى البائع اولاثم اشترى منه بها. اواشتري قبل الدفع بها ودفع غيرها .اواشترى مطلقا ودفع تلك الدراهم. اواشترى بدراهم اخرودفع تلك الدراهم...... قال الكرخي في الوجه الاول والثاني لايطيب، وفي الثلاث الاخيرة يطيب في الكل، قال ابوبكر لايطيب في الكل، لكن الفتاوى الآن على قول الكرخي دفعا للحرج عن الناس...... لكثرة الحرام (ردالمحتار، كتاب البيوع، باب المتفرقات، مطلب اذا اكتسب حراما ثم اشترى فهو على خمسة اوجه، ۲۳۵/۵ ط سعید)
(۳) لايجوز الاستجارعلى الطاعات. (عالمگیریه، کتاب الاجارة الباب الخامس عشر،الفصل الرابع، ۴۴۸/۴ ط ماجدیه)
(۴) استاجره ليكتب له تعويذالسحر يصح...... ولواستاجرطبيبا...... جاز (الهنديه، كتاب الاجارة الباب الخامس عشر، الفصل الرابع ۴۵۰/۴ ط ماجدیه) جازوا الرقية بالاجرة ولوبالقرآن كما ذكره الطحاوى لانها ليست عبادة محضة بل من التداوى (الشاميه، كتاب الاجارة مطلب تحرير مهم فى عدم جواز الاستجار على التلاوة ۵۷/۶ ط سعيد)

شخص کو زمین بخشی تھی اس نے یا اس کی اولاد سے کسی نے درخت کھجور اور کچھ آم کاشت کئے تھے۔ اب جب کہ اس کی پشت سے کوئی نہیں رہا۔ دوسرے وارث قریبی زمیندار موجودہ نے سب کچھ چھین لیا ہے۔ دو دیگر شخصوں نے باغ تیار کیا ہے۔ اب کے سال ان کی موجودگی میں کچھ قبضہ کر دیا ہے کہ خود موسم آم میں محافظ رکھ دیا ہے اور فروخت کر دیا ہے۔ ان کو بھی کچھ دے دے گا۔ واللہ اعلم۔ شاید انتقال نہ کرا دینے کی وجہ یہ ہو کہ جب جاویں گے یا فتنہ فساد ہو گا یا قلب مکانی کرائی جائے گی تو باغ ہمارا رہے گا۔ واللہ اعلم۔ خلاصہ اینکہ غارس کو تحریر سرکاری نہیں کرا دیتے۔ اور اگر کسی صورت سے کرا دے تو پھر الامان اس کے بیٹھنے چلنے کی جگہ نہیں ہر وجہ سے خراب کرتے ہیں۔ باغ بھی بعد تحریر کے اگر چھین لیویں تو چھین سکتے ہیں۔ قوی زبردست کیا کاشت کرنے والے کو حصہ کاشت مروجہ مثلاً نصف ثمر عاً مل سکتا ہے یا اس کو غرس کی محنت مزدوری ملے گی اور نصف ثمر لینا جب وفا بالعہد ہو گا جب تک یا اس حالت میں جو کہ غارس غرس کے وقت بھی جانتا ہے کہ تحریر کر دیں گے اور میں بھی نہیں کرا سکتا جب تک دیتے رہیں گے لے لیں گے۔ جب چھین لیں گے تو قیمت نصف شرعاً نہیں مل سکتی۔ پھر اگر شرعاً اس کا حصہ ہو جائے اور چین تندرستی میں کہہ جائے کہ یہ آم میری بیٹی کا ہے اور باقی میرے بیٹے کے، تو کیا بعد وفات بیٹی وہی حصہ لے گی یا حسب شرع ورثہ پورا لے گی۔

المستفتی نمبر ۱۳۲۳ مولوی عبداللہ صاحب (ضلع ملتان) ۱۸ ذی قعدہ ۱۳۵۵ھ م یکم فروری ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۲۱) زمین کسی کو باغ لگا دینے کے لئے دے دینا اور باغ کے درختوں اور پھلوں میں حصہ مقرر کر لینا جائز ہے۔ **ودفع اليه ارضا مدة معلومة على ان يغرس فيها غراسا على ان ماتحصل من الا غراس والثمار يكون بينهما جاز. (رد المحتار عن الخانية)(۱)**

مگر اس معاملہ کے لئے یہ شرط ہے کہ مدت معین کر دی جائے اور حصہ ہر ایک کا بطور جزء شائع کے ہو۔ اگر مدت معین نہ کی گئی یا حصہ بطور جزء شائع کے نہ ہوا تو یہ معاملہ فاسد ہو جائے گا **و تصريحهم بضرب المدة صريح ففسادها بعد مه. (رد المحتار عن الخانية)(۲) وهذه تسمى مناصبة ويفعلو نها فى زماننا بلا بيان مدة وقد علمت فسادها . (رد المحتار)(۳)**

اور جب یہ معاملہ فاسد ہو جائے تو درخت اور پھل درخت لگانے والے کے ہوں گے۔ اور مالک زمین کو زمین کی اجرت دلوائی جائے گی۔ **لكنه يفيد انه حيث فسدت فالغراس للغارس لاللدافع (رد المحتار)(۴)**

اور جبکہ اصل معاملہ کرنے والے مر جائیں اور معاملہ صحیح طور پر واقع ہوا ہو تو مالک زمین اور غارس کی وارثوں میں سے غارس کے وارث کو اختیار ہے کہ خواہ وہ اپنا باغ کاٹ لے اور خواہ باقی رکھے اور مقررہ حصہ مالک زمین کو دیتا رہے۔ **وان ماتا فالخيار فى ذلك لو رثة العامل كما مر۔(۵)** مگر یہ حکم جب ہے کہ باغ کی آب پاشی اور خدمت اور حفاظت عامل کے وارث انجام دیتے رہیں۔(۶) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(۱،۲،۳،۴)(رد المحتار ، كتاب المسافاة ، مطلب يشترط فى المناصبة بيان المدة، ۲۸۹/۶ ط . سعيد)

(۵)(الدر المختار، كتاب المساقاة، مطلب يشترط فى المناصبة بيان المدة ، ۲۹۱/۶ ط. سعيد)

(۶)فان ابى ورثة العامل ان يقوموا عليه كان الخيار فى ذالك لو رثة رب الا رض على وصفنا (رد المختار كتاب المساقاة، مطلب يشترط فى المناصبة بيان المدة ، ۲۹۱/۶ ط. سعيد)

کیا کرایہ دار پگڑی لے کر آگے دکان دے سکتا ہے؟

(سوال) کرایہ دار جو کہ مکان یا دکان میں آباد ہے وہ کسی دوسرے شخص سے پگڑی کا روپیہ لے کر اپنی جگہ پر دوسرے شخص کو آباد کر دیتا ہے یا مالک جائیداد سے پگڑی کا روپیہ لے کر جگہ خالی کر دیتا ہے۔ پگڑی کا روپیہ لینے والا یہ کہتا ہے کہ اس جگہ میں آباد ہوں۔ یہاں آباد رہنا میرا حق ہے۔ میں اسے اپنا حق دے رہا ہوں اس کے پگڑی کا روپیہ لیتا ہوں۔ یہ پگڑی کا روپیہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ المستفتی حاجی محمد داؤد صاحب (بلیماران دہلی) ۷ اپریل ۱۹۴۹ء

(جواب ۴۲۲) پگڑی کا روپیہ لینا خواہ دوسرے کرایہ دار سے یا مالک جائیداد سے لیا جائے ناجائز ہے۔ مالک جائیداد کو تو اپنی جائیداد واپس لینے کا حق ہے اور کرایہ دار کو یہ جائز نہیں کہ وہ جائیداد دوسرے کرایہ دار کو دے اور اس پر پگڑی کی رقم بطور رشوت کے وصول کرے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(جواب دیگر ۴۲۳) یہ پگڑی کے نام سے جو رقم لی جاتی ہے ناجائز ہے۔ رشوت کے حکم میں ہے(۲)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

بچوں کو تعلیم دینے کے لئے مقرر کئے وقت کے علاوہ دوسرے وقت میں دوسرے بچوں کو تعلیم دینا

(سوال) جس جگہ مسلمان بچوں کے لئے کوئی ادنیٰ بھی انتظام تعلیم نہ ہو وہاں ایک مسلمان اپنے بچوں کے لئے ایک معلم کو اپنے صرفہ سے تدریس کیلئے بلاتا ہے۔ اس معلم کے پاس صرف اسی مسلم کے بچے پڑھتے ہیں۔ ایسی جگہ میں اس معلم کو اس جگہ کے دوسرے لوگ خارج از وقت بطور ٹیوشن اپنے بچوں کو تعلیم دینے کے لئے بلاتے ہیں تو اس معلم کا سیٹھ ان کے یہاں جا کر تعلیم دینے سے روکتا ہے۔ اور نہ دوسرے لوگوں کے بچوں کو اپنے مکان پر خارج وقت میں تعلیم پر سیٹھ رضامند ہوتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ یہ صریح بے انصافی ہے۔ کیا شریعت سے یہ کوئی بے انصافی ہے۔ اس کو صاف الفاظ میں واضح کر دیں۔

المستفتی نمبر ۱۴۹۱ ابراہیم کاریہ صاحب (نیلسپروٹ۔ افریقہ) ۳ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ ۱۳ جون ۱۹۳۷ء

(جواب ۴۲۴) اگر معلم سے سیٹھ نے ابتدائے ملازمت میں یہ وعدہ لے لیا تھا کہ وہ صرف سیٹھ کے بچوں کو تعلیم دے گا تو معلم کو اپنے وعدہ کا ایفا کرنا لازم ہے۔ اور اگر سیٹھ کے بچوں کی تعلیم سے فارغ وقت معلم کے پاس ہو اور وہ دوسرے کے بچوں کو تعلیم دے اور اس عمل سے سیٹھ کے بچوں کی تعلیم میں کوئی نقصان واقع نہ ہو تو سیٹھ کو لازم ہے کہ وہ معلم کو نہ روکے۔ لیکن اگر معلم اس کا خاص ملازم ہے تو روکنے میں سیٹھ گنہگار نہ ہو گا فقط۔
(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(۱،۲) ما يدفع لدفع الخوف من المدفوع اليه على نفسه او ماله حلال للدافع حرام على الآخذ لان دفع الضرر عن المسلم واجب ولا يجوز اخذ المال ليفعل الواجب .(رد المحتار ، كتاب القضاء مطلب في الكلام على الرشوة والهديه . ۵/ ۳۶۲ ط. سعيد)
(۳) الاجير الخاص عند الحنفيه هو من يعمل لواحد عملاً موقتا بالتخصيص .(القاموس الفقهي، ط. ادارالقرآن ، ص ۱۴)

مقررہ مدت کے لئے زمین کرائے پر لینا شرعاً جائز ہے

(سوال) کیا اجارے پر کسی وقت معین کے لئے زمین کا لینا شرعاً درست ہے ؟

المستفتی نمبر ۱۵۲۲ خواجہ عبدالمجید شاہ صاحب (بنگال) ۱۲ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ ۲۲ جون ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۲۵) اجارے پر زمین مدت معینہ تک کے لئے لینا جائز ہے۔ اجارے کی شرائط کسی مقامی عالم سے دریافت کرلی جائیں۔ (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

تعویذ کی اجرت جائز ہے

(سوال) جدا جدا مرض مخصوص کر کے عوض معین کردہ شدہ روپیہ لے کر تعویذ دینا جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۵۲۲ خواجہ عبدالمجید شاہ صاحب (بنگال)

(جواب ۳۲۶) تعویذ کی اجرت لینا مباح ہے۔ (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

نکاح اور قرآن خوانی کی اجرت کا حکم

(سوال) (۱) ایصال ثواب کے لئے قرآن کریم پڑھوانا اور اس کا معاوضہ دینا جائز ہے یا نہیں ؟

(۲) نکاح خوانی کی اجرت جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۵۲۸ قاری محمد عبداللطیف صاحب (بنگال) ۳ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ ۱۳ جون ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۲۷) (۱) ایصال ثواب کے لئے قرآن مجید پڑھوانا اور اس کے معاوضہ میں پڑھنے والوں کو کچھ دینا جائز نہیں۔ (۳) ہاں اگر بطور تبرع کے دے دیا جائے تو مباح ہے مگر شرط یہ ہے کہ نہ دینے پر پڑھنے والا دل تنگ نہ ہو اور شکایت نہ کرے۔ (۴) (۲) نکاح پڑھانے والے کو اجرت دینا جائز ہے۔ مگر اجرت تراضی طرفین

---

(۱) ولو قال اجرتك منفعة هذه الدار شهرا بكذا يجوز على الا صح . (عالمگيرية كتاب الاجارة ، الباب الاول ٤/ ٤٠٩ ط . ماجدية)

(۲) استاجر ليكتب له تعويذالسحر يصح (عالمگيريه ، كتاب الاجارة ، الباب الخامس عشر ، الفصل الرابع ٤/ ٤٥٠ ، ماجدية)

(۳) ولا يصح الا ستئجار على القراء ة واهدائها الى الميت . (ردالمحتار ، كتاب الاجارة ، مطلب تحرير مهم فى عدم جواز الا ستئجار على التلاوة والتهليل ونحوه مما لا ضرورة اليه ، ٦/ ٥٧ ط. سعيد)

(۴) قال تاج الشريعه فى شرح الهداية : ان القرآن بالا جرة لا يستحق الثواب لا للميت ولا للقارى وقال العينى فى شرح الهداية: ويمنع القارى للدنيا، والآخذ والمعطى آثمان ، فالحاصل ان ماشاع فى زما ننا من قراء ة الا جزاء بالا جرة لا يجوز...... ولولا الا جرة ماقرء احد لاحد فى هذ ا الزمان بل جعلواالقرآن العظيم مكسبا ووسيلة الى جمع الدنيا انالله وانا اليه راجعون و ...... لا معنى لهذه الوصية ولصلة القارى بقراء ته لا ن هذا بمنزله الا جرة والا جارة فى ذالك باطلة وهى بدعة ولم يفعله احد من الخلفاء. (رد المحتار ، كتاب الا جارةمطلب تحرير مهم ٦/ ٥٦ط. سعيد) (قلت عرفت ان ماشرطه المفتى العلامه قدس سره للجواز وجوده كالعنقاء فى زمان الشامى فماظنك به فى زماننا هذا؟ فينبغى ان لا يجوز مطلقا خصوصا اذا كان الا عطاء ، معروفا، اما لولاالعرف ووجدالشرط فلا باس ، عبيد الحق)

سے طے کی جائے۔ زبردستی کوئی رقم معین نہ کرلی جائے۔(۱) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی**

(۱) طوائفوں سے کرایہ وصول کرنے پر کمیشن کا حکم
(۲) طوائف کی کمائی سے اجرت کا حکم
(۳) طوائف کو مکان کرایہ پر دینا

(سوال) (۱) زید بکر کی جائیداد کا کرایہ وصول کرتا ہے۔ جائیداد مذکور میں علاوہ دیگر اشخاص کے چند طوائفیں آباد ہیں جن میں پیشہ ور بھی ہیں۔ کرایہ وصول کرنے کے بعد جو کچھ کمیشن زید کو بکر سے ملتا ہے وہ جائز ہے یا نہیں۔ (۲) طوائف کے یہاں پانی بھرنا، اس کے کپڑے سینا یا دھونا اس کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ (۳) طوائف کو جائیداد کرایہ پر رہنے کے لئے دینا جائز ہے یا ناجائز ہے؟ **المستفتی مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی**

(جواب) (۱) زید کو جو کمیشن بکر سے ملتا ہے وہ زید کے لئے مباح ہے۔(۲)

(۲) طوائف کے یہاں پانی بھرنا، اس کے کپڑے سینا یا دھونا اس کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کرنا تو جائز ہے مگر ان چیزوں کے عوض میں طوائف جو پیسہ دیتی ہے وہ چونکہ حرام کی کمائی کا ہوتا ہے اس لئے وہ لینا مکروہ ہے۔(۳) اگر طوائف کسی سے قرض لے کر دے دے تو وہ رقم لینی مباح ہے۔(۴)

(۳) طوائف کو جائیداد رہنے کے لئے دینا مباح ہے مگر اس کا کرایہ بھی نمبر ۲ کے موافق اس کی حرام کمائی میں سے نہ لیا جائے(۵) بلکہ قرض کی رقم میں سے لیا جائے تو مباح ہے۔(۶) اور اگر وہ مکان میں حرام کاری کرے تو مکان کرایہ پر نہ دینا چاہئے۔(۷) **محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی**

سودی معاملات کرنے والے بینک میں ملازمت کا حکم

(سوال) میں ایک سنٹرل کوآپریٹو بینک میں ملازم ہوں اور میرا ایک دوست اس امداد باہمی کے عملہ میں سب انسپکٹری کا امیدوار ہے۔ بعض اشخاص نے ہم کو یہ بات سمجھائی ہے کہ یہ محکمہ اور اس کی نوکری ناجائز ہے۔ کیونکہ اس میں سود کا حساب وغیرہ سب کچھ دیکھنا بھالنا اور رکھنا پڑتا ہے۔ اور تنخواہ بھی سود میں سے ادا کی جاتی ہے۔ اگر یہ جائز نہ ہو تو مطلع فرمایئے اور اس طرح ڈاکخانہ کی نوکری بھی ناجائز ہوگی۔ کیونکہ وہاں بھی سیونگ بینک وغیرہ کا حساب رکھا جاتا ہے اور سود دیا جاتا ہے۔ سنا گیا ہے کہ سود کا کاتب و شاہد و ضامن سب یکساں ہیں۔ اس بناء پر تو

(۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶) رجل اکتسب مالا من حرام ثم اشتری فهذا علی خمسة اوجه: اما ان دفع تلك الدراهم الی البائع اولا ثم اشتری منه بها...... او اشتری قبل الدفع بها و دفع غیرها اواشتری مطلقا ودفع تلك الدراهم اواشتری بدراهم اخرو دفع تلك الدراهم ...... قال الکرخی فی الوجه الاول والثانی لا یطیب ، وفی الثلاث الاخیرة یطیب ، قال ابو بکر : لا یطیب فی الکل، لکن الفتوی الآن علی قول الکرخی دفعا للحرج عن الناس ...... لکثرة الحرام . (الشامیه ، کتاب البیوع، باب المتفرقات، مطلب اذا اکتسب حراما ثم اشتری فهو علی خمسة اوجه ۲۳۵/۵ ط . سعید)

(۷) تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان الآیه سورة...... الجزاء ...... رقم الآیة......

سارا عملہ امداد باہمی ناجائز قرار پاتا ہے سود کے حساب کتاب رکھنے والے یعنی کاتب ہم کلرک لوگ ہوتے ہیں اور شاہد و ضامن وغیرہ افسران بالا۔

المستفتی نمبر ۱۸۱۷ ادین محمد کلرک سنٹرل کوآپریٹو بینک۔ گوڑگاواں ۵ ارجب ۱۳۵۶ھ م ۲۱ ستمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۲۹) یہ صحیح ہے کہ سود لینے والا اور دینے والا اور کاتب و شاہد سب گنہگار ہوتے ہیں۔(۱) مگر حکومت کے وہ محکمے جو سود کا معاملہ کرتے ہیں ان کی ذمہ داری حکومت پر ہوتی ہے اور وہ غیر مسلم ہے۔ اس لئے ہندوستان کے دارالحرب ہونے کی بنا پر ایسے محکموں کی ملازمت مجبوری سے حد اباحت میں آسکتی ہے۔ تاہم اگر کوئی اور صورت ذریعہ معاش کی نکل سکے تو بہتر ہے کہ اس کو اختیار کیا جائے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

مستاجری کا مطلب

(سوال) مستاجری کی شرعی صورت اور حکم کیا ہے ؟

المستفتی نمبر ۱۹۳۵ حافظ غلام حسین صاحب (ریاست جنید) ۲۰ شعبان ۱۳۵۶ھ ۲۶ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۳۰) مستاجری کا مطلب یہ ہے کہ کسی کی زمین یا مکان کسی مدت معینہ کے لئے اجرت معینہ پر لی جائے۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

وعظ پر عطیہ کا حکم

(سوال) کسی مولانا صاحب کو وعظ کہنے کے لئے بلایا جائے اور کسی طرح کی مزدوری وغیرہ مقرر نہ کی جائے اور جناب مولانا صاحب کا بھی کچھ ارادہ لینے کا نہیں ہے کہ بعد وعظ کے کچھ نہ کچھ ضرور مل جائے گا۔ تو ایسی حالت میں اگر جناب مولانا صاحب کو کچھ عطیہ کے طور پر دیا جائے تو یہ عطیہ جناب مولانا صاحب کو لینا کیسا ہے اور کیا اگر لے لیں گے تو یہ عطیہ مذکورہ بعوض وعظ کے داخل ہو گیا کیا حکم ہے ؟

المستفتی نمبر ۲۶۷۷ جناب محمد خاں صاحب (افریقہ) ۲۵ جمادی الثانی ۱۳۶۰ھ ۲۱ جولائی ۱۹۴۱ء

(جواب ۳۳۱) وعظ کی اجرت پہلے سے مقرر نہ کی جائے اور واعظ کی نیت میں بھی یہ بات نہ ہو کہ مجھے ضرور کچھ رقم ملے گی یا ملنی چاہئے وہ محض حسبۃً للہ وعظ کہہ دے اور کوئی شخص اس کو تبرعاً کوئی رقم دے دے تو یہ رقم دینا بھی جائز اور واعظ کو لے لینا بھی جائز ہے۔

لیکن اگر اجرت پہلے سے مقرر کر دی جائے یا واعظ اس کو ایک طریقہ بنالے کہ وہ وعظ پر اجرت لیا کرتا ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ کوئی قومی ادارہ مثلاً انجمن یا دینی مدرسہ یا تبلیغی جماعت کسی عالم کو تبلیغ دین کی غرض سے وعظ کہنے کے لئے ملازم رکھے اور اس کی اجرت ماہانہ تنخواہ کی صورت میں مقرر کر دے تو یہ

---

(۱) لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکل الربوا وموکله وکاتبه وشاهدیه ، وقال : هم سواء (مشکوۃ باب الربا الفصل الاول ۱ / ۲۴۴)

(۲) وان استاجره لیکتب له غنا...... فالمختار انه یحل لان المعصیة فی القراءة (لا فی الکتابة) (عالمگیریة کتاب الاجارة ، الباب الخامس عشر الفصل الرابع ، ۴ / ۴۵۰ ط. ماجدیة)

(۳) الاستئجار : طلب الشئ باجرة ،ثم یعبربه عن تناوله بالاجرة، (القاموس الفقهی ، ص ۱۰ ط . ادارة القرآن)

بھی جائز ہے۔ متاخرین فقہا حنفیہ نے اس کی بھی اجازت دے دی ہے۔

وزاد فی مختصرا لوقاية ومتن الا صلاح تعليم الفقه وزاد فی متن المجمع الامامة ومثله فی متن الملتقیٰ ودررالبحار وزاد بعضهم الا ذان والا قامة والوعظ الخ. (رد المحتار ج ۵ ص ۳۷)(۱)

دوم یہ کہ ہر وعظ پر واعظ اجرت ٹھہرا کر وعظ کرے۔ زید کے مکان پر وعظ کرنے کے لئے پانچ روپے مانگے۔ عمرو سے پانچ یا کم وبیش رقم طلب کرے تو یہ صورت اگرچہ لفظ "الوعظ" کے عموم میں داخل ہے مگر اس سے واعظ اور وعظ کی بے توقیری ہوتی ہے اس لئے یہ صورت مکروہ ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

(سوال)(۳) زید ایک مدرسہ کا سرپرست ہے۔ عمرو اس کا مہتمم ہے اور بکر اس مدرسہ میں تالیف و تصنیف کے کام پر ملازم ہے۔ اس مدرسہ کا قانون مطبوعہ نہیں ہے۔ اور جو غیر مطبوعہ ہے وہ صرف مہتمم کے پاس ہے۔ ملازمین کے پاس اس کی نقل نہیں ہے۔

اب صورت یہ پیش آئی کہ بکر کی ایک دوسری جگہ سے طلبی آگئی ہے جس کو بکر نے زید کے مشورہ سے منظور کر لیا اور مدرسہ مذکورہ سے ایک سال کی رخصت زبانی لی۔ استعفا نہیں دیا اور زمانہ رخصت کے لئے بکر نے مدرسہ کا کام سرپرست اور مہتمم کی رضامندی اور اجازت سے اپنے ساتھ لیا کہ اوقات فرصت میں یہ کام پورا کر دیا جائے گا۔ اگرچہ اس کا معاوضہ پہلے معاوضہ سے مختلف ہوگا۔ اور تاریخ روانگی ۱۲ ذی الحجہ مقرر کی۔ مدرسہ مذکورہ میں ۹ ذی الحجہ سے ۱۲ ذی الحجہ تک عیدالاضحیٰ کی تعطیل ہوتی ہے۔ جب بکر نے اپنی روانگی ایام تعطیل ہی میں مقرر کی تو سرپرست مدرسہ نے بکر سے زبانی کہا کہ عمرو مہتمم مدرسہ کو ایام تعطیل کی تنخواہ دینے میں تردد ہے ۔ کیونکہ اب تک ایسی نظیر نہیں پیش آئی کہ کسی ملازم مدرسہ نے ایام تعطیل میں رخصت لی ہو اور اس کو ایام تعطیل کی تنخواہ دی گئی ہو اس لئے اس صورت کے متعلق مدرسے میں کوئی قانون بھی نہیں ہے۔ بکر نے کہا کہ اگر عمرو کو تردد ہے تو میں ایام تعطیل کی تنخواہ نہیں لوں گا بلکہ ۸ ذی الحجہ تک کی تنخواہ لے لوں گا۔ اس کے بعد اتفاق سے بکر کی روانگی اپنی کسی ضرورت سے ۱۲ کو ملتوی ہو گئی اور ۱۷ کو قرار پائی اور اس التوا کی اطلاع زید و عمرو دونوں کو کر دی گئی۔ اسکے بعد بکر نے ایام تعطیل میں بھی (حسب عادت) اور ایام تعطیل کے بعد مدرسے کا کام کیا۔ اور ۱۵ ذی الحجہ کو عمرو مہتمم کے نام اس مضمون کا خط لکھا :۔

مہربان مولوی...... صاحب السلام علیکم۔ تم کو ایام تعطیل کی تنخواہ دینے میں اس لئے تردد تھا کہ میں تعطیل کے اندر جانے کا ارادہ کر چکا تھا۔ مگر اب میں ۱۲ ذی الحجہ کو نہیں گیا بلکہ تعطیل کے بعد بھی ۱۵ ذی الحجہ تک کام کر چکا ہوں۔ اس صورت میں اگر تم کو ایام تعطیل کی تنخواہ دینے میں تردد نہ ہو اور قانون مدرسہ کے مطابق اب میں ۱۵ ذی الحجہ تک تنخواہ کا مستحق ہوں تو دی جائے ورنہ حق سے زیادہ ایک پیسہ نہیں لینا چاہتا۔

---

(۱) (رد المحتار ، كتاب الاجارة ، مطلب تحرير مهم فی عدم جواز الا ستئجار علی التلاوة ۶/ ۵۵ ط . سعيد)
(۲) ومثله فی البزازية قال الامام الفضلی والمتأخرون علی جوازه ...... والحيلة ان يستأجر المعلم مدة بتعليم ولده (البزازيه ، كتاب الاجارة ، الفصل الثانی ، نوع ...... فی تعليم القرآن ۲/ ۳۷، ۳۸ علی هامش الهندية ۱/ ۳۷، ۳۸ ط. ماجدية)
(۳) یہ سوال بعینہ جواب کے ساتھ ص ۱۸۰ سوال نمبر ۱۸۰ گذر چکا ہے۔

اس پر عمرو نے ۱۵ ذی الحجہ تک کی تنخواہ بکر کو بھیج دی جس کو بکر نے یہ سمجھ کر لے لیا کہ عمرو نے قانون کے موافق (اگر وہ تھا) عمل کیا ہے اور اس نے قانون سے مجھے مستحق سمجھا ہے۔ پھر ۱۶ ذی الحجہ کو جب بکر عمرو سے رخصتی ملاقات کرنے اس کے مکان پر گیا تو زبانی یہ بھی کہہ دیا کہ ایام تعطیل کی تنخواہ کے متعلق حضرت سرپرست سے بوجہ علالت استصواب نہیں ہو سکا ہے۔ بعد میں استصواب کر لیا جائے۔ اگر ان کو اس رقم کے معاملہ میں تردد ہو تو میں یہ رقم واپس کر دوں گا۔ یا آئندہ اس کام کے حساب میں لگا لی جائے گی جو میں اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں لہذا اس وقت تک کہ سرپرست سے استصواب کیا جائے اس کو قرض سمجھا جائے۔

جب زید سرپرست مدرسہ کو بعد صحت اس کا علم ہوا کہ بکر نے ایام تعطیل کی تنخواہ لے لی ہے تو انہوں نے بکر کو مورد الزام قرار دیا اور اس کے فعل کو اکل المال بالباطل اور ارتکاب خیانت قرار دیا جس کی وجوہ حسب ذیل تحریر کیں۔ (۱) بکر نے پہلے یہ کہا تھا کہ ایام تعطیل کی تنخواہ نہ لوں گا پھر اس کو ان ایام کی تنخواہ لینا جائز نہیں تھا۔ (۲) مدرسہ کی ملازمت کا تعلق تو اسی وقت ختم ہو گیا تھا جب بکر نے ۱۲ ذی الحجہ کو روانگی طے کر دی تھی اس کے بعد جو روانگی ملتوی ہوئی وہ مدرسہ کی مصلحت سے نہیں بلکہ اپنی ضرورت سے ہوئی اور ایام تعطیل میں یا اس کے بعد جو کام کیا گیا وہ پہلی ملازمت کے تعلق سے نہیں بلکہ دوسرے تعلق سے ہوا۔ اگر پہلے تعلق سے کام کرنا تھا تو اس کے لئے مستقل اجازت کی ضرورت تھی۔ بکر نے اس کے جواب میں ایام تعطیل کی تنخواہ فوراً خوشی واپس کر دی۔ لیکن الزام خیانت اور کل مال بالباطل کے جواب میں وہ یہ کہتا ہے :۔

الف۔ زید نے ایام تعطیل کی تنخواہ کے متعلق مجھ سے اپنے تردد یا اپنی رائے کو بیان نہیں کیا تھا بلکہ عمرو مہتمم کا تردد نقل کیا تھا کہ اس کو ان ایام کی تنخواہ دینے میں تردد ہے۔ تو صورت ثانیہ پیدا ہونے پر میں نے مہتمم ہی سے قانون کی تحقیق ضروری سمجھی۔ اور اولاً جو یہ کہا تھا کہ ایام تعطیل کی تنخواہ نہ لوں گا اس کی وجہ بھی ساتھ ہی بتلا دی تھی کہ اگر مہتمم کو تردد ہے تو میں ان ایام کی تنخواہ نہ لوں گا اور مہتمم کے تردد کا منشا ایام تعطیل کے بعد عمل کا نہ ہونا تھا۔ پھر ان ایام کی تنخواہ اس وقت لی گئی جب خود ایام تعطیل میں اور پھر ایام تعطیل کے بعد کام کر کے مہتمم کو صاف لکھ دیا گیا تھا کہ اگر اب تم کو تردد نہ ہو اور تم مجھے قانون مدرسہ سے ان ایام کی تنخواہ کا مستحق سمجھتے ہو الخ لہذا میرے قول و فعل میں کوئی تضاد نہیں۔

(ب)۔ مدارس کا عرف یہ ہے کہ زبانی رخصت لینے اور تاریخ روانگی مقرر کر دینے پر رخصت کے احکام مرتب نہیں ہوتے۔ بلکہ رخصت عمل سے شروع ہوتی ہے۔ یعنی جب کہ رخصت لینے والا مدرسہ سے چلا جاوے۔ اپنے کام کو مہتمم کے حوالے کر دے۔ اپنے دفتر یا درس گاہ کی کنجی اس کو دے دے۔ البتہ استعفا اور عزل کا اثر اسی وقت سے شروع ہو جاتا ہے جب کہ استعفا یا عزل کا تحقق ہو۔ اور صورت واقعہ میں نہ استعفا ہوا ہے نہ عزل بلکہ رخصت لی گئی ہے۔ اور میں نے ۱۵ ذی الحجہ سے پہلے دفتر کی کنجی مہتمم کے حوالہ نہیں کی۔ نہ اپنا گذشتہ کام ۱۵ سے پہلے اس کے حوالہ کیا۔ اور باقاعدہ تحریری درخواست رخصت بھی اس سے پہلے نہیں دی گئی۔ لہذا ۱۲ ذی الحجہ کو تاریخ روانگی مقرر کر دینے سے میں مدرسے کے تعلق سابق سے بے تعلق قرار نہیں دیا جا سکتا۔ مدارس کا

یہ عرف عام ہے خواہ التوا مدرسے کی ضرورت سے ہو یا اپنی ضرورت سے ہو۔ ایک شخص رخصت لے کر ریل چھوٹ جانے یا اور کسی ناگہانی سبب کے پیش آجانے سے روانہ نہ ہو سکے اور وقت پر کام پر حاضر ہو جائے اور مہتمم کو اپنی روانگی کے التوا سے مطلع کر دے تو وہ حاضر شمار ہوتا ہے اور تعلق سابق پر ہی حاضر شمار ہوتا ہے۔ لہذا جب تک کسی مدرسے میں اس عرف عام کے خلاف قانون نہ ہو اس وقت تک اس عرف ہی کے مطابق عمل ہوگا۔ اور اس پر عمل کرنے والے کو خائن یا آکل مال بالباطل قرار نہیں دیا جائے گا۔ یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ایام بطالت شرعاً ماضیہ سے ملحق ہوتے ہیں یا ایام مستقبلہ سے ؟

ج۔ جب میں نے مہتمم کو صورت اول کے بدلنے پر صاف لکھ دیا تھا کہ اگر تم کو تردد نہ ہو اور قانون مدرسہ سے ایام تعطیل کی تنخواہ کا مجھے مستحق سمجھتے ہو تو دی جائے ورنہ نہیں۔ اور اس کے بعد زبانی بھی اس سے کہہ چکا تھا حالانکہ یہ ضروری نہیں تھا۔ کیونکہ خود سرپرست نے موقع بیان میں اپنے کسی تردد کا اظہار ہی نہیں کیا تھا۔ یہ صرف مزید احتیاط کے لئے کہا گیا کہ اگر سرپرست کو اس میں کسی وقت تردد ہو تو اس کو عمل مستقبل کی اجرت معجلہ قرار دے لی جائے یا مجھ سے واپس منگالی جائے تو اب مجھے خائن یا آکل مال بالباطل کیونکر کہا جاسکتا ہے۔ کیونکہ اس تحریر کے بعد مہتمم کا ۱۵ ذی الحجہ تک کی تنخواہ بھیج دینا بکر کے استحقاق کو قانون مدرسہ سے تسلیم کر لینا ہے۔ اور یہ کہ مہتمم کو اب وہ تردد نہیں رہا جو پہلے تھا۔ اس صورت میں بکر کو یہ سمجھ کر ان ایام کی تنخواہ لینا جائز تھا کہ رخصت کے احکام محض زبانی رخصت لینے اور تاریخ روانگی مقرر کرنے دینے سے شروع نہیں ہوتے بلکہ عمل سے شروع ہوتے ہیں۔ اگر اس مدرسہ میں یہ قانون نہ تھا تو عمرو کا فرض تھا کہ بکر کو قانون سے مطلع کرتا جب کہ وہ اپنی تحریر میں قانون مدرسہ پر عمل کرنے کی تاکید کر چکا تھا۔ چنانچہ جب زید کی تحریر سے بکر کو معلوم ہوا کہ اس مدرسہ میں رخصت اور عزل و استعفا میں فرق نہیں کیا جاتا تو فوراً وہ رقم واپس کر دی گئی۔

پس علمائے کرام فیصلہ فرمائیں کہ صورت مسئولہ میں ایام تعطیل کی تنخواہ لینے میں بکر شرعاً خائن اور آکل مال بالباطل تھا یا نہیں ؟ اور اگر تھا تو آیا تنہا وہی مجرم تھا یا عمرو مہتمم مدرسہ بھی مجرم تھا جس نے اپنے عمل سے بکر کو یہ دھوکہ دیا کہ وہ سوچ سمجھ کر قانون مدرسہ کے موافق ان ایام کی تنخواہ دے رہا ہے اور اب اس کو کچھ تردد نہیں ہے۔ بینوا توجروا۔

المستفتی نمبر ۲۶۵۲ عمر احمد عثمانی۔ مدرسہ اشرف العلوم ڈھاکہ۔ ۲ شعبان ۱۳۵۸ھ م ۵ ستمبر ۱۹۴۰ء

(جواب ۳۳۲) اس معاملہ میں کئی باتیں قابل غور و تصفیہ ہیں۔ اول یہ کہ بکر جو مدرسے میں تصنیف و تالیف کے کام پر ملازم ہے وہ غالباً اجیر خاص یا اجیر وحد کی حیثیت سے ملازم ہوگا اجیر مشترک کی حیثیت نہ رکھتا ہوگا۔ دوم یہ کہ اجیر وحد وقت و مدت کے لحاظ سے ملازم ہوتا ہے۔ عمل کی نوعیت تو متعین ہوتی ہے مگر عمل کی مقدار معین نہیں ہوتی۔ اور استحقاق اجرت کے لئے تسلیم نفس فی المدۃ المتعینہ ضروری ہے نہ تحقق عمل۔(۱) سوم یہ کہ تعطیلات معروفہ یا مشروط میں بغیر تسلیم نفس اور بغیر عمل کے بھی وہ اجرت کا مستحق ہوتا ہے۔ اسی طرح فرائض

(۱) الا جیر الخاص عند الحنفیۃ : ھو من یعمل لواحد عملا موقتاً بالتخصیص ، ویستحق الا جرۃ بتسلیم نفسہ فی المدۃ وان لم یعلم ، (القاموس الفقھی ، ط . ادارۃ القرآن، ۱۵۶،۴۱)

دو واجبات شرعیہ کی ادائیگی میں جس قدر وقت صرف ہو اس کی اجرت کا بھی مستحق ہوتا ہے۔(۱) چہارم یہ کہ رخصت دو طرح کی ہے۔ ایک بلا وضع تنخواہ دوسری بوضع تنخواہ۔ اول الذکر یعنی رخصت بلا وضع تنخواہ بطالہ معروفہ یا مشروطہ کے حکم میں ہے۔ یعنی جس طرح بطالہ معروفہ یا مشروطہ (تعطیلات معروفہ یا مشروطہ) کا عقد اجارہ کے بقا پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور اجارہ بحالہا قائم و ممتد باقی رہتا ہے۔ اسی طرح رخصت بلا وضع تنخواہ کا اجارہ کے بقا و قیام و امتداد الی مابعد الرخصۃ پر اثر نہیں پڑتا اور ثانی الذکر یعنی رخصت بوضع تنخواہ کا حکم مختلف ہے۔ اس کا مطلب اجارہ سابقہ کو ختم کر دینا ہوتا ہے اور رخصت کے بعد پھر ملازم کو کام پر آجانے کی اجازت دینا گویا اجارہ متجددہ منعقد کرنا ہوتا ہے۔ یعنی رخصت بوضع تنخواہ دیتے وقت مستاجر عقد اجارہ سابق کو ختم کرنے کے ساتھ آئندہ کے لئے اجیر سے وعدہ کرتا ہے کہ بعد انقضائے۔ رخصت تم کام پر آؤ گے تو میں رکھلوں گا۔ مگر اس رخصت کے زمانے میں وہ مستاجر سابق کا اجیر نہیں ہے ورنہ وہ کسی دوسری جگہ اجیر وحد کی حیثیت سے کام نہیں کر سکتا۔

صورت مسئولہ میں بکر کا اجیر وحد ہونا تو اس وجہ سے کہ متنازعت استحقاق اجرت ایام میں ہے نہ استحقاق اجرت عمل میں تقریباً متعین ہے۔ اور اس قرآئن سے یہ بھی متعین کر لیتا ہوں کہ رخصت جو لی گئی وہ رخصت بوضع تنخواہ ہے۔ جس کا مطلب عقد اجارہ سابقہ کو ختم کر دینا ہوتا ہے۔ پس بکر نے عمرو مہتمم سے رخصت لیتے وقت اگر بارہ ذی الحجہ سے رخصت لی یعنی ۱۲ ذی الحجہ رخصت میں شامل ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اجارہ سابقہ ۱۱ ذی الحجہ پر ختم کر دیا گیا اور اگر مہتمم مدرسہ رخصت دینے میں مستقل ہے یعنی اس کا عمل سرپرست کی رضامندی اور تنفیذی اجازت پر مبنی یا موقوف نہیں تو یہ معاملہ ختم ہو گیا۔ اب ۱۱ ذی الحجہ تک بکر مدرسہ کا بدستور ملازم ہے۔ اگر مدرسہ میں کوئی قانون ایسا موجود ہو کہ رخصت بوضع تنخواہ اگر اثنائے تعطیل سے یا تعطیل کے بعد متصل شروع ہو تو ایام تعطیل کی تنخواہ نہ ملے گی۔(۱) یعنی ایسی صورت میں عقد اجارہ ایام عمل کے آخری دن پر ہی ختم ہو جانا قرار دیا جائے گا خواہ منظوری رخصت کے وقت اس کی تصریح کی جائے یا نہ کی جائے۔ یا مہتمم نے بوقت منظوری رخصت تصریح کی ہو کہ آپ کی ملازمت ۸ ذی الحجہ پر ختم قرار دی جائے گی تو ان دونوں صورتوں میں بکر کو صرف آٹھ تاریخ تک کی تنخواہ کا حق ہوتا۔ لیکن سوال میں یہ تصریحات ہیں :۔

(الف)۔ زید سرپرست مدرسہ کا یہ قول "اس لئے اس صورت کے متعلق مدرسہ میں کوئی قانون بھی نہیں۔"

(ب)۔ بکر کے خط میں جو عمرو مہتمم مدرسہ کے نام لکھا گیا یہ صراحت "اگر تم کو ایام تعطیل کی تنخواہ دینے میں تردد نہ ہو اور قانون مدرسہ کے مطابق اب میں پندرہ ذی الحجہ تک تنخواہ کا مستحق ہوں تو دی جائے۔" ان تصریحات سے اگر ان کی واقعیت مسلم ہو یہ ثابت ہے کہ نہ ایسا کوئی قانون موجود ہے نہ مہتمم نے منظوری رخصت کے وقت ۸ ذی الحجہ تک ملازمت کی تحدید اور ۹ سے ترک تعلق کی تصریح کی تھی۔ لہذا ۱۱ ذی الحجہ تک کی تنخواہ کا بکر بوجہ عقد سابق اور ۹، ۱۰، ۱۱ ذی الحجہ تک تعلق ملازمت قائم ہونے اور ان ایام کا بطالہ معروفہ بلکہ

(۱) اذا استأجر رجلا یوما لیعمل کذا فعلیه ان یعمل ذالك العمل الی تمام المدة ولا یشتغل بشئ آخر سوی المکتوبة وفی فتاوی اهل سمرقند قد قال بعض مشایخنا رحمة الله علیه ان له ان یؤدی السنة ایضا (الهندیة ، کتاب الاجارة، الباب الرابع ، ۴/۴۱۷ ط . ماجدیة)

مشروطہ میں داخل ہونے کی وجہ سے مستحق ہے۔ اور اگر ۱۲ ذی الحجہ رخصت مستقبلہ میں داخل نہ ہو تو ۱۲ ذی الحجہ کی تنخواہ کا بھی مستحق ہے۔

لیکن اگر مہتمم مدرسہ رخصت دینے میں مستقل اور بااختیار نہ ہو بحہ اس کا فعل سرپرست مدرسہ کی رضامندی اور اجازت پر موقوف ہوتا ہے تو مہتمم کی اور بکر کی زبانی گفتگو پر معاملہ ختم نہیں ہوا۔ بلحہ سرپرست کی اجازت پر موقوف رہا اور جب بکر کی صدر سے یعنی سرپرست سے گفتگو ہوئی اور اس میں بکر نے یہ تسلیم کر لیا کہ میں ۸ ذی الحجہ تک کی تنخواہ لے لوں گا تو آخری بات یہی ہوئی کہ ۸ ذی الحجہ پر عقد اجارہ سابق ختم ہو گیا۔ اور اب وہ ۸ ذی الحجہ تک کی تنخواہ کا مستحق رہا۔ اس صورت میں سرپرست مدرسہ کا تردد کو عمرو کی طرف منسوب کرنا یا عمرو کا بکر کو پندرہ تک کی تنخواہ بھیج دینا مؤثر نہ ہو گا۔ کیونکہ اس میں بنیادی چیز اختیار ہے۔ وہ اگر سرپرست کے ہاتھ میں مستقل طور پر ہے یا مہتمم اور سرپرست کی رائے کا اجتماع قطعی فیصلے کے لئے ضروری ہے یا سرپرست کا فیصلہ آخری فیصلہ ہے تو جو بات صدر یعنی سرپرست کے سامنے طے ہوئی وہی آخری بات ہو گی۔ اور وہ یہی ہے کہ ۸ ذی الحجہ پر ملازمت سابقہ ختم ہو گئی اور ۹ ذی الحجہ سے بکر عقد سابق کے ماتحت ملازم نہ رہا۔

اس بات کی تنقیح کہ حقیقۃً مستاجر کون ہے آیا صرف مہتمم یا صرف سرپرست یا دونوں، مدرسہ کے قانون سے یا متعاقدین کی باہمی قرارداد یا تعامل سے ہو سکتی ہے۔ اور جو امر تنقیح سے ثابت اور منقح ہو گا وہی حکم کا مدار ہو گا۔

اس کے بعد اس رقم کا معاملہ سامنے آتا ہے جو بکر نے مہتمم سے پندرہ ذی الحجہ تک کی تنخواہ کے نام سے لی ہے۔ تو اس بات سے قطع نظر کر کے کہ وہ ۸ ذی الحجہ تک کی تنخواہ کا مستحق تھا یا گیارہ ذی الحجہ تک یا ۱۲ ذی الحجہ تک کا • کیونکہ اس کا فیصلہ تو حقیقی مستاجر کی تعیین ہو جانے اور رخصت کی ابتداء ۱۲ ذی الحجہ سے تھی یا ۱۳ سے تھی معلوم ہونے پر ہو گا) یہ قطعی ہے کہ ۱۳، ۱۴، ۱۵ ذی الحجہ کی تنخواہ کا بکر عقد اجارہ سابقہ کے ماتحت مستحق نہیں ہے۔ کیونکہ وہ عقد تو لامحالہ زیادہ سے زیادہ ۱۲ ذی الحجہ ہی پر ختم ہو گا۔ ۱۲ سے آگے تو اس کا وجود کسی طرح بھی نہیں۔ بکر کے ۱۲ کو روانہ نہ ہونے اور ایام مذکورہ میں کام کرنے بلحہ اپنی عدم روانگی کی زید اور عمرو کو اطلاع دے دینے سے بھی اجارہ سابقہ ختم شدہ بحال نہیں ہو جاتا اور اس کام کی اجرت اجارہ سابقہ ختم شدہ کے ماتحت پانے کا وہ حق دار نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس کا ختم ہو جانا تو رخصت کی منظور سے متحقق ہو گیا۔ اور از سر نو قائم ہونا فریقین کی رضامندی پر موقوف تھا جو مفقود ہے۔ بکر کی جو تحریر عمرو کے نام ہے اور جو زبانی گفتگو عمرو سے رخصتی ملاقات کے وقت کی ہے اس سے تو یہ ثابت نہیں ہوتا کہ عمرو ختم شدہ اجارہ کو از سر نو قائم کرنے پر راضی ہو گیا بلحہ اس کے بر خلاف اس امر پر دال ہے کہ خود بکر بھی اس تصور سے تہی دماغ تھا کہ اجارہ سابقہ کو از سر نو قائم کیا جا رہا ہے۔ وہ تصریح کر رہا ہے کہ اگر سرپرست کی رائے میں میں اس مدت کی اجرت کا مستحق نہ ٹھہرا تو واپس کر دوں گا۔ یا اگلے کام کی اجرت معجلہ قرار دے دی جائے گی۔ اور تا تصفیہ یہ قرض سمجھی جائے۔ یہ تقریر تجدید اجارہ سابقہ کے تصور کے منافی ہے۔ اس سے زیادہ سے زیادہ بکر کا یہ خیال سمجھا جاتا ہے کہ وہ اجارہ سابقہ کے امکان امتداد کا تصور رکھتا تھا۔ لیکن اجارہ سابقہ جب منظوری رخصت کے وقت فسخ ہو چکا تو اب اس کے

امتداد کا تصور بے معنی اور غیر موثر ہے۔
اب صرف یہ بات باقی رہی کہ بکر نے پندرہ ذی الحجہ تک کی تنخواہ جو وصول کرلی اس کا یہ فعل اکل مال بالباطل یا خیانت میں داخل ہے یا نہیں ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر واقعہ یہ ہے کہ بکر نے۔ الف عمرو مہتمم کو خط میں یہ لکھا۔ "مگر اب میں ۱۲ ذی الحجہ کو نہیں گیا بلکہ تعطیل کے بعد بھی پندرہ ذی الحجہ تک کام کر چکا ہوں۔ اس صورت میں اگر تم کو ایام تعطیل کی تنخواہ دینے میں تردد نہ ہو اور قانون مدرسہ کے مطابق اب میں ۱۵ ذی الحجہ تک تنخواہ کا مستحق ہوں تو دی جائے ورنہ حق سے زیادہ ایک پیسہ لینا نہیں چاہتا۔" (ب) اور رخصتی ملاقات کے وقت زبانی یہ کہا "ایام تعطیل کی تنخواہ کے متعلق حضرت سرپرست سے بوجہ علالت استصواب نہیں ہو سکا ہے بعد میں استصواب کرلیا جائے۔ اگر ان کو اس رقم کے معاملے میں تردد ہو تو میں یہ رقم واپس کر دوں گا۔ یا آئندہ اس کام کے حساب میں لگالی جائے گی جو میں ساتھ لے جا رہا ہوں۔ لہذا اس وقت تک کہ سرپرست سے استصواب کیا جائے اس کو قرض سمجھا جائے۔ بکر کی تحریر و زبانی گفتگو اس بات کی دلیل ہے کہ اس نے اس رقم کو قطعی اپنا حق قرار دے کر طلب نہیں کیا اور نہ اس حیثیت سے قبضہ کیا۔ بلکہ خط میں تو قانون مدرسہ کے موافق ہونے اور عمرو کو دینے میں تردد نہ ہونے کی شرط لگائی اور زبانی گفتگو میں سرپرست کی رائے کو حکم قرار دیا۔ اور واقعہ یہ ہے کہ عمرو نے یہ رقم بکر کو اس کی تحریر پر بھیج دی اور رخصتی ملاقات کے وقت بھی جب بکر نے سرپرست کی رائے استحقاق کے حق میں نہ ہونے پر رقم کی واپسی کا ارادہ ظاہر کیا اس سے رقم واپس نہ مانگی تو خلاصہ یہ ہوا کہ بکر نے یہ رقم خود کہیں سے نہیں اڑائی کہ قبض ناجائز ہو۔ اس نے عمرو سے اس شرط پر ضرور طلب کی کہ اگر تم میرا حق سمجھو اور قانون مدرسہ کے خلاف نہ ہو تو دے دو۔ اس پر مہتمم نے رقم بھیج دی تو اگر اس میں بکر نے قبضہ کرلیا تو عمرو کی تسلیط سے کیا۔ اور اگر یہ رقم بکر کا حق نہ تھی تو ناحق دینے میں عمرو ملزم ہے۔ بکر تو اس شبہ میں معذور ہو سکتا ہے کہ عمرو کے نزدیک قانون مدرسہ کے موافق میں اس کا مستحق ہوں۔ جبھی تو عمرو نے بھیج دی تو اس کا قبضہ قبض بشبہۃ الاستحقاق ہوگا۔ جس کو خیانت یا اکل مال بالباطل نہیں کہا جا سکتا۔ اگر اس قبض کے صحیح ہونے میں اس کو شبہ تھا اور اس بنا پر اس کو قبض نہ کرنا چاہئے تھا تو یہ بات عمرو پر بدرجہ اولیٰ عائد ہوتی ہے کہ اسے سرپرست سے استصواب کئے بغیر دینا نہیں چاہئے تھا۔ اگر وہ جانتا تھا کہ میرا اس قسم کا تصرف سرپرست کی اجازت اور منظوری کے بغیر درست نہیں تو رقم دینے میں اس کو حد اختیار سے تجاوز کا مجرم قرار دیا جا سکتا ہے۔ اور اس تجاوز کو لاابالی پن یا بدنیتی کے ساتھ ملتبس قرار دیا جا سکے تو اس پر خیانت کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ بکر خیانت یا اکل مال بالباطل کے ساتھ موصوف نہیں ہو سکتا۔ اس نے اپنے قبض کو تین صورتوں میں دائر کر دیا تھا۔ (۱) اگر ان ایام کی تنخواہ کا مستحق ہوں تو یہ میرا حق ہے۔ (۲) اگر مستحق نہ ہوں تو واپس کر دوں گا۔ (۳) یا اس کو آئندہ کام کی اجرت معجلہ شمار کرلیا جائے گا۔ اور سرِدست یہ رقم میرے ذمہ قرض سمجھی جائی...... اور قرض قرار دے کر اپنے ذمہ وجوب تسلیم کرلینا خیانت یا اکل مال بالباطل کی نیت کے صریحاً منافی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ ۲ شعبان ۱۳۵۹ھ

(۱) ذاتی مکان بنوانے کے لئے مدرس اور طلباء سے کام لینے کا حکم
(۲) مدرسے کے اوقات میں تعویذ گنڈا کرنے کا حکم

(سوال) (۱) ایک مدرسے کے مہتمم صاحب نے اپنا ذاتی مکان بنوایا اور ایک مدرس کو معماروں سے کام لینے کے لئے وہاں مقرر کر دیا اور طلباء سے مزدوروں کا کام لیا گیا اور وہ مدرس مدرسے کے وقت میں معماروں سے کام لیتے رہے۔ مکان تقریباً دو مہینے میں تیار ہوا اور مہتمم صاحب نے مدرس مذکور کو دو مہینے کی تنخواہ مدرسے سے دی۔ کیا یہ عندالشرع جائز ہے؟

(۲) تعویذ گنڈا دینی کام ہے یا دنیوی؟ اگر کوئی مدرس مدرسے کے وقت میں تعویذ گنڈا کرے تو جائز ہے یا ناجائز؟

المستفتی نمبر ۲۱۲۳ محمد عبدالحلیم جگراؤں ضلع لدھیانہ ۱۴ شوال ۱۳۵۶ھ م ۱۸ دسمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۳۳) مدرسے کے مدرس اور طلبہ سے مہتمم کو اپنا ذاتی کام مدرسے کے اوقات میں لینا جائز نہیں۔ یہ صریح خیانت ہے اور مدرسے کے اوقات کے علاوہ بھی اپنے عہدہ اہتمام کے دباؤ میں مدرس یا طلبہ سے کام لینا جائز نہیں۔(۱) مہتمم سے اس خطا کا اعتراف اور توبہ کرائی جائے تو آئندہ وہ مہتمم رہ سکتا ہے۔ ورنہ اس کو علیحدہ کر دینا لازم ہے۔(۲) تعویذ گنڈا مدرس مدرسے کے اوقات میں نہیں کر سکتا اور کرے تو لائق معزولی ہے۔

ملازمت کی حالت میں جمعہ کو ادا کرنے کا حکم

(سوال) متعلقہ ادائیگی جمعہ بحال ملازمت

(جواب ۳۳۴) کارخانے کے قریب کسی مسجد میں جمعہ کی نماز ہوتی ہو تو اس شخص کو اس میں شریک ہونا چاہئے۔ اور اگر قریب نماز نہ ہوتی ہو اور یہ ملازمت کا حاجت مند نہ ہو تو ملازمت چھوڑ دے۔(۳)

تعلیم قرآن، اذان اور امامت کی اجرت کا حکم

(سوال) تعلیم قرآن مجید اور اذان وامامت کی اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(جواب ۳۳۵) واضح ہو کہ یہ مسئلہ قدیم سے مختلف فیہ ہے۔ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ ایسی طاعات پر جو اجیر کے ذمہ متعین نہ ہوں عقد اجارہ منعقد کرنا اور اجرت لینا دینا جائز ہے۔ جیسے تعلیم قرآن، اذان امامت وغیرہ۔ اور امام ابو حنیفہ اور زہری اور قاضی شریح اور ایک جماعت اس کی قائل ہے کہ طاعات پر اجارہ ناجائز ہے۔ ہمارے اصحاب متقدین حنفیہ کا یہی مسلک تھا کہ طاعات پر اجرت لینا دینا ناجائز ہے اور قدمائے حنفیہ اسی کے موافق فتوے دیتے اور عمل کرتے رہے۔(۴)

---

(۱) اذا اسأجر رجلا یوما لیعمل کذا فعلیه ان یعمل ذالك العمل الی تمام المدة ولا یشتغل بشئی آخر سوی المکتوبة السنة ..... (عالمگیریة کتاب الا جارة ، الباب الثالث ٤/ ٤١٧ ط. ماجدیة)

(۲) وافتی ایضا بان من کان من اهل الوقف لا یشترط کونه مستحقا بالفعل بل یکفی کونه مستحقا بعد زوال المانع .(رد المحتار ، کتاب الوقف مطلب لا یجعل الناظر من غیر اهل الواقف ، ٤/ ٤٢٥ ط. سعید)

(۳) لانه لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق)

(۴) وبعض مشا یخنا رحمة الله علیه استحسنوا الاستجار علی تعلیم القرآن لظهور التوانی فی الا مر الدینیة ..... فهذا ما افتی به المتاخرون ..... مخالفین ماذهب الیه الا ما م وصا حباه ..... بالضرورة ، (رد المحتار کتاب الا جارة ، مطلب تحریر مهم فی عدم جواز الا ستجار علی التلاوة ٦/ ٥٥ . ٥٦ ط . سعید)

علم دین پڑھانے والوں اور اذان کہنے والوں اور امامت کرنے والوں کے وظائف بیت المال سے مقرر ہوتے تھے اور یہ لوگ نہایت اطمینان اور فارغ البالی سے اپنا کام انجام دیتے تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد اسلامی سلطنت نہ رہنے یا بعض مسلمان بادشاہوں کے مصارف بیت المال میں شرعی حدود سے تجاوز کر جانے کی وجہ سے ان علماء اور مؤذنین اور ائمہ کے وظائف بند ہو گئے اور تعلیم علوم دینیہ یا اذان و امامت کی انجام دہی میں جو فراغت قلبی انہیں حاصل تھی وہ جاتی رہی۔ چونکہ یہ لوگ بھی آخر انسان تھے اور انسانی ضروریات معاش ان کی زندگی کے لوازمات میں بھی داخل تھیں اس لئے ان کو مجبوراً مال حاصل کرنے کے ذرائع کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ جس کے وسیلہ سے اپنی اور اپنی اولاد و متعلقین کی اوقات بسری کر سکیں۔ ذرائع معاش چونکہ مختلف اقسام کے ہیں۔ کسی نے کوئی طریقہ اختیار کیا کسی نے کوئی۔ کسی نے تجارت، کسی نے زراعت، کسی نے ملازمت، کسی نے صنعت و دستکاری اختیار کی۔ اسی طرح ضرورتیں بھی کمی بیشی میں مختلف تھیں۔ اس لئے رات دن کے چوبیس گھنٹوں میں ایک بڑا حصہ کسب معاش میں خرچ کر دینے کے باوجود بھی بعض افراد کی ضرورتیں پوری نہیں ہوئیں۔ ان حالات کی وجہ سے بہت سے علماء بہت سے مؤذن بہت سے امام مجبوراً ان مشاغل کی وجہ سے تعلیم یا اذان یا امامت کی خدمت کو بالالتزام پورا نہ کر سکے۔ اور بالآخر انہیں اضطراری حالت سے ان خدمات کو چھوڑنا پڑا۔

لیکن تعلیم چھوڑنے سے یہ نقصان متصور تھا کہ علم دین کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا۔ کیونکہ جب پڑھانے والوں کو اپنی ضروریات معاش میں مشغولی کی وجہ سے اتنی فرصت نہ ملتی کہ طالب علموں کو پڑھا سکیں تو پھر علم دین کی زندگی اور بقا کی کیا صورت تھی۔

اذان چھوڑ دینے سے یہ نقصان متصور تھا کہ نماز کے اوقات کا انضباط جو معین مؤذن ہونے کی صورت میں ہو سکتا ہے درہم برہم ہو جاتا۔ چونکہ اس زمانے میں بڑے بڑے شہروں بلکہ قصبوں میں بھی اکثر غریب مسلمان کارخانوں اور کمپنیوں اور ملوں میں مزدوری پر کام کرتے ہیں۔ اور اپنے افسروں کی خوشامد کر کے نماز اور جماعت کے لئے اجازت حاصل کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اس بات کی زیادہ ضرورت ہے کہ اذان اور نماز کا وقت معین ہو کہ اس کے موافق وہ کارخانوں سے ٹھیک وقت پر آجایا کریں اور جماعت سے نماز پڑھ کر اپنے کام پر چلے جائیں۔ اگر اذان و جماعت کے اوقات معین نہ ہوں تو ان لوگوں کو یا تو جماعت چھوڑنی پڑے یا اپنے کام میں زیادہ دیر تک غیر حاضر رہنے کی وجہ سے افسروں سے ناچاقی پیش آئے اور اپنے ذرائع معاش کو کھو بیٹھیں۔

امام معین نہ ہونے کی صورت میں جماعت کا انتظام درست نہیں رہ سکتا۔ اور پورے انضباط کی نماز نہیں ہو سکتی۔ جن مساجد میں کوئی مؤذن اور امام مقرر نہیں ہے نماز کے وقت جو پہلے آگیا اس نے اذان کہہ دی اور جس کو مناسب سمجھا امام بنا دیا۔ ایسی مسجدوں میں جماعت کا کوئی خاص وقت مقرر نہیں ہو سکتا۔ اور اس لئے ان لوگوں کو جو دوسروں کی تابعداری میں پھنسے ہوئے ہیں اکثر اوقات کی مسجدوں میں جماعت سے نماز نصیب نہیں ہوتی۔

پس متاخرین فقہائے حنفیہ نے اس ضرورت شرعیہ کی وجہ سے حضرت امام شافعی کے قول کے موافق یہ فتویٰ دے دیا کہ مواقع ضرورت میں طاعات پر اجرت لینا جائز ہے۔ اور قرآن مجید و حدیث و فقہ کی تعلیم

اور اذان واقامت پر اجرت لینے کے جواز کی تصریح کردی۔ کیونکہ یہ چیزیں ایسی ہیں کہ بغیر ان کی بقاء کے اسلامی حقیقت کا باقی رہنا بھی مشکل ہے۔

ہم ذیل میں فقہا کی وہ تصریحات نقل کرتے ہیں جن میں آج کل اذان اور امامت اور تعلیم پر اجرت لینے کا جواز مذکور ہے۔

وبعض مشائخنا رحمهم الله تعالىٰ استحسنوا الاستئجار على تعليم القرآن اليوم لظهور التوا نى فى الا مورالدينية ففى الامتناع تضييع حفظ القرآن و عليه الفتوىٰ اه كذافى الهدايه۔(۱)

ومشائخ بلخ جوزوا الأ ستئجار على تعليم القرآن اذا ضرب لذلك مدة وأفتوا بوجوب المسمّى كذا فى المحيط...... وكذا جوا ز الا ستئجار على تعليم الفقه و نحوه المختار للفتوى فى زماننا قول هو لاء كذا فى الفتاوى العتابية (فتاوىٰ عالمگيرى باختصار)(۲)

اور ہمارے بعض مشائخ رحمہم اللہ نے آج کل تعلیم قرآن پر اجرت لینے دینے کا جواز بہتر سمجھا۔ کیونکہ امور دین میں لوگوں کے اندر سستی پیدا ہوگئی ہے تو ممانعت کے حکم میں اندیشہ ہے کہ حفظ قرآن ضائع ہو جائے گا اور اسی جواز اجرت پر فتویٰ ہے۔

اور مشائخ بلخ نے تعلیم قرآن کے اجرت لینے کو جائز فرمایا ہے جبکہ اس کی مدت معین کی جائے۔ اور معین شدہ اجرت کے واجب التسلیم ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ اسی طرح تعلیم فقہ اور اس کے امثال (اذان وامامت) پر اجرت لینے کا جواز بھی ہے۔ اور ہمارے زمانے میں فتویٰ کے لئے انہیں لوگوں کا قول مختار ہے۔

الا ستئجار على الطاعات لتعليم القرآن والفقه والتدريس والوعظ لايجوزاى لا يجب الاجر واهل المدينة طيب الله سا كنها جوزوه وبه اخذ الا مام الشافعى قال فى المحيط وفتوى مشائخ بلخ على الجواز.

قال الامام الفضلى والمتاخرون على جوازه وكان الا مام الكرمانى يفتى "بدرنا رسيده معلم راخوشنودبکنید" وفتوى علمائنا على ان الاجارة ان صحت يجب المسمى وان لم تصح يجب اجر المثل الخ فتاوى بزازيه. (۳)

وقال محمد بن الفضل كره المتقدمون الا ستيجار لتعليم القرآن وكرهوا اخذ الا جرة عليه لوجود العطية من بيت المال مع الرغبة فى امور الدين وفى زماننا انقطعت فلو اشتغلوا بالتعليم بلا اجر مع الحاجة الى معاش لضا عوا وتعطلت المصالح فقلنا بما قالوا. فتاوى بزازيه ومثله فى الخانيه۔(۴)

(۱)(ردالمحتار ، كتاب الا جارة مطلب تحرير مهم فى عدم جواز الا ستئجار على التلاوة ،۶/ ۵۵ ط. سعيد)

(۲)فتاوى عالمگيرية كتاب الا جارة الباب الخامس عشر ، الفصل الرابع ۴/ ۴۴۸ ط . ماجدية)

(۳)(الفتاوى البزازية كتاب الاجارة الفصل الثانى ، نوع فى تعليم القرآن ۲/ ۳۷. ۳۸ ط . على هامش الهندية ۵/ ۳۷، ۳۸ ط . ماجدية)

(۴)(البزازية ، كتاب الاجارة ، الفصل الثانى ، نوع فى تعليم القرآن ، ۲/ ۳۷، ۳۸ على هامش الهندية، ص ۳۷ ۳۸ /۵ ط. ماجدية)

طاعات پر عقد اجارہ مثلاً تعلیم قرآن و فقہ اور تدریس و وعظ پر اجرت لینا جائز نہیں۔ یعنی اجرت واجب نہیں ہوتی۔ اور اہل مدینہ (طیب اللہ ساکنہا) طاعات پر اجرت لینے کو جائز کہتے ہیں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اسی کے قائل ہیں۔ محیط میں فرمایا کہ مشائخ بلخ کا فتویٰ جواز پر ہے۔

امام فضلی نے فرمایا کہ متاخرین حنفیہ جواز کے قائل ہیں۔ اور امام کرمانی فتویٰ دیتے تھے کہ دروازے تک پہنچنے سے پہلے معلم کو خوش کر دو۔ اور ہمارے علماء کا فتویٰ ہے کہ اگر عقد اجارہ صحیح طور پر کیا گیا تو اجرت معینہ واجب ہوگی ورنہ اجر مثل لازم ہوگا۔ الخ

امام محمد بن الفضلؒ نے فرمایا کہ متقدمین حنفیہ نے قرآن مجید کی تعلیم پر اجرت لینے کو اس لئے مکروہ فرمایا تھا کہ بیت المال سے معلمین کے لئے عطیات مقرر تھے اور لوگوں کو امور دین کی رغبت بھی تھی۔ اور ہمارے زمانہ میں عطیات منقطع ہو گئے تو اب اگر تعلیم میں مشغول ہوں اور اسباب معیشت کی حاجت اسی طرح باقی رہنے کے باوجود اجرت نہ لیں تو مرنے لگیں گے اور مصالح زندگی درہم برہم ہو جائیں گے اس لئے ہم بھی اسی بات کے قائل ہو گئے جس کے وہ (یعنی امام شافعی و امام احمد اور اہل مدینہ وغیرہ) قائل تھے۔ یعنی جواز اجرت کا فتویٰ ہم نے بھی دے دیا۔

قال الشيخ الا مام شمس الائمة السرخسي رحمه الله تعالىٰ. ان مشائخ بلخ جوزوا الاجارة على تعليم القرآن واخذوا في ذلك بقول اهل المدينة وانا افتي بجواز الا ستيجار و وجوب المسمّٰى . فتاوى قاضي خان۔(۱)

والفتوى اليوم على جواز الا ستيجار لتعليم القرآن وهو مذهب المتاخرين من مشائخ بلخ استحسنوا ذلك لظهور التواني في الا مور الدينيه وكسل الناس في الا حتساب و كذا يجوز على الامامة في هذا اليوم لا ن الائمة كانت لهم عطيات في بيت المال وانقطعت اليوم بسبب استيلا ء الظلمة عليها. وفي روضة الزند ويستي كان شيخنا ابو محمد عبدالله الخيز اخيزي يقول في زماننا يجوز للا مام والمؤذن والمعلم اخذ الا جرة انتهى عيني شرح كنز الدقائق(۲)

ويفتى اليوم بصحتها لتعليم القرآن والفقه والامامة والا ذان . انتهى (درمختار) (۳)

امام شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مشائخ بلخ نے تعلیم قرآن پر اجرت لینے دینے کو جائز فرمایا ہے اور اس بارے میں انہوں نے اہل مدینہ کے قول پر عمل کیا ہے۔ اور میں بھی اجرت لینے دینے کے جواز اور اجرت معینہ کے واجب الادا ہونے کا فتویٰ دیتا ہوں۔

آج کل تعلیم قرآن کی اجرت لینے کے جواز پر فتویٰ ہے۔ اور یہ متاخرین مشائخ بلخ کا مذہب ہے۔ انہوں نے اس

---

(۱)(الفتاوى الخانية ، كتاب الاجارة ، باب الاجارة الفاسدة ، ۲/ ۳۲۵ على هامش الهنديه، ۲/ ۳۲۵ط . ماجدية)

(۲) (شرح العيني على كنز الدقائق المسمى برمن الحقائق للشيخ المحدث الفقيه بدر الدين ابي محمد محمود بن احمد العيني رحمة الله عليه كتاب الا جارة ، باب الاجارة الفاسدة . ۲/ ۱۵٤ ط . ادارة القرآن و العلوم الاسلامية ، كراتشي، باكستان)

(۳)(الدر المختار ، كتاب الاجارة ، مطلب تحرير مهم في عدم جواز الا ستجار على التلاوة ، ٦/ ٥٥ ط. سعيد)

جوازِ اجرت کو اس لئے بہتر سمجھا کہ امورِ دینیہ میں لوگوں کی سستی ظاہر ہو رہی ہے۔ اور ثواب کی نیت سے کام کرنے میں لوگ تسل کرنے لگے ہیں۔ اور اسی طرح اس زمانے میں امامت کی اجرت بھی جائز ہے۔ کیونکہ پہلے اماموں کے لئے بیت المال سے وظائف مقرر ہوتے تھے وہ اب بند ہو گئے۔ کیونکہ بیت المال ظالموں کے قبضہ میں ہیں اور روضہ زندویستی میں ہے کہ شیخ ابو محمد عبداللہ الخیز اخیزی فرماتے تھے کہ ہمارے زمانے میں امام اور مؤذن اور معلم کو اجرت لینا جائز ہے۔

اور آج کل قرآن و فقہ کی تعلیم اور امامت و اذان پر اجرت لینے دینے کے جواز پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔

ان نصوص فقہیہ سے امور ذیل بوضاحت ثابت ہو گئے :۔

(۱) متقدمین حنفیہ طاعات پر اجرت لینے دینے کو ناجائز فرماتے تھے۔ اور اہل مدینہ اور امام شافعی اور امام احمد بن حنبل اور ایک جماعت اس کے جواز کی قائل ہے۔

(۲) متاخرین حنفیہ نے یہ دیکھ کر کہ بیت المال کے عطیات موقوف ہو گئے اور ذرائع معیشت میں دشواریاں پیدا ہو گئیں اور امور دین میں سستی اور بے پروائی ظاہر ہو گئی۔ پس ایسی حالت میں عدم جواز اجرت کا حکم دینے سے دین اور شعائر مذہب کو سخت صدمہ پہنچنے کا اندیشہ تھا۔ اس لئے انہوں نے اس مسئلے میں امام شافعی اور اہل مدینہ کا قول اختیار کر لیا۔ جیسے کہ متاخرین حنفیہ نے اسی قسم کی ضرورتوں کی وجہ سے زوجہ مفقود کے بارے میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو اختیار کیا ہے۔

(۳) متاخرین کا متقدمین کے قول سے اختلاف کرنا اس ضرورت شرعیہ پر مبنی تھا۔ پس جن صورتوں میں کہ یہ ضرورت متحقق ہو گی وہیں یہ حکم ہو گا۔ اور جہاں ضرورت نہ ہو گی وہاں یہ حکم جاری نہ ہو گا۔ چنانچہ علامہ شامی نے ردالمحتار میں تصریح کر دی ہے کہ تلاوت قرآن اور تسبیح و تہلیل بغرض ایصال ثواب پر اجرت لینا دینا اب بھی ناجائز ہے کیونکہ اس میں کوئی ضرورت نہیں۔ اور ان کے چھوڑنے سے دین اور شعائر مذہب کو کوئی صدمہ نہیں پہنچتا۔(۱) اسی طرح وعظ کی اجرت اس صورت سے کہ وعظ کہنے کی نوکری کر لی جائے جائز ہے۔ لیکن متفرق طور پر واعظ جو وعظ کہتے ہیں ان کی اجرت لینا جائز نہیں اور عدم جواز کی وجہ ایک عارضی خارجی ہے جو اکثری طور پر ان متفرق وعظوں کو لاحق ہے وہ یہ کہ اجرت کے خیال سے واعظ کتمان حق کر جاتا ہے۔ یعنی اگر اجرت دینے والے کے اندر کوئی خلاف شرع امر پایا جاتا ہو تو واعظ اس کارد نہیں کرتا کہ مبادا اجرت ملنے میں کوئی روک پیدا ہو جائے۔ کیونکہ ایسے متفرق وعظوں کی اجرت اکثری طور پر شخصیت سے متعلق ہوتی ہے۔ یا سامعین سے ہی وصول اجرت کی امید ہوتی ہے۔ اور نوکری کی صورت میں اکثری طور پر یہ عارض نہیں پایا جاتا۔ اور اگر کسی ملازمت میں بھی کتمان حق کی نوبت آئے تو وہ بھی ناجائز ہو گی۔

(۱) ولا يجوز الا ستئجار على القراء ة واهد ائها الى الميت ، لا نه لم ينقل عن احد من الائمة الا ذن فى ذالك ...... صرح بذلك الامام البركوى قدس الله سره ...... فقال الفصل الثالث فى امور مبتدعة باطلة ...... منها الوصية من الميت باتخاذ الطعام والضيافة يوم موته او بعدو باعطاء دارهم لمن يتلو القران لروحه او يسبح اويهلل له وكلها بدع منكرات باطلة والمأخوذ منهاحرام للآخذ وعاص بالتلاوة والذكر لا جل الدنيا .(رد المحتار ، كتاب الا جارة ، مطلب تحريرهم فى عدم جواز الا ستئجار على التلاوة ٦/ ٥٧ ط. سعيد)

(۴) تعلیم قرآن مجید۔ تدریس حدیث وفقہ۔ اذان وامامت کی مذکورہ بالا عبارتوں میں تصریح موجود ہے۔ پس ان چیزوں کی اجرت جائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ واللہ اعلم۔

کتبہ الراجی رحمۃ مولاہ محمد کفایت اللہ عفا عنہ ماجناہ المدرس فی المدرسۃ الامینیۃ الواقعۃ بدھلی ۔ ۲۰ شعبان ۱۳۳۴ھ

الجواب صواب محمد انور عفااللہ عنہ معلم دارالعلوم دیوبند۔ الجواب صحیح۔ خلیل احمد عفی عنہ

(۱) حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی رائے فتوے کے آخر میں ملاحظہ فرمائی جائے۔ واصف عفی عنہ۔

الجواب صحیح عزیزالرحمٰن عفی عنہ مفتی مدرسہ دیوبند۔ ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ

احقر کے نزدیک "عارضی" کہنے کی ضرورت نہیں۔ فقہا نے وعظ کو امامت و تعلیم و قرآن کی ساتھ ذکر کیا ہے۔ یہ قرینہ ہے اس کا کہ اس کا حکم مثل ان دونوں کے ہے۔ اور ان دونوں کا حکم یہ ہے کہ اگر التزام کے طور پر عمل ہو تو استیجار جائز ہے۔ اور اگر کسی نے ایک مسئلہ پوچھ لیا یا ایک وقت کی نماز پڑھانے کو کہہ دیا تو اجرت لینا جائز نہیں۔ پس یہی حکم وعظ کا ہوگا کہ اتفاقاً کسی نے وعظ کی درخواست کی اس پر اجرت لینا جائز نہ ہوگا۔ اور جب نوکری کرلی تو جائز ہوگا۔ هذا ما فهمت۔ البتہ حضرت مفتی صاحبؒ سلمہ نے جو متن میں ذکر کیا ہے وہ ان دونوں صورتوں میں فرق ہونے کا ایک لطیف نکتہ ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم۔ اشرف علی۔

کرایہ پر لی ہوئی جائیداد کرایہ پر دینے کا حکم

(اخبار سہ روزہ الجمعیۃ مورخہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۲۵ء)

(سوال) زید نے جائیداد غیر منقولہ کا عمرو سے ٹھیکہ لیا اور ٹھیکہ کے وقت اس امر کی تصریح کردی کہ میں اس جائیداد کو دوسرے کرایہ داروں کو کرایہ پر دوں گا۔ جملہ نفع نقصان کا میں ذمہ دار ہوں گا۔ اور عمرو کو ماہ بماہ مقررہ کرایہ ادا کرتا رہوں گا۔ کیا مستاجر اول کسی دوسرے کو کرایہ پر دے سکتا ہے یا نہیں؟

(جواب ۳۳۶) کسی دکان، مکان، زمین کو اجارہ پر لے کر کرایہ پر دینا اگر باذن مالک ہو تو جائز ہے۔ اور اگر بلا اذن اور بغیر ممانعت صریحہ کے ہو تو اگر اول کرایہ دار اور دوسرے کرایہ دار کے طرز استعمال میں کوئی تفاوت نہ ہو تو بھی جائز ہے۔ (۱) اور اگر دوسرا اجارہ اسی قدر کرایہ پر واقع ہو جس قدر پر پہلا ہوا تھا یا اس سے کم پر تو اجرت کے حلال طیب ہونے میں بھی تردد نہیں۔ اگر زیادہ پر واقع ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ مستاجر اول نے اپنی طرف سے کوئی زیادتی مکان وغیرہ میں کردی ہے۔ مثلاً مکان میں فرش کرادیا ہے یا الماری لگادی ہے یا اسی قسم کی اور کوئی چیز بڑھادی ہے تو اجرت زیادتی بھی حلال ہے۔ (۲) اور دوسری صورت یہ کہ کچھ زیادتی نہیں کہ بلکہ بجنسہ اسی طرح مکان وغیرہ کرایہ پر دے دیا جس طرح اور جس حیثیت سے خود لیا تھا تو زیادتی اس کے لئے طیب نہیں۔ (۳) واللہ اعلم۔ محمد کفایت اللہ غفرلہ،

---

(۱) الاصل عندنا ان المستاجر يملك الاجارة فيما لا يتفاوت الناس فى الانتفاع به. (عالمگیرية، كتاب الاجارة، الباب السابع، ٤/ ٤٢٥ ط. ماجدية)

(۲) اذا استاجر دارا قبضها ثم آجرها فانه يجوز ان آجرها بمثل ما استاجرها او اقل وان آجرها باكثر مما استاجرها فهى جائزة ايضا...... ولو زاد فى الدار زيارة كما لو وتد فيها وتدا او حفر فيها بئرا اوطينا او صلح ابوابها او شيئا من حوائطها طابت له الزيادة. (عالمگیريه، كتاب الاجارة، الباب السابع ٤/ ٤٢٥ ط. ماجدية)

(۳) وان آجرها باكثر مما استاجرها ...... ان كانت الاجرة الثانية من جنس الاجرة الاولى فان الزيادة لا تطيب له. (عالمگیريه، كتاب الاجارة، الباب السابع، ٤/ ٤٢٥ ط. ماجدية)

اجرت میں کمی کر کے پیشگی، یک مشت لینے کا حکم

(اخبار الجمعیۃ مورخہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۲۵ء)

(سوال) زید مع اپنے بیوی بچے حج کو جانے کا قصد کرتا ہے۔ جانے کی یہ صورت نکالی ہے کہ زید کے دو مکان ہیں ۔ان میں سے ایک مکان کو کرایہ پر دے کر کرایہ اس صورت سے لے گا کہ ایک ہندو پانچ سال کا کرایہ پیشگی اس شرط سے دے گا کہ اگر ہر ماہ کرایہ لیا جائی تو تمیں روپے ماہوار اور پانچ سال کا کرایہ یک مشت پیشگی پچیس روپے ماہوار یعنی پانچ روپے کم۔ اس طرح معاملہ کرنا درست ہے یا نہیں ؟

(جواب ۳۳۷) اس قسم کا معاملہ کہ ماہوار کرایہ ادا کرنے کی صورت میں تمیں روپے ماہوار اور پانچ سال کا کرایہ پیشگی ادا کرنے کی صورت میں پچیس روپے ماہوار دیتا ہے جب کہ پانچ سال کا معاملہ یکدم کیا جائے اور کرایہ پیشگی باہمی رضامندی سے وصول کر لیا جائے درست ہے۔ اور رقم کرایہ حلال ہے حج یا جس مصرف خیر میں صرف کی جائے جائز ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ غفر لہ، دہلی۔

شراب کی تجارت کے لئے دکان کرایہ پر دینا

(الجمعیۃ مورخہ ۲۶ جون ۱۹۲۷ء)

(سوال) (۱) ایک آدمی مسلمان ہونے کے باوجود ٹھیکہ شراب جو سرکار عالیہ کی طرف سے ہوتا ہے بذریعہ نیلام لے چکا ہے۔ اور شراب کا عادی بھی ہے۔ اور اب وہ چھوڑ بھی نہیں سکتا۔ کیونکہ کافی نقصان اٹھانا پڑے گا۔ دو ہندوؤں کو بھی شریک کر چکا ہے۔

(۲) متذکرہ بالا آدمی کے شریک ہندو کو اگر کوئی مسلمان کرایہ پر دکان دے دے جو ہمیشہ کرایہ پر رہتی ہے تو مالک دکان گناہگار ہو گا یا نہیں ؟

(جواب ۳۳۸) مسلمان کے لئے شراب کی تجارت حرام ہے۔ کسی حال میں بھی جائز نہیں ہو سکتی۔ ہندوؤں کو شریک کر لینے سے اس کا گناہ مرتفع نہیں ہو سکتا۔(۲) شراب فروشی کے لئے مسلمان یا مسلمان کے شریک کو دکان کرایہ پر دینا بھی مکروہ تحریمی ہے۔(۳)

ہاں غیر مسلم کو خاص اس کی تجارت کے لئے دکان کرایہ پر دی جائے اور وہ شراب فروخت کرے تو مضائقہ نہیں۔(۴) محمد کفایت اللہ غفر لہ، دہلی۔

---

(۱) والاجرة على اربعة اوجه : اماتكون معجلة ...... فان كانت معجلة فليس للمستاجران يؤجلها. (النتف فى الفتاوى ، كتاب الاجارة ، انواع الاجرة ، ص ۳٤۱ ، بيروت)

(۲) وبطل بيع مال غير متقوم اى غير مباح الا نتفاع به ابن كمال فليحفظ (كخمر و خنزير وميتة) (الدر المختار) (قوله وميتة لم تمت حتف انفها) هذا فى المسلم ، اما الذمى ففى ...... الخمر فصحيح (ردالمحتار ، كتاب البيوع باب البيع الفاسد ، ٥/٥٦،٥ ط .سعيد)

(۳) ويكره ان يؤاجر نفسه منهم لعصر العنب ليتخذ منه خمرا . (عالمگيريه ، كتاب الا جارة ، الباب الخامس عشر، الفصل الرابع ، ٤/٤٥٠ ط . ماجدية)

(۴) اذا استاجر الذمى من المسلم بيتا ليبيع فيه الخمر جاز عند ابى حنيفه رحمة الله عليه خلافا لهما (عالمگيريه كتاب الاجارة الباب الخامس عشر الفصل الرابع ٤/ ٤٤٩ ط . ماجدية)

طوائفوں کو مکان کرایہ پر دینا

(الجمعیۃ مورخہ ۲ اگست ۱۹۲۷ء)

(سوال) اگر کوئی مسلمان شخص اپنے مکانات طوائفوں کو کرایہ پر دیتا ہے اور اسی آمدنی سے اپنے اہل و عیال کی پرورش کرتا ہے تو کیا وہ گناہگار ہے ؟

(جواب ۳۳۹) طوائفوں کو حرام کاری کرنے کے لئے اپنے مکان کرایہ پر دینا نہیں چاہئے کیونکہ اس میں بھی اعانت معصیت کا تعلق ہے۔(۱) نیز کرایہ میں جو رقم آئے گی وہ ان کی حرامکاری سے حاصل شدہ ہوگی۔(۲) تاہم صاحب مکان اثم زنا میں حصہ دار نہیں ہے۔(۳) محمد کفایت اللہ غفرلہ، دہلی۔

امامت، وعظ اور درس پر اجرت کا حکم

(الجمعیۃ مورخہ ۵ اگست ۱۹۲۹ء)

(سوال) ایک مولوی صاحب نے زبانی لوگوں کے ساتھ معاہدہ کیا کہ میں تمہیں نماز پڑھادیا کروں گا اور جمعہ کے روز قرآن و حدیث سنایا کروں گا۔ اگر کوئی پڑھے تو اس کو درس دیا کروں گا۔ تم لوگ اس کے عوض مبلغ ۴۰ روپے ماہوار دیا کرو۔ کچھ عرصہ بعد مولوی صاحب مبلغ ۶۰ روپے کا مطالبہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ملازمت چھوڑ دوں گا۔ لوگ مجبور اگداگری کر کے ان کا مطالبہ پورا کرتے ہیں۔ مولوی صاحب کا یہ فعل ایک دینی کام کے لئے جائز ہے یا ناجائز ؟ مولوی صاحب اسی مسجد کے احاطہ میں رہ کر لوگوں کی اجازت کے بغیر اپنا ذاتی کاروبار حکمت، موٹر لاریوں کا کام جو ان کی اپنی ملکیت ہیں کرتے ہیں اور مولوی صاحب کی ذاتی تنخواہ سے زائد تنخواہ والے ان کے کئی ملازم موجود ہیں۔ ایسی حالت میں ایک تنخواہ معقول کے ہوتے ہوئے دوسرے کاروبار سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔ یا ناجائز ؟ بغیر اجازت احاطہ مسجد میں بیٹھ کر کاروبار کرنا جائز ہے یا ناجائز ؟

(جواب ۳۴۰) امامت اور وعظ کہنے درس دینے کی ملازمت کرنا اور اجرت لینا جائز ہے۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ وعظ گوئی اور درس کا روزانہ وقت معین کر دیا جائے۔(۴) امامت اور وعظ درس کے روزانہ مقررہ وقت کے علاوہ مولوی صاحب کو حق ہے کہ وہ اپنا ذاتی کچھ بھی کام کریں۔ تجارت ہو یا اور کوئی کام۔ رہا تنخواہ کا معاملہ کہ للعہ مقرر

---

(۱) قرآن مجید میں ہے : وتعاونوا علی البر و التقویٰ ولا تعاونوا علی الا ثم والعدوان ، سورة المائدة ، الجزء السادس رقم الآیہ نمبر ۲

(۲) رجل اکتسب مالا من حرام ثم اشتری فهذا علی خمسة اوجه : اما ان دفع تلك الدراهم الی البائع اولاثم اشتری منه بها او اشتری قبل الدفع بها ودفعها ، او اشتری قبل الدفع بها ودفع غیرها او اشتری مطلقا ودفع تلك الدراهم ، او اشتری بدراهم اخرو دفع تلك الدراهم . قال ابو نصر: یطیب له ولا یجب علیه ان یتصدق الا فی الوجه الا ول...... قال الکرخی : فی الوجه الا ول و الثانی لا یطیب وفی الثلاثة الا خیرة یطیب . وقال ابوبکر : لا یطیب فی الکل ، لکن الفتوی الآن علی قول الکرخی ، دفعا للحرج عن الناس وفی الواجیة : وقال بعضهم : لا یطیب فی الوجوه کلها و هو المختار ،ولکن الفتوی الیوم علی قول الکرخی دفعا للحرج لکثرة الحرام . (الشامیه ، کتاب البیوع ، باب المتفرقات،مطلب، اذا اکتسب حراما ثم اشتری فهو علی خمسة اوجه ،۵/ ۲۳۵ ط. سعید)(قلت علم بهذا انه لا ینبغی ان یؤجر المکان للزانیة للزنا)

(۳) وان استاجره لیکتب له غناء بالفارسیة او بالعربیة فالمختار انه یحل لان المعصیه فی القراۃ . (الهندیه کتاب الا جارة ، الباب الخامس عشر، الفصل الرابع ،۴/ ۴۵۰ ط. ماجدیة)

(۴) وزاد فی مختصر الوقایه ومتن الا صلاح تعلیم الفقه و زاد فی متن المجمع الا مامة ومثله فی متن الملتقی و درر البحار وزاد بعضهم الاذان والإقامة والوعظ (رد المحتار، کتاب الاجارة،مطلب تحری مهم فی عدم جواز التلاوة،۶/ ۵۵ ط. سعید)

ہوئی تھے اب وہ طلب کرتے ہیں تو یہ فریقین کی رضامندی پر منحصر ہے۔ اگر مولوی صاحب للعہ پر خدمات مفوضہ انجام دینے کو تیار نہ ہوں اور دوسرا کوئی لائق آدمی مل سکتا ہو تو متولی کو اختیار ہوگا کہ وہ دوسرا آدمی رکھ لے۔ جو للعہ میں کام کرنے پر راضی ہو۔(۱) آمدنی کے کافی ذرائع کے ہوتے ہوئے مناسب تو نہیں ہے کہ امامت وو عظ و درس کی اجرت لی جائے مگر لینا ناجائز بھی نہیں ہے۔ اور اس کی وجہ سے مولوی صاحب کو مورد الزام بنانا درست نہیں ہے۔ مسجد یعنی اس حصہ میں جو نماز کے لئے مہیا کیا جاتا ہے بیع و شرا کرنا یا اور کوئی ایسا کام کرنا جس سے نمازیوں کو تکلیف ہو یا احترام مسجد کے منافی ہو جائز نہیں ہے۔(۱) باقی مسجد کے احاطے میں دوسرے حصص جو نماز کے لئے مہیا نہیں کئے جاتے ہیں ان میں بیع و شرا جائز ہے مگر متولی کی اجازت سے ہونی چاہئے۔(۲) محمد کفایت اللہ غفر لہ،

دھوکہ دے کر اصل گرانٹ سے زیادہ وصول کرنا

(الجمعیۃ مورخہ ۲۴ اپریل ۱۹۳۶ء)

(سوال) اگر کوئی مسلم ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ کی گرانٹ زیادہ حاصل کرنے کے لئے مندرجہ ذیل امور کا ارتکاب کرے تو شرعاً اس کی کیا سزا ہے ؟ (۱) اسکول کے ادنیٰ ملازمین کو بالکل تنخواہ نہ دے مگر ان کی تنخواہ اسکول کے رجسٹروں میں دکھائے اور ان کے جعلی دستخط یا انگوٹھے لگوالے۔ (۲) بعض ملازمین کے دستخط تو زیادہ تنخواہ پر کرائے مگر دراصل کم دے۔ (۳) اسکول کے سائر اخراجات میں فرضی بل بنواکر درج کرے۔

(جواب ۳۴۱) یہ خلاف واقعہ فرضی کارروائیاں کرنا شرعاً قانوناً اخلاقاً ہر طرح جرم ہے اور مرتکب مجرم ہے۔ اس کی تعزیر حاکم و قاضی کی رائے پر محول ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

کرایہ دار سے وقت سے پہلے مکان خالی کروانا

(سوال) زید نے اپنا ایک مکان جو ۵ روپے ماہوار پر بکر کو دیا ہوا تھا ایک سو روپیہ بکر کو دے کر خالی کرالیا۔ کیا زید کا یہ فعل شرعاً جائز ہے اور زید یا بکر گناہگار تو نہ ہوں گے ؟ (شیخ رشید احمد سوداگر صدر بازار دہلی)

(جواب ۳۴۲) اگر زید نے کسی ذاتی ضرورت کے لئے خالی کرایا اور قانونی مجبوری کی وجہ سے کرایہ دار کو رقم دینی پڑی تو زید پر کوئی مواخذہ نہیں ہے۔(۴) کرایہ دار رقم لینے میں گناہگار ہے۔ اور اگر زید نے کرایہ بڑھانے کی نیت سے خالی کرایا ہے تو دونوں گناہگار ہوں گے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) یجوز صرف شئی من وجوه مصالح المسجد للامام اذا كان يتعطل لو لم يصرف اليه يجوز صرف الفاضل...... ولو زاد القاضی فی مرسومه من مصالح المسجد والا مام مستغن وغيره يوم بالمرسوم المعهود تطيب له الزيادة لو عالما تقيا ، ولو نصب امام آخر له اخذ الزيادة ان كانت لقلة وجود الا مام لا لو كانت لمعنى فى الا ول الخ (رد المحتار ، كتاب الوقف، مطلب فی زيادة القاضی فی معلوم الا مام، ٤/٤٢٦ ط. سعيد)

(۲) متولی المسجد جعل منزلا موقوفا على المسجد مسجدا وصلّى الناس فيه سنين ثم ترك الناس الصلاة فيه فاعيد منزلا مستغلا جاز . (هنديه ص ٤٥٥. ٤٥٦ /٢ ط. ماجديه)

(۳) واذا ارادانسان ان يتخذ تحت المسجد حوانيت غلة لمرمة المسجد او فوقه ليس له ذالك (عالمگيريه، كتاب الوقف الباب الحادی عشر ، ص ٢/٤٥٥ ط . ماجديه)

(۴) لايجوز اخذ المال ليفعل الواجب (ردالمختار) مايدفع لدفع الخوف...... على ماله ونفسه حلال للدافع حرام على الآخذ (رد المختار ، كتاب القضاء، مطلب فی الكلام على الرشوة ، ص ٥/٣٦٢ ط. سعيد)

دوسرا باب
زراعت وباغبانی

پیشہ زراعت اختیار کرنے کا حکم

(سوال) زید کہتا ہے کہ کھیتی کرنا یعنی پیشہ زراعت اختیار کرنا نحس ہے اور اپنے اس دعویٰ کے لئے بطور دلیل شرعی ایک حدیث پیش کرتا ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ ایک روز حضرت رسول خدا ﷺ ایک صحابی کے مکان پر تشریف لے گئے تو وہاں آپ نے کھیتی کے آلات واوزار رکھے ہوئے ملاحظہ فرماکر فرمایا کہ یہ نحوست بھری چیزیں یہاں کیوں رکھی ہیں ان کو دور کرو۔ شرح سیر کبیر جلد اول صفحہ ۱۳۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا واقعی یہ حدیث صحیح ہے ؟ اگر صحیح ہے تو کیا اس سے پیشہ زراعت کی نحوست ثابت ہے ؟ پھر دوسری حدیثیں جو اس کے معارض ہیں اس کا کیا جواب ہے ؟ المستفتی نمبر ۵۰۹ حاجی قاسم احمد سورتی ۴ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ ۶ جولائی ۱۹۳۵ء

(جواب ۳۴۳) زراعت نہ صرف مباح اور جائز ہے بلکہ بعض علماء کے نزدیک جہاد فی سبیل اللہ کے بعد وہ اشرف المکاسب ہے۔ بعض علماء جہاد کے بعد تجارت کو افضل کہتے ہیں اور بعض زراعت کو تجارت پر بھی ترجیح دیتے ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں علامہ ماوردی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے۔ قال الماوردی اصول المکاسب الزراعة والتجارة والصنعة والا شبه بمذهب شافعی رحمة الله علیه ان اطیبها التجارة قال والراجح عندی ان اطیبها الزراعة لا نها اقرب الی التوکل۔(۱) انتھی۔ یعنی ماوردی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کسب معاش کے اصول تین ہیں۔ زراعت، تجارت، صنعت، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے ساتھ ملتی جلتی یہ بات ہے کہ تجارت ان تینوں میں افضل ہے۔ لیکن میرے نزدیک زراعت، اطیب وافضل ہے کہ وہ توکل کے ساتھ زیادہ قریب ہے۔ "احادیث میں زراعت کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح البخاری میں ایک باب بھی اس کی فضیلت کے بیان میں منعقد کیا ہے۔ باب فضل الزرع و الغرس اذا بل منه۔ اور اس باب میں یہ حدیث بیان کی ہے :۔

قال النبی صلی الله علیه وسلم مامن مسلم یغرس غرسا اویزرع زرعاً فیاکل منه طیر اوانسان اوبهیمة الا کان له به صدقة۔(۲) "یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو مسلمان کوئی درخت لگاتا ہے یا کھیتی بوتا ہے اور اس درخت یا کھیتی میں سے کوئی چڑیا یا آدمی یا جانور کھاتا ہے تو اس لگانے والے یا بونے والے کو صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔"

آپ نے سوال میں جو حدیث سیر کبیر سے نقل کی ہے وہ تو ہمارے سامنے نہیں کیونکہ سیر کبیر یہاں موجود نہیں مگر اس مضمون کی حدیث بخاری میں ہے :۔ عن ابی امامة الباهلی قال ورأیٰ سکة وشیئا من

(۱) فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب البیوع ، باب کسب الرجل وعمله بیده، ۴/ ۳۰۴ ط المکتبه السلفیه
(۲) صحیح البخاری ، الباب الحرث والمزارعة ، باب فضل الزرع والغرس ، ۱/ ۳۱۱، ۳۱۲ ط . قدیمی

الة الحرث سمعت ا لنبی صلی الله علیه وسلم یقول لا یدخل هذ ابیت قوم الا ادخله الله الذل۔(۱)
یعنی حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہل اور کچھ اور آلات زراعت کو دیکھ کر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یہ چیزیں جس گھر میں داخل ہوں گی اللہ اس گھر میں ذلت داخل کر دے گا۔ یہ حدیث بظاہر زراعت کی مذمت ظاہر کرتی ہے۔ مگر علمائے امت نے جن کے سامنے زراعت کی فضیلت کی احادیث تھیں انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ یہ حدیث اس شخص کے حق میں ہے جو کھیتی اور اس سامان میں اس قدر مشغول ہو جائے کہ جہاد اور امور ضروریہ اسلامیہ سے غافل ہو جائے۔ یا یہ کہ لفظ ذلت سے مطالبات مالیہ مراد ہیں یعنی جو شخص کھیتی کرے گا اس پر خراج لگان وغیرہ کے مطالبات کا بار پڑ جائے گا۔ اس سے کھیتی کی مذمت مراد نہیں بلکہ اس کا لازمی یا اکثری نتیجہ بیان کرنا مقصود ہے۔ بعض علماء نے اس حدیث کو ان لوگوں کے حق میں بیان کیا ہے جو دشمن کے قرب و جوار میں رہنے والے ہیں اور ان کو بجائے زراعت کے سپاہ گری لازم ہے وہ اگر سپاہ گری چھوڑ کر زراعت میں مشغول ہو جائیں گے تو مقہوریت و مغلوبیت کی ذلت میں مبتلا ہو جائیں گے۔(۲) بہر حال حدیث مذکور مطلقاً زراعت کی مذمت میں نہیں ہے اور اس سے زراعت کی نحوست پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ نحوست کا اعتقاد رکھنا خود ہی اسلامی تعلیم کے خلاف ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

مالک کی مرضی کے بغیر کاشت کار کا زمین پر قبضہ کا حکم

(سوال) زمیندار دائن کی اراضی بہ قبضہ کاشتکار بطور کاشت موروثی کئی پشت سے چلی آتی ہے کاشتکار نے موروثی مذکور پر قبضہ دائن زمیندار کو دے دیا اور شرط مابین دائن و مدیون یہ طے پائی ہے کہ جس وقت اصل روپیہ کاشتکار مدیون زمیندار دائن کو ادا کر دے تو اس وقت زمیندار کاشت کار موروثی مذکور کو یہ قبضہ واپس دے دے گا۔ آیا ازروئے شرع کاشت موروثی پر جو قبضہ کاشتکار اور اس کے مورث کا مطابق قانون مروجہ چلا آتا ہے وہ جائز ہے یا نہیں ؟ اور صورت مسئولہ میں زمیندار دائن کا اپنے کاشتکار کی کاشت مذکورہ بالا سے نفع اٹھانا جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۵۸۱ عبد الغفور (الہ آباد) ۱۴ جمادی الاول ۱۳۵۴ھ ۱۵ اگست ۱۹۳۵ء

(جواب ۳۴۴) کاشتکار کا موروثی قانونی قبضہ مالک کی مرضی کے خلاف ناجائز اور حرام ہے زمیندار نے جو کچھ روپیہ دے کر حق کاشتکاری کا رہن لیا ہے یہ معاملہ بھی کاشتکار کے حق میں حرام ہے۔ مگر زمیندار کے حق میں اس زمین سے نفع اٹھانا جائز ہے۔ کیونکہ وہ بحق مالکیت اس زمین سے نفع اٹھانے کا مستحق ہے۔(۳) (جس سے اس کو ایک قانون غیر مشروع نے روک رکھا ہے) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(۱) صحیح البخاری، ابواب الحرث والزرع، باب ما یحذر من عواقب الاستغال بآلة الزرع، ۱/ ۳۱۲
(۲) فتح الباری میں ہے :" ومحله ماذا اشتغل به فضیع بسببه ما امر بحفظه ، واما ان یحمل علی ما اذا لم یضع الا انه جاوز الحدفیه ، ویمکن الحمل علی عمومه فان الذل شامل الکل من ادخل علی نفسه ما یستلزم مطالبة اخرله ، ولا سیما اذا کان المطالب من الولاة وعن الداؤدی هذا لمن یقرب عن العدو فانه اذا شتغل بالحرث لا یشتغل بالفروسیة فیتا سد علیهم العدو فحقهم ان یشتغلوا بالفروسیة ، وعلی غیرهم ، امدادهم بما یختا جون الیه ."
(فتح الباری، کتاب المزارعة ، باب مایحذر من عواقب الا شتغال بالة الزرع . ج : ۴/۴ ، بیروت)
(۳) "مسئلہ کاشتکار کا موروثی قانونی قبضہ "جواہر الفقہ میں "زمیندار و بل" کے عنوان سے تفصیل کے ساتھ موجود ہے، جس میں حکیم الامۃ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی، قطب الا قطاب مولانا رشید احمد گنگوھی اور مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ کے فتاویٰ مع تصدیقات درج کئے گئے ہیں۔ لہذا مراجعت کے لئے دیکھئے (جواہر الفقہ، زمیندار و بل، ج : ۲ / ۳۱۵ تا ۳۳۴)

(۱) غیر شرعی شرائط کے ساتھ زمین کاشکاری کے لئے دینا
(۲) کاشتکاری کے لئے لی ہوئی زمین کو رھن رکھنا جائز نہیں
(۳) حق کاشت میں وراثت جاری نہ ہوگی

(سوال)(۱) کاشتکاری جس کو عرف میں موروثی کہتے ہیں کہ غیر زمیندار کو قانوناً یہ حق حاصل ہے کہ خواہ اس زمین میں کاشت کرے یا کسی دوسرے سے کاشت کرائے اور پیداوار زمین کو اپنے تصرف میں لاوے اور جو لگان سرکاری طور سے اس کی مقرر ہو چکی ہو وہی لگان زمیندار کو ادا کرے۔ زمیندار کو اس میں سوائے لگان مقررہ کے کوئی حق نہیں۔ نہ وہ کھیت نکال سکتا ہے نہ لگان ہی زیادہ وصول کر سکتا ہے۔ آیا یہ کاشتکاری جائز ہے یا نہیں ؟
(۲) ان اطراف میں موروثی کو رہن رکھ دیتے ہیں اور اپنا کام اس سے چلاتے ہیں۔ آیا اس قسم کی موروثی کا رہن رکھنا یا لینا جائز ہے یا نہیں ؟
(۳) اگر کسی کاشتکار کا انتقال ہو جائے اور تین لڑکے اور ایک لڑکی چھوڑے۔ پس اس کی کاشتکاری سے وراثت جاری ہو گی یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۸۳۷ محمد یٰسین مدرس مدرسہ احیاء العلوم۔ مبارک پور، اعظم گڑھ۔ ۲۶ رجب ۱۳۵۶ھ م ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۴۵) نمبر اول کا جواب یہ ہے کہ یہ قانون غیر شرعی ہے اور زمیندار کا اس کو تسلیم کرنا خوشی اور رضامندی سے نہیں ہے بلکہ مجبوری سے ہے اس لئے کاشتکار پر فرض ہے کہ یا تو وہ زمیندار کی حقیقی رضامندی حاصل کرے یا زمین کو چھوڑ دے۔(۱) نمبر دوم۔ کاشتکار زمین کا مالک نہیں اس کو صرف حق کاشت حاصل ہے جو قانون رائج الوقت نے مثل ملک کے قرار دیا ہے اس لئے اس حق کاشت کا رہن تو نہیں مگر موجر کی اجازت حقیقی ہو تو کاشتکار اجارے پر دے سکتا ہے۔ نمبر سوم۔ اس حق کاشت میں وراثت جائز نہیں ہو سکتی اور قانون نے بھی کاشتکار کو زمین کے رقبے کا مالک نہیں بنایا ہے بلکہ اس کے قبضہ کو مستقل کیا ہے۔ اور وراثت حکم شرعی ہے۔ وہ کسی قانون خلاف شریعت کی اساس پر جاری نہیں ہو سکتا۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

کاشت کار حق موروثی کی وجہ سے مالک نہیں بنتا

(سوال) مسمی رحمان الدین وغیرہ آباؤ اجداد سے رقبہ موضع مندوری ضلع پشاور میں موروثی چند قطعہ اراضی پر چلے آتے ہیں۔ اب مالک مسمی مذکور کو اراضی سے بے دخل کرنا چاہتا ہے اور اراضی واپس لینا چاہتا ہے بلکہ ایک قطعہ اراضی غصب کر لیا ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ موروثی کی شرعاً کیا حیثیت ہے ؟

(۱) لا یحل مال امرء مسلم الا بطیب نفسہ (کنز العمال، الکتاب الا ول فی الایمان والا سلام، الفرع الثانی فی احکام الا یمان المتفرقة، ۹۲/۱ رقم الحدیث ص ۳۹۷ .ط. متکبة التراث الاسلامی)
(۲) (بل یجب علی ورثة المیت ردتلك الارض الی صاحب الارض کسائر الدیون والحقوق) قال فی السراجی : یبدأ بتکفینہ وتجھیزہ ...... ثم تقضی دیونہ (السراجی فی المیراث، ص ٦ ط. سعید)

موروثی۔ مالک کو بطور مالکانہ کچھ رقم دے کر اور دائمی لگان مقررہ کی ادائیگی کا وعدہ دے کر اراضی لی جاتی ہے۔ یا کچھ رقم دے کر اراضی کی آمدنی سے نصف نصف کرلی جاتی ہے۔ آئندہ مالک اراضی نہیں لے سکتا۔

مالک۔ اس کو سمجھا جاتا ہے کہ انگریزی حکومت کے ہوتے ہوئے زبردست اشخاص نے دعویٰ مالک ہونے کا کردیا یا سابقہ کی سند دکھا کر مالک قرار دیا گیا ہو۔

المستفتی نمبر ۲۴۴۵ رحمان الدین صاحب (پشاور) ۷ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ م ۷ جون ۱۹۳۸ء

(جواب ۳۴۶) موروثی کا قانون غیر شرعی ہے۔ مالک جو فی الحقیقت کسی زمین کا مالک ہے اور اس کے پاس بطور وراثت یا بذریعہ خرید یا ہبہ کے کوئی زمین آئی ہے وہ اپنے اختیار اور رضامندی سے کسی کو کاشت کی غرض سے یا سکونت کے واسطے یہ زمین اجرت مقررہ پر دینے کا حق اور اختیار رکھتا ہے اور جب چاہے بعد میعاد اجارہ ختم ہونے کے آگے کو نہ دے یہ بھی اسے اختیار ہے۔ انگریزی حکومت نے جو ایک خاص مدت کے بعد کاشتکار کو موروثی قرار دیدیا ہے یہ شریعت اسلامیہ کے خلاف ہے۔ (۱) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

تنقیح سوال۔

(سوال) حکومت موجودہ کاشتکار سے دس گنا لگان لے کر حق مالکانہ دے رہی ہے اور زمیندارہ ختم کر رہی ہے۔ اب کیا حکم ہے۔ دس گنا دینا جائز ہے یا نہیں؟

(جواب ۳۴۷) یہ سوال زبانی دریافت کیجئے بعض صورتیں اس کی سمجھ میں نہیں آئی ہیں۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

تیسرا باب
حمالی و مزدوری

انسان کا خود سواری کھینچنے پر اجرت لینا

(سوال) رنگون وغیرہ برما کے شہروں میں ایک سواری لنچہ کا عام رواج ہے۔ اس لنچہ کو ایسا سمجھنا چاہئے جیسا کہ ہندوستان کے اکثر شہروں میں یکہ ہوتا ہے۔ صرف اتنا فرق ہے کہ یکہ ذرا بھاری اور وزنی ہوتا ہے اور لنچہ بالکا کرسی نما ہوتا ہے جس پر دو آدمی بسہولت بیٹھ سکتے ہیں اور اس کو بجائے گھوڑے کے ایک آدمی آگے سے کھینچتا ہے جو کہ بسہولت مثل گھوڑے کے تیزی کے ساتھ لنچہ کی خوشنما ہلکی ساخت کی وجہ سے رواں ہوتا ہے۔ پس سوال یہ ہے کہ اس لنچہ کی سواری شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(جواب ۳۴۸) اس میں شاید وجہ اشتباہ یہ پیش آئی ہے کہ اس کو بجائے گھوڑے کے آدمی کھینچتا ہے اور آدمی

---

(۱) (ھذا ظلم لا نہ اخذ مال امرء من غیر طیب نفسہ) قال فی کنز العمال لایحل مال امرء مسلم الا بطیب نفسہ (کنز العمال، الکتاب الاول فی الایمان والا سلام الفرع الثانی فی احکام الا یمان ،۹۲/۱ ، رقم الحدیث نمبر ۳۹۷ ط. مکتبہ التراث الا سلامی)

چونکہ شرعاً مکرم ہے اس لئے اس سے ایسی خدمت لینا ناجائز ہونا چاہئے۔ لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ یہ بھی استیجار واجارہ کی ایک قسم ہے جیسے کہاروں کا ڈولی اٹھانا ایک قسم کی مزدوری ہے اور جائز ہے۔ اسی طرح یہ بھی جائز ہے۔ اس میں تو آدمی کی سواری کو صرف کھینچنا ہے۔ آدمی تو شراب اور میتہ اٹھانے کی مزدوری بھی کر سکتا ہے۔
اذا استا جر رجلا يحمل الجيفة او يقتل مر تداويذبح شاة اوظبيا يجوز (عالمگیری)(۱) ولو استاجرالمشر کون مسلما ليحمل ميتا منهم الى موضع يد فن فيه ان استاجروه لينقله الى مقبرة البلدة جاز عند الكل ۔(۲) (عالمگیری) واذا استا جرذمی مسلما ليحمل له خمرا ولم يقل ليشرب اوقال ليشرب جاز ت الا جارة فی قول ابی حنيفة رحمة الله عليه خلافالهما (۳) (عالمگیری) قلت ومما يدل علی جواز الا جارة المسئول عنها مافی البخاری فی حديث الا فك من قول عائشة رضی الله تعالیٰ عنها فاقبل الذين يرحلون لی فاحتملوا هود جی فرحلوه علی بعيری الذی كنت ار كب وهم يحسبون انی فيه (٤) الخ فهذا يدل علی . جواز حمل الا نسان شيئا فيه امرأة ولما جاز الحمل جاز القود بالا ولی ويستانس به علی جواز حمل الا جانب امرأة اجنبية بحائل عندالا من من الفتنة. والله اعلم. كتبہ محمد كفایت اللہ غفر لہ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

ہندو کو جلانے کے لئے مسلمان کا مزدوری پر لکڑی اٹھانا

(سوال) ہندو کے جنازہ جلانے کی لکڑی وغیرہ مزدوری پر مسلمان کو لے جانا کیسا ہے ؟

المستفتی نمبر ۱۶۵ ۱۷ رمضان ۱۳۵۲ھ م ۲۵ دسمبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۳٤۹) یہ مزدوری مسلمان کے لئے جائز تو ہے لیکن اس سے احتراز اولیٰ ہے۔(۵)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱)(عالمگيرية، كتاب الا جارة ، الباب الخامس عشر الفصل الرابع ، ٤/٤٥٠ ط. ماجدية)
(۲)(عالمگيرية ، كتاب الا جارة ، الباب الخامس عشر، الفصل الرابع ، ٤/٤٤٩ ط . ماجدية)
(۳)(عالمگيرية ، كتاب الا جارة الباب الخامس ، الفصل الرابع ،٤/ ٤٤٩ ط .ماجدية)
(٤) (صحيح بخاری كتاب المغازی ، باب حديث الا فك ، ۲/ ٥٩٣. ٥٩٤)
(۵)سئل ابراهيم رحمة الله عليه بن يوسف عمن آجر نفسه من النصارى ليضرب لهم الناقوس كل يوم بخمسة ويعطى كل يوم خمسة دراهم فی ذالك العمل وفی عمل آخر درهمان قال لا يواجر نفسه منهم ويطلب الرزق من طريق آخر (فتاوی عالمگيريه، كتاب الا جارة الباب الخامس عشر ، الفصل الرابع ، ٤/ ٤٥٠ ط. ماجدية)

چوتھا باب
مختلف پیشے

قصائیوں کا پیشہ درست ہے

(سوال) کسب قصائیوں کا بے عیب اور درست ہے یا نہیں ؟

(جواب ۳۵۰) قصائیوں کا پیشہ بلا کراہت درست ہے۔ رسول خدا ﷺ کے زمانے میں مسلمان یہ پیشہ کرتے تھے اور آنحضرت ﷺ سے کسی قسم کی ممانعت منقول نہیں۔ روی البخاری فی صحیحه عن ابن مسعود الا نصاری قال کان رجل من الا نصار یقال له . ابو شعیب و کان له غلام لحا م الحدیث (۱) وفی روایة له من کتاب البیو ع فقال لغلام له قصاب اجعل لی طعاما یکفی خمسة ، الحدیث۔(۲) قال الحافظ بن حجر فی فتح الباری وفی الحدیث من الفوائد جواز الا کتساب بصنعة الجزارة. الی قوله وفیه اجابة الا مام والشریف والکبیر دعوة من دونهم واکلهم طعام ذی الحرفة غیر الرفیعة کالجزار الخ. (۳) وفی الدر المختار فی بیان اتخاذ الحرفة والا فالتحقیق عندی اباحة اتخاذه حرفة لا نه نو ع من الا کتساب وکل انوا ع الکسب فی الاباحة سواء علی المذهب الصحیح کما فی البزازیه وغیرها. (درمختار کتاب الصید)(۴) وما قیل ان فیه از ها ق الروح وهویورث قسوة القلب لا یدل علی الکراهة بل غایة ان غیره کالتجارة والحراثة افضل منه (رد المختار) (۵) بلکہ یہ جو مشہور ہے کہ جانور ذبح کرنے کی اجرت لینا ناجائز ہے یہ بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ ذبح کرنا ایک فعل جائز و مباح ہے۔ پھر اس کی اجرت کیوں ناجائز ہو. ویجوز الاستیجار علی الذکاة (ای الذبح) لان المقصود منها قطع الا وداج دون افاتة الروح وذالك یقدر علیه کذا فی السراج الوهاج انتهیٰ مختصراً (عالمگیری)(۶) اذا استاجر رجلاً لیحمل الجیفة ویقتل مرتدا اویذبح شاة اوظبیا یجوز و لواستاجر طبیبا او کحالا او جرا حاً یدا ویه وذکر مدة جاز. کذا فی الغیاثیة انتهیٰ مختصراً (عالمگیری)(۷) والله تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحکم۔

کتبہ محمد کفایت اللہ غفر لہ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی مہر دارالافتامدرسہ امینیہ اسلامیہ دہلی

وثیقہ نویسی کا حکم

(سوال) وثیقہ نویسی کا کام کرنا جو کہ موجودہ زمانہ میں رائج ہے جائز ہے یا نہیں ؟

---

(۱) (صحیح البخاری ، کتاب الا طعمة باب الرجل یتکلف الطعام لا خوانه، ٤/ ٨١٧ ط. قدیمی)
(۲) (صحیح البخاری ، کتاب البیو ع ، باب ماقیل فی اللحام والجزار ، ١/ ١٢٧٩ ط. قدیمی)
(۳) (فتح الباری ، کتاب الاطعمة ، باب الرجل یتکلف الطعام لا خوانه مصر ط بیولاق ص ٤٨٥)
(۴) (الدر المختار ، اوائل کتاب الصید ، ٦/ ٤٦٢ ط. سعید)
(۵) (رد المحتار ، کتاب الصید ، ٦/ ٤٦٢ ط. سعید)
(۶) (عالمگیریة ، کتاب الا جارة ، الباب الخامس عشر ، الفصل الرابع ، ٤/ ٤٥٤ ط. ماجدیة)
(۷) (عالمگیریة ، کتاب الا جارة ، الباب الخامس عشر ، الفصل الرابع ، ٤/ ٤٥٠ ط . ماجدیة)

المستفتی نمبر ۱۱۶۳ محمد ابراہیم ڈیروی متعلم مدرسہ ہذا ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ م ۳۱ اگست ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۵۱) جائز ہے ہاں جو دستاویزیں کہ ناجائز ہوں وہ لکھنے سے انکار کر دے اور جو جائز ہوں وہ لکھ دیا کرے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

سودی قرضہ کے اسٹامپ کی تحریر کا حکم

(سوال) رحیم یار خان کسی ساہوکار (ہندو دکاندار) سے بوجہ کسی لاچاری کے قرضہ سودی لینا چاہتا ہے۔ ہر دو اشخاص عنایت اللہ اسٹامپ فروش سے اسٹامپ خرید کر لکھواتے ہیں۔ اسٹامپ فروش دو آنے لکھائی کے لے لیتا ہے۔ کیا مندرجہ بالا اسٹامپ قرضہ سودی کا تحریر کرنا اور پیسے لینا جائز ہے یا ناجائز۔ اگر جائز ہے تو خود لے یا مساکین پر خیرات کرے۔ اگر عنایت اللہ نہ لکھے تو دوسرا ہندو مسمی کھندورام لکھتا ہے اور پیسے لکھائی والے سے لیتا ہے۔

المستفتی نمبر ۱۱۷۵ اکرم خاں طالب علم مسجد چوری خیل (صوبہ سرحد) ۲۰ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ م ۸ ستمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۵۲) سودی قرضہ کا اسٹامپ لکھنا ناجائز ہے۔ مسلمان کو اس کی پرواہ نہ کرنا چاہئے کہ میں نہیں لکھوں گا تو ہندو لکھ دے گا اور پیسے لے لے گا۔ جو بات کہ مسلمان کے لئے اللہ تعالیٰ نے ناجائز کر دی ہے اس سے اسے بچنا چاہئے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

دلال کی دعوت کھانا مباح ہے

(سوال) دلال کے یہاں کا کھانا کیسا ہے؟ شریعت کی رو سے یہ پیشہ جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۲۶۳۳ مولوی عبدالحق امام جامع مسجد۔ دوحد ضلع پنچ محل ۱۳ جمادی الثانی سن ۱۳۵۹ھ

(جواب ۳۵۳) دلال کی دعوت کھانا مباح ہے اور دلال کا پیشہ کرنا مباح ہے۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

تحقیق احادیث

(از اخبار سہ روزہ الجمعیۃ دہلی مورخہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۴ء)

(سوال) مندرجہ ذیل احادیث جن کو مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند نے اپنی کتاب "مساوات اسلامی کی حقیقت" میں نقل فرمایا ہے صحیح ہیں یا ضعیف یا موضوع۔ مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

(۱) اما بیان انواعها فنقول انها نوعان نوع یرد علی منافع الا عیان کا ستئجار الدور ...... نوع یرد علی العمل کا ستئجار المحترفین للاعمال کالقصارة والخیاطة والکتابة. (الهندیه، کتاب الا جارة، الباب الاول، ٤/٤١١ ط. ماجدیة)

(۲) حدیث شریف میں ہے: "لعن رسول الله صلی الله علیه وسلم اکل الربا وموکله وکاتبه وشاهدیه، وقال: وهم سواء. (مشکوة شریف، باب الربا، الفصل الاول، ج: ۲ / ۲٤٤، سعید)

(۳) وفی الدلال والسمسار یجب اجر المثل ...... دفع ثوبا الیه وقال بعه بعشرة فما زاد فهو بینی وبینك...... لو باعه باثنی عشر او اکثر فله اجر مثل عمله وعلیه الفتوی. (عالمگیریة، کتاب الا جارة، الباب الخامس عشر الفصل الرابع، ٤/ ٤٥٠. ٤٥١ ط. ماجدیه)

(۱)اكذب الناس الصباغ . كنز العمال كتاب البيوع ج۲ ص ۲۰۱ (۱)بروایت دیلمی – (۲) اذاكان يوم القيامة نادى مناداين خونة الله فى الارض فيؤتى بالنحاسين والصيارفة والحاكة . كنز العمال ص ۲۰۱ بروایت دیلمی .(۲)(۳) شرارامتى الصانعون الصائغون . كنز العمال ج ۲ ص ۲۰۱ (۳) (۴)قال كعب لا تستشروا الحاكة فان الله سلب عقولهم ونزع البركة من كسبهم لا ن مريم عليها السلام مرت بجماعة من الحياكين فسالتهم عن الطريق فد لوها على غير الطريق فقالت نزع الله البركة من كسبكم . المستطرف جلد۲ ص ٥٤ .(۴) (۵) وهبت خالتى فاختة بنت عمرو غلاما فامرتها الا تجعله جازرا ولاصائغا ولا حجاما . كنز العمال ج ۲ ص ۲۰۱(۵)

(جواب ٣٥٤)حدیث اول۔ اكذب الناس الصباغ . کنز العمال میں بروایت دیلمی نقل کی گئی ہے غالباً اس سے مسند فردوس دیلمی مراد ہے۔ مسند فردوس دیلمی میں ضعیف۔ منکر بلکہ موضوع حدیثیں موجود ہیں۔ اس لئے مسند فردوس دیلمی کی کوئی روایت جب تک کہ اسکی صحت سند ثابت نہ کردی جائے قابل استناد نہیں۔ بستان المحدثین میں ہے۔" دیلمی در اتقان معرفت وعلم او قصورے است۔ در صحیح وسقیم احادیث تمیز نمی کند ولہذا دریں کتاب او موضوعات و واہیات توده توده مندرج است۔" انتہی (اتحاف النبلاء ص ۱۱۶)(۶)

اور سند سے قطع نظر کرلی جائے تو حدیث کے لئے کوئی صحیح معنی متعین نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اس کا ترجمہ یہ ہوتا ہے کہ "رنگریز تمام آدمیوں میں سب سے زیادہ جھوٹا ہے۔" حالانکہ یہ بات واقعہ کے مطابق نہیں بلکہ جس قسم کا جھوٹ اس قسم کے اجیر مشترک بولتے ہیں وہ رنگریز کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ بعض دوسرے پیشے والے رنگریز سے زیادہ جھوٹ بولتے ہوں۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ حدیث ایک جملہ خبر یہ ہے جو صرف بیان واقعہ پر ہی محمول ہو سکتی ہے۔ انشاپر حمل کرنے کی کوئی صورت نہیں اور بیان واقعہ کا واقعہ کے مطابق ہونا صحت وصدق حدیث کے لئے ضروری ہے۔

اور حدیث کے یہ معنی بھی نہیں لئے جاسکتے کہ صباغ کے لئے کاذب ہونا لازم ہے۔ کیونکہ صباغ اور کاذب میں ملازمت کی نہ کوئی شرعی وجہ ہے نہ عقلی۔ ومن ادعى فعليه البيان ۔ اور یہ معنی بھی نہیں ہو سکتے۔ کہ تمام صباغ عادی طور پر کاذب ہوتے ہیں۔ کیونکہ بہت سے صباغ خدا کے نیک بندے اور متقی و پرہیز گار گزرے ہیں اور آئندہ بھی ہوں گے۔

الغرض اس حدیث کو صباغی کے پیشے کی تنقیص یا مذمت میں پیش کرنا تو کسی طرح بھی درست نہیں۔ زیادہ سے زیادہ اس سے کذب کی مذمت نکلے گی جو پیشہ وروں کی طرف سے پایا جاتا ہے۔ اور یہ حدیث بشرط ثبوت

---

(۱)(كنز العمال ، كتاب البيوع ، الباب الاول ، الفصل الاول ٤/ ٣٩ رقم الحديث ٩٣٩٨ ط. مكتبة التراث الاسلامى
(۲) كنز العمال ، كتاب البيوع الباب الاول ، الفصل الاول ، ص ۳۹ رقم الحديث ۹۳۹۸)
(۳)(كنز العمال ، كتاب البيوع، الباب الاول ، الفصل الرابع ، ٤/ ٤٢ رقم الحديث ٩٤١٣)
(۴)(المستطرف ، الباب الخامس والخمسون فى العمل والكسب والصناعات و الحرف. ٢ ٦٥ ط . داراحياء التراث العربى ، بيروت ، لبنان)
(۵)(كنز العمال ، كتاب البيوع ، الباب الاول ، الفصل الرابع ، ٤/ ٤٢، ٤٣ رقم الحديث ٩٤١٧)
(۶)(بستان المحدثين ، كتاب الزهد والرقائق، ص ١٦٢ ط. سعيد)

وصحت پیشہ وروں کے لئے تحذیر کے طور پر فرمائی گئی ہوگی تاکہ وہ جھوٹ اور وعدہ خلافی سے بچیں۔ نہ اس لئے کہ دوسرے لوگ اس کو پیشہ وروں کی تنقیص ومذمت کے لئے استعمال کریں۔

حدیث دوم۔ اذاکان یوم القیامة نادی مناداین خونة اللہ فی الارض فیؤتی بالنحاسین والصیارفة والحاکة۔(۱) یہ حدیث بھی مسند فردوس دیلمی کی ہے اور ناقابل استناد ہے۔ اور اپنے معنی اور مضمون کے لحاظ سے یہ حدیث موضوع معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ تین قسم کے پیشہ وروں کو خدا کا خائن قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ خیانت سے مراد یا تو یہ لی جائے کہ یہ کام اور یہ صنعتیں ہی خیانت ہیں اس بنا پر ان کے کرنے والے خدا کے خائن قرار دیئے گئے۔ اور ظاہر ہے کہ کوئی ذی عقل یہ معنی مراد نہیں لے سکتا کہ اس کا نصوص صریحہ کے مخالف ہونا بدیہی ہے۔ اور اس تقدیر پر یہ بھی لازم ہوگا کہ یہ پیشے جو بذاتہا خیانت ہیں ان کا اختیار کرنا حرام ہو۔ وهل یلتزم ذلك الا من حرم العلم والعقل۔

یا دوسری صورت یہ ہے کہ خیانت سے دوسرے اعمال وافعال واعتقادات میں خیانت کرنا مراد ہو۔ اور اس صورت میں ظاہر ہے کہ خائنین کسی خاص قوم خاص پیشے خاص جماعت خاص ملک کے ساتھ مخصوص نہیں۔ سب سے اول درجے کے خائن تو مشرک اور کافر ہیں۔ پھر خدا کی کتاب اور وحی میں تحریف کرنے والے۔ پھر علمائے سوء جو اپنے ذاتی مفاد کے لئے غلط مسئلے بتاتے اور نصوص کو غلط محامل پر محمول کرتے ہیں۔ پھر مال غنیمت میں خیانت کرنے والے۔ اور ہزارہا قسم کی خیانتیں ہیں جن میں ہر طبقہ بنی آدم کے افراد شامل اور شریک ہیں۔

اور جب کہ قیامت میں پکارنے والا خدا کے خائنوں کو پکارے تو ان تمام خائنوں کی پیشی ہونی لازم تھی جن میں ہر طبقہ اور ہر نسب کے لوگ ہوتے۔ بالخصوص خائنین فی العقیدہ مشرکین کی پیشی سب سے زیادہ مقدم اور اہم تھی۔ لیکن اس حدیث نے ایک طرف تو تمام خائنین میں سے صرف تین جماعتوں کا ذکر کیا باقی تمام خائنوں کو چھوڑ دیا جس سے یہ شبہ بجا طور پر ہو سکتا ہے کہ ان کے سوا کوئی اور خائن ہی نہیں کہ وہ بھی حاضر کیا جاتا۔ دوسری طرف ان لوگوں کا جو جرم خیانت حاضر کئے جائیں گے۔ ذکر ان کے پیشے کے الفاظ سے کیا جس سے یہ خیال قائم کئے جانے کا موقع بہم پہنچ سکتا ہے کہ یہ پیشے خیانت پیدا کرنے کی علت ہیں گویا ہر ٹھٹھیرا ہر صراف ہر نورباف ضرور خائن ہوگا۔ اور ان دونوں باتوں کا بطلان اظهر من الشمس ہے۔

یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ "ان تین پیشوں والے چونکہ اکثر خیانت کرتے ہیں اس لئے ان کا ذکر کرنا اور دوسروں کا ذکر نہ کرنا اور ان کے پیشوں کے نام سے ذکر کرنا کچھ نامناسب نہیں ہے۔" کیونکہ قیامت کے دن جب خدا کے خائنوں کی پیشی کے لئے پکار ہوگی تو تمام خائن پیش کئے جائیں گے۔ جن میں مشرکین اور ان تینوں کے علاوہ دوسرے خائنوں کی یقینی اکثریت ہوگی۔ اور اس خیانت کا جو عقیدہ کے ساتھ اور نفوس کے قتل و غارت کے ساتھ متعلق ہے ذکر یقیناً زیادہ ضروری اور اہم تھا۔

اور اس سب کے بعد بھی اس کی غرض مذمت خیانت ہو سکتی ہے نہ کہ تنقیص پیشہ وراں۔ اگر کوئی ٹھٹھیرا کوئی صراف کوئی نورباف دیانت دار متقی پرہیزگار ہو تو باوجود ان پیشوں کے غیر متقی خائن سے یقیناً زیادہ

(۱) دیکھئے ص ۳۴۲ حاشیہ نمبر ۲

افضل زیادہ شریف ہے۔ اگرچہ مئوخر الذکر کسی عرفی اونچی قوم سے تعلق رکھتا ہو۔

حدیث سوم۔ **شرار امتی الصانعون الصائغون وفی نسخة الصائغون الصباغون**۔(۱) یہ بھی کنز العمال میں دیلمی سے ہی منقول ہے۔ کنز العمال میں دونوں نسخے موجود ہیں۔ ایک میں دستکار اور سنار مذکور ہیں اور دوسرے میں سنار اور رنگریز۔ اس حدیث میں دستکار، سنار اور رنگریز کو شر الناس کہا گیا ہے۔ یعنی تمام آدمیوں میں بدترین۔ اور بدترین ہونے کی کوئی خاص جہت بیان نہیں کی گئی۔ جیسی حدیث اول میں کذب اور حدیث دوم میں خیانت ذکر کی گئی تھی۔ تو اگر یہ حدیث صحیح ہو تو اس کا ظاہری مطلب یہ ہوگا کہ نفس صنعت یا صباغی یا سنار ہونا ہی آدمیوں کو بدترین بنادیتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ مضمون باطل ہے۔ اس لئے یہ حدیث موضوع ہے۔

اس کے قریب قریب یہ حدیثیں ہیں جن کے موضوع ہونے کی تصریح ہے۔ **ویل للصانع من غدو بعد غد** یعنی خرابی ہے دستکار کے لئے کل کو اور کل کے بعد۔ **تذکرة الموضوعات** میں اس کے متعلق فرمایا۔ **من نسخة بشربن الحسین الموضوعة**(۲) یعنی یہ حدیث بشر بن حسین کے نسخہ کی ہے جو تمام کا تمام موضوع ہے۔ ایک اور حدیث نقل کی جاتی ہے۔ **بخلاء امتی الخیاطون**(۳) یعنی میری امت کے بخیل درزی ہیں۔ **تذکرة المضوعات** میں اس کے متعلق لکھا ہے۔ **لم اقف علیه**(۴) **وفی الحاشیة لتلمیذه قلت بل لااصل له**۔(۵) یعنی صاحب مختصر نے تو اس حدیث کو ذکر کر کے یہ لکھ دیا ہے کہ میں اس کی سند یا صحت سے واقف نہیں مگر حاشیہ پر مئولف کے شاگرد نے یہ لکھ دیا کہ اس کی کوئی اصل نہیں۔ ایک اور حدیث ہے۔ **یحشر الله الخیاط الخائن وعلیه قمیص ورداء مماخاط وخان فیه**۔(۶) یعنی اللہ تعالیٰ خیاط خائن کو مبعوث کرے گا اس کے بدن پر خیانت کئے ہوئے کپڑے کی قمیص اور چادر ہوگی۔ (اگرچہ اس کا مضمون اصول کے خلاف نہیں مگر) اس کی سند کے متعلق تذکرة الموضوعات میں لکھا ہے۔ **هذا الا سناد ظلمات**۔(۷) یعنی یہ سند تاریک در تاریک ہے۔ ایک اور حدیث ہے۔ شر ارالناس التجار والزراع(۸) یعنی تاجر اور کاشتکار بدترین لوگ ہیں تمام انسانوں میں۔ علامہ سیوطی نے **اللالی المصنوعه فی الا حادیث الموضوعة** میں اس کے متعلق لکھا ہے۔ **قلت اخرجه الجوز قانی فی موضوعاته**۔(۹) یعنی جوز قانی نے اس حدیث کو موضوعات میں ذکر کیا ہے۔ ایک اور طویل حدیث ہے جو ابن عدی نے بروایت انس ذکر کی ہے۔ **قال کنت یوما مع رسول الله صلی الله علیه وسلم بعد ماتفرق اصحابه فقال یاابا حمزة قم بنا ندخل السوق فنربح ویربح منا فقام**

(۲،۳) (اللالی المصنوعة فی الاحادیث الموضوعة ،کتاب المعاملات ۲/ ۱۴۲ ط.مصر، ازهر)

....

(۱)(کنز العمال، کتاب البیوع، الباب الاول ، الفصل الرابع ۴/ ۴۲ رقم الحدیث نمبر ۹۴۱۳ ط.مکتبة التراث الا سلامی)
(۲)(تذکرةالموضوعات کتاب العلم، باب اسبابه وعقوده المحمودة ، کالتجارة لمن اتقی و الجسارفی البیع ، ص ۱۳۵ ط. مصر)
(۳،۴،۵)(تذکرة الموضوعات کتاب العلم باب اسبابه وعقوده المذمومة کالصید والخیاطه ، والتعلیم والحیاکة ص ۱۳۷ ط.مصر)
(۶)(ایضا من ص ۱۳۷ الی ص ۱۳۸)
(۷،۸،۹)(تذکرة الموضوعات کتاب العلم ، باب اسبابه وعقوده المذمومة کالصیدو الخیاطة والتعلیم والحیاکة ، ص ۱۴۸ ط . مصر)

وقمت معه حتى صرنا الى السوق فاذا نحن فى اول السوق برجل جزار شيخ كبير قائم على بيعه يعالج من وراء ضعف فوقعت له فى قلب النبى صلى الله عليه وسلم رقة فهم ان يقصده ويسلم عليه ويدعو له اذهبط عليه جبريل فقال يا محمد ان الله يقرأ عليك السلام ويقول لك لا تسلم على الجزار فاغتم من ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم لا ندرى اى سريرة بينه وبين الله اذ منعه منه فانصرف وانصرفت معه ولم يد خل فلما كان من غد تفرق اصحابه فقال قم بنا ند خل السوق فننظر اى شئى حدث الليلة على الجزار فقامه وقمت معه حتى جئنا الى السوق فاذا نحن بالجزار قائما على بيعه كما رأيناه بالامس فهم النبى صلى الله عليه وسلم ان يقصده ويسأله اى سريرة بينه وبين الله اذمنعه عنه فهبط عليه جبرئيل فقال يا محمد ان الله يقرأ عليك السلام ويقول لك سلم على الجزار فقال له حبيبى جبريل امس منعتنى منه واليوم امرت به قال نعم يا محمد ان الجزار الليلة وعكته الحمى وعكا شديدا فسئال ربه وتضرع اليه فقبله على ماكان منه فاقصده يا محمد وسلم عليه وبشره فان الله تعالى قد قبله على ماكان منه فقصده وسلم عليه وبشره وانصرف وانصرفت معه انتهى. موضوع وآفته دينار (اللالى المصنوعه فى الا حاديث الموضوعة)(۱)

اس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز صحابہ کرام کے متفرق ہو جانے کے بعد میں آنحضرت ﷺ کے پاس اکیلا رہ گیا تو حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ ابو حمزہ ہمارے ساتھ چلو بازار چلیں تاکہ کچھ نفع حاصل کریں اور ہم سے دوسروں کو نفع پہنچے تو حضور ﷺ بھی کھڑے ہوئے اور میں بھی حضور ﷺ کے ساتھ کھڑا ہوا۔ یہاں تک کہ ہم بازار پہنچے۔ بازار کے ابتدائی حصہ میں ہم نے دیکھا کہ ایک بوڑھا قصاب اپنی بیع کا کاروبار کر رہا ہے اور ضعف کی وجہ سے بہت مشقت اور تکلیف سے کام کرتا ہے۔ تو حضور ﷺ کو اس کی حالت پر رحم آیا اور ارادہ فرمایا کہ اس کے پاس جاکر اس کو سلام کریں اور اس کے واسطے دعا فرمائیں۔ دفعۃً حضرت جبرئیل نازل ہوئے اور کہا اے محمدؐ! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور کہتا ہے کہ قصاب کو سلام نہ کریں۔ حضور ﷺ کو اس بات سے بہت پریشانی اور فکر ہوئی کہ خبر نہیں اس قصاب کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا کون سا معاملہ ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کو سلام کرنے اور اس کے لئے دعا کرنے سے روک دیا۔ بہر حال حضور اس کے پاس نہیں گئے اور واپس چلے آئے۔ میں بھی واپس آگیا۔ پھر کل کو جب تمام صحابہ حضور کی خدمت سے علیحدہ ہوگئے تو حضور نے مجھ سے فرمایا اٹھو بازار چل کر دیکھیں کہ قصاب پر رات میں کیا گذری۔ چنانچہ ہم دونوں بازار پہنچے۔ دیکھا کہ قصاب کل کی طرح بدستور اپنے کاروبار میں مشغول ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ارادہ کیا کہ اس کے پاس جاکر اس سے اس معاملے کا پتہ چلائیں جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے حضور کو اسے سلام کرنے اور اس کے لئے دعا کرنے سے منع فرمایا تھا۔ اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا اے محمد، اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ قصاب کو جاکر سلام کرو تو حضور نے جبرئیل سے فرمایا کہ میرے دوست کل تو تم نے مجھے منع کیا تھا اور آج سلام کرنے کو کہتے ہو تو جبرئیل نے

(۱) ایضا، ۲/ ۱۵۴، ۱۰۰

عرض کیا۔ ہاں اے محمد ﷺ قصاب کو رات بہت سخت بخار چڑھا تو اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور تضرع و زاری بجالایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول کرلی اور اس کے کرتوت سے در گزر فرمائی۔ اے محمد اب تم اس کے پاس جاؤ اور اس کو سلام کرو اور یہ خوش خبری بھی دے دو کہ تیرے کرتوت کے باوجود اللہ تعالیٰ نے تیری دعا قبول کرلی۔ چنانچہ حضور ﷺ اس کے پاس گئے اور اس کو سلام کیا اور خوش خبری دی۔

اللآلی المصنوعہ میں اس حدیث کو ذکر کر کے اسے موضوع بتایا ہے اور کہا کہ اس میں ایک راوی ...... نامی ہے اس کی یہ آفت لائی ہوئی ہے۔ یعنی اس نے یہ حدیث گھڑی ہے۔ گھڑنے والے نے غالباً یہ حدیث قصابوں کی مذمت کے لئے گھڑی ہے اور نہایت ہوشیاری سے بنائی ہے کہ بظاہر قصاب کی تعریف ہے اور اس کی دعا قبول ہونے کی بشارت ہے۔ لیکن پڑھنے والا غیر معلوم طریق پر قصابوں کی مذمت اور اس پیشہ کی منقصت کا خیال لے کر اٹھے گا کہ پہلے دن جو حضور کو سلام کرنے اور دعا دینے سے منع کیا گیا اس کی وجہ اس کا یہ پیشہ ہی ہوگا کیونکہ جبرئیل کے یہ الفاظ بتائے گئے کہ لا تسلم علی الجزار۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ قصاب کو سلام نہ کریں۔ اور دوسرے دن جو سلام کرنے کی اجازت دی گئی وہ اس کی بیماری کی دعا و زاری کا کرشمہ قرار دیا گیا۔ اسمیں بھی یہ کہہ دیا کہ باوجود ان اعمال کے جو اس سے سرزد ہو رہے ہیں۔ اور ان اعمال کا کوئی ذکر حدیث میں نہیں۔ حدیث میں صرف یہی کہ وہ قصاب تھا اور اپنا کاروبار (گوشت فروشی) کر رہا تھا تو ہر پڑھنے والے کا خیال اسی طرف جائے گا کہ قصاب ایسے ذلیل یا خدا کے مبغوض ہیں کہ پیغمبر خدا ﷺ کو جبرئیل کے ذریعہ سے انہیں سلام کرنے اور ان کے لئے دعا کرنے سے روکا گیا۔

ایک اور حدیث ہے جو غلہ کی تجارت کی مذمت میں بیان کی جاتی ہے وہ یہ ہے۔ من تمنی الغلاء علی امتی لعلة احبط الله عمله اربعین سنة۔(۱) یعنی جو شخص کسی وجہ سے یہ تمنا کرے کہ امت محمدیہ پر نرخ کی گرانی ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ اس کے چالیس برس کے اعمال حبط کردے گا لالی المصنوعہ میں اس کو موضوع بتایا ہے۔(۲) ایک اور حدیث ہے۔ من ادرك منكم زمانا تطلب فيه الحاكة العلم فالهرب الهرب۔(۳) یعنی حضور نے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص ایسا زمانہ پائے جس میں نورباف علم طلب کریں یعنی علم پڑھیں تو بھاگنا بھاگنا۔ تذکرۃ الموضوعات میں اس کو موضوع کہا ہے۔(۴) ایک اور حدیث ہے۔ یخرج الدجال ومعه سبعون الف حائك۔(۵) یعنی دجال نکلے گا تو اس کے ساتھ ستر ہزار جلاہے ہوں گے۔ تذکرۃ الموضوعات میں اس کو موضوع کہا ہے۔(۶) ایک اور حدیث ہے۔ لاتشاوروا الحجامين والحاكة ولا تسلموا عليهم۔(۷) یعنی سینگی لگانے والوں اور جولاہوں سے نہ مشورہ کرو اور نہ ان کو سلام کرو تذکرۃ الموضوعات میں اس کے متعلق لکھا ہے۔ فیه احمد بن عبدالله من اكذبهم۔(۸) یعنی اس کی سند میں احمد بن عبداللہ راوی

(۱،۲) (اللآلی المصنوعة فی الاحادیث الموضوعة ۔ کتاب المعاملات ۲/۱۴۵/۲ ط . مصر و کذا فی تذکرة الموضوعات، کتاب العلم، باب اسبابه وعقوده المذمومة کالصید و الخیاطة والتعلیم والحیاکة ، ص ۱۳۸ ط. مصر)
(۳،۴) (تذکره الموضوعات ، کتاب العلم ، باب اسبابه وعقوده المذمومة کالصید و الخیاطة والتعلیم والحیاکة، ص ۱۳۷ ط. مصر)
(۵،۶) (ایضا، ص ۱۳۷)
(۷،۸) (ایضا، ص ۱۳۷)

ہے جو سب سے زیادہ جھوٹا ہے۔ایک اور حدیث میں ہے۔من اطلع فی طرز حائك خف دماغه ومن كلم حائكا بخرفمه ومن مشى مع حائك ارتفع رزقه. هم الذين بالوا فی الكعبة وسرقوا غزل مریم وعمامة یحیی بن زکریا وسمکة عائشة من التنور واستدلتهم مریم علی الطریق فد لوها علی غیر الطریق. (۱) "یعنی جو شخص جولاہے کے کرگھے میں نظر کرے گا اس کا دماغ مختل ہو جائے گا۔اور جو جولاہے سے بات کرے گا وہ گندہ دہن ہو جائے گا اور جو جولاہے کے ہمراہ چلے گا اس کا رزق اٹھ جائے گا۔جولاہے ہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے کعبہ میں پیشاب کیا تھا اور حضرت مریم کا سوت اور حضرت یحیی بن زکریا کا عمامہ چرا لیا تھا اور حضرت عائشہؓ کی مچھلی تنور میں سے چرائی تھی اور حضرت مریم نے ان سے راستہ دریافت کیا تو انہوں نے غلط راستہ بتادیا۔"تذکرۃ الموضوعات میں کہا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔(۲) اور اس کا ایک اور طریق بھی ہے جو دیلمی نے روایت کیا ہے۔ایک اور حدیث ہے جو حضرت علیؓ کے طریق سے روایت کی جاتی ہے۔ لا تستشیروا الحاكة ولا المعلمین فان الله تعالیٰ سلبهم عقولهم ونزع البرکة من کسبهم۔(۳) یعنی جلاہوں اور میانجیوں یا معلموں سے مشورہ نہ کرو۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی عقلیں سلب کرلی ہیں اور ان کی کمائی سے برکت اٹھالی ہے۔اس کو بھی تذکرۃ الموضوعات میں موضوع کہا ہے۔(۴)

حدیث چہارم۔قال کعب لا تستشیر واالحاكة فان الله سلب عقولهم ونزع البرکة من کسبهم لان مریم علیها السلام مرت بجماعة من الحیاکین فسألتهم عن الطریق فدلوها علی غیر الطریق فقالت نزع الله البرکة من کسبکم۔(۵) یعنی کعب نے کہا کہ جلاہوں سے مشورہ نہ کرو۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی عقلیں سلب کرلی ہیں اور ان کی کمائی میں سے برکت نکال لی ہے۔اس لئے کہ حضرت مریم علیہا السلام جلاہوں کی ایک جماعت پر گزریں اور ان سے راستہ دریافت کیا تو انہوں نے غلط راستہ بتادیا تو حضرت مریم علیہاالسلام نے ان کو بددعا دی کہ خدا تمہاری کمائی میں سے برکت نکال لے۔"کتاب نہایات الارب فی غایات النسب میں تو اس کو مستطرف سے نقل کیا ہے۔(۶) لیکن میں نے حدیث نمبر ۳ کے بیان کے ذیل میں جو احادیث نقل کی ہیں ان میں سے حدیث نمبر ۹ اور نمبر ۱۰ اور نمبر ۱۱ میں یہ مضمون موجود ہے بلکہ نمبر ۱۱ میں جلاہوں کے ساتھ مکتبوں کے میانجی میں بھی شامل کرلیے گئے ہیں اور اگر لفظ معلمین کو اپنے عموم پر رکھا جائے کہ ہر علم سکھانے والا مراد ہے تو پھر تو حدیث کے مضمون کی قباحت کی کوئی انتہا ہی نہیں رہتی کیونکہ تمام حضرات انبیاء علیہم السلام معلمین کی جماعت میں شامل بلکہ اصل معلم تو وہی ہیں۔الغرض اس مضمون کی حدیثیں مرفوعاً بھی مروی ہیں جو موضوع ہیں۔اور اگر کعب کا اپنا مقولہ ہو جیسا مستطرف سے نہایات الارب میں نقل کیا گیا ہے تو ناقابل اعتبار ہے۔کیونکہ اصول شرعیہ اور قوانین عقلیہ اور مشاہدات روزمرہ کے خلاف ہے۔

(۱،۲) تذکرۃ الموضوعات ،کتاب العلم ، باب اسبابه وعقوده المذمومة کا لصیدو الخیاطة والتعلیم والحیاکة . ص ۱۳۷ ط . مصر ، وجدت الکل کذالك الا لفظ "تالو فی الکعبة" ، مکان "بالوفی الکعبة"

(۳،۴) (ایضاً)

(۵،۶) المستطرف ، الباب الخامس والخمسون فی العمل والکسب و الصناعات والحرف ، ۲/۶۵ ط . احیاء التراث العربی ، بیروت لبنان)

حدیث پنجم۔ وهبت خالتي فاختة بنت عمرو غلاما فامرتها الا تجعله جازرا ولا صائغا ولا حجاما۔ یہ حدیث نہایات الارب فی عایاب النسب میں کنز العمال سے بحوالہ طبرانی عن جابر نقل کی ہے ۔اور اسی کنز العمال میں بحوالہ مسند امام احمد و ابو داؤد عن ابن عمر بھی ذکر کی گئی ہے۔دیکھو کنز العمال ج ۲ ص ۲۰۱ اس کے الفاظ یہ ہیں۔ انی وهبت لخالتي غلاما وانا ارجوان يبارك لها فيه فقلت لها لا تسلميه حجاما ولا صائغا ولا قصابا۔(۱) لیکن ابوداؤد میں دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اس میں ابن عمر سے نہیں بلکہ حضرت عمرؓ سے مروی ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں۔قال (ای عمر رضی الله تعالیٰ عنه) سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول انى وهبت لخالتي فاختة بنت عمرو غلاما (الحديث)(۲) اور طبرانی میں ہے۔ لخالتي فاختة بنت عمرو الزاهرية خالة النبي صلى الله عليه وسلم۔(التعليق المحمود)(۳) تو اب حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت جابرؓ یا حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنی خالہ فاختہ بنت عمرو کو ایک غلام ہبہ کیا اور مجھے امید تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کے لئے اس غلام میں برکت عطا فرمائے گا تو میں نے ان سے کہا کہ اس غلام کو کسی پچھنے لگانے والے یا سنار یا قصاب کے سپرد نہ کرنا۔ یعنی یہ تینوں کام نہ اس کو سکھانا نہ کرانا۔

یہ حدیث حضرت عمرؓ کے ذریعہ سے ابوداؤد میں مروی ہے۔اس میں حضرت عمرؓ سے روایت کرنے والا ابو ماجدہ یا ابن ماجدہ راوی ہے۔اس کے متعلق التعلیق المحمود میں تقریب سے نقل کیا ہے۔ابو ماجدہ او ابن ماجدہ قيل اسمه على. مجهول من الثالثة و روايته عن عمر مرسلة۔(۴) یعنی ابو ماجدہ یا ابن ماجدہ ان کا نام علی بتایا گیا ہے۔اور یہ تیسرے طبقہ کے ایک مجہول راوی ہیں اور حضرت عمرؓ سے ان کی روایت منقطع ہے۔ یعنی ان کا سماع یا ملاقات حضرت عمرؓ سے ثابت نہیں۔اس لئے حضرت عمرؓ سے ان کی بلاواسطہ روایت منقطع ہے ۔قال ابن ابی حاتم عن ابيه على ابن ماجدة البسهمي عن عمر مرسل (بذل المجهود)(۵) یعنی ابن ابی حاتم نے اپنے والد ابو حاتم سے نقل کیا کہ علی بن ماجدہ کی روایتیں حضرت عمرؓ سے منقطع ہیں۔اس سے ثابت ہوا کہ ابوداؤد کی روایت جو حضرت عمرؓ کے طریق سے ہے وہ تو منقطع ہے استناد کے قابل نہیں۔رہی حضرت جابرؓ والی روایت جو محمد بن المنکدر کے طریق سے ہے اس کی پوری سند معلوم نہیں۔اس لئے جب تک پوری سند معلوم نہ ہو جائے معرض استدلال میں لانا درست نہیں۔

اس کے علاوہ اس حدیث سے صرف اسی قدر نکلتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک خاص غلام کے لئے ان تین کاموں میں سے کسی کام کو مناسب نہ سمجھ کر خالہ کو منع فرمادیا کہ اس کو ان کاموں میں نہ لگانا۔بہت ممکن ہے کہ یہ اس غلام کی طبعی مناسبت کی بنا پر ہو کہ حضور نے اس کی طبیعت کو ان کاموں کے مناسب نہ سمجھا۔اور

---

(۱) كنز العمال ، كتاب البيوع ، الباب الاول، الفصل الرابع ٤٣،٤٢/٤ ، رقم الحديث ٩٤١٧)
(۲) (رواه ابو داؤد فى كتاب البيوع ، باب فى الصائغ ، ۲/ ۱۳۰ ط. ايج ايم سعيد)
(۳) (التعليق المحمود على حاشية سنن ابى داؤد ، رقم الحاشية ٦ ، كتاب البيوع فى الصائغ ، ۲/ ۱۳۰ ط . سعيد)
(۴) (ايضا ، ورقم الحاشية نمبر ۵)
(۵) (بذل المجهود، كتاب البيوع ، باب الصائغ ، ۹۷/۱۵ ط. دار البيان ، القاهرة)

خیال فرمایا کہ اگر اس کو ان کاموں میں لگایا تو طبعی نامناسبت کی وجہ سے یہ ان کاموں سے کچھ زیادہ یا مطلقاً کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکے گا۔ حالانکہ آپ کی خواہش یہ تھی کہ اس غلام کی کمائی خالہ کے لئے موجب رفاہیت اور موجب برکت ہو تو اس حدیث کو ان صنعتوں کی مذمت کی دلیل میں لانا بھی کوئی معقول بات نہیں۔

جن احادیث کو آپ نے لکھ کر دریافت کیا تھا میں نے سر دست آپ کے استفسار کے جواب پر اکتفا کیا ہے۔ ورنہ اس کے متعلق بہت سے مباحث ہیں جو کبھی فرصت کے وقت لکھے جا سکتے ہیں۔

فقط کتبہ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

اہل صنعت وحرفت کے متعلق احادیث کی تنقید
حضرت علامہ مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کا اعلان

۱۳ اکتوبر ۱۹۳۴ء کے الجمعیۃ میں ایک سوال کے جواب میں میرا ایک مضمون شائع ہوا تھا۔ وہ سوال کتاب "نہایات الارب" میں شائع شدہ چند احادیث کی صحت وعدم صحت کے متعلق تھا۔ پہلے تو میں نے تقریباً مہینہ ڈیڑھ مہینے تک جواب دینے میں تامل کیا۔ لیکن جب مستفتی نے زیادہ تقاضا کیا اور متعدد مقامات سے اسی قسم کے سوالات آئے۔ مثلاً مالیگاؤں، بہار، منصوری، سہارنپور وغیرہ) تو میں نے وہ مضمون لکھ کر شائع کرا دیا۔ مگر میں نے دیکھا کہ حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب کا ایک مضمون انہیں سوالات کے جواب میں "الامان" میں شائع ہوا۔ اور مولانا خیر محمد صاحب کی ایک کھلی چٹھی اخبار "العدل" گوجرانوالہ میں میرے اور مولانا سید سلیمان صاحب کے نام شائع ہوئی۔ حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب کے مضمون میں یہ اطلاع بھی درج ہے کہ میرے اور علامہ سید سلیمان صاحب کے مضامین کی مفصل تنقید بھی تیار کی گئی ہے جو شائع ہونے والی ہے۔ اور مولانا عبدالکریم صاحب گمتھلوی مفتی تھانہ بھون کا ایک تنقیدی مضمون بھی شائع ہوا ہے۔ ان تمام مضامین کا میں نے مطالعہ کیا۔ میرا مقصد یہ تھا کہ یہ معاملہ طول نہ پکڑے کہ اسلامی اور قومی مفاد کے لئے اس کا طول پکڑنا مضر ہے۔ لیکن شائع شدہ مضامین سے اور بھی غلط فہمی بڑھے گی اس لئے دیوبند سے تفصیلی تنقید شائع ہونے کے بعد (جس کا اعلان کیا گیا ہے) میں ایک مفصل مضمون شائع کر دوں گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

نوٹ از واصف

(۱) اخبار الجمعیۃ مورخہ یکم دسمبر ۱۹۳۴ء میں مولانا مفتی عبدالکریم صاحب مفتی تھانہ بھون کا ایک طویل تنقیدی مضمون شائع ہوا اور اسی اشاعت میں حضرت مفتی اعظم کا مذکورہ بالا اعلان بھی شائع ہوا۔ اس کے بعد مجھے معلوم نہیں کیا ہوا۔ دیوبند کا تنقیدی مضمون اور پھر حضرت مفتی اعظم کا جواب شائع ہوا یا نہیں؟ مجھے اس کا علم نہیں۔

(۲) قوموں کی اجتماعی وانفرادی زندگی اور بقا جن معاشی واقتصادی وسائل پر منحصر ہے وہ اصولی طور پر تین ہی ہیں۔ تجارت، زراعت، صنعت وحرفت، احادیث مذکورہ کی رو سے یہ تینوں قابل نفرت اور لائق

اجتناب قرار پائے پھر اور کون سا جائز اور بے داغ ذریعہ معاش باقی رہ جاتا ہے جس کو اختیار کر کے کوئی قوم تنازع للبقا کے میدان میں قدم آگے بڑھا سکتی ہے ؟ اور کیونکر اپنے اقتصادی نظام کو برقرار رکھ سکتی ہے ؟ (حفیظ الرحمان واصف عفی عنہ)

قاطع الشجر کی بخشش نہ ہونے کا مقولہ بے اثر ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۲۶ اکتوبر ۱۹۲۵ء)

(سوال) ہمارے ہاں چند لوگوں نے یہ طریقہ اختیار کر لیا ہے کہ وہ ہرے ہرے سرسبز باغات مول لے کر کٹوا کر سوختنی لکڑی فروخت کرتے ہیں۔ کاٹھ کے تختے کڑیاں بنوا کر فروخت کرتے ہیں۔ باغات میں آم و جامن، شیشم، املی وغیرہ سب قسم کے درخت ہوتے ہیں۔ اور میں نے سنا ہے کہ قاتل الشجر کی آخرت میں بخشش نہیں ہوگی۔ یہ پیشہ کیسا ہے ؟

(جواب ۳۵۵) اس پیشہ میں شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ مثمر یعنی پھلدار درختوں کو بے فائدہ ضائع کرنا مکروہ ہے۔ لیکن بغرض تجارت کٹوانے میں مضائقہ نہیں۔ قاطع الشجر کی بخشش نہ ہونے کا مقولہ جو مشہور ہے بے اصل ہے۔ محمد کفایت اللہ غفر لہ، دہلی۔

حلال پیشہ اختیار کرنے والے مسجد کے متولی بن سکتے ہیں

(الجمعیۃ مورخہ ۵ نومبر ۱۹۳۱ء)

(سوال) (۱) حلال جانوروں کا گوشت شرع کے مطابق ذبح کروا کر فروخت کرنا اور اس کو پیشہ بنانا جائز ہے یا نہیں ؟ (۲) اس قسم کے پیشہ ور نیز حلال اور جائز طریقہ سے دوسرے پیشوں والے جو لوگوں کے نزدیک معتبر ذی عزت وامین سمجھے جائیں رائے عامہ سے کسی مسجد کے متولی منتخب کئے جائیں تو کچھ قباحت تو نہیں ؟ (۳) جو لوگ حلال و جائز پیشے کو حرام و ناجائز سمجھیں ان کے بارے میں کیا حکم ہے ؟

(جواب ۳۵۶) (۱) یہ پیشہ اختیار کرنا جائز ہے اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں۔ (۲) یہ لوگ مسجد اور دیگر اوقاف اسلامیہ کے متولی ہو سکتے ہیں (۳) حلال اور جائز پیشے کو حرام سمجھنے والے خطاکار ہیں اور ضد و تعصب کی وجہ سے حرام کہتے ہوں تو سخت گنہگار اور فاسق ہوں گے۔ (۱) محمد کفایت اللہ غفر لہ،

(نوٹ از واصف) اس چوتھے باب کے ساتھ کتاب العقائد گیارھواں باب بھی ملاحظہ فرمایا جائے۔

---

(۱) مذکورہ مسئلے کی تفصیل گذر چکی ہے، تفصیل کے لئے دیکھئے: "مختلف پیشے" "قصائیوں کا پیشہ درست ہے" ص ۳۷۵

پانچواں باب
رشوت، چوربازاری اور پگڑی لینا

(۱) پٹواری کا تنخواہ کے علاوہ کاشتکاروں سے لینے والی رقم کا حکم
(۲) رشوت کی تعریف
(۳) رشوت کا استعمال ناجائز ہے
(۴) رشوت لینے والے کی توبہ کا طریقہ

(سوال)(۱) ایک شخص زمرہ پٹواریان میں ملازم ہے جس کو ریاست سے تنخواہ ملتی ہے۔ اس کے ماتحت کاشتکاروں نے سالانہ کچھ حقوق اس کے لئے بطور خود مقرر کر رکھے ہیں جو وقت وصول لگان یعنی محصول سرکاری فرداً پٹواری کو دیتے ہیں۔ اب یہ نہیں کہا جا سکتا کہ نیت اس کی اس سے کیا ہوتی ہے۔ قرینہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ روپیہ دینے والے زمیندار کی نیت یا تو یہ ہوتی ہے کہ میرے ذمہ یہ پٹواری کا حق لگا ہوا ہے اور میرے باپ دادا سب دیتے چلے آئے ہیں یا یہ نیت ہوتی ہے کہ اگر حق مقررہ پٹواری کو نہ دیا جائے گا تو ممکن ہے کہ پٹواری ہمیں ذاتی یا مالی نقصان پہنچائے یا ہم سے بد معاملہ ہو جائے۔ ہمارے ذمہ محصول زیادہ لگا دے۔ ایسی صورت میں حق مقررہ دینا اور لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ایک وہ شخص ہے جو بزمرہ پٹواریان ملازم ہے اور اپنے ماتحت کاشتکاران سے کہہ دیتا ہے کہ نہ تو مجھے روپیہ کی ضرورت ہے اور نہ کسی قسم کی کوئی چیز چاہئے تم اطمینان رکھو میں ہر گز تم کو نقصان جانی و مالی نہ پہنچاؤں گا اور نہ بے انصافی کروں گا۔ باوجود اس کے وہ حق مقررہ کا ایک روپیہ دیتے ہیں اور وہ شخص لے لیتا ہے اور لیتے وقت یہ کہہ دیتا ہے کہ میں کسی قسم کی رعایت نہیں کروں گا اور نہ محصول سرکاری میں کمی ہو گی۔ ایسا حق لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) ایک وہ شخص ہے کہ کاشتکار اس کو کچھ دے دیتا ہے اور یہ کہہ کر دیتا ہے کہ فلاں رعایت کرنا یا لگان جس قدر ہوا اتنا ہی تحریر کرنا۔ اور وہ شخص وہ روپیہ لے لیتا ہے۔ اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

(۴) ایک صورت یہ ہے کہ کاشتکار لگان سرکاری کے متعلق پٹواری سے خواہش کرتا ہے کہ مجھ کو حساب سمجھا دو اور پٹواری حساب فہمی پر اس سے کوئی معاوضہ وصول کرتا ہے۔ یہ معاوضہ وصول کرنا کیسا ہے؟

(۵) ایک زمیندار درخت لینا چاہتا ہے۔ ریاست کا قانون ہے کہ اگر سرکاری زمین میں ہے تو قیمتاً دیا جاتا ہے اور اگر کھاتہ دار کی زمین میں ہے تو بلا قیمت دے دیا جاتا ہے۔ بہر حال اس صورت میں پٹواری کو معائنہ موقع کی ضرورت پڑتی ہے اس معائنہ کے صلہ میں زمیندار پٹواری کو ایک روپیہ فیس کا دیتا ہے۔ اس فیس کا لینا درست ہے یا نہیں؟

(۶) پٹواری کے متعلق کام زیادہ ہے۔ زیادتی کام اور ذمہ داری کو دیکھتے ہوئے .... ماہوار تنخواہ پانے کا مستحق ہے۔ لیکن اس کو تنخواہ میں ماہوار دس روپے ملتے ہیں۔ قلت تنخواہ کا سبب یہ معلوم ہوا ہے کہ مجوزین نے اس بات کو ملحوظ رکھ کر تنخواہ قلیل مقرر کی ہے کہ پٹواری اپنے حلقہ میں ایک مختار کل کی حیثیت رکھے گا اور کاشتکار

ان سے اس کو مختلف طریقہ سے آمدنی ہوگی۔ چنانچہ ہوتی ہے اور حکام بالا کے بھی علم میں ہے مگر وہ چشم پوشی کرتے ہیں بلکہ بعض اوقات کاشتکاران کو ترغیب دیتے ہیں کہ تم کو چاہئے کہ اپنے پٹواری کو کچھ دو۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسی صورت میں کاشتکاران سے اگر کوئی آمدنی وصول ہو تو وہ جائز ہوگی یا نہیں ؟۔

(۷) رشوت کا اطلاق کونسی آمدنی پر ہوگا اور اس کے متعلق حکم شرعی کیا ہے ؟

(۸) اگر کوئی شخص سوالات مندرجہ بالا کی آمدنی اپنے تصرف میں لاتا ہو تو اس کے متعلق شریعت کیا حکم دیتی ہے ؟

(۹) ناجائز آمدنی اور رشوت لینے والا اگر توبہ کرلے تو اس کا گناہ معاف ہو جائے گا یا نہیں ؟ یا بندے سے معافی مانگنے کی ضرورت ہے۔

المستفتی نمبر ۱۶۷۲ احمد خاں صاحب (راجپوتانہ) ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۶۱ھ ۱۱ مئی ۱۹۴۲ء

(جواب ۳۵۷) (۱، ۲) پٹواری سرکاری ملازم ہے اس کو سرکار سے تنخواہ ملتی ہے۔ اس ملازمت کے جو فرائض اس کے ذمہ ہیں ان کو ادا کرنا اس پر لازم ہے۔ ان فرائض کی ادائیگی کے سلسلہ میں اس کو کاشتکاروں سے کوئی رقم لینے کا حق نہیں۔(۱) اگر یہ ان سے مانگ کر یا جبر کر کے یا اپنا حق جتا کر ان سے کچھ لے گا تو یہ صریح رشوت اور حرام ہے اور نہ دینے کی وجہ سے کسی کو نقصان پہنچائے تو یہ ظلم اور حرام ہے۔(۲) لیکن اگر یہ خود نہ مانگے نہ جبر کرے نہ اپنا حق جتائے اور لوگ اس کو خود دے دیں تو اس صورت میں بھی اس کو لینا مکروہ ہے کیونکہ دینے والے اسی خوف سے دیتے ہیں کہ نہ دیں گے تو پٹواری نقصان پہنچادے گا یا کم از کم ہمیں پریشان کرے گا یعنی ان کا دینا خلوص اور محبت پر مبنی نہیں ہوتا بلکہ خوف ضرر سے ہوتا ہے۔(۳)

(۳) یہ بھی مکروہ ہے۔(۴)

(۴) اگر حساب سمجھانا پٹواری کے منصبی فرائض میں داخل ہے تو اس کی اجرت لینا یا رشوت ہے یا کم از کم مکروہ(۵) ہے البتہ اگر اس کے فرائض منصبی میں داخل نہ ہو تو اس کی اجرت لے سکتا ہے اس کی پہچان یہ ہے کہ اگر افسر اعلیٰ کو یہ معلوم ہو جائے تو وہ قانونی گرفت نہ کر سکیں۔(۶)

(۵) اگر پٹواری کو اس معائنہ کی فیس لینے کا قانونی حق ہے تو لے سکتا ہے اور اگر یہ معائنہ اس کے فرائض منصبی میں داخل ہے تو نہیں لے سکتا۔(۷)

(۶) یہ وجہ جواز نہیں ہو سکتی۔(۸)

(۷) ہر وہ عمل جو بغیر معاوضہ کرنا کسی کو فرائض منصبی میں داخل ہو اس پر معاوضہ لینا رشوت ہے۔(۹)

(۱، ۵، ۶، ۷، ۸) فی الشامیة: لایجوز اخذ المال لیفعل الواجب (کتاب القضاء مطلب فی الکلام علی الرشوة، ۵/ ۳۶۲ ط. سعید)

(۳، ۶) الرابع: مایدفع لدفع الخوف من المدفوع الیه علی نفسه اوماله حلال للدافع حرام علی الآخذ. (رد المحتار، کتاب القضاء، مطلب فی الکلام علی الرشوة، ۵/۳۶۲ ط. سعید)

(۹) ولا یجوز اخذ المال لیفعل الواجب (رد المحتار، کتاب القضاء مطلب فی الکلام علی الرشوة، ج ۵/۳۶۲، سعید)

(۸) اس کی روزی حلال نہ ہو گی۔
(۹) توبہ کے لئے ضروری ہے کہ جن لوگوں سے ناجائز رقم وصول کی ہیں وہ واپس کر دے اور وہ علم یا یاد میں نہ رہے ہوں تو اتنی رقم بہ نیت رفع وبال صدقہ کرے اور آئندہ کے لئے نہ لینے کا عہد کرے اور گزشتہ گناہ پر نادم ہو اور مغفرت مانگے جب یہ توبہ ہو گی۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

رشوت اور بلیک کی وجہ سے روزی کمانے والے کی امامت

(سوال) زید رشوت دے کر اور بلیک کر کے اپنی روزی کماتا ہے اور زید کا لڑکا زید کی شرکت میں ہے اور زید دیگر تجارت بھی کرتا ہے وہ بلیک سے کہیں زیادہ ہے اور زید نے دوسروں کا روپیہ مار کر دیوالہ نکالا ہے۔ کیا زید کے لڑکے کی امامت درست ہے یا نہیں ؟
(جواب ۳۵۸) زید اور اس کے لڑکے کی امامت ناجائز ہے کیونکہ لڑکا بھی اس حرام کاروبار میں شریک ہے۔(۲)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

کنٹرول کا مال بلیک کر کے بیچنا

(سوال) زید کے پاس کنٹرول کا سامان ہے۔ کچھ تو وہ کنٹرول ریٹ پر فروخت کرتا ہے اور کچھ بلیک میں فروخت کرتا ہے۔ کیا یہ صورت جائز ہے ؟
المستفتی اللہ بخش۔ ۱۸ فروری ۱۹۵۰ء م ۳۰ جمادی الاول ۱۳۶۸ھ
(جواب ۳۵۹) کنٹرول کا مال بلیک میں زیادہ داموں سے بیچنا جائز ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

حکومت یا محکمہ کنٹرول کے مقررہ نرخ سے مہنگے داموں چیز بیچنا

(سوال) (۱) گورنمنٹ کپڑے کا جو ریٹ مقرر کرتی ہے اس سے زیادہ منافع لے کر کپڑا فروخت کرنا جس کو بلیک مارکیٹ کہتے ہیں۔ اس طرح حاصل کیا ہوا مال کیا ناجائز ہے ؟
(۲) محکمہ کنٹرول دکانداروں کو کچھ ہدایات دیتا ہے کہ تم اقرار کرو کہ ہم مقرر کی ہوئی قیمت پر مال فروخت کریں گے اور وہ جس بھاؤ چاہتے ہیں فروخت کرتے ہیں۔ اس کے وعدہ اور اقرار کے بعد مقررہ قیمت سے زیادہ وصول کرنا جائز ہے یا نہیں اور اس مال سے فریضہ حج ادا ہو سکتا ہے یا نہیں ؟ المستفتی مولوی محمد رفیق دہلوی
(جواب ۳۶۰) ہاں بلیک مارکیٹ کرنا ناجائز ہے۔ کیونکہ اس میں اول تو گورنمنٹ سے بد عہدی دوسرے جھوٹ بولنے کا موقع، تیسرے مخلوق سے بے رحمی اور سختی۔ غرض بہت سی ناجائز چیزیں ہیں۔ اس طرح کمائے ہوئے روپے سے حج کرنا ثواب کا کام نہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) وفی القنیه : الرشوة یجب ردها ولا تملك ، وفیها دفع للقاضی اولغیره سحتا لا صلاح المهم فاصلح ثم ندم یرد مادفع الیه . (رد المختار ، کتاب القضاء ، مطلب فی الکلام علی الرشوة ، ۵/۳۶۲ ط . سعید)
(۲) ان کان صاحب هوی لا یکفر به صاحبه تجوز الصلاة خلفه مع الکراهة . (الهندیه ، کتاب الصلاة الباب الخامس ،الفصل الثالث ، ۱/ ۸۴ ط. ماجدیة)

کیا ظالم حاکم کے ظلم سے بچنے کے لئے نذرانہ دینا رشوت ہے؟

(سوال) لفظ رشوت کی کیا تعریف ہے؟ اگر کوئی شخص کسی ظالم حاکم کو اس کے شر سے بچنے کے لئے کچھ نقدی یا تحفہ وغیرہ دے تو وہ رشوت کے جرم میں ماخوذ ہوگا یا نہیں؟ اگر کسی دوسرے مسلمان بھائی کی وجہ سے پیروی کر کے اس ظالم حاکم کو کچھ نذرانہ وغیرہ دے دے تو اس قسم کا دینا بھی دینے والے کے حق میں رشوت میں شمار ہوگا یا نہیں؟

المستفتی رحمت اللہ عطاء اللہ سوداگر چرم نواب گنج ضلع گونڈہ

(جواب ۳۶۱) حاکم کو کچھ نذرانہ دینا کہ وہ اس کے موافق فیصلہ کرے یا کسی اور شخص کو کوئی ناحق کام کرانے کے لئے کچھ دینا رشوت ہے۔ فی المصباح الرشوة بالکسر ما یعطیه الشخص الحاکم وغیره لیحکم له اویحمله علی مایرید ۔ انتهی (ردالمحتار)(۱) کسی ظالم حاکم کے شر سے بچنے کے لئے کچھ رشوت دینا جائز ہے۔ لیکن اسی حد تک جائز ہے کہ کسی دوسرے کی حق تلفی نہ ہو۔ خواہ اس نے اپنے واسطے دیا ہو یا کسی بھائی کی خاطر سے۔ اس صورت میں رشوت کا وبال صرف آخذ پر ہوگا۔ دینے والے پر کچھ نہیں۔ الرابع مایدفع لدفع الخوف من المدفوع الیه علی نفسه اوماله حلال للدافع حرام علی الاٰخذ ۔لان دفع الضرر عن المسلم واجب ولا یجوز اخذ المال لیفعل الواجب ۔ انتهی (ردالمحتار ج ۴ ص ۳۱۶)(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

(جواب ۳۶۲) جو کام کہ خود اس پر کرنا لازم ہے اس کے کرنے پر اجرت لینا(۳) یا حق کو رشوت لے کر ناحق کر دینا یہ رشوت ہے۔(۴)　　محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

رشوت لینے کا حکم

(الجمعیۃ مورخہ ۱۴ فروری ۱۹۲۷ء)

(سوال) یہاں پر دو شخص پولیس وغیرہ سے ملے ہوئے ہیں وہ یہ کارروائی کرتے ہیں کہ ملزم جو تھانہ میں آتا ہے ہندو ہو یا مسلمان اس سے ٹھہرا کر سو یا دو سو جو کچھ ٹھہر گئے ان کا اس میں سے حصہ ہوتا ہے۔ اس طرح لوگوں کا دل دکھا کر روپیہ لینا کیسا ہے؟

(جواب ۳۶۳) یہ رشوت ہے۔ حرام ہے اور غریبوں کو ستانا اور ان سے روپیہ وصول کرنا سخت ترین ظلم ہے۔ ایسے ظالموں کا ٹھکانا دوزخ ہے۔(۵)　　محمد کفایت اللہ غفر لہ، دہلی۔

(۱،۲)(رد المحتار ، کتاب القضاء، مطلب فی الکلام علی الرشوة، ۵/ ۳۶۲ سعید)

(۳)ولا یجوز اخذ المال لیفعل الواجب .۵/ ۳۶۲ط سعید)

(۴) الرشوة ما یعطیه الشخص الحا کم وغیره لیحکم له اویحمله علی ما یریه، (رد المحتار کتاب القضاء ، مطلب فی الکلام علی الرشوة ،۵/ ۳۶۲ ط. سعید)

(۵)مایدفع لدفع الخوف من المدفوع الیه علی نفسه او ماله حلال للدافع حرام حلی الآخذ. (رد المحتار کتاب القضاء، مطلب فی الکلام علی الرشوة ، ۵/ ۳۶۲ ط. سعید)

(۱) حرام مال کے حلال ہونے کا طریقہ
(۲) حرام مال کا ورثاء کے لئے حکم
(۳) مخلوط مال سے تجارت کا حکم
(۴) حرام مال توبہ سے حلال نہیں ہوتا

(الجمعیۃ مورخہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۲۹ء)

(سوال) (۱) مال حرام کے جائز و حلال ہونے کی کوئی صورت کسی وقت ممکن ہے یا نہیں ؟ (۲) مورث کا مال حرام ورثاء کے واسطے شرعاً حرام ہے یا حلال ؟ (۳) اگر کسی کے پاس مال مخلوط بحلال و حرام ہو یعنی راس المال حرام تھا اس سے وہ تجارت یا زراعت کرتا ہے تو اب اس کے مال کا کیا حکم ہے ؟ (۴) مال حرام بعد توبہ حلال ہو جاتا ہے یا نہیں ؟

(جواب ٣٦٤) (۱) حرمت کی وجوہ مختلف ہیں اور ان سے حاصل شدہ مال کے احکام بھی مختلف ہیں۔ مال مغصوب یا مسروقہ مالک کی اجازت دینے اور بخش دینے سے حلال ہو جاتا ہے۔(۱)

(۲) مورث کا مال حرام جس کے متعلق وارث کو حرام ہونے کا علم ہو وارث کے لئے بھی حرام ہے اور اس کے ذمہ لازم ہے کہ وہ اصل مالکوں کو واپس کرے۔ مثلاً اگر وارث کو یہ علم ہو کہ مورث نے زید سے سود یا رشوت میں یہ سو روپے یا گھوڑا وغیرہ حاصل کیا تھا تو وارث کو لازم ہوگا کہ وہ سو روپے اور وہ گھوڑا اس کے مالک کو واپس کرے۔ کیونکہ وارث اس چیز کا وارث ہوتا ہے جو اس کے مورث کی ملک ہو اور جو چیز کہ اس کے مورث کی ملک ہی نہیں تھی وارث اس کا بحیثیت وارث ہونے کے مستحق ہی نہیں ہوا۔(۲)

(۳) مال مخلوط میں اکثریت پر احکام جاری ہوتے ہیں۔ اگر اکثر حلال ہے تو حلال کا حکم دیا جائے گا۔ اور اکثر حرام ہے تو حرام کا۔(۳)

(۴) توبہ سے مال حلال نہیں ہوتا۔ زنا وغیرہ کا گناہ معاف ہو جاتا ہے۔(۴) محمد کفایت اللہ غفر لہ،

کرایہ دار کا پگڑی لے کر دوسرے آدمی کو آباد کرنا

(سوال) کرایہ دار جو کہ مکان یا دکان میں آباد ہے وہ کسی دوسرے شخص سے پگڑی کا روپیہ لے کر اپنی جگہ پر دوسرے شخص کو آباد کر دیتا ہے یا مالک جائیداد سے پگڑی کا روپیہ لے کر جگہ خالی کرتا ہے یہ پگڑی لینا جائز ہے یا نہیں ؟ المستفتی حاجی محمد داؤد (دہلی) ۷ اپریل ۱۹۴۹ء

---

(۱) غصب من آخر ساجة وادخلها فی بنائه او غصب من آخر تالة وغرسها فی ارضه وكبرت حتی انقطع حق المالك ثم ان المالك قال للغاصب وهبت لك الساجة والتالة صح وهذا ابراء عن الضمان. (الهندية، كتاب الغصب الباب السادس، ٥/ ١٣٧ ط. ماجدية)

(٢) اخذ مورثه رشوة او ظلماً اذ علم ذلك بعينه لا يحل له اخذه. رد المحتار، كتاب البيوع باب البيع الفاسد، مطلب فی من ورث مالاً حراماً، ج: ٥/ ٩٩، سعيد)

(٣،٤) فی القنية الرشوة يجب ردها ولا تملك وفيها دفع للقاضی او لغيره سحتاً لا صلاح المهم فاصلح ثم ندم يرد مادفع اليه. (ردالمحتار، كتاب القضاء، مطلب فی الكلام علی الرشوة ٥/ ٣٦٢ ط. سعيد)

(جواب ۳٦۵) پگڑی کا روپیہ لینا خواہ دوسرے کرایہ دار سے خواہ مالک جائیداد سے لیا جائے ناجائز ہے۔ مالک جائیداد کو تو اپنی جائیداد واپس لینے کا حق ہے۔ اور کرایہ دار کو یہ جائز نہیں کہ وہ جائیداد دوسرے کرایہ دار کو دے اور اس پر پگڑی کی رقم بطور رشوت کے وصول کرے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

(۱) بلیک کر کے مال بیچنے کا حکم
(۲) عام ریٹ سے سستے داموں چیز بیچنا
(۳) زیادہ غلہ لینے کے لئے فرضی نام لکھوانا جائز نہیں
(۴) روپے کی ڈیڑھ روپے کے بدلہ میں بیع کرنا

(سوال) (۱) بلیک یعنی حکومت سے چھپ کر فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ (۲) کنٹرول میں جو چیزیں مثلاً ایک روپے کا سیر بھر چاول ملتا ہے ہم چوری سے شہر والوں کو ایک روپیہ کے دو سیر چاول دیں تو جائز ہے یا نہیں ؟ (۳) راشن کارڈ میں جتنے آدمی لکھے ہیں انہیں کو غلہ ملتا ہے وہ کافی نہیں ہوتا ہے اگر گھر کے آدمیوں سے زیادہ نام لکھا دیں تو جائز ہے یا نہیں ؟ (۴) چاندی کا ایک روپیہ ڈیڑھ روپیہ میں بکتا ہے تو یہ جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی حافظ عبدالرحمٰن از ابراہیم پور

(جواب ۳٦٦) (۱) حکومت سے چھپ کر خرید و فروخت کرنا قانوناً جرم ہے شرعاً جرم نہیں لیکن اس کی وجہ سے جھوٹ بولنا پڑے تو وہ حرام ہے۔(۲) (۲) اپنے مال کو اپنے نرخ سے بیچنا مباح ہے مگر اس میں بھی جھوٹ بولنا پڑے تو حرام ہے۔(۳) (۳) فرضی نام لکھوانا جائز نہیں ہے۔(۴) (۴) یہ جائز ہے مگر مبادلہ غیر جنس ہونا ضروری ہے۔(۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

چھٹا باب
کاروبار کی تعطیل

یک شنبہ کو کاروبار بند کرنے کا حکم

(سوال) ہم تجارت پیشہ لوگ یکشنبہ کو اپنا کاروبار بند اس غرض سے کرتے ہیں کہ ہمارے بازار میں دوسری قوم کے لوگ بھی ہیں اور وہ لوگ یکشنبہ کے سوا کاروبار بند کرنے کو ناراض ہیں۔ یہ کاروبار کرنا محض اس غرض سے ہے کہ ہفتہ میں ایک روز آرام و تفریح ہو جائے یکشنبہ کو کاروبار بند کرنے میں سہولت یہ ہے کہ تمام سرکاری دفاتر ڈاک وغیرہ بند رہتے ہیں اور عوام بھی عام طور پر کاروبار میں دلچسپی نہیں لیتے۔

(۱) بحوالہ سابق نمبر ۳، ٤ ص ۳۵۵

(۲،۳،۴) عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه ان رسول الله عليه السلام قال : آية النفاق ثلث ، اذا حدث كذب واذا وعد اخلف واذااؤتمن خان . (رواه النسائی ، كتاب الايمان ، علامة المنافق، ۲/ ۲۳۲ ط. سعيد)

(۵) (وعلته) ای علة تحريم الزيادة (القدرمع الجنس ، فان وجدا حرم الفضل والنساء) (الدر المختار ، باب الربا، ۵/ ۱٦۹، ۱۷۰ ط. سعيد)

المستفتی نمبر ۱۱۱۳ عبداللہ سلیمان صاحب (بمبئی) ۷ اجمادی الاول ۱۳۵۵ھ م ۶ اگست ۱۹۳۶ء
(جواب ۳۶۷) یکشنبہ کو عیسائی تو اس لئے کاروبار بند رکھتے ہیں کہ یکشنبہ ان کے مذہب کے لحاظ سے مقدس دن ہے۔ تو اگر کوئی مسلمان بھی یکشنبہ کی تقدیس کی نیت سے کاروبار بند کرے تو یہ مشابہت ہو گی اور اس کا یہ فعل ناجائز ہو گا۔(۱) لیکن اگر مسلمان کاروباری حیثیت سے کہ یکشنبہ کو بینک اور ڈاک خانہ کی مالیات کا شعبہ بند ہوتا ہے۔ ریلوے آفس میں بھی پارسل لینے دینے کا کام بند رہتا ہے اس روز دکان بند رکھے تو اس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ یہ ایک قسم کی مجبوری ہے دن کی تقدیس نہیں ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

ساتواں باب
فاحشہ کا کمایا ہوا مال
بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذى خلق الانسان وشرفه وكرمه وعلمه مالم يكن يعلم وفتح عليه ابواب رحمته فخصص وعمّم وارسل رسله بالهداية التى هى اقوم فهدوا عباده واخرجوهم الى النور من الظلم وشاد واما كان اندرس من الدين وانهدم وحلوا عباده المتقين بالمعارف والحكم وانذرو ا العصاة من الويل والعذاب والنقم فسبحانه ما اجل شانه وما اعظم وما ادل برهانه و مااحكم والصلوة والسلام على رسوله الا كرم ونبيه المكرم الذى بلغ و علم وز كى بتلاوة اياته نفوس بنى ادم صلى الله تعالىٰ عليه وعلى اله واصحابه وسلم۔

اما بعد. فانه قد جرى الكلام بينى وبين الفاضل العلامة المولوى الحافظ عبدالله الغازيفورى فى مسئلة حلة الاموال المكتسبة بالزناء بعد التوبة وحرمتها وذلك بانه سئل عن الاموال التى كسبتها الزانية بالبغاء هل تحل لها ولغيرها من المسلمين بعد ماتا بت وتحصنت ام تبقى محرمة كما كانت قبل التوبة وما سبيل التخلص من تبعا تها لها فافتى الفاضل ...... الغازيفورى بانها تحل لها ولغيرها باذنها فانها اذا تابت وتحصنت زال خبث الا موال وصارت طيبة طاهرة فسبيلها سبيل الا موال الطيبة المكتسبة من الوجوه الشرعية فلما بلغنى فتواه ورايته مخالفا للشريعة الطاهرة ومضادا للنصوص الظاهرة رددت عليه فى جزء يسير من الكلام بالعربية صيانة عن غوغاء العوام وارسلت اليه لعله ينظرو يتفكر فيرجع الى الحق الذى سطع ونوّر ولما وصل اليه كتابى لم يقنع بما فيه من البراهين والشواهد فعاد راداً و كتب جوابه فى خمس و عشرين صفحة وارسل الى فلما رايته وقعت فى عجب واردت ان افصل له ماخفى عليه فكتبت جوابه مفصلاً و ارسلت اليه وعاش رحمه الله بعد و صول جوابى اليه عدة سنين ولم يرد جوابا فلا ادرى

(۱) عنه (ابن عمر) قال قال رسول الله عليه السلام من تشبه بقوم فهو منهم (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس ، الفصل الثانى ، ص ۳۷۵ ط. سعيد)

ارجع عن قوله او لم يتيسر له جواب اوتيسر و لم يتيسر له الا رسال حتى توفى. وكان عالما فاضلا متعبدامن طائفة اهل الحديث رحمه الله تعالى

وانا العبد الراجى رحمة مولاه محمد كفايت الله غفرله ربه و كفاه

فعل بد سے توبہ کرنے کی صورت میں فاحشہ عورت کے پہلے مال کا حکم

(سوال) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک فاحشہ عورت نے اپنے فعل بد سے توبہ کی۔ اب جو اس کے پاس مال ہے فعل بد سے کمایا ہوا وہ اس کو اور تمام مومنین کو کھانا حلال ہے یا حرام؟ بینوا توجروا۔

(جواب) (از مولانا عبداللہ غازی پوریؒ) حلال ہے۔ اس لئے کہ وہ فعل بد، فعل نیک سے بدل گیا۔ پس اب وہ مال فعل نیک سے کمایا ہوا ہو گیا۔ قال الله تعالىٰ. الا من تاب وامن وعمل عملاً صالحاً فاولئك يبدل الله سيئا تهم حسنات وكان الله غفوراً رحيماً. (الفرقان (۱) ركوع آخر) وقال الله تعالىٰ: فمن جاءه موعظة من ربه فانتهى فله ما سلف (البقر ركوع ۳۸) (۲) والله اعلم۔

کتبہ محمد عبداللہ غازی پوری ۲۳ ربیع الآخر ۱۳۲۹ھ

(جواب ۳۶۸) (از حضرت مفتی اعظمؒ) فعل بد سے کمایا ہوا مال زانیہ کی ملک میں داخل نہیں ہوتا۔ پس توبہ کے بعد نہ خود اسے اس کا استعمال درست ہے نہ اور مسلمانوں کو۔ توبہ سے فعل کا گناہ معاف اور مؤاخذہ مرتفع ہو سکتا ہے۔ نہ یہ کہ اموال محرمہ جو ابھی تک اس کی ملک سے خارج ہیں وہ بھی حلال ہو جائیں۔ آیت کریمہ جو فاضل مجیب نے استدلال میں پیش کی ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے اس سے صرف گناہ کی معافی پر استدلال ہو سکتا ہے یا گناہوں کے بدلے اور نیکیوں کے ملنے پر۔ مال مکتسب من الحرام کی حلت پر اس میں کوئی دلیل نہیں ہے۔ سوال کا جواب اس قدر کافی ہے تاہم اہل علم کے اطمینان کے لئے مجیب کے جواب پر مالہ، وما علیہ عربی عبارت میں (صيانة عن غوغاء العوام) لکھ دیتا ہوں۔

هو المصوب . اقول مافهمه المجيب العلامة الغازيفورى من قوله تعالىٰ فاولئك يبدل الله سيئاتهم حسنات (۳) من ان السيئات باعيانها تتبدل و تصير حسنات باطل لا يساعده نقل و لا يعضده عقل . والكلام على ذلك بوجوه. اما اولا فنقول لو كان المراد بالتبديل المذكور فى الاية تبديل اعيانها بمعنى ان السيئات تصير باعيانها حسنات لزم ان يمتنع اقامة الحد على الزانى والسارق والشارب والقاذف وقاتل النفس المحرم قتلها اذا تا بوا قبل اقامة الحد. و ان تحل الاموال المسروقة والمغصوبة والرشى كلها للسارق والغاصب والمرتشى اذا تا بوا قبل اقامة الحد على السارق وتضمين الغاصب . وان يكون كفر الكافروزنا الزانى وسرقة السارق سيئات

---

(۱) سورة الفرقان، الجزء التاسع عشر، رقم الآية نمبر ۷۰

(۲) سورة البقرة، الجزء الثالث رقم الآية ۲۷۵

(۳) سورة الفرقان، الجزء التاسع عشر، رقم الآيه ۷۰

فی وقت وحسنات فی وقت اخر . وان ینقلب التکذیب بعینه تصدیقا. وان یثبت نسب ولدالزنا من الزانی اذا تاب. وان یتوارث الزانی وولده من الزنا بعد التوبة واللوازم کلها منتفیة شرعا فالملزوم مثلها. اما وجه اللزوم فی الاول فهوا ن العقوبات الشرعیة انما تجب علی الجنا یات والسیئات واذا لم تبق السیئات بعد التوبة جنایات بل صارت حسنات وجب ان ترتفع العقوبة والا لزم اثباتها علی الحسنة وهو باطل، لقوله تعالیٰ ماعلی المحسنین من سبیل .(۱) واما فی الثانی فهو ان الا موال الحاصلة بالسیئات اذا صار ت بعد التوبة حاصلة علی الحسنات .کما قلتم فلا سبیل للحکم بحرمتها عند کم . فان فرقتم بان المال المسروق والمغصوب باق علی ملك المسروق والمغصوب منهما ولذالا یحل للسارق والغاصب، رد بان المال الما خوذ علی الزنا ایضا لم یخرج عن ملك الزانی ولم ید خل فی ملك الزانیة (۲) فاین الفرق؟ و ان قلتم المال المکتسب بالزنا ید خل فی ملك الزانیة ، قیل لکم ها توا برها نکم ان کنتم صادقین . واما فی الثالث والرابع فهوان السیئات اذا صارت باعیانها حسنات فلزوم کو نها سیئات وحسنات بین لا سترة فیه فان العین واحد . واما فی الخامس والسادس فهوان عدم ثبوت النسب فر ع کون الوطی حراما وزنا وعدم التوارث فر ع عدم ثبوت النسب ولما صار الوطی الذی کان حراماً وزنا بعد التوبة حلالا وحسنا لزم ثبوت النسب والتوارث وهذابین. اما بطلان اللوازم فبا جماع من یعتد به من علماء الشریعة المقدسة فانه لم یقل احد من الائمة بحل الا موال المسروقة والمغصوبة والرشی بعد التوبة قبل اقامة الحد . وبکون شی ء واحد سیئة فی وقت وحسنة فی اخر. ویجوز انقلاب التکذیب تصدیقا. وبثبوت النسب من الزانی بعد التوبة . وبالتوارث بین الزانی واولاده من الزنا. واما ثانیا فلان المفسرین قد اوردوا فی تفسیر هذه الایة اربعة اقوال . القول الاول ان المراد بقوله تعالیٰ فاولئك یُبدّل اللّٰه ان الله تعالیٰ یبدل قبائح اعمالهم فی الشرك محاسن الا عمال فی الا سلام . قال ابن عباس هم المؤمنون کا نو ا قبل ایمانهم علی السیئات فرغب الله بهم عن ذلك فحو لهم الی الحسنات وابد لهم مکان السیئات حسنات (رواه ابن جریر فی تفسیره تحت هذه الایة الکریمة) (۳) وقال سعید بن المسیب رضی الله تعالیٰ عنه نزلت فی وحشی واصحابه حین قالوا کیف لنا بالتوبة وقد عدلنا بالله (الی ان قال) فابد لهم الله تعالیٰ بعبادة الا وثان عبادة الله وابدلهم بقتال مع المشر کین قتالا مع المسلمین للمشر کین وابدلهم بنکا ح المشر کات نکا ح

(۱)سورة التوبة، الجزء العاشر ، رقم الآیة . ۹۱
(۲)اما شرائط الصحة فمنها رضا المتعا قدین . ومنها ان یکون مقدور الا ستیفاء حقیقة او شرعا فلا یجوز...... الا ستجار علی المعاصی . (الهندیة ، کتاب الا جارة الباب الاول ،٤/٤١١ ط . ماجدیة) وفی الهندیه ایضا : لا تجوز الا جارة علی شی من الغنا ء والنوح...... ولا اجر فی ذالك ، وهذا کله قول ابی حنیفه رحمة الله علیه وابی یوسف رحمة الله علیه و محمد رحمة الله علیه (الهندیه ، کتاب الا جارة الباب الخامس عشر الفصل الرابع ، ٤/٤٤٩ ماجدیه)
(۳)التفسیر الطبری لا بن جریر ، سورة الفرقان ، الجزا التاسع عشر ، رقم الآیه . ۷۰ ،ص۱۹/ ۲۹

المؤمنات (رواہ ابن جریر) (۱) فھذا صریح فی ان المراد بالتبدیل فی الآیة عند ابن عباس وسعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنھما ھو التحویل من حال الی حال. و صرح منه مارواہ ابن جریر عن ابن عباس انه قال بالشرك ایمانا وبا لقتل امسا کا وبالزنا عفة واحصانا وعلی ھذا التقدیر انما یکون التبدیل فی الدنیا وھو التوفیق الذی صار سببا لا یمانه وطاعته.(۲) القول الثانی ان المرادانه تعالیٰ یمحو السیئات الماضیة ویثبت مکانھا حسنات بالتوبة۔ قاله الزجاج وروی عن سعید ابن المسیب ایضا (۳) والقول الثالث ان المراد تبدیل ملکة السیئات بملکة الحسنات. والقول الرابع ان المراد تبدیل العقاب بالثواب قاله القفال والقاضی (تفسیر (۴) کبیر والبیضاوی (۵) والمدارك)(۶) فان قیل قدروی ابن جریر فی تفسیرہ عن سعید ابن المسیب انه قال تصیر سینا تھم حسنا تھم یوم القیامة(۷)وھذا یدل علی ان المرادتبدیل اعیان السیئات بالحسنات. قلت لیس کما قلت فانه یمکن ان یکون مراد سعید ان سیئاتھم تمحی ویعطون حسنات مکانھا وھذاھو الراجح لانه یؤیدہ قول سعید المار. ولما کان فی کلام سعید ھذا مظنة الوھم الی ان السیئات تصیر باعیانھا حسنات دفعه المفسر بقوله قال ابو جعفر اولی التاویلین ھوا لا ول (یعنی ان المراد تحویلھم الی الحسنات) فان فیه نقلھم عما یسخطه اللہ من الا عمال الی مایرضی وانماقلنا ذالك اولی بتاویل الآیة لان الا عمال السیئة التی قد کانت مضت علی ماکانت علیه من القبح وغیرہ جائز تحویل عین قد مضت بصفة الی خلاف ماکانت علیه الا بتغییر ھا عما کانت علیه من صفتھا فی حال اخری فیجب ان فعل ذالك کذالك ان یصیر شرك الکافر الذی کان شرکا فی الکفر بعینه ایمانا یوم القیامة بالاسلام ومعاصیه کلھا باعیانھا طاعة وذالك مالا یقوله ذو حجی انتھی (ابن جریر)(۸)قلت انما قال ابو جعفر اولی التاویلین لان لکلام سعید محملا صحیحاً کما بینا ویؤیدہ حدیث اخر اھل النار خرو جامن النار ودخولاً الجنة فان فیه انه تعالیٰ یقول له لك مکان کل سیئة حسنة (۹) واذا عرفت ھذا فاعلم ان المجیب الغازیفوری اخطأ فی فھم المراد بالتبدیل وانزل الآیة علی تبدیل السیئة بعینھا حسنة کما صرح فی جوابه وانت خبیر ان احداً من المفسرین لم یذھب الیه بل ردہ ابو جعفر وحکم بانه قول لا یصدر عن عاقل. و نقل الرازی فی تفسیرہ الکبیر عن الزجاج انه قال السیئة بعینھا لا تصیر حسنة .(۱۰) وقال فی المدارك ولم یردبه ان السیئة بعینھا

(۱)(التفسیر الطبری لا بی جعفر محمد بن جریر الطبر، المسمی بجا مع البیان تفسیر القرآن سورة الفرقان ، الجزأ التاسع عشر ، رقم ۷۰ ص ۲۹/۱۹ ط بیروت)ط. الصحیح عندنا الاوثانی نعم فی روایة عن ابن عباس. عدلنا بالله ، ۱۸ / ۲۷
(۲،۳)(تفسیر ابن جریر سورة الفرقان ۱/ ۲۹ ط. بیروت)
(۴)(التفسیر الکبیر ، سورة الفرقان ، الجزأ التاسع عشر ، ۲۴/ ۱۱۲ رقم الآیه ۷۰ ط . مکتبة الاعلام الا سلامی)
(۵)(تفسیر بیضاوی ، سورة الفرقان ، ۱۰۳/۳ ط. کتب خانه رحیمیه یوپی)
(۶) (التفسیر النسفی المسمی بتفسیر المدارك ، سورة الفرقان ، ۲/ ۱۱۷۹ ، رقم الایه نمبر ۷۰ ط . قدیمی)
(۷)(التفسیر لا بن جریر ۱۹/ ۳۰ سورة الفرقان ، الجزء التاسع عشر ، رقم الآیة نمبر ۷۰)
(۸،۹)(التفسیر لا بن جریر ، سورة الفرقان ، ۱۹/ ۳۰ رقم الآیة ۷۰)
(۱۰)(التفسیر الکبیر ، سورة الفرقان جزء التاسع عشررقم الآیة ۷۰ ص ۲۴/ ۱۱۲ ط. مکتب الا علام الا سلامی)

حسنة ولكن المراد ماذ كرنا انتهى ـ(۱) قلت سمعت ما يلزم على هذا القول من المفاسد التى بينا ها سابقا فكيف يظن بعاقل تفقه فى الدين ووعى الا صول الشرعية ان يقول به۔اما المعانى الا ربعة المنقولة من السلف فلا يلزم عليها شئى من تلك المفاسد وليس فى شئى منها حجة للمجيب . فان مآلها الى حمل التبديل المذكورفى الأية اما على التوفيق اوعلى تبديل الملكة اوعلى اثبات الحسنات مكان السيئات او على تبديل العقاب بالثواب وفى كل ذلك لا يلزم ان تصير السيئة بعينها حسنة ولما لم تنقلب السيئات باعيانها عن وصف الحرمة فالا موال الماخوذة عليها ماخوذة على السيئات فتكون محرمة خبيثة بعد التوبة ايضا كما كانت قبلها . واما ثالثاً فانه قد خطر ببالى وجه قوى يدل على حرمة الاموال المذكورة بعد تسليم انقلاب السيئة حسنة ايضا فنقول لئن سلمنا ذلك فغاية مايثبت به ان صاحب السيئة لا يؤاخذ باخذالمال عليها كما لا يؤاخذ على ارتكاب السيئة نفسها اما حل الا موال فهو بمراحل عن مفهوم الأية الكريمة فان الوطى الحرام مثلا وان انقلب وتبدل حلا لاوحسنا لا يمكن جعله سببا شرعيا لا خذ المال لاباثباته نكا حاولا بغيره من الطريق فبقى المال المأخوذ عليه ما خوذ ابلا سبب شرعى فيجب عليها ان ترد المال الى مالكه فانه فى يدها امانة وما لم ترد المال لا تصير تائبة لان ردالمال من تمام توبتها وكذالك السرقة اذا تاب صاحبها لا سبيل الى جعلها سببا لتملك الاموال المسروقه للسارق فبقى المال عنده بعد التوبة خاليا عن سبب الملك من بيع اوشراء او هبة او تضمين اوارث او غيرها فيجب عليه رده وذالك من تمام توبته ، وقس عليه غيرها واما رابعا فالتبديل المذكو ر فى الاية مترتب على ثلثة اشياء . التوبة والايمان والعمل الصالح . فما لم يتحقق الا شياء الثلثة لم يجز الحكم بالتبديل . وانت تعلم ان المذكور فى السؤال هوا لتوبة وحدها واثبات الا يمان بان السؤال وارد فى زانية مؤمنة او بان التوبة تتعقب الا يمان ايضاً ممكن اما الا عمال الصالحة فليس لها ذكر فى السؤال ولم يتعرض له المجيب فى جوابه فليت شعرى كيف جازله الحكم بالتبديل مع انتفاء شرطه ان لم تصر صالحة او مع انتفاء العلم بوجود الشرط واما خامسافان الاية الكريمة انما تدل على تبديل اعمال المكلفين من صفة الى صفة اما تبديل صفة الا موال اعنى الحرمة فلا دلالة للآية عليها بوجه من الوجوه ومن المعلوم ان الحرمة اللتى كان المال موصوفابها قبل التوبة هى من صفات المال لامن صفات اعمال المرتكبين فان قيل تبدل صفة المال فرع تبدل صفة العمل قلنا ممنوع وان سلم كان اقرارا من المجيب بان الحكم بحلة المال قياسى لا منصوص و القياس من وظيفة المجتهد . واما سادسا فبان الاية مخصوص بمن اسلم من الكفار كمابنا دى به صدر الاية اعنى قوله تعالىٰ والذين لا يد عون مع الله الها آخر . وعجز ها اعنى قوله تعالىٰ الا من تاب وامن الا

(۱)(تفسیر النسفی المسمی بتفسیر المدارك ، سورة الفرقان ، ص ۲ ، ۱۱۷۹ رقم الآیة ۷۰) ط ،قدیمی نمبر ۱ لعل الاولی : انت خبیرٌ انه لم یذهب احدمن المفسرین الیه الا ابو جعفر . عبدالحق

یۃ (۱) وفی الحدیث ان الا سلام یھدم ماکان قبلہ (۲) وقال ابن جریر فی تفسیرہ الا من تاب من المشرکین فامن باللہ ورسولہ وعمل عملا صالحا یقول وعمل بما امرہ اللہ فاطاعہ فان اللہ فاعل بہ من ابدالہ سیئی اعمالہ فی الشرک بحسنھا فی الا سلام (۳)انتھی وعن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ قال یبدل اللہ اعمالھم السیئۃ اللتی کانت فی الشرک بالا عمال الصالحۃ حین دخلوا فی الا یمان (ابن جریر)(۴) فلا یصح الا ستدلال بھا علی تبدل الا ثام اللتی جعل الشرع لھا حدود ا او الزمھا علی المسلمین ونھی عن الشفاعۃ فیھا والعفو عنھا بعد محلھا الا ماشاء اللہ . اما استدلا لہ بکریمۃ فمن جاء ہ موعظۃ من ربہ فانتھی فلہ ما سلف . (۵) فلا یصح ایضا فان الا یۃ نزلت فیمن اخذ شیئا قبل التحریم ثم انزل اللہ تحریمہ فاتبع فانتھی فلہ ما اخذ قبل التحریم اما الذین بلغھم التحریم ولم ینتھوا ولم تدعوا بل اکتسبوا السیئات واخذ وا الا موال من طرق منھیۃ فلا تدل الایۃ علی ان تلک الا موال تحل لھم بالتوبۃ . قال ابن جریر فی تفسیرہ تحت ھذہ الا یۃ الکریمۃ من جاء ہ موعظۃ فانتھی عن اکل الربوا وار تدع عن العمل بہ وانزجرعنہ فلہ ما سلف یعنی ما اخذو ا کل فمضی قبل مجئ الموعظۃ والتحریم من ربہ فی ذلک انتھی. ثم قال اما الموعظۃ فالقرآن انتھی .(۶) وقال القاضی البیضاوی فی تفسیرہ فمن بلغہ وعظ من اللہ وزجر کالنھی عن الربوا فانتھی (۷) فاتعظ وتبع النھی فلہ ماسلف تقدم اخذہ التحریم والا یستردمنہ انتھی ومثلہ فی التفسیر الکبیر(۸) والخازن (۹) والمدارک (۱۰) وغیرھا ومن المعلوم ان الزانیۃ قد جاء تھا موعظۃ من ربھا (النھی عن الزنا فی القرآن المجید والحدیث) . فلم تنتہ ولم ترتدع عن الزنا واخذت ما اخذت بعد التحریم و مجی الموعظۃ فاین ھذا من ذاک فاستدلال المجیب بالآیۃ الدالۃ علی حلۃ الماخوذ قبل التحریم علی حلۃ الا موال المکتسبۃ بالطریق المحرمۃ بعد التحریم لیس من الصحۃ فی شیئی . ھذا وا للہ تعالی اعلم وھو المسئول للھدایۃ والعصمۃ فی الروایۃ والدرایۃ .فقط

کتبہ العبد المسکین الا واہ محمد کفایت اللہ غفرلہ مولا ہ المدرس الا ول فی المدرسۃ الا مینیۃ الواقعۃ بدھلی.

لسادس من جمادی الا ولی سن ۱۳۲۹ھ

للہ در المجیب المصیب حیث کفی وشفی جزاہ اللہ تعالی خیر الجزاء

کتبہ اشرف علی ۔ ۲ رجب سن ۱۳۲۹ھ

(۱)سورۃ الفرقان ، الجزء التاسع عشر ، رقم الآیۃ ۷۰،۶۷
(۲)ھذا جزء من الحدیث الطویل ، رواہ مسلم ، فی کتاب الایمان ، باب کون الا سلام یھدم ما کان قبلہ وکذا الحج والہجرۃ ، ص ۱/۷۶ ط. قدیمی۔
(۳)(تفسیر الطبری ، سورۃ الفرقان الجزأ التاسع عشر ، رقم الا یہ ۷۰ ص۱۹/ ۳۰ ط. بیروت)
(۴)(وجدنا ھذا ولکن بروایۃ ابن زید) سورۃ الفرقان ، تفسیر الطبری . ۱۹/۳۰ رقم الا یۃ ۷۰ ط. بیروت)
(۵)سورۃ البقرۃ ، الجزء الثالث ، رقم الآیۃ نمبر ۲۷۵
(۶)تفسیر الطبری ، سورۃ البقرۃ ، الجزء الثالث ، ص۳/ ۶۹ رقم الا یۃ ۲۷۵ ط. بیروت
(۷)تفسیر البیضاوی ، سورۃ البقرۃ ، الجزأ الثالث ص ۱۷۸ ، رقم الآیۃ ۲۷۵ ، ط. سعید
(۸)(التفسیر الکبیر ، سورۃ البقرۃ ، الجزأ الثالث ، ۷/ ۱۰۰ رقم الآیۃ ط . مکتب الا علام الا سلامی)
(۹)(تفسیر الخازن ، سورۃ البقرۃ ، الجزأ الثالث ، ۱/ ۳۰۰ ، رقم الآیہ نمبر ۲۷۵ ط . مصر)
(۱۰)(تفسیر المدارک ، سورۃ البقرۃ ، الجزأ الثالث ، ۱/ ۱۹۲ ، رقم الآیۃ ۲۷۵ ط. قدیمی)

(نوٹ) حضرت مفتی اعظمؒ کے مذکورہ بالا جواب کے بعد مولانا عبداللہ غازی پوری نے جواب الجواب تحریر فرمایا جو فلسکیپ سائز کے چالیس صفحات پر مشتمل ہے۔ پھر حضرت مفتی اعظمؒ نے اس کا رد تحریر فرمایا جو ساٹھ صفحات پر ہے۔ یہ تحریریں مناظرانہ ہیں اور عربی زبان میں ہیں اگر توفیق ایزدی شامل حال ہوئی تو انشاء اللہ ان کو ایک مستقل کتاب کی صورت میں شائع کیا جائے گا۔ ناظرین کے لئے اوپر درج شدہ فتویٰ کافی ہے۔ (واصف عفی عنہ)

تم الجزء السابع من کفایت المفتی ویلیہ الجزء الثامن اولہ کتاب البیوع

فرہنگ اصطلاحات

(الف)

احوط۔ قریب باحتیاط، جواز کی دو برابر کی صورتوں میں سے وہ صورت جو تقویٰ کے قریب تر ہو۔

استخفاف۔ حقیر سمجھنا۔

احتضار۔ نزع کا وقت، موت کے فرشتوں کا قبض روح کے لئے حاضر ہونا۔

اطراء۔ کسی کی تعریف میں حد سے زیادہ مبالغہ کرنا۔

اضطرار۔ ایسے حالات کا پیدا ہو جانا کہ جان کے ہلاک ہو جانے کا یا کسی عضو کے ٹوٹ جانے کا یقین ہو جائے۔

اجماعی مسئلہ۔ وہ عقیدہ یا حکم جس پر صحابہ وائمہ مجتہدین متفق ہوں۔

الہام۔ خدا کے نیک بندوں کے دل میں خدا کی طرف سے جو کوئی بات ڈالی جاتی ہے اسے الہام کہتے ہیں۔ یہ وحی کے بعد کا درجہ ہے ملہِم اسم فاعل ملہَم اسم مفعول

ادلہ اربعہ شرعیہ۔ چار شرعی دلیلیں، جن پر احکام شرعیہ کا مدار ہے۔ اول قرآن مجید، دوم حدیث شریف، سوم اجماع امت، چہارم قیاس (اجتہاد)

احناف۔ حنفی کی جمع۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلدین۔

اتفاقاً۔ متفقہ طور سے، بالاتفاق۔

استدلال۔ دلیل پکڑنا، یعنی کسی مسئلہ مطلوبہ کو ثابت کرنے کے لئے کوئی اصول پیش کرنا۔

احتجاج۔ حجت پکڑنا۔ یعنی کسی مسئلہ کو ثابت کرنے کے لئے ایسی صاف اور واضح دلیل پیش کرنا جو مقابل کی دلیلوں کو کاٹ دے اور اس کو مغلوب کر دے۔

اسرائیلیات۔ زمانہ ما قبل اسلام کے پیغمبروں، امتوں، ملکوں اور سلطنتوں سے تعلق رکھنے والی وہ روایات وحکایات جو اہل کتاب کی مذہبی کتابوں سے منقول ہیں۔
الحاد۔ بے دینی ملحد اس کا اسم فاعل ہے۔
اجل۔ وقت مقررہ یا میعاد۔ واضح ہو کہ لغۃً اجل کے معنی موت کے نہیں ہیں۔ محاورہ میں بطور استعارہ کے موت کے معنی مراد لے لیتے ہیں۔

(ب)

برزخ۔ موت کے بعد قیامت تک کا زمانہ۔

(ت)

تعزیر۔ سزا دینا، کسی جرم کی وہ سزا جو حاکم اسلام اپنی صوابدید اور رائے سے تجویز کرے اور شرعاً اس کی کوئی خاص سزا مقرر نہ کی گئی ہو۔
تکفیر۔ کفر کا حکم لگانا
تاویل۔ لفظ مشترک کے چند معانی محتملہ میں سے بقرائن ایک معنی کو ترجیح دینا۔ (اگر وہ ترجیح اصول شرعیہ کے خلاف نہ ہو تو تاویل مقبول ہے ورنہ تاویل باطل)
تاجیل۔ میعاد یا وقت یا مدت مقرر کرنا یا طے کرنا۔
تعبیر۔ کسی مفہوم و معنی کو بیان کرنے کے لئے چند اسالیب بیان میں سے ایک اسلوب بیان کو یا چند مرادف الفاظ میں سے ایک کو اختیار کرنا۔
تحریف۔ الفاظ یا مفہوم میں اصل مقصد کے خلاف اپنی مرضی کے مطابق ادل بدل کر دینا۔
تواتر۔ کسی بات کا اتنے کثیر راویوں کے ذریعہ سے تسلسل کے ساتھ ہم تک پہنچنا جن کے متعلق جھوٹ کا گمان نہ ہو سکے۔ جیسے قرآن مجید کہ ہم تک بطریق تواتر پہنچا ہے۔
تشریع۔ کسی بات کو دین قرار دینا، مذہب قائم کرنا۔
تحدی۔ قوت مضبوطی اور دعوے کے ساتھ کسی بات کو دوسروں کے سامنے پیش کرنا، چیلنج کرنا۔
تلبیس۔ جھوٹ سچ کو ملا دینا، صحیح بات کو مشتبہ کر دینا۔
توجیہ۔ کلام کے محمل کو بیان کرنا اور وجہ وعلت کو ظاہر کرنا تاکہ اس کا اغلاق وابہام دور ہو جائے اور دوسرے کلام سے اس کا تعارض رفع ہو جائے۔
تھیوری۔ (انگریزی) نظریہ۔
تثلیث۔ تین خدا ماننا (عیسائیوں کا عقیدہ)
جماہیر۔ (جمہور کی جمع) مراد اسلام کے علماء اور صائب الرائے لوگ
جاہلیت۔ (عہد جاہلیت) حضرت رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے کا زمانہ۔

(ح)

حربی۔ دار الحرب کے غیر مسلم باشندے یا رعایا۔
حنفیہ۔ (حنفی کی جمع) حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مقلدین۔
حنبلیہ (حنبلی کی جمع) حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مقلدین۔
حجت۔ (برہان) ایسی صاف اور واضح دلیل جو مقابل کی دلیلوں کو کاٹ دے اور اس کو مغلوب کر دے۔
حمد۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کرنا۔
حد۔ جرم کی وہ سزا جو دلیل قطعی کی رو سے شرعاً ثابت اور مقرر ہو۔

(خ)

خارق عادت۔ کوئی ایسا کام یا واقعہ جو فطرت کے عام دستور و معمول کے خلاف کسی آدمی سے بغیر اسباب و آلات کے ظاہر ہو۔ (پیغمبر سے ظاہر ہو تو اس کو معجزہ اور ولی سے ظاہر ہو تو اس کو کرامت اور غیر مسلم سے ظاہر ہو تو اس کو استدراج کہتے ہیں لیکن ان تینوں میں اور بھی بہت سے باریک فرق ہیں)

(د)

دار الاسلام۔ وہ ملک جس میں مسلمانوں کی خود مختار حکومت ہو اور اسلامی احکام و قوانین جاری کرنے پر قادر ہو۔
دار الحرب۔ وہ ملک جس میں اقتدار اعلیٰ غیر مسلموں کے ہاتھ میں ہو۔
دیانۃ۔ وہ معاملہ جو بندے اور خدا کے درمیان ہو۔
دلیل۔ کوئی اصول جس سے مسائل ثابت کئے جائیں۔
دلیل قطعی۔ وہ دلیل جو صاف و صریح اور واضح طور پر کتاب و سنت میں موجود ہو اس میں توجیہ و تاویل کی گنجائش نہ ہو۔

(ڈ)

ڈارون تھیوری۔ ڈارون کا نظریہ (ڈارون یورپ کا ایک فلاسفر تھا۔ اس نے اسلامی عقیدے کے خلاف یہ نظریہ پیش کیا تھا کہ انسان کی آفرینش حضرت آدم علیہ السلام کی صورت میں نہیں ہوئی ہے بلکہ پہلے ایک کیڑا تھا۔ پھر اس نے گرگٹ وغیرہ کی شکل اختیار کی پھر تدریجاً بہت سی مختلف صورتیں اختیار کرتا ہوا بندر کی صورت میں آیا اور بندر سے ترقی کر کے انسان بنا)

(ر)

ربوا۔ ربا۔ سود، بیاج۔
ردۃ۔ ارتداد، مرتد ہونا، اسلام سے پھر جانا۔

(ز)

زجراً۔ تنبیہاً، اظہار نفرت کے طور پر۔

زندیق۔ جو شخص آخرت کو نہ مانے اور خالق کے وجود کا قائل نہ ہو۔ زنادقہ جمع۔
زندقہ۔ آخرت کو نہ ماننا اور خالق کے وجود سے انکار کرنا۔
زمانہ جاہلیت۔ عہد جاہلیت۔ حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کا زمانہ۔
سیر۔ (سیرۃ کی جمع) سیرۃ کے معنی کسی شخص کی سوانح عمری مگر اصطلاحاً رسول اللہ ﷺ کے حالات زندگی مراد لیے جاتے ہیں۔ سیر کے دوسرے معنی مغازی۔
سنت۔ حدیث شریف یعنی رسول اللہ ﷺ نے دین کی حیثیت سے جو کام کئے یا کرنے کا حکم دیا۔ (آپ کا طریقہ اور نمونہ عمل)
سماع موتی۔ مردوں کا سننا۔ (یعنی یہ مسئلہ کہ آیا قبروں میں مردے باہر کی آواز سنتے ہیں یا نہیں؟)
سیاست۔ کسی جرم کی سزا جو حاکم انتظاماً اپنی رائے سے جاری کرے۔

(ش)

شہود۔ (شاہد کی جمع) گواہ۔
شہادتین۔ دو شہادتیں جو کلمہ شہادت میں ہیں۔ اللہ کی وحدانیت کی شہادت اور حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی شہادت۔
شان نزول۔ جن حالات کی وجہ سے یا جن اسباب کی بنا پر کوئی آیت نازل ہو۔ (سبب نزول یا موقع نزول)
شوافع۔ (شافعی کی جمع) حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے مقلدین۔

(ص)

صراحۃً۔ صاف، واضح، غیر مشتبہ طور پر۔

(ع)

عقود ربویہ۔ سودی معاملات۔

(غ)

غالی۔ کٹر، متشدد۔
غلو۔ کٹر پن، شدت۔
غیر موجہ۔ وہ کلام جس میں توجیہ نہ کی گئی ہو۔
غنی۔ وہ شخص جو قربانی کا نصاب رکھتا ہو۔

(ف)

فروعی مسائل۔ جزوی مسائل، ایسے مسائل جو بطریق اجتہاد اخذ کئے گئے ہوں۔
فقیر۔ وہ شخص جو قربانی کا نصاب بھی نہ رکھتا ہو۔

(ق)

قاضی۔ وہ بااختیار مسلم جج جو سلطان اسلام کی طرف سے مقرر کیا گیا ہو اور شریعت کے مطابق فیصلے کرے۔
قضا۔ وہ حکم یا فیصلہ جو قاضی کی عدالت سے جاری ہو۔ واضح ہو کہ قضا کے معنی موت کے نہیں ہیں۔ اردو محاورہ میں بطور استعارہ کے مراد لے لیتے ہیں۔

قرون ثلثہ مشہود لہابالخیر یا۔ قرون اولیٰ مشہود لہابالخیر۔ وہ تین زمانے جس کے افضل واعلیٰ اور باخیر ہونے کی شہادت مخبر صادق (ﷺ) نے دی۔ آپ نے فرمایا۔ **خیر القرون قرنی ثم الذین یلو نھم ثم الذین یلو نھم**۔ یعنی بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے پھر ان لوگوں کا زمانہ جو میرے زمانہ کے لوگوں کے بعد آئیں گے پھر ان کا زمانہ جو ان کے بعد آئیں گے۔

(م)

محارب۔ دار الحرب کے غیر مسلم باشندے جو برسر جنگ ہوں۔
معتوہ۔ ناقص العقل مالیخولیا زدہ آدمی۔
مقاطعہ۔ قطع تعلق، بائیکاٹ۔
مجز بکفر۔ کفر تک پہنچانے والا۔ یعنی کوئی ناجائز کام جو کفر کے قریب ہو۔
مجتہد فیہ۔ وہ مسئلہ جس کا حکم قرآن وحدیث میں صاف اور واضح طور پر موجود نہ ہو اور بطریق اجتہاد اخذ کیا گیا ہو۔
متفق علیہ۔ وہ مسئلہ جس میں ائمہ مجتہدین کا اتفاق رائے ہو۔
محتضر۔ وہ شخص جو نزع کی حالت میں ہو۔
مخبر صادق۔ سچی خبر دینے والا۔ یعنی حضرت رسول اللہ ﷺ۔
معہود۔ ایسا کام جو اوپر سے ہوتا چلا آتا ہو۔
مندوب۔ مستحب۔
مختلف فیہ۔ وہ مسئلہ جس میں مختلف رائیں ہوں۔ ضد متفق علیہ۔
مُحْدَثْ۔ نئی ایجاد کردہ چیز۔ اس کا مصدر احداث اور اسم فاعل محدث ہے۔
مُحَدِّثْ۔ حدیث شریف کا جید عالم۔
مالکیہ۔ مالکی کی جمع۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ کے مقلدین۔
مُلْھَمْ۔ وہ شخص جس کو الہام ہو۔ اس کا مصدر الہام اور اسم فاعل ملہم ہے۔
ملائکہ سیاحین۔ وہ فرشتے جو اللہ کی طرف سے اس خدمت پر مقرر ہیں کہ دنیا میں ہر جگہ چلتے پھرتے رہیں اور جہاں کہیں لوگ عبادت اور وعظ وتذکیر وتلاوت وغیرہ میں مشغول ہوں وہ فرشتے اللہ تعالیٰ

کی بارگاہ میں ان کی گواہی دیں۔ درود و سلام رسول اللہ ﷺ تک وہی ملائکہ سیاحین پہنچاتے ہیں۔

مَنْقَبَتْ۔ صحابہ و اہل بیت رضوان اللہ علیہم کے اوصاف، اور کارنامے۔

مُلْحِدْ۔ بے دین وہ شخص جو کسی دین کا قائل نہ ہو۔

مُتَخَلِّفْ۔ وعدہ خلافی کرنے والا۔ اس کا مصدر تخلف ہے۔

مُنْکَرْ۔ وہ چیزیں یا وہ کام جن سے شریعت نے منع کیا ہے۔

مُنْکِرْ۔ انکار کرنے والا۔ انکار کا اسم فاعل۔

مُضْطَرّ۔ وہ شخص جو حالت اضطرار میں ہو۔ (دیکھو اضطرار)

متواتر۔ بطریق تواتر پہنچنے والی چیز۔ (دیکھو تواتر)

مُباشرۃ۔ عملدرآمد کرنا، عمل میں لانا، بوس و کنار کرنا۔ اردو کے محاورہ میں مباشرت کے معنی جماع اور وطی کرنا ہیں، لیکن فقہ میں جماع اور وطی کے معنی میں استعمال نہیں ہوتا۔

مُعْسِر۔ وہ شخص جو صاحب نصاب نہ ہو۔

مُوْسِرْ۔ وہ شخص جو صاحب نصاب ہو۔

(ن)

نص۔ حلت و حرمت کا وہ واضح اور صاف حکم جو کتاب و سنت سے ثابت ہو۔ اس میں کسی قسم کا ابہام نہ ہو۔

نظم قرآن۔ مراد قرآن شریف کی عبارت۔

نعت۔ رسول اللہ ﷺ کے اوصاف بیان کرنا۔ (خاص کر اشعار میں)

(و)

واجب الہدم۔ ڈھا دینے کے لائق۔ جس کا ختم کر دینا ضروری ہو۔

وظیفہ۔ فرض۔ ڈیوٹی۔